

قاضی عبدالودود

نام نیک انسان صانع العین

کچھ

غالب

کے بارے میں



خدا بخش اور نیٹل پبلک لائبریری

قاضی عبدالودود

بائیک رنگان غلنگان

کچھ

غالب

کے بارے میں

دوم
حصہ

خدا بخش اورینٹل پبلیکیشنز بریری، پٹنہ

تقسیم کار : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر :

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

شاخیں :

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی - ۱۱۰۰۰۶

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بیلڈنگ، بمبئی - ۴۰۰۰۰۳

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علیگڑھ - ۲۰۲۰۰۲

اشاعت : ۱۹۹۵ء

دو حصوں کی قیمت : ^{۲۵۰}دو روپے

پبلیشر آفسیٹ پریس، شاہ گنج محمد پور، پٹنہ لاہور، لاہور -

کچھ غالب کے بارے میں

حصہ دوم

فہرست

برہانِ قاطع اور ہندستان	(نوائے ادب بمبئی: اکتوبر ۱۹۶۳ء) ۲۸۱
" " "	(" " " : اپریل ۱۹۶۵ء) ۲۹۶
محرقِ قاطع برہان	(" " " : اپریل ۱۹۶۲ء) ۳۰۳
آبِ حیات	(نیا دور لکھنؤ: اگست ۱۹۶۳ء) ۳۱۳
قاطع برہان اور پیے وابدام	(تحریکِ دہلی: ستمبر ۱۹۶۳ء) ۳۱۹
لطائفِ غیبی	(نیا دور لکھنؤ: اگست ۱۹۶۵ء) ۳۲۳
قاطع القاطع	(صحیفہ، غالب نمبر اول: جنوری ۱۹۶۹ء) ۳۲۹
سوالاتِ عبدالکریم	(صبحِ نو: مارچ-اپریل ۱۹۶۹ء) ۳۵۷
ایک رسالہ	(معاصر: جلد ۳) ۳۶۱
درفش کا دیانی۔ طبعِ پاکستان	(آج کل، نئی دہلی: مارچ ۱۹۷۲ء) ۳۷۳
تیغ تیز	(فکر و نظر، علی گڑھ: جولائی ۱۹۶۱ء) ۳۷۹
شمسیر تیز تر	(نقوش: اگست ۱۹۶۱ء) ۳۸۲
آغا احمد علی اور غالب	(تحریکِ دہلی: نومبر ۱۹۶۵ء) ۳۹۵
" " "	(" " " : جنوری ۱۹۶۶ء) ۳۹۸
غالب زبانِ پہلوان	(سرمایہ اردو: جنوری-مارچ ۱۹۷۰ء) ۴۰۰
دساتیر	(نقوش: اپریل-جون ۱۹۶۶ء) ۴۵۶
کچھ دساتیر کے بارے میں	خدا بخش لائبریری جنرل منٹ ۴۶۱
غالب اور ذالِ نارس	(آج کل، دہلی، غالب نمبر: فروری ۱۹۵۲ء) ۴۶۹
تحقیق: "برپردشان"	(" " " : دسمبر ۱۹۶۵ء) ۴۷۳
استراور غالب	(اشارہ، پٹنہ، آزادی نمبر: اگست ۱۹۶۳ء) ۴۷۶
غالب کا عروسی اعتراض	(ندیم، ڈھاکا: جنوری ۱۹۶۰ء) ۴۷۹
غالب اور تیس	(تحریکِ دہلی، غالب نمبر: اپریل ۱۹۶۱ء) ۴۸۳

خطوط غالب	(معاصر : جولائی ۱۹۴۴ء) ۴۸۴
نادرات غالب	(" : حصہ ۱) ۴۹۵
نادر خطوط غالب	(" : جنوری ۱۹۴۳ء) ۵۰۲
مکاتیب غالب	(" : مارچ ۱۹۴۳ء) ۵۰۸
" "	(" : اپریل ۱۹۴۳ء) ۵۱۴
" "	(" : مئی جون ۱۹۴۳ء) ۵۲۵
ذکرِ غالب	(" : حصہ ۲) ۵۳۲
احوالِ غالب	(" : حصہ ۲) ۵۴۰
تبصرہ خطوط غالب	(معاصر : اکتوبر ۱۹۴۲ء) ۵۴۹
مطالعہ غالب	(" : حصہ ۸) ۵۵۴
سرگزشتِ غالب	(" : اکتوبر ۱۹۴۱ء) ۵۵۷



۵۵۹۰ قاضی عبدالودود کے معیار ۱۹۳۶ء، خدابخش ایشیائی میں غالبیات



۵۷۱ کھیات نظم نازت کے ایک نسخہ پر غالب
کی دو تحریروں کا عکس

۵۷۳ تیغ تیز طبع آدمی دشمنی کے متعلق قاضی صاحب
کی دو تحریروں کا عکس



کچھ غالب کے بارے میں

حصہ دوم

قاضی عبدالودود

برہان قاطع اور ہندوستان

برہان قاطع کے دیباچے میں اس کتاب کے مولف نے اپنا نام وغیرہ اس طرح لکھا ہے : «ابن خلف التبریزی، محمد حسین، المتخلص بہ برہان»، اور یہ توقع ظاہر کی ہے کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی نظر سے گزرے تو «مرتبہ استحسان» حاصل کرے۔ اس نے کتاب کا سال اتمام «کتاب نافع برہان قاطع» (= ۱۰۶۲) سے نکالا ہے۔ اور بعض قرائن اس کے اثنا عشری ہونے پر دلائل کرتے ہیں۔ باپ کو تبریزی لکھنے سے لازماً یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ خود کو تبریزی المولد ہونے کا مدعی ہے۔ عبداللہ قطب شاہ کا ذکر جس طور سے ہے وہ اس سے مانع نہیں کہ کتاب ایران سے دکن بھیجنے کا ارادہ ہو، لیکن، مولف دکن سے زیادہ اور ایران سے کم واقفیت رکھتا ہے اور قرینہ قوی ہے کہ تالیف کے وقت وہ دکن میں تھا۔

انیسویں صدی کے ربع اول میں روبک نے برہان قاطع کو شائع کرنے کے ارادے سے مرتب کیا تو اس نے برہان کے حالات کی تفتیش کی، لیکن وہ مقدمے میں مقرر ہے کہ اسے ناکامی ہوئی۔ غالب نے قاطع برہان میں کہیں اسے «بوہرہ دکنی» کہا ہے اور کہیں یہ، اس کا باپ یا دادا ایران سے آیا ہوگا، وہ خود ہند میں پیدا ہوا۔ آغا احد علی نے موبد برہان میں اسے ولا یتزا کہا، غالب اس کی تردید میں رقمطراز ہیں :

«اس کو تم نے تبریزی مولد کیونکر جانا؟ فرمانے ہو کہ لغات ہندی اچھی طرح نہ بولنا اس کے ولا یتزا ہونے کی دلیل ہے۔ غور تو کرو بولنے اس کو کس نے سنا ہے؟ آپ نے بھی تحریر دیکھی، فقیر نے بھی جو علما و شعرا ایران سے آئے لہجہ ان کا ہندی نہیں ہوا، املا اہل ہندی کی املا کے موافق رہی، مثلاً ٹھوڑا، گھوڑا، جان جائینگے کثرت سماعت سے کہ یہ دونوں ترکیبیں ہندی ہیں مگر تلفظ میں تو را گورا کہینگے۔ چوکھنڈی شعر میں اسی صورت سے لکھینگے مگر

بولینگے چوکھندی» ص ۲۴

اس سے قطع نظر کہ ایرانیوں کا اہجہ اختیار کرنا ناممکن نہیں بہت سے ہندی ہندوستانی الفاظ کی شکل فارسی میں بدل گئی ہے، مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ آغا کی دلیل مضبوط ہے۔ آغا نے شمشیر تیزتر کے ص ۲۴ میں وعدہ کیا تھا کہ برہان کا ترجمہ آگے آئیگا، لیکن وہ ایفامے وعدہ نہ کرسکے۔ برہان کے حامیوں میں ایک شخص امین الدین، امین تھا، اس نے قاطع القاطع میں برہان کے تبریزی ہونے کے ثبوت میں لکھا ہے۔

» فرزندش علی حسن ہم بذات خود تبریزیست، بعمر شانزده سالگی از تبریز بہند آمدہ، اگر دیدنیست در تذکرۃ روضۃ الجنان کہ جامع آن ملا حیدر شاہجہانیست ببیند « ص ۱۱۶

امین میں علمی دیانت نہ تھی، اور وہ جس طرح بھی ہو، غالب کو مغلوب کرنا چاہتا تھا، مجھے یقین ہے کہ یہ فرضی حوالہ ہے۔ زمانہ حال کے جن ایرانیوں نے برہان قاطع کے متعلق کچھ لکھا ہے وہ بھی اس کے حالات سے واقفیت حاصل نہ کرسکے۔ ان میں سے ایک آقائے علی اصغر حکمت فرماتے ہیں:

» از ترجمۃ احوال ... او نظر بقلت منابع تاریخی موجود اطلاعی جامع در دست نیست. نویسندگان فہرستہا ... نیز شرح احوال او بتفصیل نوشتہ اند، واین بندہ ... بقدر مقدور تجسس کردم، اما اطلاعی مفصل تحصیل نشد. باید در موقع فرصت کتابہائی را مانند تاریخ مائر قطب شاہیہ محمود ... حدیقۃ السلاطین ... تاریخ قادری ... تاریخ ہالہ قطبیہ ... و دیگر کتب کہ در باب رجال علم و ادب دکن نوشتہ شدہ است مطالعہ نمود ... شاید بتوان اشاراتی ... بدست آورد «

لیکن، یہ اس سے مانع نہ آیا کہ وہ برہان قاطع کے بارے میں تحریر کریں: » سبصد سال قبل مردی ایرانی در یکی از بلاد اقصای ہندوستان .. نگاشتہ است « میرا خیال ہے کہ برہان کی مفصل حالات معلوم ہونے کے امکانات بہت کم ہیں۔ میں برہان قاطع کی بالاستیعاب مطالعے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ یا تو ہندوستان میں پیدا ہوا تھا، یا بہت کمسن تھا کہ یہاں آگیا تھا۔ برہان قاطع میں کچھ ہندوستانی الفاظ ہیں، کچھ باتیں ہندوستانی معاشرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ بعض امور دور کا سروکار ہندوستانی سے رکھتے ہیں۔ ذیل میں یہ سب

کچھ جمع کر دیا گیا ہے، کوئی بات فاضل ہو تو ہو، شاید ہی کوئی بات جو قابل شمول ہو، چھوٹ گئی ہو۔

برہان قاطع میں «ہند» کم اور ہندوستان زیادہ آیا ہے، اس مضمون میں عموماً ہندوستان کہ جگہ ہند ملے گا، اور بیشتر ہندی کی جگہ ہن۔ اول و ثانی و ثالث کے عوض ۲، ۱ اور ۳ درج ہیں:

- (۱) آچار «برہان علمی اہل ہند عمل کردن و پیروی نمودن باحکام شریعت»
- (۲) آزاد «درختی ہم ہست کہ آنرا در ہند بکاین میگویند»
- (۳) آس «درہن .. امیدواری»
- (۴) آشام «ولایتست مابین مشرق و شمال بنگالہ و در آن ولایت عود بغایت خوب میشود»
- (۵) آفتاب پرست «رابر سہ چیز اطلاق میکنند خصوصاً بر گل نیلوفر و بر جانوری .. و گلیکہ بر ہر طرف کہ آفتاب میل کند بر گہای آن روی بدان جانب کند. و اہل ہند بر ہر گل کہ بود عموماً»
- (۶) آک «باکاف فارسی نام درختیست در ہند کہ شیرہ آن زہر قاتلست»
- (۷) آل «در ہن نام درختیست کہ در بیخ آن رنگ سرخی حاصل شود مانند رنگ روناس و بدان جامہ رنگ کنند و در دواہا نیز بکار آید»
- (۸) ایدرم «بروزن اسپرم نام کتاب شاکمونی و او باعتقاد کفرہ ہند، پیغمبر صاحب کتابست، و معنی این لغت باعتقاد او اول و آخر کتابها باشد»
- (۹) ابقر «بر وزن جعفر بمعنی شورہ .. کہ .. در ہند بدان آب سرد کنند»
- (۱۰) ادرک «زنجبیل تر .. و ہن ہمین نام»
- (۱۱) ارگ «برہان علمی اسمیست از اسامی .. آفتاب»
- (۱۲) استارہ «نام قلعہ .. از دکن»
- (۱۳) اسگدار «چون قاصدیرا خواهند کہ بتعجیل بجای فرستند در ہر منزل بجهت او اسی نگاہ دارند تا منزل بمنزل بر اسب تازہ زور سوار شود .. و پیادگان باین نوع رانیز گویند کہ در ہر چند قدم یکی نشستہ باشد و خط و کتابت را پیادہ اول بدوم و دوم بسوم دہد تا بمقصد رسد و این در ہند بیشتر متعارفست»
- (۱۴) اطماط «بندق ہندیست و آنرا رتہ گویند بکسرزا ... وفتح و تشدید فوقانی»

اگر آرد آنرا باسرمه بیامیزند و در چشم کنند احوالی را ببرد و بعضی گویند باقلای هندوست و آن سخت بود و نقطهای سیاه دارد»

(۱۵) اقلی «نام درخت بیل است و بیل میوه ایست در هند مانند انار و آن شیرین میشود و از درختی حاصل میشود مانند زرد آلو و آن میوه را در جوارشات داخل سازند»

(۱۶) امیله «بر وزن بلبله بمعنی آمله .. و آن میوه باشد در هند در شکر پرورده کنند و خورند»

(۱۷) انبه «بفتح ۳ و اخفای با میوه ایست معروف در هند»

(۱۸) انبیل «کرگ جنگی .. و آن جانور است در هند شبیه بگومیش و بر سر بینی شاخی دارد»

(۱۹) انگ «ولایتیست در هند»

(۲۰) انگدان «بر وزن مردمان .. در موبدالفضلا بمعنی بسباس .. که بن جانوری میگویند»

(۲۱) انگریز «بر وزن رنگریز نوعی از مردم فرنگ»

(۲۲) اوح «معرب اوگ .. مقابل حضیض .. و بعضی گویند این لغت هندوست»

(۲۳) اوگ «اوح معرب آنست»

(۲۴) باتنگل بفتح ۳ و کاف فارسی و سکون نون .. نام کتاب معتبره کفره هنداست»

(۲۵) بادنج «بکسر دال .. بمعنی نارگیل .. و آنرا جوز هندی گویند»

(۲۶) باری «قصه .. در هند»

(۲۷) بار بریتا «فیل .. جانور است کلان در هند»

(۲۸) بر «درختیست در هند»

(۲۹) براتی «مردمی .. که در عروسی همراه داماد بخانه عروسی روند»

(۳۰) برطایل «بکسر تحتانی .. جزیره .. در هند که از یکی از درختان آن جزیره

بانگی عظیم و صدایی مهیب میآید، و بعضی گویند کوهیست در آن جزیره که شبها از آن کوه صدای طبل و دهل و سنج میآید»

(۳۱) برهمن «بفتح ۱ و ۲ و سیم .. بمعنی بت پرست و زناز بند .. و حکما و دانشمندان

و پیر و مرشد بت پرستان و هندوان و آتش پرستان را هم می گویند و اصیل

و نجیب بنود را نیز برهمن گویند و بفتح ۱ و سکون ۲ .. هم آمده»

- (۳۲) برهمه «بر وزن طبقچه مخفف برهمن»
- (۳۳) بریون «علت نیست که در بدن آدمی پیدا می شود... و خارش می کند و آنرا در هند داد می گویند»
- (۳۴) بکبر «بفتح ۱ و با... و سکون ۲... خیار چنبر... در مسملات بکار برند و بعضی گویند این لغت هندیست»
- (۳۵) بل «بفتح ۱... میوه... در هند شبیه به بی و آنرا انار هندی نیز گویند... و بعضی گویند میوه باشد هندی بزرگی آلوچه و درخت زرد آلو می ماند»
- (۳۶) بلا دور «در هند تصدقات را گویند»
- (۳۷) بنبر «بر وزن لنگر... سیستان و گویند این لغت هندیست»
- (۳۸) بندق «هندی ثمریست بمقدار فندق که آنرا رته گویند و رنگ آن سیاهی زرد، گویند اگر آنرا بگویند و بپزند و داخل سرمه کنند و در چشم کشند احولی را ببرد»
- (۳۹) بو یک «با ۲ مجهول... بزبان هند احمق و نادان را گویند»
- (۴۰) بوبو «بضم دو با... در بعضی جا زنان خواهر خود را... گویند»
- (۴۱) بوزه «بر وزن کوزه شرابی... که از آرد برنج و ارزن و جوسازند و در هند و ما وراء النهر بسیار خورند»
- (۴۲) بهار «بکسر نام ولایتی... در هند»
- (۴۳) بهره «بضم ۱ نام طائفه... که مولد و مسکن و مقام ایشان در گجرات است و بکسر ۱ نام قصبه... که از لاهور تا آنجا شصت کرو هست»
- (۴۴) بهمن «بر وزن مخزن مخفف برهمن است که بمعنی راست گفتار و راست کردار و کوچک بسیار دان و دراز دست و ابر بارنده باشد... و نام قلعه... در هند»
- (۴۵) بهو «بفتح ۱... بضم ۲ بر وزن سبو نام یکی از رایان هند»
- (۴۶) بهیم «بر وزن فهم... یکی از رایان و بزرگان هند»
- (۴۷) بیانه «بفتح ۱... شهریست در هند که نیل از آنجا خیزد و آن چیزی باشد که بدان چیزها رنگ کنند»
- (۴۸) بیاد بکسر ۱... رود خانه... بسیار بزرگ در نواحی لاهور»
- (۴۹) بید بکسر ۱ «بزبان هندی نام کتابیست مشتمل بر احکام دین هندوان و با اعتقاد ایشان کتاب آسمانیست»

- (۵۰) بیر بکسر ۱ «بندی برادر و پهلوان و شجاع»
- (۵۱) بیغا بفتح ۱ . . مرغیست که از هند آوردند و بطوطی اشتهار دارد و آنرا طوطک نیز گویند
- (۵۲) بیل «با ۲ بجهول . . میوه . . در هند شبیه به بی عراق»
- (۵۳) پاره «بندی سیماب»
- (۵۴) پان «برگی . . که آنرا در هند با آبک و فوفل خورند تالبها را سرخ گردانند»
- (۵۵) پاو «بسکون واو . . بندی پای را گویند»
- (۵۶) پتر «بروزن شرر تنگه طلا و نقره و مس و برنج و امثال آن . که در آن اسما و طلسمات و تعویذ نقش کنند»
- (۵۷) پرگنه «مرکبی . . از عطریات و بویهای خوش و آنرا در هند ارگجه گویند و در عربی ذریره»
- (۵۸) پست «بکسر ۱ . . مرکبی . که بعضی از چله نشینان و فقیران و جوگیان هند از جگر آهو و مغز بادام و امثال آن سازند که هرگاه مقدار پسته از آن بخورند تا چند روز محتاج بطعام نشوند»
- (۵۹) پلنگ «بفتح ۱ . . چارپای را نیز گویند و آن چهار چوبست بهم وصل کرده که در میان آنرا بانوار و امثال آن بیافند، و بر آن خوابند و این در هند بیشتر متعارف است»
- (۶۰) پنجاب «بر وزن گنجاب ولایت از هند که لاهور و توابع آن باشد»
- (۶۱) پنک «بکسر ۱ یک حصه از ده هزار حصه شبانروز است چه شبانروزی را بده هزار قسمت کرده اند و هر قسمتی را یک پنک خوانند و پنگان را نیز گویند و آن طاسی باشد از مس و امثال آن که در آن سوراخ تنگی کنند بقدر زمانی معین یعنی چون آن طاس را بر روی آب ایستاده نهند بقدر آن زمان معین پر شود و بته آب نشیند و بیشتر آبیاران و مزارعان دارند چه آنرا در مقسم آب در میان تقار آبی نهند بقدر آنچه میان ایشان مقرر شده باشد، بعضی را یک پنگان و بعضی را بیشتر آب دهند که بزراعت ایشان رود و در هند بجهت دانستن ساعات شبانروزی معمولست»
- (۶۲) پوپل . . در هند با بوگ پان خورند و معرب آن فوفلست»
- (۶۳) پور «بضم ۱ . . نام رانی شهر کنوج هم هست و او یکی پادشاهی و رایان بند بوده و معرب آن فور است»

- (۶۳) پوران « بر وزن توران نام شهر کنوج . . و معرب آن قنوج »
- (۶۵) پوره « بزبان هن بمعنی تمام »
- (۶۶) پوریان « بکسر ا ساکنان . . کنوج . . چه پور نام رای شهر کنوج هم هست »
- (۶۷) پهر « بفتح ا یک حصه از چهار حصه روز و چهار حصه شب باشد چه شبانروزی را بهشت حصه کرده هر یک را پهر گویند و این در هند بیشتر مصطاحست »
- (۶۸) پهره‌دار « . . پاسدار و محافظت کننده »
- (۶۹) تار « درختست در هند شبیه بدرخت خرما و آبی از آن حاصل کنند که نشاء شراب دهد »
- (۷۰) تاری « آبی باشد که از درخت تار حاصل شود »
- (۷۱) تال « آبگیر و تالاب و استخر و برکه بزرگ . . و بعضی گویند باین معنی هندیست »
- (۷۲) تامول « برگی . . که آنرا در هند با فوفل و آهک خورند و لب را بدان سرخ سازند »
- (۷۳) تانبول « بمعنی تامول »
- (۷۴) تانیر « بروزن بازیگر . . شهرست از هند »
- (۷۵) تباشیر « چیزی سفید رنگ مانند استخوان سوخته و آنرا از درون نی هندی برمی‌آورند که بنبو باشد و در دواها بکار برند، اگر قدری از آن در کوزه آب اندارند تشنگی را فرو نشاند »
- (۷۶) ترنگ « بفتح ا بزبان هن موج آب »
- (۷۷) تلنگ « بکسر ا و فتح ۲ . . ولایتی از ملک دکن »
- (۷۸) حمر « بکسر ا و ۲ بزبان علمی هند بمعنی تاریکی »
- (۷۹) تور « بضم ا . . بمعنی اندک و قلیل هم آمده »
- (۸۰) توره « بضم ا و ۲ بجهول . . هن کم را گویند »
- (۸۱) توله « بروزن لوله . . مقدارست معین در هند و آن بوزن دو مثقال و نیم باشد »
- (۸۲) جا « بهن امر در رفتن »
- (۸۳) جاجنگر « شهرست در هند »
- (۸۴) جالندر « . . بروزن آدم گر . . ولایتست در سومات »
- (۸۵) جام « نام حاکم تته »

- (۸۶) جای «بروزن لای . . نام گلی . . و آن در هند بسیار است»
- (۸۷) جایی «بروزن طائی نام گلیست در هند»
- (۸۸) جت «بفتح ۱ . . قومی . . فرومایه و صحرا نشین در هند»
- (۸۹) جکر «بروزن شکر گرد و خاک . . و بزبان علمی هند نیز بهمین معنی»
- (۹۰) جلم «بکسر ۱ و سکون ۲ . . نام ولایتست از ملک پنجاب
- (۹۱) جمدر «بروزن خنجر سلاجیست که آنرا در هند کنار گویند . . واصل آن جنب در است یعنی پهاو شکاف و بهندی یعنی دندان عزرائیل»
- (۹۲) جنبیه «بروزن تنقیه . . آنرا جمدرهم گویند و در هند کنار خوانند»
- (۹۳) جنتر «بروزن کمتر . . سازیست مخصوص اهل هند»
- (۹۴) جوض « . . با ۲ مجهول و فتح ۳ بلفظ هن یک فرسخ و ثلث فرسخی باشد که چهار گروهست»
- (۹۵) جوره «جفت چیزی»
- (۹۶) جوز «هندی گردگان هندیست که نارگیل باشد معرب آن نارگیل»
- (۹۷) جون «بفتح ۱ . . و سکون ۲ رودخانه . . عظیم در هند»
- (۹۸) جزیر «بضم آنست که چون جمعی بر سر بنود آیند و ایشان تاب مقاومت . . نداشته باشند، زن و فرزندان خود را بکشند یا بسوزانند و خود بگریزند، آن کشتن و سوزاندن را جوهر گویند، و جایی رانیز گفته اند که در آن جوی آب روان بسیار باشد»
- (۹۹) جوپی «بر وزن کوپی ناد گلیست در هند و آنرا جوپی گویند»
- (۱۰۰) جیسنگ «بفتح ۱ و کسر سین . . و سکون ۲ ونون و کاف نام رای گجراتست و کسی پیش ازو در هند پادشاهی نکرده . . و نام او بهندوی (نسخه بهندی) جیسنگه بوده و فارسیان جیسنگ خوانند»
- (۱۰۱) چابک «بضم با . . . بمعنی تازیانه هم آمده»
- (۱۰۲) چار «بزبان علمی اهل هند . . . جاسوس»
- (۱۰۳) چاش گیر «حاکم مطبخ . . و در هند بکاول»
- (۱۰۴) چال « . . . بزبان علمی اهل هند بر چهار گروه راه یک چالست و بر دو گروه یک فرسنگ پس چال دو فرسنگ باشد، و بزبان متعارف اهل هند بمعنی رفتار است و امر برفتن»

- (۱۰۵) چتر «بفتح ۱ و سکون ۲ ... چتری باشد، که برای محافظت آفتاب بر بالای سر نگاه دارند و هوی کوتاهی که مردان بر فرق سر گذارند»
- (۱۰۶) چکری «بضم بر وزن مقری ... بهندوستانی دختر را گویند»
- (۱۰۷) چال «بفتح ۱ ... امر بر رفتن هم ... بهندی نیز همین معنی»
- (۱۰۸) چناب «بر وطن طناب ... رود خانه ... مشهور در ... پنجاب»
- (۱۰۹) چنپا «بر وزن تنها ... گلست زرد رنگ شبیه یزنیق سفید و در هند بسیار است و بعضی گویند هندوست و آنرا رای چنپا هم خوانند»
- (۱۱۰) چنچولی «... بر وزن مقبولی بمعنی باد پیچ ... و آن ریسمانی باشد که در ایام عید و نوروز از شاخ درخت و جا های بلند آویزند و زنان و کودکان بر آن نشسته در هوا آیند و روند، گویند هندوست»
- (۱۱۱) چندل «بر وزن و معنی صندل ... صندل مغرب»
- (۱۱۲) چندن «بر وزن کندن بمعنی چندل ... که چوب صندلست و بعضی گویند چویست خوشبوی بغیر از صندل و آن ... در ولایتی میشود که آن ولایت را زره میگویند بکسر را ... و زا»
- (۱۱۳) چهارارکان «نوعی از خیمه ... که آنرا در عراق شروانی گویند و در هند روانی»
- (۱۱۴) چهره «بضم پسر ساده امرد نوکر و ملازم ... گویند باین معنی هندوست»
- (۱۱۵) چیپال «... بر وزن قیفال نام پادشاه لاهور بوده»
- (۱۱۶) چیره «بر وزن خیره ... بین دستاریکه بر سر پیچند»
- (۱۱۷) حلیب «سورنجان هندی»
- (۱۱۸) حمز «... تمر هندی ... و آنرا بفارسی خرما می خوانند»
- (۱۱۹) حور «بفتح ۱ هندی دانه ایست مانند دوقو، گرم و خشک ... حیض را براند»
- (۱۲۰) خار «بشت ... نام میوه ایست که بین کتهمل (کتهل نسخه دیگر) و پهنش میگویند»
- (۱۲۱) جنجه «... تمرین و خرما می خوانند»
- (۱۲۲) حزاین «... رستی که بین بوپال گویند»
- (۱۲۳) خربزه «هندی هندوانه ... و آنرا خربزه سندی نیز گفته اند»

- (۱۲۳) خرنوب « بر وزن مرغوب چند قسم میباشد نبطی و شابی و هندی .. هندی
خیار چنبر است و آن دواپی باشد معرف »
- (۱۲۵) خس « بفتح ۱ .. مرد میکه در کوه و کوپستان میباشد خصوصاً کفار
صحرا نشین ، و بعضی گویند باین معنی هندیست چه خنس بزبان بن قومی
باشند از کفار که در کوپهای مابین هند و خطا ساکنند »
- (۱۲۶) خمان « .. درخت بل است و بل میوه ایست در هند و بزرگ آنرا شبقه
گویند محفف و محلل باشد »
- (۱۲۷) خوب کلان « .. که تخم بارتنگ است گویند این لغت هندیست »
- (۱۲۸) خیشخانه « .. خیمه باشد که بجهت دفع هوای گرم از کتان سازند و
درون آن برگ بید بگسترانند و بر اطراف آن آب میپاشند و این بمنزله
خسخانه هند است »
- (۱۲۹) داذ « جوششی است با خارش بسیار .. و بن نیز این علت را داد خوانند »
- (۱۳۰) دار « شهر .. در هند »
- (۱۳۱) دارنی « بکسر ۳ .. موضعی .. در بند مشتمل بر بتخانه بسیار »
- (۱۳۲) دانک « .. بضم ۳ .. در .. دکن مهتر چاروا دار »
- (۱۳۳) دب « بفتح ۱ .. بن جهانیدن اسپ »
- (۱۳۴) دیودار « بضم ۱ و ۲ بواو رسیده .. نوعی از ابل .. و آنرا صنوبر هندی
نیز گویند و بجای حرف ۲ یای حطی هم بنظر آمده »
- (۱۳۵) دروا « .. بضم ۱ .. نام سلاطین و بزرگان هند »
- (۱۳۶) دس « بفتح ۱ شبیه و نظیر .. بکسرا بیونانی بمعنی هندسه .. محفف دیس
هم .. که شبیه و نظیر است و بن عدد ده را گویند که عبری
عشره خوانند »
- (۱۳۷) دکن « بر وزن وطن .. بهندی جنوب .. و نام ولایتی »
- (۱۳۸) دکه « بر وزن مکه بن پهلوی بر پهلوی و دوش بردوش زدن »
- (۱۳۹) دلهرا « بکسر ۱ و با .. بروز افترا .. پادشاهی بوده از .. هند و بفتح ۳
نیز بنظر آمده »
- (۱۴۰) دلی « بکسر ۱ و ۲ .. محفف دلی شهری .. مشهور در هند و باتشدید ۲
هم گفته اند »
- (۱۴۱) دمن « بر وزن چمن .. معشوقه نل .. و قصه نل و دمن مشهور است و
نام بندریست در هند »

- (۱۴۲) دمنه .. « نام شغالیست که در .. اتوار سهیلی احوال او مذکور »
- (۱۴۳) دنیبر بر وزن قنبر .. شهریبست از هند »
- (۱۴۴) دول « با ۲ مجهول پوست بیخ درخت زیتون هندی »
- (۱۴۵) دیب « .. بر وزن سیب بندری .. از بنادر هند »
- (۱۴۶) دیبال « بر وزن تیتال نام شخصیت و دیبالد که قصه ایست در . پنجاب او بنا کرده »
- (۱۴۷) دیبدار « بکسر ۱ .. صنوبر بن و آنرا دیودار نیز گویند »
- (۱۴۸) دیس « با ۲ مجهول .. بن بمعنی روز است که به عربی یوم خوانند و ملک و ولایت را نیز گویند .
- (۱۴۹) دیودار « با ۲ مجهول .. نوعی از .. سرو .. و صنوبر بن را نیز گویند »
- (۱۵۰) دیور « بر وزن زیور .. بن برادر کوچک شوهر »
- (۱۵۱) دیوگیر « با ۲ مجهول .. شهریبست در ملک دکن و درین زمان بدولت آباد شهرت دارد »
- (۱۵۲) دیوگیری « نوعی از قماش .. که در دیوگیر مییافتند »
- (۱۵۳) ذبل « بکسر ۱ .. پوست لاک پشت بن »
- (۱۵۴) رام « نام دره ایست در .. هند و نام پادشاه سند باشد و بن نام خدای بزرگ »
- (۱۵۵) رانج « .. نارگیل است که آنرا جوز هندی گویند »
- (۱۵۶) راه « پادشاه هند را نیز گفته اند »
- (۱۵۷) زای « .. سلاطین و حکام و بزرگان هند را نیز گفته اند »
- (۱۵۸) رنه « با ۱ و ۲ مفتوح بار درختیست در هند شبیه بفندق اما کوچکتر ازان و سیاهرنگ .. آنرا در آب کنند و دست بر آن زنند چون صابون کف بر آورد جامه بدان شویند خصوصاً جامه ابریشمی و چون با سرکه بر خنازیر طلا کنند تحلیل دهد و اگر با آب مرزنگوش در چشم کنند شبکوری را ببرد و به عربی فندق بن خوانند »
- (۱۵۹) رس « بفتح ۱ .. طلا و نقره و مس و سیماب و سرب و آهن و هر چیز از فلزات که آنرا کشته باشند و در بن شیرۀ هر چیز و هر یک فلزات کشته را رس میگویند و جمع آن رساین »

- (۱۶۰) رکابدار پیاده «.. که همراه سوار برآه رود و درین روزگار اورا جلو دار خوانند و شخصیکه لغلبلی و پیاله نگاه میدارد»
- (۱۶۱) رنگروتا «.. بزبان زند و پا زند فیل بزرگ .. و آن جانورست معروف در هند»
- (۱۶۲) روج «.. بر وزن و معنی روز .. و بهن نیله گاو را گویند که گاو کوهی باشد»
- (۱۶۳) روشک «بضم او سکون ۲ و فتح ۳ و نون .. در دکن مشعلچی»
- (۱۶۴) رومی و هندی «.. کنایه از روز و شب»
- (۱۶۵) ریت «بفتح فوقانی .. سرو موی و لباس خصوصاً ابریشمین به بدن شویند (رتّه)
- (۱۶۶) ساج «.. درختی .. بسیار بزرگ و بیشتر در هند میشود طبیعت آن سرد و خشک»
- (۱۶۷) ساده «.. برگ درختیت دوابی و آنرا از هند آورند و معرب آن ساذج بفتح ذال .. هندی و رومی هر دو میباشد و بهترین آن هندی، یک .. روی آن بسبزی و روی دیگرش بزرودی مانل میباشد چون بر جامه پراکنده کنند از سوس محفوظ ماند .. و معرب ساده هم»
- (۱۶۸) ساره «نوعی از فوطه و چادر و آن لباس اهل دکن است خصوصاً زنان آنجا را که یک سر آنرا بر کمر بندند و سر دیگر آنرا بر سر اندازند و آنرا ساری میگویند»
- (۱۶۹) ساری «.. لباس اهل دکن هم هست و زنان آنجا یک سر آنرا بطریق فوطه و انگلی کمر بر بندند و سر دیگر آنرا مانند مقنعه و رو پاک بر سر اندازند»
- (۱۷۰) ساس «.. بزبان هن مادر زن و نام جانورست سیاه از مقوله کبک و پشش لیکن بزرگتر .. و در هندوستان بیسار است و آنرا بزبان هن کتملی و بدکنی مکن گویند بفتح کاف»
- (۱۷۱) سال «.. بهن درختیت که از چوب آن کشتی و جهاز سازند»
- (۱۷۲) ساله «.. بزبان هن برادر زن»
- (۱۷۳) سالی «.. بهن خواهر زن»
- (۱۷۴) سبل «بفتح ۱ و ۲ .. بهن میلی باشد از فولاد که بدن زمین و

دیوار کنند»

(۱۷۵) سپاری «بکسرا .. بن فوفل باشد و آن چیز است شبیه بندوق و در هند با .. پان .. خورند»

(۱۷۶) ستی «بفتح ا .. بزبان بن زنیرا گویند که خود را با شوهر خود که مرده باشد در آتش اندازد و سوزد»

(۱۷۷) سدا هرا «بفتح ا .. وها .. مرغیست که بغیر از لاهور در جای دیگر نمیباشد»

(۱۷۸) سدر «.. میوه ایست معروف شبیه بالوچه و در هند بسیار است .. و بعض درخت کنار را گفته اند»

(۱۷۹) سرده «.. جنسی از خربزه ..

(۱۸۰) سلاجت «بفتح ا .. و کسر جیم .. نام .. دوابی و آن سنگی باشد که بوی بول .. از آن میآید و گویند این لغت هندیست»

(۱۸۱) سمندر «بر وزن قلندر .. نام ولایتیست از هند که چوب عود از آنجا آورند»

(۱۸۲) سنار «.. بضم ا .. بن زرگر»

(۱۸۳) سنبل «بر وزن بلبل هندی آنرا بهربی سنبل الطیب خوانند»

(۱۸۴) سند «بکسرا .. ولایتیست از هند و نام رود خانه عظیم .. که مابین هند و خراسان میگردد»

(۱۸۵) سندیان «.. مردمان منسوب بسند»

(۱۸۶) سنگم «.. بر وزن همدم .. همراه و رفیق و اتصال و امتزاج دو کس یا دو چیز .. با هم ، و زبان بن نیز همین معنی»

(۱۸۷) سنی «.. بضم نوعی از ماهی .. در مولتان و گوشت آن بغایت لذیذ»

(۱۸۸) سوپ «بضم ا .. بزبان بن غله بر افشان»

(۱۸۹) سور «بر وزن شور .. بعضی از افغان هم .. باین لقب مشهور»

(۱۹۰) سوس «بر وزن طوس .. بلغت بن نام خوک آبیست و آن حیوانی باشد آبی مانند مشکی بر از باد و خرطومی نیز دارد»

(۱۹۱) سول «بضم ا .. بلغت بن قولنج»

(۱۹۲) سوله «با ۲ مجهول بر وزن لوله .. خانه زادی .. که پدر و مادر او هر دو

(۱۹۳) سومات «بضم ا و فتح میم . . بتخانه بوده در ملک گجرات گویند . . محمود . .
 آنرا خراب کرد و منات را که از بتهای مشهور است در آن بتخانه می بود
 شکست و بعضی گویند که قریش منات را از مکه گریزانیده . . از راه دریا بدانجا
 آورده بودند و بسکون میم هم گفته اند و گویند این لغت هندویست که مفرس
 نشده . . و آن نام بتی بود و معنی ترکیبی آن سوم نات است یعنی صهیست نمونه
 قمر . . سوم بن قمر . . ونات تعظیم است»

(۱۹۴) سیله «با ۲ مجهول . . بزبان بن بافته ریسمانی باشند شبیه بململ و بیشتر در . .
 دکن شود و آنرا سیله . . نیز گویند»

(۱۹۵) شادنه «بروزن دامنه سنگی باشد سرخ رنگ سیاهی مایل و زود شکن مانند
 گل بحری . . و آن را از طور سینا و گاهی از هند هم آورند و در دواها خصوصاً
 داروی چشم بکار می برند و آنرا . . حجر هندی هم می گویند ، بواسیر را
 نافعست و ارباب عمل در اکسیر بکار برند و معرب آن شادنج ، گویند اگر سنگ
 آهن را بسوزانند عمل شادنج کنند»

(۱۹۶) شاره . . بزبان بن چیره گویند و چادری رنگین و بغایت نازک را نیز گفته
 اند که زنان هندوستانی جامه کنند و جامه فانوس نیز سازند»

(۱۹۷) شاکمونی «بامیم بواو رسیده . . باعتقاد کفره هند پیغمبر صاحب کتابست و
 هیچکس بر اسرار او واقف نیست و در ولادت وجود او خرق عادات و خرافات
 بسیار گویند و کتاب را نیز شاکمونی خوانند و بعضی گویند پیغمبر اهل خطاست»
 (۱۹۸) شان . . نوعی از پارچه سفید . . که از هند آورند»

(۱۹۹) شترنگ . . بروزن و معنی شطرنج . . بازی . . مشهور . . که آنرا حکیم داهر
 هندی با پسر او در زمان انوشیروان اختراع کرده بود و ابوزرجمهر در برابر
 آن نرد ساخت و شطرنج معرب آن باشد و نرد محققین نرد اشاره بجبر است
 و شطرنج باختیار»

(۲۰۰) شل . . بکسر امیوه . . گرد و مدور مانند بی و طعم آن نیز با تلخی آمیخته باشد
 و آنرا بن بیل گویند و از آن مربا سازند»

(۲۰۱) شکل «بفتح ا و ضم ۳ . . پادشاه هند که بمدد افراسیاب آمده بود»

(۲۰۲) ضال . . . بفارسی کنار . . . در هند بیر «

(۲۰۳) طلحند . . . بروزن فرزند نام پادشاه هند است که از مردم چین شکست خورده
 و از غصه آن بر تخت فیل جان داد و بعضی گویند از برادر خود شکست یافت ،
 و جمعی بر آنند که سکندر او را شکست داد و مادر او از فراق او بیطاعتی میکرد
 صصه بن داهر که یکی از حکمای هند بود بجهت تسکین او شطرنج را وضع کرد
 و در مجلس او میباخت تا او مشغول شود و از آن اندوه باز آید «

(نوامے ادب، بمبئی اکتوبر ۱۹۶۳)



غدرک بروزن نفزک بمعنی غدر است که جیهه جامه روز جنگ باشد، و بعضی گویند ... یکی از سلاح اهل هند است و آن را جمدر و کنار نیز خوانند
 غرناطه « نام ولایتیست در هندوستان و بزبان آنجا کرناتک خوانند، و بعضی گویند مغرب کرناتک است. »

غمک « در هندوستان کتمل و در هند دکن مکن خوانند. »
 مفل « نیلوفر باشد و بمعنی بیخ نیلوفر هم آمده؛ و بعضی گویند نیلوفر هندیست »

فور « رای کنوج ... که یکی از رایان و پادشاهان هند باشد و سکندر او را کشت. »

فوران « کنوج - فولائیان ... قنوجیان - فوریان ... اولاد فور ... و مردمان قنوج. »

فوهل « شوره ... و آن چیز است که از آن باروت سازند و در هندوستان بدان آب سرد کنند. »

قلت « ماش هندی. »

قمار بضم « شهر است در هندوستان که عود قماری ... و عنبر اشهب و طاؤس خوب از آن شهر آورند. قمر بضم ۱ و ۲ بتحتانی رسیده ... شهری در هندوستان که عود قماری از آنجا آورند. »

کات « در هندی چیزی ... که آن را باپان خورند. »

کاکا « هندی عمو باشد که برادر پدر است. »

کالنجر « قلعه ایست در هندوستان که فیل از آنجا آورند و نیل چیز است که بدان چیزها رنگ کنند. »

کامرو « شهری ... مابین بنگاله و ختا و در آن شهر نیز مانند کامته ساحران ... بسیارند و گویند رای و پادشاه آنجا نیز ساحر است. »

کامته « شهر است از ولایت کوچ و آن مابین بنگاله و ختا واقعست ... و در آن

شهر ساحران ... بسیارند .»

کپی « بزبان علمی هندی نیز میمون را کپی گویند .»

کت « تخت پادشاهان عموماً ... و تخت پادشاهان هند ... خصوصاً که میان آنها بافته باشند .»

کناره « حربه ... که بیشتر اهل هند بر میان زنند و بکتار ... مشهور کناله = کناره .»

کنک « هندی نام دانه ایست که آنها بکوبند و ببیزند ، و در آب گل آلود بریزند ، آب را صاف کند .»

کجور « نام ... زرنباد ... گویند این لغت هندیست .»

کچری « طعامیست مرکب از برنج و ماش و روغن و بیشتر در هند پزند

کرسان « بلغت هندی مزارع و زراعت کننده .»

کستی « ریسمانی که ترسایان و هندوآن بر کمر بندند و گاهی بر گردن هم افکنند .»

کشکنجیر « تفاصل ... بحرایی بجزو هندی منجر گویند .»

ککری « شهریست در هند و هندی خیار با درنگ و کالک رامیگویند .»

کلب « در هندی نام یک شبانروز برهمنی ... و آن هزار سالست از طبیعت کل تمام آن سی و شش هزار شبانروز است .»

کلج « نوعی از پوشش هم هست که آنها از پشم بافتند و از جانب کشمیر آورند .»

کلس بکسرا « بروزن و معنی کلس است که لغات هندی باشد .»

کلهری « بروزن ابهری » در هندوستان بسیار است .

کملی « جامه و بافته پشمی بسیار درشت و خشن که فقرا و درویشان و

مردما فرو ، مایه پوشند و بزبان هندی نیز همین معنی .»

کنار « هندی پیر »

کنجر « بکسرا ... فیل بزرگ جثه و قوی پیکل جنگی » برهان قاطع مرتبه

ڈاکٹر محمد معین ص ۱۷۰۶ کی حاشیے میں آرزو کا قول درج ہے کہ « این لفظ ہندیست اما در شعراستا دان دیده نشد »

کندی « این گل در ... هندوستان بسیار است ... و هندی کیوره خوانند »

کنگره « بکسر او ۳ نام سازی ... و آن را بیشتر مردم هندوستان نوازند و آن را

کنگری گویند .»

کوت « بروزن جوت بزبان هندی قلعه »

کوتوال « نگه . دارنده قلعه و شهر ... بعضی گویند ... هندیت و فارسیان

استعمال کرده اند چه کوت هندی قلعه است »

کوچ « ولایتیست مابین بنگاله و خطا »

کوره « هندی پارچه و جامه نداشت و ظرف سفالین بآب فرسیده

کوس « هندی بمعنی کروپست که ثلث فرسخ باشد »

کوکن « هندی نام ولایتیست از ملک دکن بر ساحل دریای عمان »

کول « هندی امر بکشودن »

کهر « بروزن دهر نام ولایتیست در هندوستان »

کیچ « ولایتی ... نزدیک به سیستان »

کید « نام پادشاه قنوج ... معاصر اسکندر ذوالقرنین و دختر اورا سکندر بجایه

نکاح آورده »

کیلواس « بروزن پیشواز ... شهریت که تولد شاکمونی آنجا شده »

کیله « هندی میوه ایست »

کبر « شهریت از ولایت بجور و آن مابین کابل و هندوستان واقعست »

گدگدی « جنبانبیدن انگشتان را نیز گفته اند در زیر بغل کسی تا بخنده

افتد و بعضی گویند با این معنی هندیت »

گرس « بزبان علمی هند فروبردن لقمه و امثال آن باشد »

گریال « بروزن ابدال تخته باشد از هقجوش که چون زمانی از ساعت بگذرد

و گری که پنگانست در آب نشیند چوبی بر آن تخته هقجوش زنند تا صدائی کند مردمان

دانند که چه مقدار از روزیاشب گذشته است و این در هندوستان متداولست .

گنگ « رودخانه ... بسیار بزرگ که در ملک هندوستان و منبع آن کوههای

سیرالک است و از ملک هندوستان و بنگاله گذشته بهمان میریزد ، و هندوان اعتقاد

بسیار ... دارند و در آن آب غسل کردن و مرده های خود را سوختن و خاکستر و

استخوانهای آنها را در آب انداختن فوز عظیم و سبب درجات و مزیل سیات میدانند »

گنور « برون ... تنور نام قلعه ایست از ولایت هندوستان در جانب مالوه . »

گوال « بزبان هندی گاوبان را گویند یعنی شیخصکه محافظت گاو کند . »

گیر « قومی و قبیله از کفار هندوستان و نام شهری بوده در دارالملک بنگاله

گوره «بفتح او ۳ نام قبیله ... در ... هندوستان

لاک «نام رنگیست مشهور که در هندوستان بهم میرسد و بدان چیز با رنگ کنند و آن شبی باشد که بر شاخهای درخت کنار و درختهای دیگر نشیند و منجمد گردد و آنرا بگیرند و بکوبند و بپزند از آن رنگ سرخی حاصل گردد که مصوران و نقاشان هم کارکنند و غازه زنان رانیز از آن سازند و نخله آن مانند صمغ باشد و بدان کارد و شمشیر و خنجر و امثال آن را در دسته محکم کنند و بکارهای دیگر نیز میآید»

لالی «بفتح لام و سکون سین» بزبان علمی اهل هند بمعنی روی ... که بهری وجه باشد»

لانگ «چار گزی را گویند که بر بالای دستار بندند و آن هم در هند بیشتر متعارفست»

لاهور «بر وزن گاو زور = لاهور» شهری ... معروف»

لک «صد هزار ... (و بهی جولاک سے متعلق) لکا کو «رنگ لاک» لکھا ہے .

لکهن «بفتح او سکون ۲ و نون ... روزه و گرسنگی و فاقه باشد که بت پرستان در دین خود دارند و بمعنی جوع هم بنظر آمده ... که چیزی بسیار خوردن و سیر نشدن باشد و بعضی این لفظ را هندی میدانند.»

لنه «بر وزن النبه، هندی بمعنی دراز باشد که در برابر کوتاهیست»

لند «بزبان هندی هم آلت تناسل»

لندهور «یعنی پسر آفتاب چه لند بمعنی سپر و هور آفتاب را گویند و نام پادشاهی بوده عظیم الشان در هندوستان و باعتقاد برهمنان آنست که چون فیراعظم بمادر او نظر کرد او حامله شد فارسیان باین سبب او را لندهور خوانند»

لنکن «بمعنی گرسنگی و فاقه و روزه که هندوان موافق آیین ... خود بجا آرند»

لنگوته «بضم ۱ و سکون ۲ و کاف فارسی بواو رسیده و فتح فوقانی، لنگی باشد کوچک که درویشان و فقیران و مردم بی سرو پا بندند و هندی نیز همین معنی دارد.»

لوکر «شهریست از هندوستان»

لوکشور «باعتقاد شاکمونی و تناسخیه وجودی باشد که هرگز فانی نشود و

ارواح کامله را از قید صور ناقصه حیوانی خلاصی دهد و بمرتبه انسانی رساند . «

اولی « در هندوستان قجه و فاحشه میگویند . »

لوه « بلغت هند پرندۀ شبیه بپهو که آنرا شکار کنند . »

لوہاور « لوہر ، لوہور ، لوہوار ، لوہور = لاہور . »

لہار « نام شهر ... نامعلوم » حاشیہ از ڈاکٹر محمد معین مصحف لہاور یعنی لاہور .

لہر « بزبان ہندی موج آب باشد »

لیلوپر « لیلویل و لیاو فر سب ایک

مار « ہندی امر بزدن » ماری « ہلاک شدہ » حاشیہ ڈاکٹر محمد معین ، عسجدی کے یہاں آیا ہے ، « این کلمہ ہمانست کہ فرہنگ نویسان ہندی بمعنی بزن گرفہ اند »

ماس « بزبان ہندی ماہ را گویند کہ عربان قمر خوانند »

ماشہ « یک حصہ از دوازده حصہ تولچہ را نیز گویند و تولچہ دو مثقال و نیمست »

ماش ہندی « بحر ی حب القلت »

مالی « در ملک دکن باغبان را گویند »

مان « بلغت ہندی بمعنی حرمت و عزت و قبول و مقبول »

ماہہ « یک حصہ از دوازده حصہ تولچہ را نیز گویند کہ ہشت جہہ باشد و تولچہ ... نود و شش جہہ باشد . »

ماہی شور « یکی از پیغمبران صاحب شریعت کفرہ ہند ... گویند اورا کسی نرایندہ و برگز نمیرد زن و فرزند دارد وجود او از سدہ جہست ، از آفتاب و ماہ و آتش و تابان او رقص و سماع بسیار کنند »

مای « یکی از زایان و بزرگان ہند و نام شہری نیز بودہ در ہندوستان کہ موضع ساحران بودہ »

ماندہ سالار سفرہ چی « در ہندوستان چاشنی گیر خوانند »

مکران ہضم ۱ « نام شہریست مشہور در ایران و نام ولایت آن شہر ہم ہست (تفصیل) بفتح ہم گفتہ اند (بقول غالب در ہند) »

ماہم « ہر وزن و معنی مریم ... در ہندوستان مردن خوانند بفتح مہم و دال »

ملیبار « بر وزن پدیدار نام ولایتست بر کنار دریای عمان و مردم آن ولایت همه دیوثند چه زن ایشان هریک ده شوهر زیاده کنند و فرزندی که بهم میرسد بعد از یکسال همه یکجا جمع میشوند و هریک چیزی بر دست میگرد و آن طفل را میطلبند بجانب هر کدام که مرتبه اول متوجه شد از آن شخص است و او تربیت می کند »

منج « بزبان هندی بمعنی کف ... و آن گیاهیست که از آن ریسمان سازند »
 مُند « نام نوعی از عنبر هم هست و آن سیاه و سنگین و گران میباشد »
 حاشیه ذاکثر معین : سراج اللغات گوید : ظاهراً به میدیای مجهول اشتباه کرده اند و حال آنکه بدین معنی هم هندیست نه فارسی »

مندل « عود خامست و بعضی گویند مندل شهرست در زمین هند که در آنجا عود بسیار است و عود مندلی بسبب آن گویند »
 منگلوس « بفتح ۱ و ۳ شهرست که در آنجا فیل قوی بیکل و عظیم الجثه جنگی و دلاور میشود و فیل سفید نیز در آنجا بهم میرسد . » منگله بهی (حاشیه ذاکثر معین میں ہے کہ بقول رشیدی منگلوس و منگله هندوستان کا ایک شہر ہے .

موری « ربگذر آب زیر زمین . »

موز « میوه ... در مصر و یمن و هندوستان میباشد » (تفصیل)
 موشک پران حاشیه ذاکثر محمد معین گلہری .

مولی « بضم او ۲ مجهول بزبان هندی قیمت و بهای هر چیز ... بفتح ۱ هم در عربی مال و اسباب و سامان را گویند ، و در هندی بیخ نباتات و مایه و سرمایہ را . »
 مولی « ہندی قرب را گویند و با طعام خوردند »

مهر « نام قصبہ ایست در ہندوستان »

مہراج « بر وزن معراج نام یکی از بادشاہان ہندوستانست و ہندوان اورا مہاراج خوانند . »

مہلند « تیغ و شمشیر ہندی را گویند »

میان « بلغت ہندی بمعنی بزرگ باشد کہ در مقابل کوچک است »

میرین « کنایہ از امیر خسرو و امیر حسن دہلوی ہم هست »

نارہندی « میوه ایست در ہندوستان شبیہ بہ بھی ایران و آنرا بل گویند و

از آن مر با سازند نہایت خوب شود و آنرا نار دشتی ہم میگویند »

ناری « بلغت ہندی زن را گویند »

ناسپال « پوست انار » حاشیه ذاکثر معین « این لفظ در ہندی ہم هست »

فرهنگ نظام.

ناک «در هندی بمعنی بینی»

ناله «رودخانه کوچک ... و هندی نیز رودخانه کوچک را ناله گویند.»

نفرک «میوه مخصوص هندوستان که آنرا آنب و انبه گویند.»

نوبت «باصطلاح و اعتقاد برهمنان هر سیصد و شصت هزار سال یک نوبت»

نوه «هندی هرچیز نو را گویند.»

نیال «بجلی و جایست که مشک خوب از آنجا آورند و بعد از مشک

تبی مشک نیالی بهترین اقسام مشک است.»

نیل «حشیش باشد که عصاره... آنرا نیله گویند و بدان جامه و امثال آنرا

رنگ کنند.»

نیلپر، نیلفر، نیلوپر، نیلوپرک، نیلوپل، نیلوفل = نیلوفر.

نیم «درختیست در هندوستان که برگ آن زخم را نافعست.»

وید «بکسر ۱ و ۲ مجهول» کنایست آسمانی باعتقاد کفره هند.

بلل «مکی و هندی... هندی را از عصاره فیل زبره بعمل میآورند.

همارا «در هندی بمعنی ماست یعنی از ماست و تعلق بها دارد.»

هند «بکسر ا نام ملکیت وسیع که حدی بچین و حدی دیگر بسند دارد، و

نام گروهی ... از مردم و نام زنی هم.

هندسان «مخفف هندستان و هندستان مخفف هندوستان.»

هندوبار = هندوستان.

هندی «معروفست که هندوستانی باشد و کنایه از تیغ و شمشیر هندی هم هست.»

هور «ثانی مجهول ... هندی بمعنی دیگر.

هولی «بفتح ۱ و سکون ۲ و ۳ بحتانی کشیده ... هندی بمعنی آهسته و

هموار و بضم ۱ هم در هندی نام عیدی و جشنی است»

هوم «بروزن موم، بزبان هندی بمعنی ضیافت آتش باشد و آن چنانست که

انواع گوشتها و روغنها در آتش ریزند و چیزها خوانند و طلب مطالب و ادعیات

خود کنند.»

هون «بضم ۱ کلمه ایست از برای تاکید ... و در عربی خواری و زاریست

رائج در ملک دکن.»

هی «بفتح ۱ بلغت دری و لغت هندی بمعنی هست باشد.»

هیر «با ثانی مجهول ... بزبان علمی اهل هند طلا را گویند.»

ہند « بکسرا ، بمعنی ہند است . »

ملحقات برہان قاطع سے وہ الفاظ مراد ہیں جو نظر بظاہر خود مولف نے جا بجا حواشی کتاب میں بڑھائے تھے . روبک نے ان الفاظ کو یکجا کر دیا ہے اور ان میں بہت سے الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے جنہیں علامات کے ذریعے مقدم الذکر الفاظ سے ممتاز کیا ہے . الفاظ ذیل ملحقات میں شامل ہیں اور ان کے ساتھ کوئی علامت نہیں .

اسب « نظر چشم زخم را گویند . »

آگرہ « بروزن باکرہ ، شہرست کہ بعد از دہلی پای تخت ہندوستانست . »

آلوسیہ « میوہ است ترشترہ و سیاہ رنگ در ہند و ہندی جامن گویند و درخت آنرا نیز گفتمند . »

اسرپ « ہندی سیاہ . »

بکاول « بزرگ و ریش سفید مطبخ . . . و این لفظ در ہندوستان بیشتر متعارف است . »

بد پای « نام حکیمست در ہند و او از زدمای رای دابشیم پادشاہ ہند بود و مفصل حال او در عیاردانش ابو الفضل مذکور است . »

پٹہ « نوعی از شمشیر راست باشد و این لفظ ہندیست بتای ثقیل و الف در آخر . »

توپ « بروزن خوب ، و بمعنی طاقت نیز ہست کہ ہندی تھان گویند . »

چلغوزہ « ہندی میوہ است جنگلی تخم پیاز را ہم میگویند . »

جیال « بادشاہ لاہور بودہ گویند بھل را او بہم رسانید . و نام دارویی

ہم ہست . »

خوی گیر « بمعنی الفت گیرندہ و آمیزندہ و بمعنی تکتو ہم آمدہ . »

شرہ « نام گیاہیست کہ ہندی تلسی گویند . »

مگسران « در ہندی مورچہل . »

برہان قاطع کا باب آخر (۲۹) لغات متفرقہ پر مشتمل ہے اور ان کے ملحقات نسخہ روبک میں الگ درج ہیں ، لفظ ذیل « ملحقات لغات متفرقہ » سے لیا گیا ہے .

بسباسہ « بزبان ہندی جاوتری . »

کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں ، اس مقالے کی قسط ثالث میں وہ درج ہونگے ،

اور اہم اغلاط طباعت کی تصحیح بھی کردی جائیگی .

(نوائے ادب ، بمبئی اپریل ۱۹۶۵)

محرق قاطع برہان

صفحہ ۱ : ومن يضلل الله فماله من باد . الحمد لله کہ کتاب لاجواب ہدایت انتساب یا عناد شعرائے اہل زبان ایران المسمیٰ بہ «محرق قاطع برہان» ۱۲۸۰ء تصنیف منیف جناب ۲ سید سعادت علی صاحب بجواب قاطع برہان رقمزدہ مرزا اسد اللہ غالب . در مطبع حیدری دہلوائی (کذا) طبع شد . صفحہ ۲ . میں بعد بسم اللہ الخ . ۱۱ سطریں ہیں . (مسطر ۱۹ - طری) حاشیے میں بعض الفاظ کے معانی درج ہیں (ازان جملہ فرگاہ = حضرت) سطر ۱ یہ ہے : «آدم ناچیز ذرہ مانند کہ تاب مہر عنایت ذرہ نوازی چیز گفت چہ تواند کہ ساس آلاء» تمہید مصنف کی عبارات ذیل قابل توجہ ہیں :

غالب نے محرق قاطع برہان کے خلاف دو رسالے لکھے . ایک کا کوئی نام نہیں . اور عبدالکریم کے طرف منسوب ہے . عبدالکریم یا تو وجود خارجی سے محروم ہے . یا بالکل بھول الاحوال شخص ہے . دوسرا لطائف غیبی ہے جسے انہوں نے میاں داد خاں . سیاح کی طرف سے تحریر کرا ہے .

لطائف غیبی میں ہے : «منش سعادت علی نہ تر سے واقف نہ نظم سے آگاہ . عقل کا سرمایہ نہ علم کی دستگاہ . کسی گاو میں کسی گھاٹ پر . کسی بات پر ان کا نام کسی سے نہیں منا .» ص ۲ غالب نے سعادت علی کو «سر رشتہ دار معزول» لکھا ہے . تیغ تیز مصنف ۱۸۶۵ ع میں یہ عبارت ملتی ہے : «میں تم کو صاحب محرق کا مقلد کہہ سکتا ہوں . اس شخص کو مجھ سے جامع برہان کی محبت کے سرب سے عداوت شدید ہو گئی تھی کیا عجب ہے کہ اس نے تم کو دھوٹ نکالا ہو . اور عرائض عزیز امیر . خشم انگیز متواتر لکھ کر مجھ پر برسر قہر لایا ہو . وہ تھا کوڑیالا (کوڑیالا سانپ بھی ہوتا ہے) اور ایسی کی دعا بت سے یہ لفظ آیا ہے) . یعنی مالدار . بھلا اگر دستبرد تحریر نہیں .» ص ۱ صرف مطبع و کاغذ اپنے بیت المال خاص سے بھجوا دیا ہوگا . خیر . اب منش جس کے واسطے دعائے تخفیف عذاب ... مانگتا رہیونگا .» ص ۲۴ . ان کا علم و ادب مرتبہ پست ہو یا بلند . سماج کے باعزت لوگوں میں ان کا شمار ہوگا . اور یہ ہرگز گنہگار محض نہ رہیں گے . انہوں نے اجیر میں ایک مسجد بھی بنوائی تھی . جس کی تاریخ سید چین اور باغ دو در دونوں میں موجود ہے : انہیں «معزول کہنا بھی صحیح نہیں . یہ دوسری بات ہے کہ محرق قاطع برہان کی تحریر کے وقت اپنے عہدے سے علیحدہ ہو چکے ہوں یہ بات کہ صاحب موبد برہان (تیغ تیز اس کا جواب ہے) کو سعادت علی کا .» صرف مطبع و کاغذ . پہچان کریں سے ثابت نہیں . بلکہ اس کی مطلقاً شہادت موجود نہیں کہ دونوں میں کسی قسم کا تعلق تھا قاطع القاطع (رد قاطع برہان) کے مصنف کی طرف البتہ محرق میں اشارہ ہے ص ۶ تیغ تیز کی عبارت منقولہ اس پر مشعر ہے کہ اس کے سپرد قلم ہونے سے قبل . سعادت علی کی وفات ہو چکی تھی

* قاضی عبدالودود پیرسٹر پٹنہ

» پیش ازین چند سالی^۱ کتابی مسمیٰ بحقائق العجائب^۲ بتقدیم لغات ہندی مستعملہ زبان اردو و تاخیر لغات فارسی و عربی ہم معنی لغات ہندی مذکورہ مندرجہ کتاب برہان قاطع، و فرہنگ رشیدی، و غیاث اللغات، و شمس اللغات وغیرہ فارسی، و صراح، و قاموس، وغیرہ عربی تالیف کردہ بودم (ص ۲)۔

اکنوں شنفتم کہ مرزا اسد اللہ غالب بکمال استعداد نظم و نثر و وفور اخلاق کہ از مبداء فیاض عطا شدہ، نظیری ندارند، رسالہ باعتراض نادرست بودن لغات فارسی مرقومہ کتاب برہان قاطع نگاشته اند... پشیمان گشتم کہ چرا این قدر عرق ریزی در انتخاب لغات از برہان قاطع و تالیف این کتاب کردم۔ چون آن رسالہ نزد م رسید، دیدم کہ دو صد و ہشتاد و چہار لغت اعتراض کردہ مرزا... دریں منقوشند۔ اکنوں خرد مندان... داوری فرمایند کہ در اکثر کتب لغت زیادہ از پنج یا شش ہزار لغت نمی باشند، و در برہان قاطع ہژدہ ہزار و ہشت صد و ہشتاد ہفت لغت و در ملحقات آن سہ ہزار و چہار صد و سی و پنج لغت... اند... احدی از فرہنگ نویسان چنین عرق ریزی در ترتیب نکردیدہ، اگر سہو و غلط... سرزدہ باشد... جای طعنہ و سرزنش نیست۔ ہر گاہ کہ این نگارندہ لغات نادرست شمردہ مرزا... در تالیف خویش پڑوید بیست و چہار لغت از ان جملہ برآمدند... تصدیق و تصحیحش بدون از کتب لغت مندرجہ اشعار اسناد اساتذہ سخنوران اہل زبان مناسب ندانستم۔ فرہنگ رشیدی و فرہنگ جہانگیری و مدار الافاضل و موید الفضلا و بہار عجم را نگرستم۔ اسناد تحریر لغات صاحب برہان قاطع و اجتہاد در رقم اعتراض مرزا... ہویدا گشت، دانستم کہ مرزا... کہ نام رسالہ را قاطع برہان کردہ ازین قبیلست کہ ع برعکس نہند (ص ۳)

نام زنگی کافور... خواستم کہ ازین اوراق... را خاتمہ... حقائق العجائب سازم مگر این اوراق کہ بہ آگاہی اندفاع اعتراضها و صحاح لغات برہان قاطع مندرجہ حقائق العجائب اند، گویا بمنزلہ معرف... اند، لہذا این اوراق را مسمیٰ بہ محرق قاطع برہان کردہ، دیباچہ نخستین کتاب پنداشتہ، اول

محرق مطبوعہ میں "سالی" لیکن کسی نے "سال" بنانے کی کوشش کی ہے۔ رسالہ عبد الکریم میں "سالی" پر اعتراض ہے۔

کوئی غالب شناس اس کتاب سے واقفیت کا مدعی نہیں۔ خبر نہیں کہ چہی ہو توں یا نہیں۔

از دو دیباچہ آن کتاب جادادہ ام، و خاتمہ دگر نبشتم، و ترتیب رقم پاسخها
بروش ترتیب رسالہ مرزا... کردہ شدہ کہ سر آغاز لغت مع تعبیرش...
برہان قاضع، و اسر آغاز اعتراض کہ قاطع برہان و تنبیہ و فائدہ است براں
لفظ قولہ اضافہ ساختہ بدش بر سر پاسخ اعتراض لفظ اقول نگشتم، و از
بیست و چہار لغت در لغت نخستین افسوس را در ضمن پاسخ اعتراض باختہ،
دوم فراز را در ضمن جواب اعتراض آنچنین نوشتہ ام (ص ۴)»

ذیل میں محرق کے مختلف مقامات سے اس کی کچھ عبارات نقل کیے
جاتے ہیں۔ غالب نے لکھا ہے کہ جامن ایران میں نہیں ہونی، اس کی فارسی کہاں
سے آگئی، اس کا جواب یہ ہے :

«افمشہ^۱ از ولایت انگریزاں... می آید، ہندیاں یک قسم جامہ را تین سکھ
و قسم دیگر را لٹھ گویند، حال آنکہ بر دو جامہ در ہند نمی باشند، و
نہیں سکھ و لٹھ انگریزی ہم نیست... باغیانی یونہی درخت آوردہ در
صحن خانہ ما نشانید، گفتم چیست، گفت درخت انگریز است، نام این
گل فانوس، گفتم نام انگریزی چیست، گفت ما گل فانوس میگویم دگر
ہیچ... واقعی گلش بنقش گلہای کہ در فانوس شیشہ انگریزی می شود
مانا شد، ہمیں روش اہل بر ولایت چیرہای آمدہ دیگر ولایت را نامی
بمناسبتی میدارند» ص ۱۰

غالب نے وا اسفا کو افسوس سے مستخرج بتایا ہے، اس کے باب میں
صاحب محرق نے لکھا ہے :

مبداء فیاض این صنعت بخاض قبلاً فکر «طبع سلیم» غلط پسند جز بر راستی
مپیوند «مرزا»... عطا شد کہ سب لفظ تازی توام کہ یک ازاں با سراپا

جامن کی فارسی الوسیہ بناتی گئی ہے۔ محرق کے جواب میں لطائف غیبی میں صرف یہ مرقوم ہے کہ
«بوع کا ہنہ سے کر منی جی جامن کھایے چلے گئے»، اور الوسیہ کا چھوڑا نکالا، جو کہ الوسیہ میں
الوسیہ کی صورت نظر آتی، منزجر و متفر ہو کر بھاگا» ص ۱۱

۲ یہ الفاظ غالب کے ہیں، اپنے متعلق، قاطع برہان ص ۸۰

۱ اس مقالے میں جہاں بھی مرزا کے بعد قطعے ہیں، مرزا کے مد «اسد اللہ غالب» مرقوم ہے (معارف
ص ۴۷) اس کی شکایت ہے : «ادما نام لکھتے ہیں یعنی «مرزا اسد اللہ غالب» ہائے فردوسی... کیا
سب لکھتا ہے : «چوں اندر تبارش بزرگی نبود زارست نام رگاں شہود»

یعنی مع وا حرف ندبه و الف مد صوت است از بطن یک لفظ پارسی
جامد استخراج کرده، و شور زمزمه زاج سور این عجیب الخلق در گوش
رہروان وادی گفتار ایجاد زبدانی انداخته. حیرانم که مرزا... بیان مولود
شریف لغات عجائب المخلوقات کرده، یا اظهار اضغاث احلام خود فرموده.
بہر حال این تعبیر مرزا... بمثابہ این شعر است:

پہلے توروغن گل بھیس کے اندے سے نکال ۵ پھر دوا جتنی ہے گل بھیس کے اندے سے نکال»

تو من (تمن) کی بحث میں ہے: ص ۱۹

یاد دارم بہنگامی کہ میر منشی دفتر فارسی محکمہ عالیہ صاحب انتظام کل
امور... متعلقہ... راجستان بودم کاغذات از قصہ جادو... مضاف
گوالیار معرفت محکمہ نیمچہ می آمدند، در آن بجای لفظ تحصیلدار نمندار
نگاشته میشد، نہ معلوم کہ چندین دہ تحت وی بودند و پیش ازین در فوج
بادشاہ دہلی در یکہزار پیادہ دہ تمن حد حد کس می بودند و افسر حد
کس را نمندار مینامند... تومن... ترکیت دہ بست را گویند ہرچہ باشد
و در محاورہ ہر ملک تمن بمعانی مختلف مستعملست و تومان در ملک روم
نام زر مسکوک و بدانت خاکسار... در آن دہ کہ نمندار قیام داشتہ باشد،
آن را تمن گفتہ باشند از روی مجاز. ص ۳۷

بحث جمعدہر میں ہے:

ہمہ کسان بل ہمہ اطفال دہلی کہ بریسمان بادفر میپرائند و ہر آن بادفر نقش
برینصورت کہ بر حاشیہ نگاشتہ ام از کاغذ رنگین تراشیدہ میچسپانند و آن بادفر
را کنار دار جمعدہر نیز گویند و ورای این تحریر حکایت و کبت و دوہرہ
بیان کردہ ہندت دامودردت باشندہ بلبگڈھ اکنون قیام پذیر دہلی بوجہ
ثبوت اتحاد مصداق کنار و جمعدہر بقلم می آرم کہ ظالم سنگھ قرابتدار
راجہ اجیت سنگھ جدالجد راجہ ناہر سنگھ رئیس بلب گڈھ مہاوک بجرم
سرکار انگریزی پیش از ہفتاد و دو سال بر ہانیدن بہرہ زمین از راجہ
اجیت سنگھ منقاضی بر روزجی سیندھیہ گشت، سیندھیہ مذکور کہ مہربانی
بحال راجہ اجیت سنگھ داشت خواست کہ از خشم لفظ کنوار (کذا) نسبت
ظالم سنگھ از زبان ہر آرد، ظالم سنگھ بی اتمام لفظ کنوار از کنار کار
سیندھیہ و راجہ اجیت سنگھ ساخت کہ کت و دوہرہ ہرمنی دالست

کبت: پت ۱۔ جاتی پرتیت جاتی کل ہو کی ریت جاتی ہمت جاتی کدر
جاتی سبھی یا نام دھاری کی۔ بانکوں میں بانک جاتی امینڈوں میں مینڈ جاتی
دکھن میں ساکھ جاتی ہند کی کناری کی کہیں پر نام جائے گنگا کے
پرتنگا نہ ہونی تو جد جاتی جالم سنگھ کھن کرادی کی۔ جانی ایسی دل
میں کناری موٹھ چلتی تو دل کی بیٹھ جاتی بیچ بن مالی کے

دوہرہ ۲۔ : اون گنگا مکھ سے کہا ان کھینچی جمدهار

وار کھی پایا نہیں ان کر دینی پار

پس ازین (ص ۴۱) ... احقر العباد از پندت ہی چند عرش دراز
باد کہ در علم شاسترو سنسکرت و دیگر علوم ہندیہ نظیر خود در اینجا ندارد،
پرسید کہ لفظ جم چہ معنی دارد، گفت کہ «چیزی ناگوار و شخصی
ناگوار و سخت مزاج و حاکم جابر و بیرحم را گویند»۔ گفتم کہ بعض
میکویند کہ جم در سنسکرت عزرائیل را گویند ... گفت نی نی،
مگر بمناسبت معانی مذکورہ توان گفت، دگر گفت کہ جم نخست در زبان
شاستریم ... بود بکثرت استعمال و تغیر لہجہ مردم عوام جم گفتن آغازید
... ویم در شاستر بمعنی اثنین است کہ آن راجم نیز خوانند۔ باز پرسیدم
کہ لفظ دھر کہ در جمدهار است و آن را کشار نیز گویند چہ زبانست،
گفت دھر مخفف دھار است، پس بوادید جم (ص ۴۳) بمعنی چیزی ناگوار،
جم دھار بمعنی بسیار بد دھار است، و بوادید جم بمعنی اثنین ... جمدهار
بمعنی دو دھارہ این وجہ اقرب مطابقت ... دگر کہ منقوش خاطر
نگرندگان این صفحہ میکنم کہ حکیم حسین تبریزی کہ جم را عزرائیل،
نہ دھر را دندان ثبتہ کہ مرزا اسد اللہ غالب بردندان عزرائیل اعتراض کردہ
بل بمناسبت جمدهار بالذات کہ دندان فشر است، جمدهار را دانت نگاشت و بہ نبودن
جان بری زخمی جمدهار آن را دانت عزرائیل گفت چہ در آن زمان بزبان ہندی
آن ملک جمدهار را دانت عزرائیل گفتہ باشند از تصحیف دندان عزرائیل ص ۵۵۔

(۱) و (۲) مطابق اصل، میں صحت متن کا ضامن نہیں، بہت سی فارسی عبارتیں ہیں صحیح نہیں معلوم
ہوئیں، یہ ہیں مطابق اصل نقل ہوئی ہیں

(۳) دگر " سے " تصحیف دندان عزرائیل " تک نسخہ کتب خانہ، خدابخش کے خاشبے میں ہاتھ سے لکھا ہوا
ہے، میں جانا چاہتا ہوں کہ دوسرے نسخوں کا کیا حال ہے۔

لطائف ص ۳ کی عبارت ذیل غالباً محرق کی عبارت ہذا کے جواب میں ہے : « منشی جی ! اپنے نزدیک بہت دور ہیں لیکن اقتضای المرء یقیس ، علی نفسہ ، سے مجبور ہیں ، جس طرح منشی جی پر استاد سے فتح باب ہوا ہے جانتے ہیں کہ ہر شاگرد اپنے استاد سے اسی طرح فیضیاب ہوا ہے »

اگر نزد مرزا . . . بتعلیم ہر مزد . . . فراواں کمال و دانش آمرزگار از دوازدہ تا چہار دہ سالگی زیر شدن درست و پست است ، صاحب برہان قاطع آن ہم نوشتہ کہ فکانہ . . . بکسرۃ کاف عربی ہم آمدہ . . . مرزا . . . ہنگام شوق و فور اعتراض تا آخر عبارت مانند عامل « لا تقربوا الصلوۃ » پیش ندیدند ، اگر میدیدند (کذا) زیر وزیر راہم میدیدند ص ۵۴ .

ترجمہ : ۱۔ شہر طعم ذائقہ و ہم غوغاست و امہ نائف و میم وہائی ہوز بمعنی دوات و تودہ و اشتہ است ص ۶۳ .

ایک جگہ غالب کے لئے ایک نسخہ تجویز کیا ہے ، اور حکیم محمود خان کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا ہے :

« مرزا . . . غالب ناروا دل رامیسوزاند ، و برائے رفع سوزش دل . . . نسخۃ عجیب سریع التاثر مجوز است کہ قرص کافور عجب و پندار نکردن خود بین خود پسند نمودن برگروہ دیگر رشک و حسد نبردن صندل شکیبائی و تحمل و بردباری و شربت انارین شیرین زبانی و نرش کلام نکردن ہر روز صبح و شام استعمال فرمایند . . . و فصد باسلیق بنما پشہای خویش نک کار دیگر را بید نسبت نکردن ہمراہ عرفی در ابتدا ہم درست مگر بنظر پیری و نشاہت . . . و نیز باینکہ ایں مرض از پنجاہ و دو سالست اخراج خون . . . پس ازیں قدر ہمدت کہ پیوست لازم اینچنین سوزشت سبب زیادتی پیوست گردد ، بہتر اینست کہ . . . پیش حکیم محمود خان ! کہ مسیح زمان خود . . . اند ، اظہار ایں مرض فرمایند و آنچه حکیم محمود خان . . . رقم زنند ، یا تجویز ماءالجبن کند ، ہمان نمایند ص ۶۵

(۱) میں نے عبدالصمد پر جو مضمون لکھا ہے اس کی تحریر کے وقت محرق موجود نہ تھی ، اس کے چند اقتباسات تھے ، جن میں « اگر نزد الخ » تھا

(۲) شورابہ مستعملۃ غالب ، عبارت محرق حاشیہ محرق میں ہے لطائف میں اس پر اعتراض ہے کہ شورابہ کو شورابہ نہ کہتے ہیں اگر کہیں یہ لکھا ہے کہ صاحب محرق نے اس لفظ کو غلط کہا ہے اور ہندوستانی ہے تو یہ ٹھیک نہیں غالباً صاحب دوبدبران نے اسے غلط کہا ہے میں نے کسی فرہنگ میں اسے نہیں دیکھا

(۱) لطائف میں اس پر یہ اعتراض ہے کہ ایک خاص طبیب کا نام اس جگہ کیوں لکھا

عبارت ذیبا عبدالصمد والے مضمون میں میں نے نقل کی ہے :

« مرزا دو سالہ در عمر سیزده و چهارده سالگی در میوه خوردن و کلاه زردوزی کج نهادن روبروی ہرمزد ... گزرائیدہ باشد و سوای چند الفاظ پارسی غیر مشہور کہ وی ہمیں دانستہ باشد، نیاموختہ، و اگر باور کنم کہ وی زبانداں و عالم بازند بود تا ہم بچہ سیزده و چهارده سالہ بجز خور و پوش بدیگر امور علم افزای خرد و ہوش کے می پردازد و استعداد فارسی و سخنوری کے پیدا کردن می تواند. مرزا ... ہرچہ می خواہد از راست و ناراست بحوالہ آموزگار مذکور می گوید و حاشا تم حاشا می خواند. » ص ۶۸

۲۲ فصول کا خاتمہ ص ۸۶ میں ہوتا ہے اور اسی صفحہ سے خاتمے کا آغاز ہے، خاتمہ مشتمل « پر دو لطف و یک قبیح » لطف اول میں غالب کے تین اصولی اعتراضوں کے جواب ہیں۔ (۱) مشتقات کا مصدر پر تقدم (۲) لغات مشہورہ کا اندراج (۳) ایک لغت کی ایک سے زیادہ شکل۔ لطف دوم میں فرہنگ جہانگیریؒ و فرہنگ رشیدی کے ماخذ کے نام ہیں۔ قبیح میں غالب کے وہ قبیح کہ الفاظ درج ہیں جو انہوں نے صاحب برہان قاطع کے حق میں استعمال کئے ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں : « چادر را گذاشتن و مادر را آوردن بیجائیست » « این مرد در ژاژ خوانی ہمتا ندارد » « عامی اعمر » « کفش آورد کہ ہمیں را درخوراست » (غالب نے بجائے است « دانست » لکھا ہے)۔ « بیچ کس نمیبند کہ از دہان این کس چہ فرو میریزد » (اس سے قبل بول و غائط، کا ذکر) « چغد ... ویرانہ و غول ... بیاباں .. » « بہ (ا یا، غالب) کدام خرس در جدال شدہ ام » « بعد از دغدغہ رفع ایلاوس میگوید » (رفع دغدغہ، غالب) « آیا کسی از غمخواران .. نبود کہ ہرگاہ این بیچارہ آہنگ نوشتن برہان قاطع کرد، و آن مقدمہ جنوں بود، خون خرس بگلو می ریخت، و بینی مینمید و بکف پای مینالید، تا از رنج سودا میرست و لب از ہدیان می بست » « دکنی سوختی » « دکنی ... اینچہ واژگون خفت » « اگر تمسخر نیست جنوں خواہد بود » « نزد جمہور کلام فحش و منکر بدتر از حبس

(۲) اس میں بہت سی ایرانیوں کی فرہنگیں ہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود غالب نے لطائف میں یہ دعویٰ کیا کہ کس زمانے میں کس ایرانی نے فرہنگ نہیں لکھی، سب فرہنگیں ہندوستانیوں کی مولفہ ہیں۔ یہ بات جس کا اعادہ ناطح برہان اشاعت ۲ میں بھی ہے، لطائف سے قبل ان کے قلم سے نہیں نکلی

(۲) محرق میں سب جمع نہیں کئے

و قتال و صرب وغیرہ است . . . علاوہ ازیں الغیۃ اشد من الزنا، وری بد گفتن زندہ مردہ یا ہم ممنوع . . . است کہ حدیث . . . بدیں دانست، اذکرو فحاش موتا کم و کفو عن مساویہم . . . نہ معلوم کہ مرزا . . . با وجود ادعای خود باسلام بخلاف قرآن و حدیث . . . وقانون عیسائیاں و شاستران ہندوان و تورہ حاکماں بکہ رہبر و از کہ مذہب و ملت اخذ کردہ، اس کے بعد لکھا ہے کہ محمد حسین قیامت میں داد خواہ ہوگا، اور بطور سزا غالب کے اعمال میں سے وہ جو پسند آئینگے محمد حسین کے اعمال قرار دئے جائینگے لہذا «والا آنچہ شد نیست خواهد شد»

خاتمے کے آخر میں یہ عبارات ہیں «قد حصل الفراغ من تسوید ہذہ الاوراق فی یوم الجمعۃ الی وقت فیہ غرة محرم الحرام سنۃ ثمانین و مائین و الف من ہجرة النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم»

اس کے بعد شیخ احمد کاتب کا قطعہ تاریخ فارسی ہے، اور بالکل آخر میں یہ عبارت ہے^۱ : در مطبع احمدی واقع شاہدرہ دہلوی باہتمام امو جان طبع شد ص ۹۶

میر سعادت علی کو نثر لکھنے کا سلیقہ نہیں، محرق میں اغلاط طباعت بھی ہیں جن کی تصحیح کے لئے غلط نامہ شامل نہیں۔

(نوائے ادب، بمبئی اپریل ۱۹۶۲ ع)

(۱) لطائف میں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوا تو صاحب محرق کے اعمال حسنہ غالب کے اعمال قرار دیئے جائینگے۔ غالب رند مشرب برابر رہا، ذکی بجا، منشی دھرا گیا۔

(۲) یہ آخری صفحہ محرق کا ہے، قاطع برہان اشاعت اول بھی ۹۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی تقطیع بھی (غالباً) وہی ہے جو محرق کی ہے، لیکن قاطع کا مسطر ۲۳ سطری ہے، اور اس کی ایک سطر میں محرق کی ایک سطر سے زیادہ عبارات ہیں۔

آجپین

غالب نے قاطع برہان لکھی اور مسوہان قاطع پر اعتراض کیے۔ اچھا کیا۔ کسی کو وجہ شکایت نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے لکھے ہاتھ بہار دھبائی وغیرہ کی غلطیاں دکھائیں اس میں بھی مضائقہ نہ تھا۔ لیکن بڑا غصہ کیا کہ جا بجا دشنام طرازی پر اتر آئے اور عام فارسی دانان ہند کو غیر مستند قرار دیتے ہوئے، علم انادلاشیوری“ بلند کیا۔ قاطع برہان کے آخر میں جو نوائد ہیں، ان کی ابتدا فرماتے ہیں:

”سرگازدہ تحریر نوائد کہ ہر آئینہ بولی از کار دانی و خود دانی دارہ، نیازی آدم، دوزخ می گسرم تمام مردم ز گویند کہ خود بند زابودن و ہندوستان زبایان دگر را ہم وہ فرہنگ وہم در نظم سلم نداشتن و خود علم پندار نہادانی افراسختن چہ معنی دارد۔ گویم معنی گویم کہ نیاسے من از مادہ اء النہر بود، وہم وہم دوزخ می گسرم دمن در آگہ خورشید سستی یا فتم، حادث کہ خود را از اہل زبان گیرم نہادانی من بقرہ سرفروژہ خدا فرید و سد گہرازل آورد دست۔ تخت سلامت طبع کہ غلط را معنی پذیرد، دوزخ برستی آرام نمی گیرد وہم نہادان آں طبع غلط پسند جز برستی پیوند با پارسی زبان۔ بعد گچہ احوال دولت تمسار بر مزد (و) افراد کمال و دانش اند و تخت از شہ سپیس گذشتن بر ہاستانی نامہ ہادشا طویرت از اں شور انگیز شور آمد با۔ اور چہ ازہ ساگی از آمو زگار پرورش یا فتم، دینا ہ دو سال مغرب سخن کا فتم۔ سخن، فرس، و اسپاس گچہ آدم وہم چراں بخشنہ بختا شش گوئیں نیار و دانست کہ درینا دو دو سال چہ در ہاسے معنی ہر دے من کشادہ اند و کسی اندیشہ مرا

یہ اس کی مثالیں غالب پر حیثیت محقق“ میں ملیں گی جو نقد غالب میں شامل ہے۔

نکے مکرانہ غالب میں فرماتے ہیں: ”بندہ ہندی مولد و پارسی زبان ہے۔“ نکے دساتیری لفظ یہ حضرت۔ نکے حضرت دساتیری نکے شرامیر اعتراض ہو ہے۔ غالب نے یہ نہیں بتایا کہ یہ لفظ انہوں نے کہاں دیکھا۔ مجھے یاد ہے نکالیں غالب کی تحریر کے سوا کہیں اور نہ ملے۔

در فرازستان آگہی بچہ ام پایہ نہادہ اند۔ حیث کہ اہنا سے روزگار حسن گفتار مرانشا ختہ مرا خودوں بر آناں می سوزد کہ کامیاب شناسائی فرہ از دی نگشتہ و ازین خائش نظر فرد کہ در نظم و نثر بکار بردہ ام سرگراں گذشتہ۔“

مخالفت ناگزیر تھی۔ کئی کتابیں قاطع برہان کے رد میں لکھی گئیں۔ خود غالب نے ان کے جواب چھپوا دیے۔ اور ایک ایسے شخص نے بھی جو غالب سے اپنی بے تعلقی ظاہر کرتا ہے، ان کی حمایت میں ایک کتاب شائع کی۔

اس مضمون میں ایک لغت کی بحث جو ان سب میں رہا استثنائے نامہ غالب و مولات عبد الکریم موجود ہے، پیش کی جاتی ہے۔ غالب کی فارسی عبارتوں کا ترجمہ بغیر تصرف ہوا ہے اور ہمیشہ لفظی ہے۔ باقی اصحاب کی فارسی عبارتوں کے مطلب درج کیے گئے، ادا مان میں سے بھی نوائد باتیں عموماً نکال دی گئی ہیں۔ غالب کی اردو عبارتیں تقریباً کتب نقل کر دی گئی ہیں۔ اس سے اصحاب متعلقہ کے لب و لہجہ نظر آتا ہے، دقت نظر اور مبلغ علم کا کسی حد تک اندازہ ہو سکے گا۔

قاطع برہان میں برہان قاطع پر جو اعتراضات ہیں، ان میں پہلا ”آجپین“ سے متعلق ہے۔ برہان قاطع میں ہے کہ ”آجپین کے وزن پر ہے۔ کپڑے کے کڑے (پارچہ جامہ) کو کہتے ہیں جن سے غسل کے بعد مردے کا بدن خشک کیا جائے۔ قاطع برہان کی عبارت متعلق آجپین کا ترجمہ یہ ہے:

”بروزن آجپین“ نوائد ہے، اس لیے کہ ایک کے سوا آجپین کا کوئی دوسری صورت ذیل میں نہیں آ سکتی۔ ”پارچہ جامہ“ بھی نہ ہے نہ پارچہ جامہ۔ مردے کا بدن خشک کرنے کی قید یہ ہے۔ اس مفہوم میں یہی بیچارہ نہیں مبتلا ہوا۔ دوسروں کی اشاعت ”فرہنگ نگاران دگر“ کا بھی یہی حال ہوا ہے۔ مصرع فردوسی ”ندام برگ آجپین و کفن“ مفید معنی حصر نہیں۔ یہ لفظ ”پارچہ جامہ“ کی طرح ہے کہ وہ بھی کفن کا ایک جز ہے، اور ”انادہ“ معنی انحصار نہیں رکھتا۔ آجپین اس کپڑے کا نام ہے جس سے دھونے کے بعد ہاتھ منہ پر نکھتے ہیں اور یہ ”چتر“ ہے جسے ”عن“ میں رد مال کہتے ہیں۔“

کے معنی کیا ہیں؟ کہنے اور کہاں منقطع ہوا؟ منقطع معنی "جاسے غلط" است اور غلط، لغت میں خطا کرنا ہے کلام میں سوال یہ ہے کہ کس بات پر کیا غلطی ہوئی۔

دافع ہذا بیان از نجف علی نقی غائب کے ایک شاگرد کے ایسا سے لکھی گئی تھی۔ اس میں صاحب محقق کے چند دعویٰ کی تردید قاطعہ جوہان میں کوئی لفظ تخصیص پر وال نہیں۔ نہ معلوم اس "خاک پائے حوت شناساں الف باتا" کو "حصہ تخصیص" کے معنی کس نے بتائے ہیں۔ قاطعہ لفظ "روال" نے اسے گمراہ کیا اور عوام اس کی طرح وہ یہ سمجھا کہ یہ زندہ دل کے لیے مخصوص ہے، حالانکہ یہ بھی عام ہے۔ اس سے زندہ و مردہ دونوں کا ہاتھ منہ پونچھا جاسکتا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ غائب نے فردوسی پر طعن کیا ہے "دایت جعفر" کی بھلا کیا ضرورت تھی۔ اس پر تو بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے مثلاً "میت جعفر" عن جعفر دقتات جعفر "انی جعفر" علی ہذا القیاس۔ کچھ بڑوں کا نام دکھنا اور ان کے حرکات و سکنات دینے کی کیا حاجت تھی؟ یہ گویا کہ صاحب فرہنگ رشیدی اس کی تاکید کرتا ہے صاحب محقق کی بڑی کم فہمی ہے۔ صریح مطلب اس کا یہ ہے کہ آپجین بدن مردہ و زندہ کا خشک کرنے والا کپڑا ہے، اس لیے کہ وہ لکھتا ہے کہ تمام سے باہر آئے دقت اس سے پسینا پونچھتے ہیں۔ یہ قول صاحب محقق کا جو حصہ کا قائل ہے، بڑے کس طرح ہوا۔

(طائف غیبی) غائب نے خود اپنے ایک شاگرد کے نام سے دو محقق میں لکھی تھی:

ضارب سبب قاطع یعنی نواب اسد اللہ خاں، غائب کی عبارت یہ ہے: "قید خشک کردن مردہ بیجا۔ اس منقطع نہ تھا اس بیچارہ را افتادہ دیگران را نیز دے دادہ است۔ مصرع فردوسی، "ندارم برگ آپجین کفن" مفید معنی حصہ نیست، پڑا لکھ چادہ کہ آں نیز جزوے از اجزائے کفنت و افتادہ معنی انحصار ندارد۔ آپجین انہم جامہ ایست کہ پس از شستن دست و رو بہ ال جامہ نم اندست و در جنت و در عورت آں را روال گویند۔" منشی جی لکھتے ہیں کہ... غائب نے آپجین تراص اس کپڑے کو ٹھہرایا جس سے آدمی ہاتھ منہ پونچھتا ہے۔ سبب الحق پونچھتا ہے کہ مولانا غائب کی عبارت سے تخصیص کہاں سے پیدا ہوتی ہے۔ یہاں مردے کے بدن پونچھنے کو مقدم چھوڑ جانا کافی بلاغت ہے۔ کس واسطے کہ جامع جوہان قاطع اس خصوصیت کا مکی ہے، اور مولانا خصوصیت کو مٹاتے ہیں.... قید کے نافی ہیں، اور نفی سے ثابت ہوا کہ مردے کے بدن پونچھنے کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور زندہ کے بھی ہاتھ منہ پونچھنے کو جائز رکھتے ہیں۔ آگے بڑھ کر منشی جی... رقم فرماتے ہیں: "اس کا لفظ

محقق قاطع جوہان منقطع میر سادات علی خاں پہلی کتاب ہے جو دو قاطعہ جوہان میں شائع ہوئی تھی۔ قاطعہ جوہان کی بحث آپجین کے آخر میں ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپجین مخصوص بمعنی روال ہے۔ یعنی یہ وہ کپڑا ہے جس سے دھونے کے بعد ہاتھ منہ خشک کرتے ہیں۔ اس حصہ سے اطلاق ساین کا بطلان ہوتا ہے۔ اس لیے کہ غالب نے اولاً یہ کہا تھا کہ مردہ و زندہ دونوں کا بدن اس سے خشک کیا جاتا ہے۔ تخصیص مردہ بیجا ہے۔ اور آخر کی بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ آپجین زندوں کے لیے مخصوص ہے۔ فردوسی کے عہد سے اس وقت تک "سختوزان اپنی زبان" فردوسی و نظامی و جہاں و سیدی کے اشعار سے استناد پر نازل رہے ہیں۔ اگر غائب نے فردوسی کو افتادگان منقطع میں شمار کیا تو اس کا کیا جگر دوا؟ اگر غائب بے سند عہدیت کے یہی ہیں تو ان کی بات کون مانتا ہے؟ غسل کے بعد چادر سارہ گمزدہ آپس سرزد و ش پر ڈالی کرتے بند آتے ہیں اور اس چادر سے بدن خشک کرتے ہیں۔ میں نے کبھی بدن روال سے نہ پونچھا، اور نہ سنایا دیکھا کہ کسی شخص "بارگ و نوا" نے یہ کیا ہو۔ اگر یہ مولف فرہنگ رشیدی بھی "بہ لحاظ معنی ترکیبی" "عدم خصوصیت" ہے مگر اس کی یہ عبارت کہ "آپجین جامہ کہ بعد غسل بدن میت پاک کنند و چادر کچھ از تمام بر آیدہ عرق بدن چنید (کنڈا) میر سے قول کی موافق ہے کہ بعد غسل زندہ اپنا بدن چادر سے خشک کرتے ہیں نہ روال سے۔ ہندوستان کے شعرا اور فرہنگ نگار منقطع شعرا سے ایران ہیں۔ ان کی مجال نہیں کہ ان کے محاورہ و استعارہ پر اعتراض کر سکیں۔ صاحب فرہنگ جہاں کے عہد میں ایرانیوں کی آمد و شد اور دربار فارسی زیادہ تھا اور مشاہیر شعرا میں کلیم تھا۔ وہ آپجین کی تخصیص مردہ کی سند میں فردوسی و سیدی کا شریعہ کر سنے پر کوئی معترض نہ ہوا۔ "بہ فرض محال" آپجین عام ہے تو خصوصیت کی سند تو شعر فردوسی و سیدی ہے، خصوصیت کی کوئی سند غالب نے پیش نہیں کی۔ ایک اور بات یہ ہے کہ اگر آپجین مردے کے لیے مستعمل ہے، تو یہ اس سے مانع نہیں کہ اس کا اطلاق آپجین پر بھی ہو جس سے زندہ اپنا بدن خشک کرتے ہیں۔ اس صورت میں یہ مانع لغات مشترکہ و اصطلاح مشترکہ اجمال اشارہ جاتی سند و جاتی و حافظہ و کمال معنی۔ قول عرب "بایت جعفر" جعفر و اکثرت جعفر فی جعفر، یعنی جعفر کو گدھے پر سوار دیکھا اور خبرہ و دیار میں کھایا۔ اسی طرح لفظ عین معنی مشترک ہے۔ غائب کی عبارت "اس منقطع تھا ان بیچارہ را افتادہ دیگران را نیز دوا" لفظ جہاں گیری میں بہت سے ایرانی شعرا موجود تھے لکھ طائف است لایا تھ جعفر جہاں است و دستان جہاں۔ دال کا بجز زندہ و مردہ از کینہہ حافظ کا شعر ہے، اگر کتب علی نقی یا غائب منقطع انتساب کیلئے صاحب محقق پر اعتراض ہو سکتا ہے، لکھ اپنے تعلق صاحب محقق کے الفاظ۔

بلہ محقق میں بعض کا ذکر ہے۔ لکھ ضارب اس جگہ مل تالی ہے۔

جانانہ حیرانانہ ہیں۔ میں ان کے غنج و دلال کے قربان جاؤں۔ کوئی ان کو گھباد کہ یہاں تخصیص نہیں ہے۔ لغت منہج ہو کر من جملہ اعضاء نہیں بن گیا۔ ہاں، آپجین جس طرح باتہ منہ کو خشک کرتا ہے، اگر باتہ منہ کے بھگونے کا بھی آدہ ہوتا تو لغت اعضاء میں سے ٹھہرنا آدہ آدہ ہوتا۔
سناطہ برہان (مرزا جیم بیگ رحیم کی کتاب) برہان قاطع کی کتاب میں ہے۔

اگرچہ سوزوں پکا لانا لازم مالا لازم ہے، مگر برہان نے اپنے لیے لازم کر لیا ہے۔ اس لیے ”اکثر“ لاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں کہ آپجین کی کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی۔ یہ ضروری تغیرات کے ساتھ آب و خشن پڑھا جاسکتا ہے۔ برہان نے چونکہ اس لغت کے حرکات و سکنات نہیں دیے ہیں، ہموزن کا اندراج ضرور تھا۔ پارچہ مزید علیہ پارہ ہے، مثل تو کچھ دعا شیعہ۔ پارچہ جامہ کے معنی ”خز دے از جامہ“ ہوئے جسے عرف جال میں ”رد مال“ کہتے ہیں، یہ ”اضافت جز بموئے کل“ ہے۔ مصراع جامی عطار در افریق سر عطار بنیر (کذا)۔ ”قد خشک کردن بدن مردہ“ ”خوہنگ جہا نگیر“ کے مطابق ہے، ”جامع (برہان) ناقص“ ہے۔ یہ بات کہ اور کون ہیں جنہیں ”مغلط“ ہوا، اس لیے نہیں، ظاہر کی کہ وہ صاحب فرہنگ جہا نگیر ہے۔ اظہار سے ان کی ساختہ عمارت پادہ ہو جاتی۔ دستہ مغلطہ غالب میں آپجین معنی ”رد مال مردہ شو“ مستعمل ہوا ہے۔ اور یہ جو بعض ”پس گردان خباب“ کا گمان ہے کہ ”کلام“ میں ”تعمیم“ اور ”فرہنگ“ میں ”تخصیص“ ہے، یہ بیشتر خباب کے حق میں باعث خرابی ہے، اس لیے کہ پنجم اہنگ میں بہت سے لغات کے صرف ایک معنی مرقوم ہیں حالانکہ ان کے ”چند“ معنی ہیں۔ ازاں جملہ ارڈنگ چین کے معنی نقاشی درج ہیں۔ نظامی کی بیت ذیل میں معنی نقاشی بھی ہے:

بارنگل بر نقش چینی پر نہ قلم بست بر مانی نقش بند

حصہ ”بیجا“ قاطع برہان میں چند جا محض ”تسامح“ کی بنا پر واقع ہوا ہے۔ فراخ صفت دہن بتائی ہے، حالانکہ یہ پیشانی و چشم و باز و وجود و گام وغیرہ کی بھی صفت ہے۔ اسی طرح گر کو ”ترادف معنی آفریں“ اور آفریں کو صرف خدا سے متعلق لکھا ہے۔ فرہنگ جہا نگیر کی کا حصہ دوسرے قول کی نایابی کی وجہ سے ہے اور ”حصہ خباب“ نہائش فضل و ہنر کی غرض سے۔ اس ”آپجین اسم جامہ ایست کہ پس از شستن دست در وہاں جانہ نم از دست در و چنید“ میں تکرار لفظ جامہ و دست ردیج ہے۔ قاطع برہان اشاعت ۲ میں غالب نے بالکل آخر میں جو عبارت بڑھائی اس کا ترجمہ یہ ہے: ”اور یہ جو فرہنگ رشیدی میں ہے

گاہے پس غسل نم بدن از رد مال چنیدہ و کس یا برگ و تو از رشیدیہ کس پس غسل نم بدن از رد مال جیدہ باشد“ فقیر سیاح کہتا ہے کہ یہ تو ایر خسر کی انہی ہوئی۔ چیل بسولانے گئی تو کا ہے سے پھسکوں راب، ”نہا کر بدن“ رد مال سے کون پونچھتا ہے اور کون کہتا ہے؟ غسل اور حمام کا نہ برہان میں نام نہ قاطع میں ذکر منشی جی کہیں سے فرہنگ رشیدی میں لکھا ہے ہیں اور حمام و استحمام و چادر و مادر کو دکھلا رہے ہیں۔ ہم اس کو کب مانتے ہیں۔ رشیدی کے ادعا کو نو جانتے ہیں۔ نہا کر بدن پونچھنے کے کپڑے کو لنگ یا چادر کہتے ہیں اور یہ ہندیوں میں اور عجیروں میں مشترک ہے اور کہیں اور انگوچھہ خاص اہل ہند کی بولی ہے۔ ان کپڑوں کو آپجین کہنا بھٹک مارتا ہے۔ آپجین اور رد مال ان دونوں کا معنی ایک ہے، چاہو اپنا منہ پونچھو، چاہو مردے کا بدن، آپجین فارسی قدیم رد مال سمجھیں، ہاں اگر مردے کے بدن پونچھنے کو صرف آپجین کہتے ہوتے اور رد مال نہ کہتے تو منشی جی کا قول معقول تھا۔ پس خلیس۔ اور یہ جو منشی جی اچھلے کو دتے ہیں کہ غالب فردوسی کو سلم الثبوت نہیں جانتا۔۔۔ مولانا غالب تحلیہ کرتے ہیں فرہنگ لکھنے والوں کے قیاس کا اور منشی جی اس کو فردوسی کا تحلیہ گمان کرتے ہیں۔۔۔ محمد حسین دکنی فردوسی کے شعر کو نہ سمجھا اور منشی جی خان غالب کی شر کے معنی اے سمجھ غلط فہمی۔۔۔ مشترک ہوئی۔۔۔ دکنی سنا اور منشی شاگرد ہے اور۔۔۔ شاگرد بیٹے کی جگہ اور استاد باپ کی جگہ جوتا ہے۔ پس اب چاہیے کہ اس مقام پر ہم الولد سڑ لایہ کہیں اور منشی جی خوش ہو کر ہم کو سلام کریں اور لادیب فیہ کہیں۔ ایک دیہی ثقہ ناقل تھا کہ کسی شخص نے نجم الدولہ بہادر (غالب) سے پوچھا کہ کیا فردوسی کے کلام کے منکر ہو۔ نواب صاحب نے۔۔۔ کہا کہ۔۔۔ فنی سخن میں فردوسی کا کلام ایسا ہے جیسا ابورہنی میں آیت وحدیث جو فارسی شعر کہے یا فارسی شعر لکھے اور فردوسی کو سنہ نہ جانتے، اس کا حال و کال وہی ہے جو منکر آیت وحدیث کا۔۔۔ دیکھو منشی جی لعنت اللہ علی الکاذبین اور لعنت اللہ علی الکاذبین کا تاربانہ فردوسی کے منکروں کی اور غالب پر ہمت رکھنے والوں کی کسی برابر کھال اڑا رہا ہے۔ اوسیف الموحی سیاح تو کیا کہہ رہا ہے؟ منشی جی کو کلام الہی سے کیا علاوہ؟ وہ جانیں اور مسیل کہ اب۔ یعنی محمد حسین دکنی۔۔۔ منشی جی بعد از ہزار گونہ بیان کہتے ہیں: ”اطلاق آپجین بر پارچہ نم چنیدہ از بدن مردہ مانع اطلاق آپجین بر پارچہ نم چنیدہ از بدن زندہ نیست“ یارب، اس فقیر طابع علم کی داد ملے۔ یہ فقرہ حضرت غالب کے کلام کا سراسر مویہ اور جامع برہان کے ادعا کا مثیل ہے یا نہیں ہے بلکہ خود منشی جی کے قول کا مکتب ہے۔ اور لکھ آئے ہیں کہ نہا کر کوئی رد مال سے بدن کو نہیں پونچھتا اور یہاں نیچے آکر آپجین و رد مال کے معرفت ہوئے ہیں ”پارچہ نم چنیدہ از بدن زندہ“ بھڑ۔ لکھتے ہیں ”میں عال آپجین مانند لغات مشترکہ و اعضاء گشت“ ”یاد منشی جی تو ایک

لے پارچہ نقیر پارہ = پارہ، رجوع بہ ”غالب بحیثیت محقق“

لے قاطع برہان میں مولف فرہنگ جہا نگیر، کی تخصیص نہیں، اس کی اشاعت کے بعد دوسری جگہ اس کو بڑا بھٹک لکھا ہے۔

متنازع ہو گیا۔ غالب کے ذہن میں ممکن ہے کوئی اور شکل مطلقاً نہ ہو سکتی لیکن کتاب فرداوند کے لیے نہیں لکھی گئی۔ ”پارچہ جامہ نیر زائے میں ”اجتماع نقیضین“ رونما ہوا ہے، اس لیے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمام عبارت نامذہب ہے، جو بعد کی عبارت سے متناقض ہے۔ غالب تو یہ سمجھے ہیں کہ پارچہ و جامہ ایک ہے، یہ صحیح نہیں پارچہ عام ہے اور جامہ خاص۔ (تفاسیل)۔ یہ اعتراض کہ ”قد خشک کردن مردہ بیجا ست“ استادان سلف کا ہے (عبارات فرہنگ جہانگیری) ”فرہنگ رشیدی“ میں یہ موجود ہے بلکہ اس میں بھی کجوالہ سامانی درج ہے۔ شمسالغفات میں اس کا ذکر ہے اس طرح کا اختلاف ”کلام اساتذہ“ میں بہت رہا ہے۔ ایسا اعتراض کرنا محض لغو و بیجا ہے، اس لیے کہ ”اکثر“ کتب میں مذکور ہے۔ اگر اس کے بغیر کام نہیں چلتا تھا تو غالب کو یہ لکھنا تھا کہ بعض اساتذہ ”قد میرت“ کے مانے ہیں، اس صورت میں وہ الزام سرقہ سے بچتے۔ اور یہ جو دعویٰ کیا ہے کہ آپچین و رومال ایک ہے ”محض پوچ و یاد ہوا“ تو اس لیے کہ آپچین بعد غسل بدن پونچھنے کے لیے آتا ہے، خواہ زندہ کا ہو یا مردہ کا، اور رومال جیسا کہ خود غالب کی ”تعلیف“ سے ظاہر ہے، وہ کپڑا ہے جس سے دھونے کے بعد ہاتھ نہ خشک کیا جاتا ہے۔ اگر آپچین بمعنی رومال ہے تو شعر فردوسی دہرے اسدی میں بے معنی ہو جاتا ہے اس لیے کہ رومال کو ”مرگ و کفن“ سے کچھ نسبت نہیں۔ موت کے بعد صرف ہاتھ نہ نہیں دھویا جاتا کہ اس کے لیے رومال کی حاجت ہو۔ مرے کو غسل دیا جاتا ہے اور بدن خشک کرنے کے لیے ”چادر“ یا ”قطیفہ“ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی آپچین ہے۔ غالب سے میرا سوال ہے کہ اگر رومال صرف ہاتھ نہ پونچھنے کا کپڑا ہے، تو اس کپڑے کا کیا نام ہے، جس سے دھونے کے بعد پیٹ، پیٹ، سینہ، سر اور پاؤں خشک کیے جاتے ہیں؟

قیغ یوز از غالب۔ رد موید برہان:

موید جی لکھتے ہیں کہ صاحب فرہنگ سامانی اور خان اردو بھی مانع تھیں آپچین میں اور غلام رومال کو لکھتے ہیں۔ پھر تیرا اس شکل کا یہ نکالتے ہیں کہ یہ اعتراض ان دو شخصوں کا ہے غالب سادہ ہے۔ سبحان اللہ ہفتون کا سرقہ سنا تھا، سرقہ اعتراض نہ سنا تھا۔ اتفاقاً راجے کا نام سرقہ رکھنا کتنی بڑی نا افسانی ہے۔ جامہ برہان کی رائے کا اور فرہنگ نویسوں کی رائے سے متفق ہونا استناد اور میری رائے کا سامانی اور اردو کی رائے سے اتفاق کچھ پر باغث الزام سرقہ۔

قیغ یوز کے آخر میں غالب کی طرف سے ”استغاثہ“ جس میں یہ سوال بھی ہے: ”فرہنگ نویس حال کی رائے اگر فرہنگ نویس باطنی کی رائے سے مطابق ہو تو اپنی کثیث اتفاق خواہی از روئے مشاہدہ سرقہ

کہ مردہ کپڑا بھی جس سے بعد غسل بدن پونچھنے کا کام لیں آپچین کہا جاتا ہے۔ ”من حیث المعنی ٹھیک ہے، مگر متعل اہل زبان نہیں۔ اس ملک (مردم آں کشور) اس جگہ ایران لکھنا تھا پہلے ایران کا نام آیا ہوتا تو اور بات تھی) کے لوگ بعد غسل ”لنگ دگر“ (چونکہ اس سے قبل ”لنگ“ کا ذکر نہیں ”لنگ دگر“ ٹھیک نہیں) یا چادر سے کام لیتے ہیں آپچین و رومال ایک ہے۔ آپچین فارسی قدیم رومال فارسی جدید۔ ایک ایرانی مجھ سے کہتا تھا کہ رومال لفظ وضع کردہ خاقان ایران ہے چونکہ عورتوں کی طبیعت میں دوسرہ بہت ہے، ایک لفظ جو زندہ و مردہ میں مشترک ہے ان کی طبع نازک کو گراں معلوم ہوا انھوں نے آپچین کے لیے ایک نیا لفظ تراشا۔

موید برہان از غلام احمد علی۔ یہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے برہان قاطع کی حمایت میں لکھی گئی تھی۔

آپچین بھی ذہن میں آتا ہے اس لیے ہر وزن آستین زائد نہیں پارچہ جامہ میں پارچہ سنی پارہ خود ہے قیل کے یہاں پارچہ کا غذا ہے اور عمدہ خالص اقبال نامہ جہانگیری میں دو جگہ ”پارچہ سنگ“ لکھا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ پارچہ و جامہ ہر ہفت قلزم میں ہی ہے اور اس میں لغت آپچین برہان سے نقل ہوا ہے۔ قد بدن مردہ بتقلید فرہنگ جہانگیری ہے۔ اس کی عبارت مع شعر فردوسی داسدی منقول: ”مجمع القوس سروری میں ہے: ”آپچین نوٹہ کو چوں از جام بر آئند عرق بدن از ان خشک کنند۔“ اس کے بعد قول ثلث فرہنگ جہانگیری مع شعر فردوسی۔ موید میں برہان میں صاحب فرہنگ رشیدی کا قول بھی ہے جو محرق میں ہے اور اس کے بعد اس کی وہ عبارت ہے جو محرق میں نہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: سامانی کہتا ہے کہ آپچین وہ ”قطیفہ“ ہے جس سے بعد غسل بدن خشک کرتے ہیں اور خصوصیت میت کی جیسا کہ صاحب فرہنگ جہانگیری نے گمان کیا ہے، نہیں۔ اسے ”خصوصیت مقام“ سے دہم ہوا اور یہ مستر نہیں۔ خان آرزو قول سامانی کو ”صحیح“ سمجھتے ہیں۔ بہر حال یہ اعتراض جو غالب نے اپنی طرف سے پیش کیا ہے سامانی کا ہے۔

قاطع البقا طم از امین الدین بد قاطع برہان میں لکھی گئی تھی امین بڑا دریدہ ذہن واقع ہوا تھا۔

یوں تو ہر لفظ کی دراصل ایک ہی صورت ہو سکتی ہے، لیکن مختلف ذبہ سے ”صور مختلفہ متعددہ“ ظہور میں آتے ہیں۔ آپچین کے الٹ لکھ دیا گیا آپ کی ب پر کمر دیا جائے یا چین کی ی محمول پڑھی جائے یا چین کی جیم فارسی دیا کا صرف ایک ایک نقطہ ہوا اختلاف لفظ کی اور شکلوں کا بھی ذکر؟ تو ایسی صورتیں پیدا ہو جائیں گی جو خلاف صورت معینہ ہیں ہم وزن کی وجہ سے جو شہرت عام رکھتا ہے آپچین، جسے صور احتمال سے

ہے یا تطابق رائے؟ پیشرفتہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ”یہ تطابق رائے ہے“ سرتہ سے کیا علاقہ؟ حاتی سعاد علی اور شیر نے شیفتہ کے جواب کی تصدیق کی ہے۔

شمس اور تیز تو آغا احمد علی۔ جواب تیغ تیز وفات غالب کے بعد شائع ہوا۔

اعتراف سامانی کا مضمون اگر بعد شاہدہ غالب یاد ہوا تھا تو اسے خود دونوں حوالہ سامانی پیش کرنا سرتہ ہے در نہ نہیں۔ اس سے قطع نظر جو اشی برہان قاطع مطبوعہ کے جو اعتراضات غالب نے بعد قرض ادل کے ذکر کے بغیر برہان قاطع و درفش کا دیانی و تیغ تیز میں درج کیے ہیں ان کی چوری میں کیا شبہ ہے۔

معلقہ کتابوں کے اقتباسات درج کرنے کے بعد میرا تبصرہ حسب ذیل ہے۔

(الف) غالب کے عبارات میں لفظی اغلاط کے علاوہ متناقضات و تضادات اور ضعف استدلال موجود ہے۔ (ب) ”پارچہ جامہ کے زائید ہونے پر غا کا جو اعتراض ہے“ اس پر امین کی گرفت کی جاتی ہے۔ (ج) ”آکچین اسم جامہ است کہ میں از شستن دست و رو دباں جامہ نم از دست در جھیند“ پر رحیم کا اعتراض ٹھیک ہے کہ اس عبارت میں جامہ اور دست و رو کی غیر ضروری تکرار ہے۔ (د) یہ واضح نہیں کہ ”مغلطہ“ جس طرح غا کے یہاں آیا ہے اس پر سعاد علی خاں کو اعتراض ہے یا نہیں میں خود قطعی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ اس مغلطہ تہانہ ایسی بچا دہ افتادہ درست ہے یا نہیں بلکہ (ا) انحصار لازم) برائے حصر و مستدی ممکن نظر ہے۔ (و) آں کشوہ و لنگ و گری پر اعتراض اور پر آچکا ہے۔ (ز) لطافت کے بعض الفاظ و عبارات پر بھی اعتراض ہو چکا ہے۔ (ح) تیغ تیز میں ”عموماً رومال کو لکھتے ہیں“ عجیب سی عبارت ہے۔

مخالفین غالب میں سعاد علی خاں کی عبارت میں بڑا الجھاؤ ہے۔ یہ بھی بات ان کے یہاں آکر ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ لفظی غلطیاں بھی بہت ہیں۔ رحیم کے یہاں لفظی غلطیاں ہیں مگر سعاد علی خاں سے کم اور امین کے یہاں اس سے بھی کم۔ آغا احمد علی کی عبارت عموماً بے عیب ہو ا کرتی ہے۔ حامی غالب، نجف علی خاں حدود در فضول گو واقع ہوئے ہیں۔ ان کے یہاں نازیبا علی تائیں جس میں نامانوس الفاظ کا استعمال شامل ہے، بہت ہے۔

اعتراض کا سرتہ ضرور ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں صاحب موبد برہان نے جو کچھ لکھا ہے قول فیصل ہے لیکن سامانی کی ”زنگ“ یقین ہے کہ غالب نے نہ دیکھی ہو اور آرزو کی سواج اللغات کا ان کی نظر سے گزرنا مستبعد ہے۔ خد ہنگ رشیدی بھی ظاہر اس زمانے میں جب قاطع برہان سپرد قلم ہوئی یا اس کے متعلق جھگڑا رہا، ان کے مطابق میں نہیں رہی۔ اس صورت میں سوال یہ ہے کہ کون سی کتاب کئی جس میں

یہ اعتراض کوئی مردہ میا ہے انھوں نے دیکھا۔ جب تک یہ نہ بتایا جائے کہ غالب پر سرتہ کا ارام نہیں لگایا جاسکتا۔ جو اشی برہان قاطع نوشتہ ربک (غالب انھیں حکیم عبد المجید وغیرہ سے منسوب کرتے ہیں) کے سرتہ کا معارف و بدگاہ ہے۔ غالب نے بہت سے اعتراضات ان جو اس سے لیے اور اس کا اعتراف و رکنار قاطع برہان کی اشاعت ادل کیا یہ دیکھا کہ کل اعتراضات لغات عربی سے تعلق ہیں (بحث دیاس) حالانکہ اکثریت کا فارسی سے روکا رہے۔ اشاعت ثانی میں انھوں نے ”ہم“ کو ”اکثر“ بنا دیا حقیقت سے انحراف اب بھی رہا۔ اس کے علاوہ انھوں نے یہ کیا کہ جا بجا حمزہ اس کی طرف اشارہ کیا کہ فضلاء صلیب القدر کلمتہ میرے ہم خیال ہیں۔

صاحب محرق کا یہ اعتراض کہ غالب فردوسی کو نہیں مانتے قطعاً غلط ہے۔ لیکن اس اعتراض کے بعد کہ اسے غلط نہیں ہوئی ہے، غالب کا اسے جھوٹا کہہ کر لعنت بھیجنا بڑی زیادتی ہے۔ رہا کفر تو یہ سمجھ میں آیا کہ اگر صاحب محرق نے تمہمت بھی لگائی تو کافر کس طرح ہوا۔ اس سلسلے میں صاحب برہان کو سبیلہ کذاب کہنا بھی خوب ہے۔ وہ غریب تو پیغمبری کیا معنی فن لغت نگاری میں امامت بلکہ ولایت تک کا مدعی نہیں اور محقق ”ماقل“ سمجھے جانے پر مطمئن ہے۔

صاحب محرق کا ”آکچین کو (فرض حال ہی صبی) لغات ضما میں شمار کرنا ٹھیک نہیں۔ اس پر اعتراض غالب صحیح ہے۔

لغات غلیبی کی عبارت ”حمام و استحمام و چادر و مادر کو دکھلا رہے ہیں“ میں چھپی ہوئی گالی ہے۔ محرق میں تو اور کال لفظ آیا ہی نہیں۔ برہان میں آدر و درزن مادر ہے۔ اس پر غالب نے لکھا تھا ”چادر و آگد اشتن و مادر و آدر و دن بیا شست“

صاحب محرق کا دعویٰ ہے کہ خد ہنگ رشیدی کی عبارت ”آکچین جامہ است کہ بعد از غسل پیرہ باداں پاک کنند و چادر بیکہ از حمام برآمدہ عن بدان چنید“ میرے اس قول کی موید ہے کہ بعد غسل لوگ چادر سے بدن خشک کرتے ہیں۔ نہ کہ رومال سے۔ نجف علی خاں کے نزدیک یہ دعویٰ غلط ہے۔ خد ہنگ رشیدی سے صاحب محرق کے دعوائے گے اس حصے کی تائید ہوتی ہے جس کا تعلق رومال سے ہے اور اس سے زیادہ کا وہ مدعی نہیں۔

لغات میں ہے ”غسل اور حمام کا نہ برہان میں نام نہ قاطع میں ذکر منشی جی کہیں سے خد ہنگ رشیدی اٹھالائے ہیں اور حمام و استحمام و چادر و مادر کو دکھلا رہے ہیں“ لفظ ”غسل“ برہان کی اس عبارت میں موجود ہے جو قاطع برہان میں نقل ہوئی ہے۔ (لفظ حمام البتہ دونوں میں نہیں آیا۔

لغات میں ہے کہ منشی جی کا قول ہے ”اطلاق آکچین پر پارچہ نم چنیدہ از بدن مردہ الخ اطلاق آکچین پر پارچہ نم چنیدہ از بدن زندہ

نہیں۔ اس سے قول غالب کی تصدیق اور دعوائے برہان بلکہ بیان صاحب محرق کی تکذیب ہوتی ہے۔ اور یہ لکھا کہ نہا کو کوئی رومال سے بدن نہیں پونچھتا اور نیچے آکر آپکین درومال کے مرنے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہم چنیدہ از بدن زندہ۔ حقیقت یہ ہے کہ صاحب محرق کی اصلی رائے یہی ہے جو برہان میں ہے آپکین کی عمومیت کا اقرار اس نے "بفرض محال" لکھ کر کیا ہے۔ غالب اسے فراموش کر گئے۔ مزید یہ کہ اس کا یہ اقرار آپکین سے تعلق رکھتا ہے رومال سے نہیں۔ غالب نے یہی حرکت کہ دوسروں کی طرف یہ عقیدہ کہ رومال آپکین ایک ہے منسوب کر دیا جائے، حالانکہ ان کی تحریروں میں لفظ رومال یا بھی نہ ہو، پیغم تیز میں بھی کی ہے۔

ہم و ہن لانے پر غالب کا اعتراض یہاں ہے۔ مگر اس سلسلے میں امین نے جو کچھ لکھا ہے اس میں کچھ باتیں فضول ہیں۔

دستبنو میں جو قاطع برہان سے قبل شائع ہوئی تھی جیسا کہ رحیم نے دکھایا ہے آپکین کے معنی "رومال مردہ شو" لکھے ہیں جس سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رومال غالب کے نزدیک مخصوص بزرگال نہیں اس لفظ سے متعلق جو عبارت قاطع برہان کی اشاعت اول میں ہے اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ اور آپکین ایک ہیں اور یہ ایک کپڑا دھونے کے بعد ہاتھ نہ پونچھنے کا ہے۔ یہاں بدن کا ذکر نہیں اور نہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کا استعمال عام ہے یا خاص۔ ہاتھ نہ پونچھنے کو دیکھتے تو زندوں سے مخصوص ہوتا ہے اور عبارت زیر بحث سے قبل جو عبارت متعلق آپکین ہے اس پر غور کیجئے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ مردہ ہو یا زندہ کوئی قید نہیں کسی کا ہاتھ نہ بھی اس سے پونچھا جاسکتا ہے۔ لطائف غیبی میں غالب کا ارشاد ہے:

"نہا کو بدن رومال سے کوئی پونچھتا ہے؟ آپکین اور رومال ان دونوں کا سہی ایک ہے چاہو اپنا منہ پونچھو چاہو مردے کا بدن۔ آپکین فارسی سے لے سمدت۔ ہاں اگر مردے کے بدن پونچھنے کے کپڑے کہتے ہوتے اور رومال نہ کہتے تو خوشی کچھ کا قول منقول ہوتا، لیس فلیس۔"

اس سے یہ نتائج نکلتے ہیں: (الف) آپکین اور رومال ایک ہیں۔ (ب) نہا کو بدن رومال سے نہیں پونچھا جاتا (ج) مردے کا بدن رومال سے خشک کیا جاتا ہے (د) زندہ لوگ رومال سے ہاتھ نہ پونچھتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ غالب نے حامی بجھ علی خاں یہ فرماتے ہیں کہ رومال سے زندہ مردہ دونوں کا ہاتھ نہ پونچھا جاتا ہے۔ غالب نے قاطع برہان کی اشاعت ثانی میں عبارت متعلقہ رومال کے بعد جو اضافہ کیا ہے وہ اس پر مشعر ہے کہ رومال زندوں کے لیے مخصوص ہے مشترک "بین النجی والملت" نہیں۔ انھیں ایک ایرانی سے جس کا نام وہ نہیں بتاتے یہ معلوم ہوا تھا کہ رومال عورتوں کا بنایا ہوا نام ہے۔ یہ

ایرانی عبدالصمد کا حقیقی بھائی معلوم ہوتا ہے۔

مجھے یاد آتا ہے کہ شیرانی نے کہیں لکھا ہے کہ رومال ہندستانی فارسی ہے۔ ان کے یہاں یہ ہے بھی تو اس کی بحث بہت محمل ہے۔ اثر ماژند رانی کی ایک شہزی میں "رومال زکامی" آیا ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے صرف ہاتھ نہ دھو کر خشک نہیں کیا جاتا اور کام بھی لیا جاتا ہے۔ غالباً اشرف سے قدیم ایرانی سند بھی موجود ہے۔

غالب کی رائے میں آپکین کیا ہے؟ کیا نہیں اس کا فیصلہ ان کے متفادت بیانات کی وجہ سے بہت مشکل ہے۔ قاطع میں رومال کے ذکر قبل جو کچھ انھوں نے لکھا ہے وہ صراحتہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ برہان میں مردے کی تحفیں بھیجے بعد غسل زندوں کے بدن پونچھنے کا کپڑا بھی ہے۔ رومال کے بارے میں جو کچھ ان کے قلم سے نکلا ہے اس سے یہ استفاد ہوتا ہے کہ یہ اور رومال ایک ہے اور رومال دھونے کے بعد ہاتھ نہ پونچھنے کا کپڑا ہے۔ لطائف میں وہ شد و مد سے یہ فرماتے ہیں کہ مولانا (غالب) قید کے نانی ہیں اور نفی سے ثابت ہوا کہ "مردے کے بدن پونچھنے کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور زندہ کے بھی ہاتھ نہ پونچھنے کو جائز رکھتے ہیں۔ اس کتاب میں غالب نے نہا ہنگ رشیدی کے اس دعوے کی کہ یہ بعد غسل زندوں کے بدن پونچھنے کے کام آتا ہے قطعی طور پر تردید کی ہے۔ رومال آپکین کو کبھی ایک اور کبھی پہلے کو خاص اور دوسرے کو عام کہتے اور رومال کی متفادت تعریفیں کرنے سے جو نتائج نکلتے ہیں ظاہر غالب کے اقوال سے قطع نظر آپکین کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) آپکین وہ کپڑے کا ٹکڑا ہے جس سے بعد غسل مردے کا بدن پونچھا جاتا ہے۔ (برہان وجہ انگیزی)
(۲) آپکین وہ کپڑا ہے جس سے بعد غسل زندہ مردہ دونوں کا بدن خشک کیا جاتا ہے (سدا مائی و رشیدی)
(۳) آپکین حمام کی وہ لنگی (فوط) ہے جس سے بعد حمام بدن کا پسینہ خشک کیا جاتا ہے (سرددی) مگر اس نے بغیر تنقید قول جہاں بھی نقل کیا ہے۔

میں نے فارسی نظم و نثر میں آپکین کو بہت ڈھونڈا لیکن فردوسی و اسدی کے ایک ایک شعر اور غالب کی نثر (دستبنو) کے سوا کہیں نہیں ملا۔ یہاں ان کتابوں سے بحث نہیں جو اس سے بحیثیت لغت بحث کرتی ہیں۔ ان دونوں شعروں میں اس کا تعلق مردے سے ہے اور غالب کے یہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ چنانچہ اس کا مرادف انھوں نے "رومال مردہ شو" لکھا ہے۔ یہ اس سے مانع نہیں کہ یہ زندوں کے لیے بھی مستعمل ہو لیکن اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور یہ نہ ہو تو اس پر اصل کس طرح کیا جاسکتا ہے؟ غالب کا ایرانی ترجمے یقین ہے کہ عبدالصمد کی طرح فرضی ہے۔ برہان پر ان کا اعتراض محض قیاس پر مبنی معلوم ہوتا ہے اور

آب خشک کن نیز اطلاق کنند۔ لفظ 'نیز' اس پر دلالت کرتا ہے کہ اور معانی میں بھی مستعمل ہے، مگر انھوں نے باوجود اس کے کہ اس کے متعلق جو اختلافات ہیں ان سے ناواقف نہ ہوں گے، صراحت غیر ضروری سمجھ لی۔

ان ہندوستانیوں سے جو ایران گئے ہیں میں نے آپجین کے بارے میں دریافت کیا۔ ان سے مجھے اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ میرا گمان ہے کہ ان معانی میں جو بوہان و سودرو سامانی وغیرہ میں درج ہیں، بد توں سے مستعمل نہیں اور کاغذ آب خشک کن یہ اس کا اطلاق تو یقیناً بالکل زمانہ حال کی بات ہے۔ اہل لغت کے اقوال کی بنا سماعت پر نہیں، اشعار فردوسی و اسدی میں اس کے وجود پر ہے۔ اگر یہ لفظ فردوسی و اسدی کے بعد بھی استعمال ہوتا رہتا تو اس کی کیا وجہ ہے کہ ان دونوں کے بعد کسی ایرانی کی نظم و نثر میں نہیں ملتا۔

بہر حال افسوس ہے کہ میں آپجین کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ بات اس وقت نہیں کہہ سکتا بعض اور کتابوں کی طرف رجوع کے بعد ممکن ہے کہ آئندہ کوئی قطعی بات اس کے متعلق کہی جاسکے۔

(نیا دور، اگست ۱۹۶۳ء)

آپجین: توضیحات

اس میں بوہان فاطمہ کی عبارت متعلق آپجین بدوں تنقید نقل ہوئی ہے اور فردوسی و اسدی کے اشعار بطور سند پیش کئے گئے ہیں۔ فردوسی کے شعر سدر جہ فرنگ جہا نگیری کے ساتھ کے ۲ اور شعر درج ہوئے ہیں کہ محل استعمال اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ انھوں نے یہ بھی لکھا ہے اسے عربی میں تظیفہ وغیرہ کہتے ہیں اور اس کا استعمال "آب خشک کن" کی جگہ کہ روشنائی اس سے خشک کی جاتی ہے "بے تناسب" معلوم نہیں ہوتا۔

(نیا دور، ستمبر ۱۹۶۳ء)



دوسروں کے اعتراض کی بھی عجب نہیں اگر یہی تو عینیت ہو۔

اسدی کے گہ شامپ نامہ میں آپجین آیا ہے، لیکن اس کی فرنگ میں یہ لفظ موجود نہیں۔ اس سے قبل جو فرنگ یا فرنگیں لکھی گئیں وہ اب موجود نہیں۔ بعد کی فرنگوں میں سب سے قدیم جو میری نظر سے گزری ہے تو اس غزنوی کی فرنگ ہے، مگر اس وقت میں یہ کہنے سے قاصر ہوں کہ اس میں یہ لفظ ہے یا نہیں۔ معیار جمالی میں جو عماد حافظ کی تالیف ہے یہ لفظ نہیں۔ محمد ہندو شاہ کا لغت ایران میں چھپ گیا ہے، مگر ابھی تک میں نے اسے نہیں دیکھا۔ سرور کی لغت کی روایت اول (نسخہ پینڈ) سے یہ لفظ غیر حاضر ہے۔ فرہنگ جہانگیری میں موجود ہے اور سرور کی روایت دوم میں جو جہانگیری سے استفادے کے بعد لکھی گئی ہے، یہ ملتا ہے اور بعد کی فرنگوں میں عموماً پایا جاتا ہے۔ علی اکبر خدا کے لغت میں غالباً یہ لفظ ہے، مگر وقت کی تنگی کے باعث ابھی اس طرف رجوع نہیں کر سکا۔ توقع تھی کہ بوہان فاطمہ کے حواشی نوشتہ ڈاکٹر محمد بن میں اس کی بحث ہوگی، مگر انھوں نے اس لفظ کے متعلق صرف یہ لکھا ہے: "امروز آپجین بجا غند"

(۱) میرے مضمون "آپجین" مطبوعہ نیا دور (اگست ۱۹۶۳ء)

میں جس جگہ بھی میر سادات علی خاں یا سادات علی خاں ہو، اسے میر سادات علی سمجھا جائے۔

(۲) صحاح الضمم مولفہ محمد بن ہندو شاہ بخاری (ماہ ہشتم ۱۹۶۳ء) نظر سے گزری۔ اس میں آپجین کی بحث نہیں۔

(۳) علی اکبر خدا ایران حافض کے مسلم الشیخ متحققین میں تھے۔ ان کی فرنگ جو ناقص رہ گئی تھی ان کی وفات کے بعد مکمل کی جا رہی ہے۔

قاطع برہان اور پے وابدام

(۱) نے

برہان قاطع اپنی کبیر اول و ثانی تہائی مجہول کشیدہ مصحف و کلام خدا و بقیم اول ہم آمدہ

قاطع برہان: سو فرہنگوں میں بھی پنے بعضی قرآن لے، تو میں باور نہ کروں۔ دلیل یہ کہ قرآن قلم و عرب میں پیہر عربی پر زبان عربی میں نازل ہوا، یہ کس طرح ممکن ہے کہ زبان دہلی میں اس کے لئے نام رہا ہو۔ ظہور اسلام عہد خسرو پر دیر میں ہوا، اور زبان پارسی کا آغاز پارسیوں کی "دانشت" میں آفرینش عالم کے ساتھ ساتھ ہوا، مورخین اسلام بھی عہد کبیر مرت سے اس کی ابتدا سمجھتے ہیں۔ شہود مسیحی سے قبل وجود اسم نہیں ہو سکتا۔ یہ کہا جائے کہ پنے پارسی میں گفتار خدا کو کہتے ہیں، تو جواب یہ ہے کہ پارسیوں کے نزدیک دساتیر و زند و استا کلام الہی ہے۔ لیکن وہ دساتیر و غیرہ کہ (آں را) نامہ آسمانی اور فرامین واد کہتے ہیں، پنے نہیں۔ اس کے باوجود تسلیم کیا (پذیرفتیم) کہ کلام الہی کہتے ہیں جیسے روضہ رضوان کا نام بہشت و عید ہو گیا ہے۔ عرب و عجم مخلط ہوئے تو حجت و فردوس و بہشت و عید و نگار و گذارش میں رائج ہوئے اور نماز و صلوة و روزہ و صوم میں باہم احتلاط و امتزاج پیدا ہو گیا۔ جس طرح رسول کو پیہر کہنے لگے تھے، قرآن کو بھی پنے کہہ سکتے تھے۔ چنانکہ رسول را پیہر گفتند قرآن شریف را پیہی چرا گفتند؟ غالب کہ اس کا علم نہیں تو کیا نقصان ہے، ساراں عجم کے ترجمہ دساتیر میں یہ لفظ نہیں آیا تو کیا ڈر ہے اور زبان نہ خلق نہیں تو کیا غم ہے۔ دکنی (صاحب برہان قاطع) نے لکھا ہے ترجمہ ہر گاہ۔ یہ قول فیصل ہے اور مجھے کچھ اور کہنے کی مجال نہیں۔ سچ یہ ہے کہ پنے فارسی مستحدث ہے اور فارسی مستحدث سے مراد وہ نام ہیں جو اختلاط عرب و عجم کے بعد اہل عجم نے اپنی زبان میں مقاصد اہل عرب کو دیے۔ متاخرین کے لئے لازم ہے کہ فرہنگ نگین قرآنیہ الفاظ کے مستحدث ہونے کی طرف اشارہ کر دیں کہ حق تحقیق ادا ہو سکے۔

محقق قاطع برہان: غالب کا کلیہ کہ وجود اسم شہود مسیحی سے قبل نہیں ہو سکتا غلط ہے۔ عتاب الہی حضرت آدم پر نازل ہوا، تو انھوں نے کہا کہ الہی مجھے محمد کے طفیل بخش دے۔ خدا نے پوچھا کہ یہ نام کس طرح معلوم ہوا، جواب دیا کہ عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ قرآن میں

آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ یاقی من بعدی اسمہ احمد مزید یہ کہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مطابق امام مہدی کا وجود زمانہ آخر میں ہوگا، اس کے علاوہ اور آثار قیامت بھی کتابوں میں موجود ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ کلیہ درست نہیں کیا عجیب اگر زندگی اسی طرح اپنے سے قرآن مراد ہو۔ ہاں، اگر ہر زخم عبد الصمد نے یہ راز کراہا نہیں ہے۔ خلیفہ میں غالب کے گذشت گذار کر دیا ہو تو اور بات ہے۔ وہ کسی کی کیوں سننے لگے۔ غالب کے نہ جانے اور ترجمہ دساتیر سے غیر حاضر اور زبان نہ خلق نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ حکیم محمد حسین تبریزی نے جو کچھ لکھا ہے وہ کتب لغت اساتذہ سے جن میں اہل زبان کے اشعار بطور سند موجود ہیں، نقل کیا ہے۔ غالب غیر زبان ہیں اور پیہر و سخنوران اہل زبان پیشین و پسین بھی نہیں بلکہ ائمہ فن کلام پر خندہ زن ہیں، اور ان کے مستعمل الفاظ پرازدی اجتہاد زبان دانی، معترض۔ قول برہان لا زمانہ صحیح ہے، غالب کہ گفتار کی مجال کہاں! غالب نے فارسی مستحدث کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ زبان فارسی قدیم میں پنے کلام خدا کو مطلقاً کہتے تھے۔ خواہ قریت ہو، خواہ انجیل، اختلاف عرب و عجم کے بعد فارسیوں نے قرآن کو پنے کہنا شروع کیا (آغازینا) یہ نہیں کہ فارسیوں نے تجویز باہم سے ایک بالکل نئے لفظ کو قرآن کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ یہ کہا جائے کہ پنے اس لئے فارسی مستحدث ہے کہ اتنی دیر (چندیں دیر) کے بعد قرآن پر اس کا اطلاق ہوا تو یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ہر پہلے ستارہ مشتری اور روز اول ماہ شمسی کا نام تھا۔ پھر بہمن بن اسفندیار کے بیٹے کا نام قرار پایا اور سیکڑوں سال بعد غالب کے استاد کا نام رکھا گیا۔ اس بنا پر ہر مرقہ و مستحدث نہیں کہا جاسکتا۔ ترجمہ دساتیر میں نہیں تو واقعی کچھ ڈر کی بات نہیں، عربی کے کئی (چند) مصادر قرآن میں نہیں آئے ہیں اہل عرب اس کے باعث یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ عربی نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس پنے ترجمہ دساتیر میں نہ ہونے کے باوجود بھی فارسی مستحدث نہیں۔ فرہنگ جہانگیری میں جو پچاس فرہنگوں پر مبنی ہے، یہ لفظ بعضی قرآن پر سند سنائی دیتی ہے، غالب کو کون پوچھتا ہے؟ شعر سنائی دیتی ہے نہ ہر زخم عبد الصمد ایک ذہنی شخص جو قبل غالب ساراں پچہ کی اولاد سے تھا۔

غالب کو یہ علم نہیں کہ دہلی میں اس کی بحث مقدمہ برہان قاطع مرتبہ ڈاکٹر محمد معین مصفا میں دیکھئے۔ یہ یہ کس نے کیا ہے؟ سچہ میثم کبیر مرث۔ مترس کبیر مرث۔ سچہ صحیح زند۔ یہ دساتیری لفظ۔ آسمانی زبان۔ یہ غالب کو محمد حسین کے دکنی الموار ہوئے پراصرار ہے۔ یہ دہلی ذہنی شخص جس کی پیہر کی دعویٰ کیا گیا ہے اور جسے دساتیر کا مترجم و مفسر بنایا گیا ہے۔ متن دساتیر اور ان کا تفسیر و ترجمہ سب ایک ساتھ ہے۔ سچہ یہ صحیح ہیں۔

فی الترتیب -

نرم دار اور انزل زہر لکھو انکرا اصوات خواہند از درین صورت حمیر
گوشا زید و عمرو باشند گارنگ و بد در بی بی جمیت علم المولے و لغز الفیفر
خفیفان را تو بے خصیہ بدان از بی ذاجاء نصر لشدن خوان
لطائف غلبی بپارس کے منافقوں نے بعد استیلائے عرب
کیش اسلام از راه فریب اختیار کیا، زردشت کی عظمت کے لہار
میں معراج اور نظارہ خلد و سقر مع اخبار معاد جیسا عظمت اسلام
سے سنا ہر شے کا ایک مسمیٰ وضع کر لیا۔ پنے اور کر اسہ اور ضیود و جہود
سب الفاظ سولے نماز کے گھرے ہوئے ہیں، اور یہ صنعت
عرب و عجم کے اختلاف کے تصور بعد دے کار آئی، چنانچہ خلیفہ
ثانی کی خلافت میں ایک پارسی کی فتنہ انگیزی کتب میر و اخبار میں
مندرج ہے۔ اب یہاں یہ خبر کرنا چاہیے کہ شعور سی کا چرچا مانہ زائشہ
ہجریہ میں ہوا ہے، چنانچہ رودکی مداح امیر انصیل سامانی اسی
سنہ ۳۰۰ میں تھا۔ عسجدی و عنصری و قیقی و فردوسی یہ سب
سلطنت محمود غزنوی میں کماؤ را بعد ہجریہ شروع ہو گیا تھا،
بروئے کار آئے، کتب عربیہ سے آداب شعر و عروض و قافیہ و میزان
بحور افد کر کے زبان پارسی میں شعر کہا اختیار کیا، وہ الفاظ مستحدث
اکثر درج منظومات کرتے رہے چونکہ ان لغات کے وضع بطرف
فرنگ لکھنے کے مترجہ ہوئے تھے، جیسا جس نے سادیا لکھ دیا جیسا
جس نے لکھا ہوا دیکھا دیا لکھ لیا۔ الفاظ حقیقی فارسی قدیم میں بھی
بحسب ضرورت یا از راہ اظہار قدرت لفظاً و معنائاً تصوف کیا۔ جیسا کہ
فاور یعنی مغرب و باختر یعنی شرق لکھا، پھر شعرا نے عہد محمود غزنوی
کے بعد بدعتیں اٹھتی گئیں اور الفاظ غریبہ و منوعہ ترک ہوتے گئے
یہاں تک کہ ضیود و جہود فردوسی داسدی یا شاد و نادر اور شعرا کے
کلام میں ایک آدھ جگہ کے سوا کہیں پایا نہیں جاتا اور یہ جو متاخرین
میں فرزانہ بہرام وغیرہ تلامذہ آذرکیوں نے اپنی نظم میں ان الفاظ
یا صراط کا ذکر لکھا ہے یہ لوگ تو واضعین لغات کے اختلاف و عقاب
میں سے اور اپنے اسی عقیدہ زردشتیہ پر ثابت قدم تھے، کیوں
نہ لکھتے؟ کلام ان علمائے عجم میں ہے جو علمائے اہل اسلام میں
سے تھے انھوں نے باختر اور خاور کا اضداد میں سے ہونا متروک
اور لغات موضوعہ مادہ کا استعمال بلکہ ترک کیا، غافلی
اور ناہر خسرو علوی کی نظمیں کراشہ اور بی کہیں کہیں نظر آتا ہے
بعد ان کے یہ لغات یک لکم متروک ہو گئے۔ نظامی و سعدی و جامی

اور ان کے بعد مجموعہ ناظرین و ناظرین نے اس طرف توجہ نہ کیا رہے
یہ فرہنگ لکھنے والے ہزاروں کے پاس مافذ نہ ان کے ہاتھ میں
کوئی میزان، اشعار قدما میں لغات دیکھ دیکھ کر موافق محل و مقام
وہ بھی از روئے قیاس معنی لکھتے گئے۔ تین سو برس میں یعنی خلیفہ
ثالث کے عہد سے محمود غزنوی کے وقت تک اصل و نقل میں نہ کیا
کیا تصحیف و تحریف و اتق جو گئی ہوگی اس سے بڑھ کر کچھ بات سو
برس میں کیا صورت ہو گئی ہوگی۔ فرہنگ جہاں لکھی اور مثل اس کے
اور فرہنگیں جن کے نام جن جن کر پوچھ پوچھ کر مثنیٰ سعادت علی نے
تب محرق (تحرق) قاطع بران میں لکھے ہیں، ان میں خط و خط و غلط
و غلط کے سوا حسن تحقیق کہاں تحقیق امور دینی میں مجتہدین کے
قیاسات میں شامل رہتے ہیں۔ حالانکہ وہ منقولہ کا موقوف ہے اور
نقل کا مدار مجتہدوں کے قیاس کے مان لینے پر ٹھہرا ہے۔ عقلاً امور محمول
میں اپنے نقل کو کہیں دخل نہ دیں اور اپنے عقل و قیاس کو کہیں بیکار
چھوڑ دیں، تصنیف حق نہیں ہیں ہم کیونکر لغات متعدد و کثیر مانیں؟
ہاں اگر زردشتیوں میں سے کسی نے فرہنگ لغات فارسی لکھی ہوتی
یا سارا ان سب نے کوئی مجملہ فراہم کیا جتنا یا متاخرین میں سے آذرکیوں
کی کوئی تحریر موجود ہوتی اور ہم اس کو نہ مانے اور وہاں اپنے قیاس کو
دور مانے و عقل کے فتوے کے مطابق کا فر ہو جاتے۔ کیا مزے کی ہوتا
ہے، رودکی اور فردوسی و عسجدی و قیقی سے لے کر مولوی جلال
جہاں تک کہ شاہی المتقدمین اور صاحب تصنیفات کثیرہ ہے اور
پھر ظہری و نظیری اور ان کے نظائر سے لے کر شیخ محمد علی خرب
مقتبی المتاخرین تک کسی نے نہ کوئی فرہنگ لکھی، نہ کسی نے کوئی
قواعد فارسی کا رسالہ تصنیف کیا۔ اہل ہند نے تین تین سو چار چار
سو برس سے شغل فرہنگ نویسی اختیار کیا۔ نہ زبان ان نہ شعور
اشعار شعرا کو مافذ کٹھن کر مطابق اپنے قیاس کے اسناد کرنے
لگے۔ قیاس کٹر مطابق واقعہ بیشتر غلط اسلئے علم لغات انہام مختلف
قیاس و نقل اور تقلید پر مدار ہے اصل دعویٰ کی حقیقت پر اصرار
محقق کو حق پونے کی وہ منزلت ہے جو منصور کو نا الحق پونے پر تعزیر
ہوتی تھی۔ منہ ۲ یا صفحہ ۲ پنے اور کر اسہ اور ضیود کا ذکر بھی
جملہ آ گیا ہے۔ تفصیل کی اختیلاج نہیں ہے۔ صفحہ ۳۱

سالمع بران، برہان فی مطلع کلام الہی کے معنی میں لکھا ہے
قرآن کی تخصیص نہیں کی۔ حالانکہ ابراہیم خراسانی وغیرہ نے کی ہے۔

دوسری طرح یہ مطابق مرید کے صحیح رودکی۔ شہ سنہ سے مراد ماہ۔ شہ عہد رمانی کا شمار ہے۔ شہ چندیو جو کہ بحث غالب بحیثیت محقق (نقد غالب)
میں دیکھی جائے۔ شہ جہانگ میراظم ہے فرزانہ بہرام متاخرین تھا، اس کی ایک کتاب شروع ہو گئی ہے، لیکن یہ ناقص ہے۔ شہ عربی لفظ ہے۔ وہاں خط و
متاخرین میں جلالائے طباطبائی کے یہاں ملتا ہے۔ شہ پوچھنے کا کیا سوال ہے؟ صاحب محرق نے فرہنگوں کی
فہرست دیا ہے فرہنگ جہاں لکھی سے نقل کا ہے اور معاف فرہنگ جہاں لکھی کے ذکر کے بعد محرق میں مندرج ہے صفحہ ۸۰۔ سلا آذرکیوں
بھی انھیں منافقین کے خلاف و اعقاب میں سے تھا جو نقل و غالب و جمع الفاظ موضوعہ تھے، متاخر اور اس کے تلامذہ میں فرق کی وجہ ہے (۱۰)

دفعہ ابوالفضل قرابی) ایک شاعر کہتا ہے :-

ز سوره سوره قرآن اسطر سطر لفظ

بآیہ آیہ انجیل و حرف حرف نبی

خسر و کا قول ہے :-

انکہ نبی گفتہ ادگفتہ مرده تو آن خواند اگر خفتہ

غالب کی ہاز عبارت اور خوبی اشارت کا کیا کہنا! پہلے تو یہ لکھا کہ سرفراز ہیں بھی پتے یعنی قرآن ہو تو قبل نہ کروں، بعد کو کسی فرنگ مثلاً سرفراز میں یہ لغت ملا تو اسے مستحیث قرار دیا، اور اپنی تحقیق کو خود ثبوت کیا۔

مؤید برہان :- اسے فائدہ برآمد از زبان فارسی، تو گفتار صدر فرنگ باور نمیداری اگر اس لفظ بدیں معنی در کلام اساتذہ کرام کہ سرفراز قول ایشان مسلم القیدت است یعنی قبول خواہی کرد یا نہ؟ ہوش نگار و گوش دار و اداتہ الفصلا و طعنا مہم۔ چینی بالکسر قرآن مجید ذی نیز گویند۔۔۔ دیکھنا فی مؤید الفضلا و دارالفاضل و جہانگیری۔ و سروری صفحہ ۱۰۱ در جمیع الفرس نبی و ذی بدیں معنی آورده و صاحب رشیدی گوید :- ذی و ذی قرآن مجید ذی نیز "خال آرزو گوید چون قرآن مجید عمر میست و زبان فارسی قدیم پس یا این لفظ مستحیث است یا در فارسی معنی دیگر باشد لیکن آن معنی معلوم نیست۔۔۔ و اکثری از فرنگیان متمسک اند باین اشعار اساتذہ مشہور حکیم سنائی نرم و راجح "مولوی معنوی" مرصعینان الخ، (اس کے بعد صاحب خرقانہ کے دو شعر) ادیب صابر و تقسیم گوید سوره سورہ راجح۔ صاحب نقایب الصبیان گوید :- حتی و ضلالت گوی بعض دعا و است دشمنی۔ تلفظ اچھت قرآن ہی تبیان بیان آیہ نشان۔

قاطع القاطع :- دانشور جانتے ہیں کہ اس جگہ اگر آبادی نے یادہ گوئی کی داد کس طرح دی ہے۔ (شعر سنائی و ردی و اقوال صاحبان فرنگ جہانگیری و فرنگ رشیدی کی طرف اشارہ) فارسی کی تواریث کے بارے میں جو لکھا ہے وہ بھی محل کامل ہے۔ وجود عالم ظہور آدم سے ہزاروں سال قبل سے ہے اور فارسی و عربی و غیرہ آدم اور ان کے فرزندوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ زبان اور عالم تو ہم کس طرح ہو سکتے ہیں؟ شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ظہور آدم اور آغاز عالم یک زمانہ

ایک ہے۔ غالب نے تاریخ دانی کا لمبی بلند کیا ہے، ایک تو کہہ جاتے نہیں۔ دوسرے یہ کہ سبب جبل "یہ بھی نہیں جانتے کہ نہیں جانتے۔ مستحیث ہو تو ہو، اس سے بحث نہیں۔ اگر گویہ ہے کہ نبی کلام نبی ہے اور اساتذہ کے یہاں اس کی سند موجود ہے۔

تیسرہ

۱۔ غالب پہلے قلعی طور پر منکر ہیں کہ فارسی میں پتے یعنی قرآن ہے۔ اس کے بعد اس کے امکان کو تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن پھر یہ کہہ کر کہ نہ ترجمہ و سائیر میں ہے، نہ غالب کو اس کا علم ہے اور نہ زبان و خلق ہے، انکار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بالآخر یہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ لفظ فارسی مستحیث ہے اور مستحیث مرث اس پر ہے کہ اس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ یہ عجیب روش ہے، اگر صرف اسی پر مقرر ہو تھا تو اسے طول کلام کی حاجت نہ تھی۔

۲۔ ترجمہ و سائیر میں نہ ہونا پتے کے قدیم فارسی لفظ ہونے سے مانع نہیں، ترجمہ لغت کی کتاب نہیں، کیا ضروری ہے کہ فارسی کے کل الفاظ اس میں آجائیں۔ یہاں میں نے اس سے قطع نظر کر لی ہے کہ دساتیر کی طرح اس کا ترجمہ اور تفسیر (دو وزن) ساتھ ہیں الگ الگ نہیں، بلکہ متن دساتیر بھی علیحدہ نہیں پایا جاتا، بھی جلی ہے اور عمدہ اکبری یا جہانگیری کی پیداوار ہے۔ ۳۔ برہان قاطع کے مؤلف کا جو لقب العین ہے اور جس کی وضاحت اس نے اپنے دیباچے میں کر دی ہے، اس کے پیش نظر اس کے لئے یہ بتانا کہ یہ فارسی مستحیث ہے ضروری نہ تھا۔

۴۔ "فارسی مستحیث" کی جو تعریف غالب نے کی ہے۔۔۔۔۔ صحیح نہیں۔ "مقاسد اہل عرب" کی قید غیر ضروری ہے۔

۵۔ چہ گئی ایرانی استاد غالب بحقیقت محقق لغت غالب (میں نہیں گی، ادیب صابر اور صاحب نقایب الصبیان کے بعد کے لوگوں نے بھی اسے یعنی قرآن استعمال کیا ہے۔

۶۔ محاکر محمد معین نے حاشی برہان قاطع میں اس کے متعلق لکھا ہے :- پہلوی (NINEK) NIPÊK (دشمن نامہ ادبیات) ادقالاتا بہر نیز = NUBÊ

NUVE باستان SALEMANN
NOCH EINMAL DIE
SELBEN UKISCHEN VERSE

MELEFSIAT K, 219 از رشید بن یحیی میدان
استق ۱۰۵۱، ولی "پوشمان" ۱۰۵۱ "فیلید"۔
نئی = بنی یثیقا بدایس ریشہ متعلق باشد "مؤلف فرنگ نظام ابن کلید را پنی" بکسر نون و بائے فارسی ضبط کردہ است! نرم داسا و از راجح۔ سنائی غزنوی دیوان صفحہ ۱۴۱

۷۔ مؤید میں مسوب یہ ادیب صابر، اس کے دیوان میں ہے۔ سہ صحیح قرابت، اور یہی مؤید میں ہے۔ وہ اس وقت یہ نہیں کہہ سکتا کہ شرواقی اس میں طسیر ہے یا نہیں اور خسرو اس کے مصنف ہیں یا نہیں۔ لفظ ابوالفضل قرابی۔

اس سے بالکل واضح ہے کہ لفظ قدیم ہے لیکن قرآن کے معنی میں استعمال جدید فارسی میں ہوا۔

۷۔ سفارسی لغات کے متعلق جو کچھ غالب نے لکھا ہے وہ قلم غلط ہے، ایرانیوں نے (زردشتی، مسلم، ہرود) لغات لکھے ہیں اور ایرانیوں کی لکھی ہوئی قواعد کی کتاب بھی موجود ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ غالب نے قاطع برہان طبع اول میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ لغت اور قواعد کی کتابیں صرف ہندوستانیوں کے قاسم سے نکلی ہیں، پہلے پہل یہ بات انھوں نے لطائف غیبی میں کہی اور اس کے بعد کئی جگہ تحریر کی۔ میں نے لغات کے بارے میں غالب بھٹییت محقق (نقد غالب) میں بحث کی ہے، اور ڈاکٹر محمد معین کے مقدمہ برہان قاطع میں بھی اس کا ذکر ہے۔

۸۔ حواشی میں چند جزوی امور سے بحث کی گئی ہے کچھ نظر انداز ہوئی۔

اضافہ۔ صحاح الفرس مؤلفہ محمد بن ہندو شاہ بخجراتی (آٹھویں صدی ہجری) طبع ایران صفحہ ۳۰ میں ہے۔
”پنی قرآن مجید باشد و نوی نیز گویند، ادیب صابر گفت ”سورہ سورہ الخ“ پدرم گفت ”رحمہ اللہ“
یا رب ای خالق مکان و زمان

سرمل و منزل بنی و پنی
من درویش را به بخش خنی
من درویش را فرست سنی

(۲) ایدام

برہان قاطع ایدام با دال اجد یعنی چیست کہ در مقابل جو ہر باشد

قاطع برہان ”ایدام“ بمعنی جسم اگر باشد گو باش جو ہر مقابل جسم چکر نہ تو اندوہ؟ مقابل جسم پار دست و تقابل عرض با جو ہر قطع نظر ازین تفرقہ اندام بمعنی جسم چہ معنی دارد؟ ایدام یا ایدانست کہ در عربی جمع بدست یا ہماں اندامست بنون کہ لغت فارسی است ساطع برہان ”اول ناظرین چشم انصاف کشا یند پس شوق عبارت معترض درآیند و این مجہولات را کہ اول اقرار ازینکہ ایدام بمعنی جسم اگر باشد گو باش، بعدہ انکار کہ ایدام بمعنی جسم چہ معنی دارد ملاحظہ فرمایند۔ جویش اینکہ ایدام بموجودہ در دساتیر نامہ اول سے آباد ایدام و ایدامانی بمعنی تن و تنائی موجود۔ دیگر اینکہ در عرف الطباروح جسم لطیف، بخاریکہ از لطافت اخلاط در دل بچہبت امتزاجی مخصوص متکون میشود، بواسطہ اشتراکین در اعصاب منتشر گردد پس ثابت شد کہ روح جو ہر و جسم کہ قائم

بد دست عرضست۔ اگر جامع جسم را عرض گفت بیجا نہ گفت اگر گوئی کلام در مقابلہ لغت نیست، گویم ضرور نہ دارد، در کلام شعرا صد جا یا بی، اگر سند خواہی باید کہ بہ شاہنامہ شتابی۔ چند جا آشکارا و راز بجائے آشکارا و نہاں آورد و چنانچہ معترض ہم در آخر شرح لفظ زخارفرا یند کہ مقتدر مقبیل و مضوم مذموم متقابلہ مقبیل بامردو دست، مذموم و مقابلہ مذموم محمد و دست نہ مقبیل۔

مؤید برہان خوبی ترتیب منحہا در عبارت غالب مشاہدہ کردیم است و خان آرزو نیز دریں مقام رد بجائی نبرد و بر زبان آورد کہ ایدام بمعنی جسم و تن چوں در هیچ فرنگ معتبر نیست بلفظ اندام تصحیف است انتہی حقیقت اینست کہ ایدام لغت نیست ازمن دساتیر کہ در یاد ہیں فقرہ نامہ بنام شست و خستوران و خستورم آباد فردا کہ ”بیرزات لائین و ندر منر لساتین و ساتین ندر سیامک“ کا موس فرسودہ تنی لی جز کف و دات جوہر و ایدام فایدامانی و نیاس فردن و راب و زاب کہ نام نداد و ہوشہر نہاد افسرید“ بندگی ساسان بچہ ہر چہ اش میفرماید۔ یکتای بی امید مرزا ز بخشنگی و نیکی گردن نخست آنداد و رستہ گوہری بی پیوند و بند مایہ و پیکر و دان و ہنگام تن و تنائی و نیاز و آرزو و تن و گوہر و فرد و زہ بہنام مام و سر و شبد و فرشتہ سالار مہر خواں آفرید“ تن و تنائی ”ترجمہ ایدام و ایدامانی واقع شدہ۔ زبان متن دساتیر هیچ یکہ از اسلئے متعارفہ مانا نیست و حکیم برہان در نگارش لغات دساتیر منفرد است پس نیز شستن و رباب فرنگی بمعنی متداولہ این لغت را کہ از اسلئے سچو شہ اشان نیست باعث دکن غلطی چرا تو اندوہ؟ و افکار غالب از تقابل جسم با جو ہر مطلقاً صحیح نیست شاید کتب متکلمین ملاحظہ نہ کردہ۔ این طبقہ عالیہ تصریح نمودہ اند کہ موجودات خارجی از دو حال بیرون نیست، عین است یا عرض، ایمان ہم از دو صیرت بیرون نہ جسم است یا جوہر چنانکہ عبارت عقائد نفسی بریں ناطقت۔

للعالم بحسیم اجزائہ حوادث اذ هو اعدان و اعداؤ
فالاعیان ماله قیام بذاتہ و هو مرکب و هو الجسد و
غیر مرکب کا مجموعہ انتہی

الحاصل کہ عین کہ با عرض مقابل است بر دو نوع مجرود و مادی مشتمل و اطلاق جوہر بر مجردات شائفت، و در مادیات لفظ جسم مستعمل پس جسم جوہر کہ با ہم تقسیم اند تقابل دارند بچہبت ترکیب و عدم آن، و ہمیں نوع تقابل است در اسم و صفت بخلاف قائم قاطع القاطع نخست میگوید کہ ایدام بمعنی جسم اگر باشد گو باش و باز ازین معنی انکار نہ ماید و میفرماید کہ ایدام بمعنی جسم چہ معنی دارد یعنی قول اول خود را غلط میدارد، حیرانم اگر غلط بود چرا انکارش نمودہ

حالانکہ وہ اس کے بڑے معتقد تھے، انہوں نے نہیں دیکھے اور دیکھے تو ان کی نظر اس پر نہ پڑی کہ اس نے ابدام بمعنی جسم استعمال کیا ہے۔ میں نے آذرکیوان کی غنوی کے بعض اشعار غالب بحیثیت محقق (نقد غالب) میں نقل کر دیے ہیں اس جگہ ان کا اندراج غیر ضروری ہے۔

۳۔ حاشی برہان مرتبہ ڈاکٹر محمد معین میں صرف اسی قدر ابدام کے متعلق ہے۔

”موید الفضل ابھیں معنی آوردہ، شاہدی برائی اس دیدہ نہ شد، متحمل است مصحف ابدام یا شد لغت نامہ یہ بات موید الفضل کے نسخہ و مطبوعہ سے متعلق ہے، نسخہ خطی (کتب خانہ خدابخش) میں ابدام، موجود نہیں۔ مطبوعہ نسخہ معتبر نہیں، اس میں جیسا کہ خیرانی نے ایک جگہ لکھا ہے کسی نے تصرف کیا ہے۔

۴۔ صاحب قاطع القاطع کا یہ قیاس بالکل غلط ہے کہ مرتبہ سلیمانی وغیرہ میں ابدام موجود ہے۔ غالب کا اسے قبول نہ کرنا محض اس وجہ سے تھا کہ انہیں اس کا دساتیر یا غنوی آذرکیوان میں ہونا معلوم نہ تھا، ورنہ وہ دساتیر کو زردشتیوں کی کتاب مقدس سمجھتے تھے اور آذرکیوان کے بڑے معتقد تھے۔

۵۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ یہ صاحب دساتیر (برٹس) قوی قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ دساتیر مع ترجمہ و تفسیر خدابخش آذرکیوان سے ہے، کے وضع کردہ الفاظ میں ہے

اگر نگاشتہ بود افکار از ان چنانہ مورد۔ عرض این لغت را در فرنگہائی موجودہ کہ از دوسرے نسخہ پیش نیست، دریافتہ ام لیکن لغت مذکور را تمامی کتب کہ منقول عنہ کتاب برہان است نیاید دید ہرگز در غور اعتراض نماید فہمید یقین کلیست کہ در سروری و سرمہ سلیمانی وغیرہ انہا این لغت را نامی و معنی این را نشانی خواہد بود پس بی مطالعہ کتب مذکورہ اعتراض محض بیجا است دلیل قوی بر صحت این لغت آنست کہ جمیع لغات مذکورہ برہان ہمہ غیر صحیح و نادرست چنانکہ از مطالعہ قاطع القاطع کہ خورشید است صادق، موید است ہمیں دریں صورت لغت مذکور یعنی ابدام و معنی آن بے تامل درست و صحیح و اعتراض معترض بیشک نادرست غیر صحیح قرار دہد بود“

تبصرہ

۱۔ ساطع کے مولف، جو عبارت سے محروم ہو گیا تھا دساتیر سے سند کا لٹا د طلب ہے، یہ البتہ تعجب کی بات ہے کہ غالب جن کے پاس دساتیر موجود تھی، اس سے واقف نہیں کہ تن دساتیر میں ابدام بمعنی جسم آیا ہے۔

۲۔ یہ لفظ بمعنی جسم آذرکیوان کی غنوی میں بھی آیا ہے، اور اس کے چند اشعار جو دبستان ندر اہلب میں مندرج ہیں ان میں بھی یہ لفظ بمعنی مذکور موجود ہے۔ دبستان بھی ان کتابوں میں ہے جو غالب کی نظر سے گزری تھیں، تعجب ہے کہ آذرکیوان کے اشعار

لطائفِ غیبی

پرو استاد سے فتح باب ہوا (کہا ہے) جانے ہی کہ ہر شاگرد اپنے استاد سے اسی طرح فیض یاب ہوا ہے۔ (۱۳۱)

(۲) ہمارے منشی صاحب از روئے علم و فن منشی نہیں ہیں
از روئے پیشہ و حرفت منشی ہیں۔ عیب منشی بھیروں نامتہ اور منشی
گینڈا مل۔ (۳)

(۲) صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک چھڑا یاں بجا کر گایا
 دیتا ہے یا ایک شری کو کسی نے چھڑ دیا ہے وہ شخص بک رہا
 ہے۔ (۵۳)

(۴) ظاہر اس سے باطنی استفادہ ہے۔ گاہ نگاہ خواب میں
 کیا کرتا ہوگا اور منشی جی کو رگڑے جھیکڑے بتایا کرتا ہوگا۔ ان کو
 فارسی داں کیا ہے، علم کا نوا آتا رہا ہے، یایوں ہے کہ جامع
 برہان قاطع مکرر بھوت بن گیا ہے اور صاحب تی محرق.....
 پر آچڑھا ہے۔ بھلا صاحب، حب دکنی طالب اور منشی جی مطلوب
 وہ محب اور یہ محبوب ہیں تو چاہیے کہ اندر سے ناز و کرشمہ جوتی پناہ گالی کلیہ
 (کذا) سے اُس کو رہ جائیں اور دلوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ ان کو
 بھوک ٹھنائیں۔ منشی جی کو میں نے دیکھا نہیں جو کہوں کہ گورے میں
 یا کالے ہیں۔ اُن کی تحریر سے اسی قدر پایا جاتا ہے کہ سید سے
 سادے بھولے پالے ہیں۔“ (ص ۶۵)

(۵) "نشی جی تمہیں سے فرہنگ و شیدی اٹھا لائے ہیں اور حرام و استحرام و چادر و مادر کو دکھلا رہے ہیں۔" (صفحہ ۱۰)

(۶) دشمنی استاد اور منشی شاگرد ہے اور یہ کج دوستی علیہ
جمہور ہے کہ شاگرد بیٹے کی جگہ اور استاد باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ (۷)

وہ "دیکھو فتنی جی" لعنۃ اللہ علیہ، انکا خیر میں "رکذا" لاء
لعنۃ اللہ علیہ الکاذبین "رکذا" کا مانہ یا نہ..... غالب پر تمہیں

رفیضے والوں کی..... براہ کمال اثر رہا ہے۔ اوسیدیف الحق یہ
تو کیا کہہ رہا ہے، منشی بچی کو کلام الہی سے کیا علاقہ، وہ جانیں اور
مسئلہ (کذا) گذاب یعنی.... بھامع برہان قاطع۔ (ص ۷)

(۸) ”آواز تری نکلی اور آواز کے ساتھ لاکھی وہ لگی کہ جس میں

۱۰ قاطع یہاں میں ہے (در بارہ آور): برون ماورجی گفت: چارہ را کہ اکثر

دما در آگ و در آب بجای نیست۔ "۲۔ دسہ قرآن می کہ پر تھوٹا الف۔

میر سادات علی نے قاطعہ وہان کا جواب محقق قاطعہ برصا
کے نام سے لکھا تھا۔ غالب نے اول تو ایک رسالہ کسی نام کے
غیر عبد الکریم کی طرف سے ان کے خلاف لکھا، جسے اپنے ایک
خط میں انہوں نے سوالات عبد الکریم کہا ہے۔ اس کے بعد انہوں
نے ایک ضخیم تر رسالہ سیاح کی طرف سے بنام لطائف غیبی تحریر
کیا اور اسے وہابی کے اکمل المطابع میں ۱۲۸۱ھ میں چھپوایا۔ دوسرے
نے اس سے مفصل بحث کی ہے کہ یہ غالب کی تصنیف کیوں قرار
دیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اس پر غالب شناسوں کا اتفاق ہے اس
کے متعلق کچھ اور لکھنا غیر ضروری ہے۔ اس مقالے میں یہ دکھایا
جائے گا کہ اس رسالے میں غالب کا لہجہ اور اس کا استدلال کیسا ہے
اور محقق قاطعہ وہان کے مطالب سے کس حد تک انہوں نے
تقرض کیا ہے۔

غالب خود اپنی نسبت تحریر فرماتے ہیں:

۱) اللہ غالب نام آور نامدار کوئی شہر ایسا نہ دیکھا جس میں
ان کے دو چار شاگردوں میں معتقد نہ دیکھے ہوں۔ ایک عالم
ان کی فارسی وافی اور شیوہ ایبانی کا معترف، نظم میں فتوری و نظیری و
عرفی کے برابر شاعر میں شاعران سابق و حال سے بہتر لطائف غیبی
ص ۳۲۱ (۲) "باد جو وصفیت امامت صاحب کمال گیارہ روز گزار
اہل ہندوستان کا مطاع مسائل منطق فارسی کا مفتی..... طرزیان
میں ایک عالم اس کا معتقد۔" (لطائف غیبی ص ۵) (۳) "آج
انشاد اور انشا کے مجموعہ فنون میں ایک آیت ہے آیات الہی
میں سے۔" (ص ۳۲) (۴) "محقق مدق" ص ۳۲ (۵) "ہمدان عظیم
ص ۳۲ (۶) "محقق اکمل" ص ۳۲ (۷) "صاحب کمال عظیم الشان" ص ۳۲
مصنف محقق قاطع برہان (اس کا نام غالب نے تب
دیکھا) محقق رکھا تھا) کے بارے میں لطائف غیبی میں غالب
نے جو کچھ افشائیاں کی ہیں، ان کا نمونہ ملاحظہ ہو :

(۱) ”ظاہر آمنشی جی بظن ماور سے ٹپے لکھے روکھاریاں لکھتے ہوئے نکلتے ہیں۔ سیدف الحق سن یہ بات نہیں سمجھتا۔“

تو اگر سمجھنے والا ہے، یہاں سمجھ دال میں کالابے منشی جی.....
 (مقتضائے امر علیٰ یقین علیٰ نفسہ) سے مجبور ہیں جس طرح منشی

آواز نہ ہو۔ (۱۵)

(۹) "منشی پاگل" (۱۹)

(۱۰) "بیچیا" (۲۲)

(۱۱) "منشی جی زن حائفہ کے پیچھے پڑے ہیں۔" (۲۷)

(۱۲) "مقدمات علمی میں منشی جی کا دخل بعینہ ایسا ہے جیسا صنوعات میں بندر کا شطرنج کھیلنا اور مشاہدات میں بندیا کا ناچنا۔" (۲۸)

(۱۳) "ہم نے منشی جی کی فارسی کو چند ہی ٹکھرایا، عقلاً سمجھ گئے ہوں کہ ہم نے ان کو کیا بتایا۔" (۲۱)

(۱۴) "منشی جی کا حسن ظن بھونڈا ہے، غول علما میں ان کا حسن کسی کو پسند نہ آئے گا۔" (۲۸)

(۱۵) "منشی جی کو از روئے والد ماجد ایک اور باب والدہ کی بڑا ہم پہنچانا ہو گا۔" (۲۹)

(۱۶) "اور یہ جو فرماتے ہیں کہ کرامت نام کینز بود۔ ہے ہے منشی جی ببول گئے، فراز کی بخت میں دیکھیں کہ حضرت گھر کا دروازہ بند کیسے بیٹھے تھے جب راجہ اندر کا اکھاڑہ آسمان پر سے آپ کے گھر میں اتر آیا تھا تو آپ نے اسی لوٹدی کو فرمایا تھا کرامت جلد اٹھ اور دروازہ کھول اس میں کیسا لطف ایام ہے۔" (۲۱)

(۱۷) "منشی جی ظرفا کے تو نور بصر اور راحت جاں ہیں۔" (۲۹)

(۱۸) "دوست دے ان کے نہ سے نکلے مادہ مختبیس دفع ہو گیا۔" (۲۹)

(۱۹) "جرات کے محسن کا ایک بند کجسب مناسب مقام کھدیا جاتا ہے۔"

"دیا سلائی جو پیچھے تھکے یا کھڑے ہوئے وہ حاشا شکر کے انھیں ہوا باغ جہاں نہ کیوں ہو نہ تھا کہ ٹینی مرغی کا بچہ کھٹکتے ہی اٹھا حضور میں بستاں کرے نواسی۔" (۲۲)

(۲۰) "باعتبار نقدان علم و ادب نیم آدمی۔" (۲۵)

(۲۱) "تمنا شے کی بات ہے یہ پیر بابا نے جس لغت یا جس ترکیب کو آپ نہیں جانتا اس کی موجودیت کا قائل نہیں۔" (۲۲)

(۲۲) "منشی جی بیہوش ہیں۔ من دم کے ساتھ آتا تو دوسرا بن جاتے۔" (۲۹)

اب استدلال کا نمونہ دیکھئے۔

(۱) "جامع برہان قاطع لکھتا ہے آویزہ گوشتوارہ را گویند"

یہ تقریر اس کے محض ہے کہ آویزہ کو بانفرا گوشتوارہ لکھا، حال آنکہ آویزہ مخصوص بگوش نہیں، تاج و تپڑ و کلاہ بلکہ ہاتھی (کذا) کی جھول

یہ ظن اور "زن" (یعنی عورت) کا تلفظ اردو میں ایک ہے، فل فلی (یعنی) کی جمع ہے۔

اور گھوڑے کے زین پوش میں بھی لگاتے ہیں۔ خان غالب لکھتے ہیں "حاشا کہ آویزہ گوشتوارہ سے تو اند بود۔" اس ادعا کو کون غلط کہتا

ہے؟ واقعی آویزہ گوشتوارہ ایک چیز نہیں۔ یہاں تک تو ٹھیک، مگر آگے نجم الدولہ بہادر (یعنی غالب) لکھتے ہیں کہ

"گوشتوارہ چیز نیست ز رنگار یا مرصع بجو اہر ابدار کہ بردتا پیچند آویزہ پیرایہ ایست کہ در نرمہ گوش سوراخ کنند و آل پیرا

را در آں آویزہ نہ تا آویزاں باشد۔" قصداً اچھا، بیان قصہ کے خلاف ہے۔ چاہیے تھا کہ "آویزہ" کی تخصیص مٹائے، اور اس کی تعین

میں کلام کرتے نہ کہ گوشتوارہ کے معنی اصلی چھوڑ کر گوشتوارہ اصطلاحی کا ذکر کیا اور آویزہ کے معنی اس نہج پر ہوئے کہ دیکھنے والا گمان

کرے کہ شاید زیور گوش ہے یا تخصیص خدا کی قدرت، ایسا صاحب کمال عدیم المثال ایک سہل تقریر میں دو مخالفے کھائے۔ ہاں نہ

جائز الخطا ہے، خصوصاً ستر برس کا آدمی حضرت غالب کے حسن تحریر پر کسی کی نظر لگی، چلو اچھا ہوا کہ ایسے بہاں عدم نظر

سے ہزار بات میں دو باتیں ایسی بھی ہوئیں کہ جس (کذا) سے منشی جی کا دل خوش ہوا، اور یقین ہے کہ دکنی کی روح بھی خوش ہوئی ہو

"دوسرا مغالطہ جو اس محقق اکمل کو واقع ہوا ہے وہ یہ ہے اسف کے مشتقات کو افسوس کے مشتقات میں بھی لکھا ہے۔ یہ

سہو طبیعت ہے، قصور فہم نہیں ہے۔ اکابر امت کو مسائل فقہ اور مناظرہ فن کلام میں ایسے سہو واقع ہوئے ہیں۔ علامہ تفتازانی کو

بید جرجانی سے مقولہ علم میں تادیر سکوت رہا ہے اور صاحب متن کیندانی نے سبباً فی التبعات کو یا آنکہ سنون ہے،

حریات صلوٰۃ میں لکھا ہے، نہ اس سکوت سے علامہ تفتازانی کی تفسیر لازم آتی ہے، نہ اس بیان سے صاحب متن کیندانی کی تفسیر ہو سکتی ہے۔ شعرا کے اشعار میں اور بلغا کے عبارات میں بہت

ایسے سہو دخل پائے جائیں گے ... بعدی ۵

ہرہ اگر شباب کند ہرہ تویت دل در کسی بند کدول مبتہ تو مولوی جاگلی ۵

برو این دام ہر مرغ و گرنہ کہ عقاب را بزند است آشیانہ ان دونوں شعروں میں ہائے اصلی وہائے محقق کا قافیہ۔ خواجہ حافظ ... :

صلاح کار گجاد میں خراب گجا ہمیں تفاوت رہ از گجا است نا اس شعروں میں ردی متحرک قافیہ نصیب اعدا۔ سیف الرحمن کا مقصود یہ ہے

کہ یہ جو مولانا غالب کو دوسہو واقع ہوئے ہیں اسی قبیل سے ہیں، جیسے ان بزرگوں کو عارض ہوئے ہیں، اور یہ ماہرین فن کے نزدیک سہو طبیعت ہے۔ یہ بات جو الزام و اعتراض کی حجت نہیں

ہو سکتی۔ مولانا غالب کا بیان ہے کہ جامع وہاں قاطع نے افسوس بردزن مینوش اور فوس بردزن عروس کو لغت واحد سمجھا ہے اور یہ

خطا ہے۔ افسوس بمعنی دریغ و حسرت جداگانہ لغت اور فسوس بمعنی استنزا جداگانہ لغت ہے۔ اور یہ جو نواب صاحب افسوس کر لغت عربی لکھ گئے ہیں سہو طبیعت ہے۔ عربی نہ سہی، فارسی سہی۔ لیکن دکنی کا بدستور حق ثابت رہا کہ اس نے افسوس و فسوس کا تفرقہ ملحوظ نہ رکھا۔ (حصہ ۱۱ تا ص ۱۲)

مناظرے کا مقصد کسی معاملے کے متعلق حقیقت کا معلوم کرنا ہے، جو فریق غلطی پر ہے اس کا فرض ہے کہ جس وقت اسے اس کا احساس ہو جائے، فوراً بے تامل اس کا اقرار کرے۔ اس کا رنج ہو کہ اس سے غلطی کیوں سرزد ہوئی تو یہی نہیں، لیکن فضول تاویلات سے اس کی اہمیت کو گھٹا کر دکھانے کی کوشش نہ ہوتی ہے۔ ڈاکٹر جونس کا انگریزی لغت شائع ہوا تو ایک خاتون نے اس میں ایک غلطی نکالی، اور مولف سے اس کا ذکر کیا، وہ سمجھتی تھی کہ مولف کو غلطی پر اصرار ہو گا یا شرح و بسط سے یہ بتائے گا کہ اس کا ارتکاب کیونکر ہوا، لیکن ڈاکٹر جونس نے صرف یہ کہنے پر اکتفا کیا کہ غلطی کی وجہ محض نادانیت تھی۔ غالب کاروبار بالکل جداگانہ ہے۔

(الف) غالب بقول خود در حجب ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے تھے اور جیسا کہ دیباچہ قاطع برہان میں ہے اس کا آغاز ۱۲۴۳ھ اور انجام ۱۲۶۶ھ میں ہوا تھا۔ وہ ۳۷۰ھ میں ۶۱ اور ۳۷۱ھ میں ۶۲ برس کے تھے، لطائف غیبی میں انھیں یہ لکھنے کا حق نہ تھا کہ "انسان جائز الخطا ہے، خطہ صابر بر سر کا آدمی"۔

(ب) قاطع برہان جیسا کہ خود غالب نے ایک خط میں بتایا ہے، سرسری طور پر نہیں لکھی گئی تھی، اس میں بار بار کاٹ بچھاٹ ہوئی تھی۔ پہلے اس کے مطالب برہان قاطع کے حاشیے پر سپرد قلم ہوئے تھے، بعد کو یہ مطالب کتابی شکل میں آئے، اور سودے میں ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی۔ انطباع سے پیشتر اس کے کئی قلمی نسخے بھی (ظاہراً) غالب نے لوگوں کو دیے تھے۔ آدیزہ اور افسوس کے متعلق قاطع برہان مطبوعہ میں جو کچھ مرقوم ہے، وہ سوچی سمجھی ہوئی بات ہے، اور ایک مدت کی غور و فکر کا نتیجہ، اسے سہو طبیعت کہنا غلطی کی اہمیت کو کم کرنے کی ناجائز کوشش ہے۔

(ج) متن کیدانی کو ابھی میں نے نہیں دیکھا، اس لیے یہ نہیں کہہ سکتا کہ واقعی اس کے مصنف کے قلم سے وہ بات جو غالب نے اس سے منسوب کی ہے نکلی ہے یا نہیں، اور کوئی غلطی اس سے سرزد ہوئی تو اس کی وجہ کیا ہے۔ تفتازانی اگر واقعی کسی بحث میں تادیب ساکت رہے تو ان کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکلی، خاموشی یا تو اسے بوجہ سے تھی کہ وقتی طور پر ان کے حافظے نے کام نہ دیا، یا اس سبب کہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق ان کا علم محدود تھا۔ یہ امور غالب کے

دائرہ معلومات سے بالکل باہر ہیں، اور انھیں ان کا مطلقاً ذکر نہ کرنا تھا۔ رہے اشعار، تو شعر سعدی میں جس نوع کے قوافی آئے ہیں، قرنی وغیرہ کے یہاں بھی ہیں، اور غالب نے ان کی تقلید کی ہے۔ یہ بات باور کرنے کی نہیں کہ سعدی قرن قافیہ سے نادانقت تھے۔ جاتی کی طرف جو شعر منسوب ہے، وہ غزل کا شعر افتاحی نہیں، اور اس میں 'نہ' بطور قافیہ نہیں آیا۔ غزل کے قوافی اسٹیڈیہ کے علاوہ چناد، شیانہ وغیرہ ہیں۔ غزل جاتی کی ہے بھی نہیں، حافظ کی ہے، اور ان کے دیوان مطبوعہ میں موجود ہے۔ وہ شعر جس کی ردیف 'کجا' ہے البتہ حافظ کا ہے اور اس میں بیشک غلطی ہے۔ لیکن غلطی اتنی معمولی سے کہ یہ یاد کرنا مشکل ہے کہ حافظ کو اس کا علم نہ تھا، میرا خیال ہے کہ غلطی کا احساس کے باوجود، انھوں نے مصرع ثانی کی جڑ جاتی کی بنا پر اسے رچنے دیا۔ یہ سہو نہیں۔ ان اشعار سے بھی غالب کو یہ یقین دلانے میں کہ غالب کی غلطیاں محض سہو پر مبنی اور نظر انداز کیے جانے کے قابل ہیں، زیادہ مدد نہیں مل سکتی۔

(د) سہو طبیعت یہ ہے کہ خلاف ارادہ کوئی بات قلم سے نکل جائے، یا یہ کہ وقتی طور پر فراموش ہو جائے یا حافظہ اس میں تصرف کر دے۔ غالب سے افسوس اور فسوس کے معاملے میں بڑی فاحش غلطی ہوئی تھی، اسے سہو طبیعت نہیں کہا جاسکتا۔ مزید یہ کہ غلطی اہم ہو یا غیر اہم، فریق کو اس پر اعتراض کا پورا حق حاصل ہے دوسرے لوگ البتہ اس کا خیال کریں گے کہ غلطی کی نوعیت کیا ہے اور کیونکر اس کا ارتکاب ہوا۔

(۵) آدیزہ و گوشوارہ کی بحث فقد غالب ص ۴۸۷ تا ۴۸۸ میں ملاحظہ ہو، افسوس و فسوس کے بارے میں فقد غالب میں جو کچھ مرقوم ہے وہ ۴۴۲ تا ۴۵۲ میں آیا ہے۔ افسوس و فسوس ایک ہی ہیں۔ اصل لفظ جو پہلوی میں بھی ہے، افسوس ہے۔ فارسی میں افسوس بھی رہا اور فسوس بہ تحفیف بھی آیا۔ ان دونوں کے معانی میں جہاں تک فارسی کا تعلق ہے یک قلم فرق نہیں۔ پہلے افسوس صرف استنزا اور مماثل کے لیے آتا تھا، بعد کو رنج وغیرہ کے معنی میں بھی مستعمل ہونے لگا۔ چند مثالیں دی جاتی ہیں:

بلعی کی قادیخ طبری (عہد سامانی) میں ہے:
"آن قوم بر دے خندیدند و افسوس کردند"

شاہنامہ فردوسی میں ہے:

بخندید و انگہ بافسوس گفت کہ ترکان ز ایران نایابند حفت
(حصہ ۱ ص ۱۸۴)

دستان سعدی میں ہے:

۱۷ طبعی نے بھی محمد بن جریر کی تاریخ طبری (عربی) پر مبنی فارسی میں تاریخی لکھی تھی جو طبری کی قادیخ طبری کے نام سے موسوم ہے۔ ایڈیٹر نے مطبوعہ نول کشور پریس ۱۸۸۳ء کے مشورہ کتبیات سعدی طبع بیہی ۱۲۶۶ھ

اگر شرح حبشی دسواں کرد الا پنداری افسوس کرد
لباب لالالباب حصہ ۱ (منہ) میں پیدا الدین کا شعر ہے:
فسوس زیر کاب شاکیت و دینغ بر سر فرق شاقبہ دکلاہ
لباب الالباب حصہ ۲ (ص ۱۳۲) میں انوری کا مصرع ہے:
آسمان ہر ساعتے گوید کہ آدخ اسے فوسس
غالب کے ایرانی معاصر ہدایت کا مصرع مجمع الفصحا حصہ
ص ۷۶ میں ہے:

”اے فوسا غریز چون شد خوار“

غالب کا افسوس کو عربی کنا اور تاسف و تاسف و تاسفہ
کو افسوس کے مستخرجات بتانا اصول اشتقاق سے کامل بے خبری
پر مشعر ہے۔ ایسی غلطی تو صرف عربی کے مبتدی سے بھی نہیں ہو سکتی
غالب کا یہ قول کہ بھان کا افسوس و فوسس کے معانی کو ایک کنا اس
حق پر دال ہے، صحیح نہیں۔ اگر فی الواقع اس سے غلطی سرزد ہوئی
ہوتی تو یہ حماقت نہیں کم علی پر معنی ہوتی۔ غالب کا ایسی فاحش غلطی کے
از کباب کے بعد بھان کے حق پر اصرار کیا کما جائے کہ کیا ہے۔
(۲) صفحہ ۱۰۱ میں حضرت غالب کی عبارت لکھ کر غشی اس کا مجیب
ہوتا ہے عبارت یہ ہے:

اکنوں دردلبتان مذاہب میگر کم دلشتہ جتانی نوشتہ
عاشاکو رقم نسخہ دلبتان مذاہب کہ گرانماہ ایست بخواض دین
زردشتیاں..... درین منطق خطا کند و لشتن رایشتن بیای حطی
نگارو۔ اتفاق کاروال کارداں کا تباہست بر غلط نوشتن بنگوندگان
مشاہدہ را شاہد گرفتند و ہم برین جاہدہ رفتند۔

اب یہاں ایک نشاط انگیز بات سنئے: غشی جی ملے کی
۸ سطر میں لکھتے ہیں کہ

”مرزا اسد اللہ غالب ننگارو کہ اکنوں دردلبتان مذاہب میگر کم
دلشتن دلشتہ بیای تحتانی درست و بجا۔“

یارب! یہ حق مجسم و کذب مصور کیا لکھتا ہے، یہ وہی مثل
ہے کہ من چہ میگویم و قنبر من چہ میگوید۔

حضرت غالب کب لکھتے ہیں کہ درست و بجا بلکہ لکھتے ہیں
کہ.... کاتبوں کی غلط نویسی ہے.... بعد اس دھڑپ کے ایک
ٹھٹھری یہ گاتے ہیں کہ ”صاحب بھان قاطع رقم مینزد کہ پوزیدن
بمعنی عذر آورد درست۔ لو صاحب! یہ غشی جی کی تحریر تو میرے مضد
مطلب ہے۔ فی الحقیقت لشتن بیای فارسی مصدر اور پوزد مضارع
اور پوزدن مصدر مضارع اور پوزیدن فرید علیہ جیسے آوردن اور

لے مطابق غلط ناٹھ لطائف غیبی۔ میں نے قنبر کی جگہ قنبر سنا ہے،
قنبر کے معنی یہاں پر کیا ہیں؟ اگر کسی صاحب کی سمجھ میں آئے تو فیجے مطلع فرمائیے۔
— عید نوروز —

آوردیدن۔ لشتن بیای حطی سہو کتابت ہے اور مستند (کذا) مصدر
کاتب ہونا حراقت۔ پھر اسی صفحہ میں غشی جی کا حاصل تقریر یہ ہے
کہ رشیدی پوزش کو بمعنی عذر اور میوزد کو بمعنی عذر میکنہ لکھتا ہے پس
از روئے فرہنگ رشیدی بھی پوزش وہی پوزد کا وجود متحقق ہو گیا۔
افسوس فقہان قوت عاقلہ اور افعدام قوت مفعولہ کہ لکھتا ہے کہ پوزد
و پوزدن کہیں نظر نہیں آیا۔ کوئی پوچھے کہ دیکھو دیکھو بھی پوزیدن بمعنی عذر
آوردن لکھتا ہے اور واقعی جب پوزیدن نہ ہو تو پوزد کس کا مضارع
ٹھٹھری ہے؟ اور جب پوزد نہ ہو تو میوزد کہاں سے آجائے؟ اصل
مصدر لشتن اس کے مضارع میں سے پوزیدن پیدا ہوا پوزدن اس کا
مخفف جیسے برداختن.... اور پرداختن.... ہم تو جانتے ہیں کہ پوزیدن
پوزش کے غشی جی قائل ہیں پس یہ فرمائیے کہ اگر لشتن بیای فارسی
مضموم اصل مصدر نہیں تو پوزد کس کا مضارع اور پوزدن کیونکر نا جب
غشی جی کے نزدیک لشتن بتجانی صحیح ہے تو اس میں سے پوزد اور
یزش بتجانی پیدا ہوگا، نہ کہ پوزد اور پوزش بیای فارسی حصہ ۲۵ و ص ۳۶
غالب نے قاطع بھان میں لکھا ہے:

”پوشتن.... دلشتن.... مصدر نیست پارسی (کذا) الاصل.....

مضارع.... پوزد و پوزد۔ ہر آئینہ مصدر مضارع نیز و گو نہ می توان سا

پوزیدن و پوزیدن اما بمعنی این ہر چہ را و عاخواندن و برکب و شربت

و میدہست و دینچنین و عار.... و ردوں گویند.... و چنری مادر و ن بمان

و میدہ با شند پوشتن و پوشتن و پوزدہ و پوزدہ گویند و پوزش و پوزش حاصل

بالصدر پوزیدن و پوزیدن است کہ مجازاً بمعنی عذر و استعذار آید۔“

اس کے بعد وہ عبارت جو لطائف غیبی میں ہے: ”اکنوں.....

رققتہ“ غالب نے قاطع بھان میں یا کہیں اور اس دعوے کا

کہ لشتن (بیا) و اصل لشتن (بیای فارسی) ہے اس کے سوا کوئی

ثبوت پیش نہیں کیا کہ عبد الصمد یہ کہتا تھا۔ ظاہر ہے کہ فریق کا اطمینان

اس سے کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

میں نے لشتن و لشتن سے اپنے مقالے متعلق عبد الصمد میں

جو احوال غالب مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد میں شامل ہے بحث

کی ہے اور پوزش کی حقیقت فقہ غالب ص ۲۵۵ میں لکھی ہے۔

لشتن بیای فارسی کوئی لفظ نہیں ظاہر ہے کہ یہ نہیں تو کوئی لفظ اس

سے مستخرج بھی نہیں ہو سکتا۔ پوزیدن کے معنی عذر کرنا ہے استعذار

نہیں۔ اس کے اور لشتن کے معانی میں بہت فرق ہے دونوں کو ایک

سمجھنا خواہ لشتن لشتن ہی کیوں نہ ہو خطائے فاحش ہے۔

پوشتن و پوشتن پوزدن پوزدہ پوزدہ پوزش و پوزش و پوزش و پوزش

محرور ہیں۔ پوزیدن کے وجود سے پوشتن کی سہتی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اگر

ہو سکتی تو پوزیدن کے ہونے سے یہ لازم آتا کہ پوشتن بھی ہے اصل

مصدر مضارعی سمجھا جاتا ہے غالب نے اُنٹی گنگا بہائی ہے۔ نیش (بالی) حاصل مصدر لاشعن واقعی موجود ہے، بلکہ نیش و پوزش دونوں ایک شخص جو ہرام پوزدو (نوروشی موصوفی) کا ہے اُسے ہیں اگر نیش کی جگہ پوزش ہوتا تو پوزش کے ساتھ اس کا لانا محض حماقت ہوتی: ہر تو باں نیش کو نڈ پوزش ہمیشہ داد گزاری و خواہش

غالب نے بہت سی باتوں سے بحث نہیں کی اس طرح ناں یا ہے: "اس بحث میں نوع کا پتہ سے کو نشی جی جاسن کی اسے چلے گئے، اور آلو سید کا جھگو انکا لا، مجھ کو آلو سید میں آلو سید کی صورت نظر آئی۔ مترجہ دکن (دکنفر ہو کر بھاگا۔" (ص ۱۰)

لطائف غیبی علی نقطہ نظر سے فضول سار سال ہے، بعض مقامات میں ظرافت کے اچھے نمونے اس میں البتہ ملتے ہیں۔

(نیا دور، اگست ۱۹۶۵ء)

یہ ہے کہ فارسی میں مصادر کی کئی شکلیں ہیں، کچھ مصدر تن یا ستن پر ختم ہوتے ہیں، کچھ دن اور یدن پر ختم ہوتے ہیں، ایک سے زیادہ مصدر بنتے ہیں جیسے گستر دن اور گستر یدن گستر سے، اور دن اور یدن اور سے۔ اس کا مدار محض سماعیت پر ہے۔

مصدر مضارعی کہنا صحیح نہیں، اس لیے کہ اسے فرما سیکھنے کی نوعی معقول وید نہیں، لیکن جو لوگ "مصدر مضارعی" کو بطور اصطلاح استعمال کرتے ہیں، ان کی مراد اس سے وہ مصادر ہوتے ہیں جن کے ریشوں سے دو مصدر موجود ہوتے ہیں، ایک کچھ اور طرح ختم ہوتا ہے اور ایک کے آخر میں یدن آتا ہے۔ اس کا اور سابق الذکر کے مصدر کا حرف ماضی مختلف ہوتا ہے، باقی صیغے ایک ہوتے ہیں، اور پر کی مثالوں میں گستر یدن اور اور یدن مصدر مضارعی قرار پائے گا۔ پوزدن اگر ہوتا بھی تو کسی طرح مصدر مضارعی نہ ٹھہرتا، بلکہ پوزیدن



قاطع القاطع

[برہان = برہان قاطع ، از ہند حسین ۔ قاطع = قاطع برہان ، امین کے پیش نظر اشاعت ۱ ، جس کے حواشی میں غالب کے عبارات جو بعد کو اشاعت ۲ میں شامل ہوئے ، رجوع بصفحات ۶۹ ، ۷۳ وغیرہ ۔ انقطاع = قاطع القاطع ۔ محرق = محرق قاطع برہان از معادلت علی ۔ لطائف = لطائف غیبی رد محرق ۔ جہانگیری = فرہنگ جہانگیری ۔ سروری = فرہنگ سروری ۔ سرمہ = سرمہ سلیمانی ۔ رشیدی = فرہنگ رشیدی ۔ غ = غالب بحیثیت محقق ، نقد غالب میں شامل ۔ ص = صفحہ یا صفحات ۔ ص ص = اعتراض درست ہے]

”امین تخلص ، مولوی امین الدین ، شاگرد مولانا مغفرت نشان ، مولوی عبداللہ خاں علوی تخلص ۔ فنون متداولہ اور علوم متعارفہ کو نہایت تدقیق کے ساتھ خدمت ... مرحوم میں تحصیل کیا ، اور پایہ تحقیق کو عرش افتخار تک پہنچایا ۔ فن فارسی کو بالفعل ان کی استعداد کامل سے قیام ہے ۔ اشعار فارسی نہایت متانت اور کمال رزانت کے ساتھ کہتے ہیں ، اور اصناف سخن پر قادر ہیں ۔ باوجود ... کہلات ... حلم مجسم اور ہمہ ان اخلاق ... لب کثر ... تبسم ... اور ... پیشانی کو ... شگفتگی سے خالی نہیں پایا“۔ دس فارسی اشعار ، از آن جملہ :

بدست غیر دیدم شب بخواب آن زلف بیچان را
نمیدانم چہ تعبیر است این خواب پریشان را

در شکستن ہا نشد منت کش سنگیں دلاں
شیشہ ما در بغل از جنبش خود سنگ داشت

نقد صد داغ جگر سوز سہیا کردم
با سر زلف تو امروز چہ سودا کردم

گلستان سخن طبع ۲ ص ۱۷۳ ۔ یہ منسوب بہ صابر ، شاگرد صہبائی ، لیکن روایت ہے کہ کہ اصلی مصنف ان کے استاد صہبائی شاگرد علوی ہیں ۔ غالب کا قول ہے :

”ایک مولوی صاحب کا نام لے کر کہتے ہیں کہ انہوں نے قاطع قاطع برہان“

میں خوب کچھ لکھا ہے . . . اب بھید کھلا ، منشی جی (صاحب محرق) کو . . . تسمیے میں مولوی صاحب کا تتبع منظور ہے . . . ہر حال منشی جی کو مولوی سی کے ذکر سے اپنے کو اس مثل کا مصداق بنانا ہے کہ میں نہیں میرا بھائی سرد ہے۔“ (لطائف ، لطیفہ ۴۱)

القاطع کی اشاعت کے بعد غالب نے ”دیباچہ“ تیغ تیز“ میں لکھا تھا : ”ثالثاً میاں امین الدین کہ اب پٹیالہ میں ملقب بمدرس ہیں انہوں نے ایک قاطع القاطع چھپوایا ۔ استعداد علمی میں سے بعد صرف مقاصد نحو و صرف فارسیت کی اسی قدر رعایت مدنظر رکھی کہ فقیر کے بعض فقروں کی ترکیبیں اپنی عبارت کے قالب میں ڈھالیں ۔ باقی سوائے عربی قشری اور فارسی مسروقہ کے وہ مغلط گالیاں دی ہیں جو کنجڑے بھٹیاریے استعمال کرتے رہتے ہیں ۔ کمال یہ ہے کہ ان کا منطق بندی اور حضرت کی عبارت فارسی ہے . . . میاں امین الدین کسی بری قوم اور پاجی گروہ کے ہیں کہ . . . مدرس بنے ، مگر الفاظ مستعماء قوم نہ چھوڑے ۔ اگر میری طرف سے ازالہ حیثیت کی نالاش دائر ہو جاتی ، تو میاں پر کیسی بنتی ؟ مگر میرے کبرِ نفس نے ازالہ حیثیت کے لفظ کو گوارا نہ کیا۔“

غالب نے بعد کو اواخر ۶۷ ع میں امین کے خلاف مقدمہ دائر کیا ۔ اپنی عرضی میں غالب کا بیان ہے : ”ایک شخص امین الدین نام دلی کا رہنے والا کہ اب وہ پٹیالہ میں راجا کے مدرسے کا مدرس ہے ، اس نے ایک کتاب لکھی ۔ اگرچہ بنا کتاب کی بحث علمی پر ہے ، لیکن اس نے . . . میرے واسطے وہ الفاظ ناشایستہ اور ایسی گالیاں دی ہیں کہ کوئی شخص کوئی چار کو بھی یہ الفاظ نہ لکھے۔“ امین کے تحریری بیان میں ہے : ”والد کا نام زین الدین ، قوم شیخ ، عمر ۵۹ سال ، باشندہ پٹیالہ ، پیشہ مدرسہ ۔“ غالب نے مقدمہ واپس لے لیا ۔ امین کے

۱۔ عبارت محرق صفحہ ۶۴ : ”شاید این نگارش ہمیں اوراق و قاطع القاطع برہان کہ مولوی امین الدین المتخلص بہ امین کہ تردید کل اعتراض ہائے مذکورہ قاطع برہان در آن کردہ است ، ہر کہ خواہد بنگرد۔“ ممکن ہے کہ پہلے قاطع برہان نام رکھنے کا ارادہ ہو ، بعد کو کچھ اور نام رکھنے کا فیصلہ کیا ، یا سعادت علی نے سہواً یہ نام لکھ دیا ہو ۔ القاطع کی تصنیف سے امین ۱۲۸۱ھ میں فارغ ہوا (دیباچہ القاطع) اور کتاب ۱۲۸۳ھ میں شائع ہوئی ۔ بخوبی ممکن ہے کہ امین کی دریدہ دہنی کے اسباب میں سے ایک وہ رویہ ہو جو غالب نے سوالات عبدالکریم و لطائف کے خلاف اختیار کیا تھا ۔ تیغ تیز میں غالب نے لکھا ہے کہ مؤید برہان کے کاغذ اور چھاپے کا خرچ سعادت علی نے ادا کیا ہوگا ۔ یہ تو بالکل قرین قیاس نہیں ، مگر یہ ممکن ہے کہ القاطع کے چھپوانے میں امین کی مالی مدد کی ہو ۔

نہ مزید حالات معلوم ہیں ، نہ القاطع کے سوا اس کی کسی اور کتاب کا نام ہے ۔
عبارات سرورق القاطع :

”ومن يتوكل على الله فهو حسبه۔ قاطع القاطع ، در مطبع محمد حسین خان طبع گردید ۱۲۸۳ھ۔“ سرورق کے صفحہ ۲ میں بعد بسم اللہ الخ ۱۲ سطور ، سطر ۱ : ”ایزد سخن آفرین داد گستر را میستایم کہ لفظ را پیکر و معنی را جان و عبارت را تن و مضمون را روان۔“ سطر ۲۳ سطر ۱ ، خاتمہ کتاب ص ۲۶۸ میں ۔ اسی ص میں ”خمسہ تازی“ از محمود بیگ راحت ، مصرع ذیل شعر بر سال طبع ۔ ہر بند کے آخر میں : ”شمشیر آبدار زبان امین دین ۱۲۸۳ھ“ دیباچہ القاطع سے معلوم ہوتا ہے کہ تصنیف سے فراغ کا سال ۱۲۸۱ھ ہے = ”فراغ“۔

(۱)

غالب نے قاطع میں پہلے برہان پر اعتراض کیے ہیں ، اور ان کے ضمن میں ایک جگہ کشف اللغات کی مذمت کی ہے ، اور اس کے ثبوت میں ایک آدھ بات لکھی ہے ۔ آخر میں فوائد ہیں ، جن میں فارسی کے وہ نکات پیش کیے ہیں جو ان کے نزدیک بہت اہم ہیں ، اور فارسیدانان ہند : عبد الواسع ہانسوی ، آرزو ، بہار وغیرہ پر اعتراض کیے ہیں ۔ بعض اعتراض ایسے اصحاب پر ہیں جن کے نام نہیں دیے ، ان میں سے ایک صہبائی ہیں ۔ امین نے کل اعتراضات کا جو برہان پر ہیں ، جواب دیا ہے ۔

(۲)

غالب نے خود ، اور ان کے معتقدین حالی وغیرہ جو کچھ کہیں ، غالب نے ایک علمی بحث میں ، ایک ایسے مولف کے خلاف جس کی موت کو کم و بیش دو سو سال گزر چکے تھے ، اور جس میں مطلقاً ادعا نہیں ، جو لمبجہ اختیار کیا تھا ، وہ حد درجہ سو فیادہ تھا ۔ کہال یہ کہ حامیان برہان کی گالیاں سننے کے بعد بھی انہیں تشبہ نہ ہوا ، اور انہوں نے تیغ تیز میں برہان کے حق میں ایسے الفاظ استعمال کیے جنہیں پڑھ کر شرم آتی ہے (رجوع بہ غ ، ص ۳۸۱) ۔ اس سے قطع نظر کر لی جائے تو وحش و ناسزا گوئی میں امین ، جو اپنے کو غالب کا ماموم کہتا

۱۔ اس مقدمے کی روداد ”اردو“ میں شائع ہوئی تھی ، اور یہ ”احوال غالب“ میں بھی شامل ہے ۔ اس مقالے میں اس کے متعلق جو کچھ مرقوم ہے ، یا اس سے جو کچھ لیا گیا ہے ، مقالہ جناب مہر (غالب نمبر ، علی گڑھ میگزین) سے ماخوذ ہے ۔

ہے ، امام سے بڑھ کر ہے ۔ قانون معاصرین دو انتقاماً فحشگوئی کی اجازت نہیں دیتا ۔ امین نے صریحاً قانون کی خلاف ورزی کی تھی ۔ دیباچہ القاطع میں ہے : ”فحش و دشنام را کہ سوقیان لب باظہار آن نگشایند ، سامان داده است . . . من کہ ازین روش نشانی . . . در کسی از زمرہ شرفا نیافتہ بودم ، تعجب نمودم کہ مردہ دو صد سالہ را کہ خاکش ہم برباد رفتہ باشد . . . بفحش و دشنام یاد کردن آیین کدام ذیشعور است ۔“ امین نے خود جو فحشگوئی یا ظرافت کی ہے ، اس کی وجہ یہ بنائی ہے : ”در اندیشہ گذشت کہ جواب نگار را تقابل ناگزیر ، و فحشگوئی آیین من نیست ، پس چہ تحریر نمایم کہ از عمدہ جواب بر آیم ؟ . . . خواستم کہ سادہ نگاری را کار فرمایم . . . ناگہان بخاطر ریختند کہ معترض ظرافت را دوست میدارد . . . و سادہ نگاری را زہار . . . نخواہد پسندید ۔ ہر چند ترا ازین روش بیگانگیست . . . اما نمیدانی کہ مخاطب کیست . . . گرفتم کہ استاد این کار نیستی ، و اختراع کردن نمیتوانی . . . اقتدای امام (یعنی غالب) برای چہ روا نمیداری ؟ . . . ناچار کامہ چند ظریفانہ از ظرفای زمانہ گدیہ کردم . . . راقم جواب را بارتکاب این امر مطعون نسازند ، و طوق ملامت بگردن نیندازند ، و نیز بدانند کہ ہر قدر کہ ابن مقتدی را بد خواہند گفت فی الحقیقت . . . امام را بخندنگ بدگوئی خواہند سفت ۔“

(۱) ”نیروی باطنی بگزارش مدعا کافی نبود کہ اندام را بنظر تماشا نمایان جلوہ داده است . . . آیا رونمایی این جنس از بینندگان مطلوبست ، یا رغبت ناظرین بسوی آن مرغوب ؟“ ص ۱۱ ۔

(۲) ”صاحب کتاب برہان باین بیچارہ چہ حرکت ناکردنی کردہ است . . . و این مظلوم بیچارہ چہ بیداد از وی دیدہ است و ضربتہا کشیدہ کہ فریاد میکند . . . باید کہ پیش حاکم وقت رفتہ زخم نہانی خویش وا نماید“ ص ۱۳ ۔

(۳) برہان نے آذر بوزن چادر نکلتا تھا ۔ غالب کہتے ہیں کہ ”چادر را گذاشتن و مادر را آوردن بیحیائیست ۔“ امین : ”مراد نہ از مادر کسیست کہ این ہمہ بر آشفته است ۔“ ص ۱۸ ۔

(۴) ”این خر عیسائی نمد زین را بر پشت خود نہادہ است . . . کارش بچنون کشیدہ . . . گاہی خندہ بیجا میزند دمی بقاہ قاہ بنیاد مضحکہ خود مینہد ، وقتی برائے دفع شیطان نفس خود لاحول میخواند ، ساعتی مالیخولیا را . . . باظہار میرساند ۔“ صفحہ ۲۳ ۔

(۵) ”دروغگو را حافظہ نباشد . . . در بیان آروند میان خون ۔ غوطہ خورد ۔“ ص ۲۸ ۔

(۶) ”باید دید کہ . . . از دہن معترض چگونہ بیرون آمد ۔“ ص ۳۲ ۔

(۷) ”معترض طفلیست کہ دابہ را از شیر بریدہ باشد ، ہر چیزی را کہ می بیند تعجب میکند ۔“ ص ۳۵ ۔

(۸) ”دانا یان شخص را ب . . . خطا ملقب بلقب مشهور میفرمایند ، در صورت اختیار زیاده از سه ، دیده باید چه سزا تجویز نمایند“ ص ۳۷ - مراد از مادر بخطا - غالب نے بھی لکھا تھا کہ برہان سے ایک قسم کی ۳ خطائیں سرزد ہوتی ہیں اس لیے مثل مشہور ہندی کا مصداق ہے -

(۹) ”گوش کر میداشت چشم ہم کور میدارد . . . سزای اینچنین کس ہمین است کہ گوش او از بنا گوش بر کنند یا بسوراخش میخی زنند -“ ص ۳۸ -

(۱۰) ”کلال اکبر آبادی . . . رقص سیمونی میناید و شتر غمزہ را کار میفرماید تا بزم سور و سرور را ساز دہند و بعد خندہ . . . سیلی و گروینہا (کذا) برای او بنیاد نهند -“ ص ۴۲ -

(۱۱) ”کسی کہ خنثی را شناخت اگر خنثی نباشد نیز خواهد بود“ ص ۴۸

(۱۲) ”حاسد را مصداق مثل مشہور ہندی پنداشتہ ام -“ ص ۴۳ -

(۱۳) ”از بول گلاب میخوابد ، معلوم نیست برای کدام کار درکار است -“

ص ۶۸ -

(۱۴) ”عامی بیہودہ . . . ہندی عامی -“ ص ۷۳ -

(۱۵) برہان نے رعد کو برادر برق لکھا تھا - غالب نے کہا کہ اس

طرح برق خواہر رعد ٹھہرتی ہے - امین : ”مگر برادر را برادر دیگر نمیباشد کہ خواہر را بجای آن آورده است و پیش تماشاایاں اظہار کردہ -“ ص ۷۸ -

(۱۶) ”خود را پریراد میفہمد کہ جن را باشنائی می طلبد -“ ص ۸۱ -

(۱۷) ”نقل محفل است ، ہر چہ کند وی را میزید -“ ص ۸۳ -

(۱۸) در خبط گرفتار است و از جہل مرکب خود ناچار -“ ص ۸۵ -

(۱۹) برہان ”پاچاہ : بول و غائط“ - غالب : ”از دہان این مرد چہ

فرو می ریزد ؟“ امین : ”آنچہ از دہنش ریختہ است معترض آن را فرو خوردہ است و

بگلوئی خویش فرو بردہ -“ ص ۹۲ -

(۲۰) برہان : ”پالوایہ بروزن چارخایہ“ - غالب : ”مسکین چہ کند ہر چہ در

نظر داشت نوشت -“ امین : ”مدعی خایہ را چرا نگریست ؟ مگر کاتبان نمونہ باشند“

ص ۹۴ -

(۲۱) گاہی بنجاست بر میخورد و دمی بہ نحوست پی میبرد . . . و ساعتی

شلوار فروئی آورده غبار رسوایی می پزیرد“ ص ۹۷ -

(۲۲) ”این سگ دیوانہ را باید دید بفحوائی اینکہ“ ”ان تحملہ یلمث و ان

ترکہ یلمث“ (کذا) عفعفی میکند“ ص ۱۱۳ -

(۲۳) ”زن روسپی را کہ معترض ہیمان آورده است معلوم نیست کہ کدام

منفعت را ازان ارادہ کردہ“ ص ۱۲۰ -

(۲۴) "اگر اینچنین تهمت را حا هم منصف میدید ، بینی چه گویم ، گوشش میبرد" ص ۱۲۷ -

(۲۵) "این محل گاهختابی نیست که اجتهاد بازاریان را در آن دخلی باشد" ص ۱۲۹ -

(۲۶) "مرتکب خطای ثلثه شده است... مورد مثل مشهور هندی هم گردید است یا نه ، فرمایند" ص ۱۳۰ -

(۲۷) کسی که دیو سمند وی هزار دست برو سوار خواهد بود ، بر آینه او از فهم این معنی ابا خواهد نمود" ص ۱۳۶ -

(۲۸) "بضاعت خواجه همین از ارست ، هر کس را نشان میدهد تا خریداری نماید و گره از کار او گشاید" ص ۱۴۱ -

(۲۹) "گوینده را مسهل باید و فصدی شاید" ص ۱۵۱ -

(۳۰) "در فارسی نادانست و در عربی بی سروسامان ، همچنان در هندی نیز از زمره دزدانست" ص ۱۵۶ -

(۳۱) "غولی و با این فضولی ! . . . پاکوبها . . . بنیاد نهاده . . . و دست افشانیها . . . را داد داده . . . گویی جستن خرمن را یاوه کرده است و رقص بوزینه را باظهار آورده" ص ۱۶۴ -

(۳۲) "بسزای آن . . . دست خواهد برید و زبان بقفا خواهد کشید" ص ۱۷۲ -

(۳۳) "چه کند روی حاسد پیش نظر نداشت ، ورنه . . . آن را سیاه میساخت" ص ۱۹۱ -

(۳۴) "چون فهم ندارد چرا خود را در جرگه دانندگان شارد ؟ خیمه یدوخت بالانگری میآسخت و پاچک میآورد و خربار میبرد" -

(۳۵) "خود لعنت را میخورد و تهمت بر دیگری مینهد" ص ۱۹۸ -

(۳۶) "نمیگویم که معترض را از زمره ارذلان شمردم اما . . . چون باراذل و اجلاف قربت میدارد ، . . . کالب را که لغت پارسیست از محترعات قوم میپندارد" ص ۲۰۸ -

(۳۷) "در باب تهمت کامل بل اکمل است بر آینه خود اجهل است و کلاش مهمل" ص ۲۱۳ -

(۳۸) "فی الواقع اگر اکبر آبادی از نوع آدمیان میبود . . . جاده بیخردی نمی پیمود" ص ۲۳۵ -

(۳۹) "معنی مصدری آن را کجا نهفت ، و معنی مفعولیت چرا پذیرفت" ص ۲۳۸ -

(۴۰) غالب نے بحث ”نعنا“ میں ظرافت لکھا تھا کہ برہان اگر اس کی جگہ نانا = ’جد فاسد‘ لکھتا تو لغت ہندی بھی وجود میں آ جاتا۔ امین : ”راقم ابن کلام سعادت مند است کہ دامن جد خود از دست نمیگذارد و بہر حال یاد میآورد ، لیکن بفاسد موصوف ساختہ است ، میدانم برائے چہ ... کاش الف نانا را کہ در آخر است بیای معروف نیز بدل میفرمود و بذکر نانی سعادت بر سعادت حاصل مینمود“
ص ۲۴۰ -

(۴۱) ”صیغہ‘ مفعول چون برگزیدہ مگر مفعولیت را دوست میدارد و خود را از پردہ نشینان میشارد“ ص ۲۴۳ -

(۴۲) اینچنین کس را حوالہ‘ دیوان قاف خوانند فرمود تا . . زیر چاق خوانند نمود“ ص ۲۵۷ -

(۴۳) برہان میں بہت سے مرکبات ہیں جن کا جزو اول ”ہفت“ ہے۔ غالب : ”ابن رسالہ مستورہ بود ناز پرورد کہ این دکنی بچشمداشت فزونی رغبت نظر بازان بدینگونه ہر ہفت کردہ ، در نظرها جلوہ دادہ و بر دیدہ و دل مجردان طریقت منت نہادہ۔“ امین : ”معارض در پیشہ‘ دلالی اوستاد است و بذکر اناث و ذکور شاد چرا نباشد؟“ ص ۲۶۲ -

(۴۴) ”خارجی واقف دم باش کہ خارج نرنی . . شاید کسی پیش این حقہ بازی کردہ است ، و بیچارہ را بفریب آوردہ“ ص ۲۹۰ -

(۴۵) برہان : ”بخش بوزن کفش“۔ غالب : ”ہمیں را درخور دانست۔“ امین : ”مؤلف برہان از . . . اشراقیین بود . . . میدانست کہ حاسدی بمقابلہ خواہد آمد . . . دانستہ . . . کفش را برداشت کہ مدعی . . . ہمیں را درخورست۔“ ص ۸۲ -

(۴۶) غالب : ”انکسیہ بہ وزن بیسیہ۔“ امین : ”یہ را فروبرده بود چگونہ باسانی بیرون داد . . . از خرابہ‘ اکبر آباد ہومی بہ دہلی رسیدہ . . . بصدای منحوس سراپیدہ“ ص ۶۷ -

(۴۷) ”معارض ازین عضو صد مستی دیدہ است کہ بذکر آن بخود لرزیدہ است۔“ ص ۷۰ -

(۴۸) ”این . . . مردک این معنی را از کجا فہمیدہ؟“ ص ۱۲۸ -

(۴۹) ”اگر طای دستہ دار باشد فرو خوردن او را سزاست۔“ ص ۲۶۶ -

(۳)

امین غالب کے اعتراضات متعلق عبارات برہان کو عموماً تسلیم نہیں کرتا ، اور اعتراض کا جواب نہیں سوجھتا تو یہ کہتا ہے کہ عبارت اپنی اصل شکل میں نہیں۔ وہ خود غالب کے عبارات پر یا کسی خاص لفظ مستعملہ‘ غالب پر اعتراض

کرتا ہے ۔ ۔ لب کا دماغ منطقی نہ تھا ، اور ان کی علمی بنیاد کمزور تھی ۔ ان کے تخطیے میں بعض اوقات امین نے اپنی دقت نظر کا ثبوت دیا ہے ، کہیں کہیں اس کی زیادتی معلوم ہوتی ہے ۔ غالب نے یہ امکان عموماً نظر انداز کر دیا تھا کہ برہان مطبوعہ میں چھاپے کی غلطیاں ہیں ۔ امین بھی قاطع کے صریح اغلاط طباعت پر ، جن کی طرف غلط نامے میں توجہ نہ ہو سکی ، غالب کے اغلاط قرار دیتا ہے ۔ بہت سے اعتراض جو وارد ہو سکتے تھے ، اسے نہ سوجھے ، اور بعض الفاظ جو اس نے خود استعمال کیے ہیں ، غلط ہیں ۔ اس کا بڑا عیب طول بیجا ہے ۔

(۱) قاطع : ”پارچہ جامہ نیز زائد ، یا پارچہ بایستی گفت یا جامہ ۔“ القاطع : ”اجتماع نقیضین رو میدہد ، زیرا کہ . . . این معنیست کہ تمام این عبارت زائد است ۔“ حالانکہ مدعا اور ہے ص ۵ ۔ اعتراض بیجا ہے ۔

(۲) برہان : ”آب دہ دست . . . اشارہ بحضرت رسول . . . است خصوصاً و شخصی را نیز گویند کہ بزرگ مجلس بود و آرایش صدر و زینت مجلس ازو باشد عموماً ۔“ قاطع : ”از خاصی عبارت چشم میپوشم و میخروشم کہ آب دہ دست مرکب از آب و دہ کہ صیغہ امر است از دادن و دست کہ باوجود معانی دیگر مسند را نیز گویند ، معنی ترکیبی رونق دہندہ مسند ۔“ القاطع : یہ عبارت غیر مربوط ہے ، جملہ ہائے معترضہ کو جدا کر کے عبارت یہ ہے : ”آب دہ دست مرکب از آب و دہ و دست معنی ترکیبی رونق دہندہ مسند“ ص ۹ ۔ امین نے عبارت کی کئی شکلیں اپنی طرف سے پیش کی ہیں ۔ اعتراض بیجا ہے ، مگر ”میخروشم“ کا محل نہیں ، اور اس پر امین کا اعتراض نہیں ۔

(۳) قاطع : ”نیمہ مضمون را لغت اندیشیدہ ۔“ القاطع : ”مضمون معنی عبارت ہے ”جنس لغات“ سے نہیں ص ۱۰ ۔ اعتراض درست ہے (ص ص)

(۴) برہان : آب زیر کاہ . . . کنایہ از خوبی . . . مخفی و رواج و رونق خس پوش ہم ہست ، چنانکہ اگر گویند ”آبش زیر کاہست ۔“ مراد آن باشد کہ خوبی . . . و قابلیت و استعداد و رواج و رونقش مخفی و پوشیدہ است ۔“ قاطع : ”رواج و رونق خس پوش“ کہاں کا ”روزمرہ“ ہے ؟ استعداد و رواج کو مرادف سمجھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ۔ القاطع : برہان نے ”حسن پوشیدہ“ لکھا ہوگا ، کاتب نے ”خس پوش“ کر دیا ۔ رونق کو خس پوش کہا بھی تو قباحت ہے خالی ہے ۔ شمس اللغات و رشیدی میں ”خس پوش“ ہے اور آیندہ امثلہ اساتذہ مذکور ہیں ۔ برہان کی عبارت میں ”استعداد رواج“ ہے ۔ استعداد مرادف قابلیت ، نہ مرادف رواج ۔ اضافہ واو عطف کائب کی طرف سے ہے ص ۱۱ ۔ امین نے اس پر غور نہیں کیا کہ ”خس پوش“ کی جگہ ”حسن پوشیدہ“ لانے سے مفہوم کا کیا حشر ہوتا ہے ۔ ”امثلہ اساتذہ“ القاطع میں مذکور نہیں ۔

(۵) قاطع : ”آب زیر کاه عبارت از نفاق و ریا ست ۔“ ”آبش زیر کاهست“ نیز افادہ معنی خوبی و نیکی باطن نمیکند ۔ مراد آنست کہ حال باطنش مجہولست ، تا چہ پدید آید و مشار الیہ چگونہ کسی باشد ۔“ القاطع : یہ معلوم ہے کہ نفاق و ریا ہے ، تو یہ کس طرح کہا کہ ”حال . . .“ باشد ؟ ۔ ص ۱۲ ص ص ۔

(۶) قاطع : ”آبشت ، آبشنگاہ ، آبشنگہ ، آبشن ، آبشنگاہ ، آبشنگہ از یک بیضہ شش مرغ برآورد ۔“ القاطع : ”میبایست کہ لغت ہفتم ذکر میکرد تا اسم بیضہ را مصداق پدید میگشت“ ص ۱۴ ص ص ۔

(۷) برہان : ”آروند . . . شان و شوکت و قدر و شکوہ۔“ قاطع : ”در بحث الف مقصورہ . . . اروند و اروند . . . نگاشتہ و جز فرو شکوہ معانی بسیار از بہر این لغت فراہم داشتہ . . . حیرت رو میدہد کہ اگر آمیغ و امیغ . . . آروند و اروند یکیست ، چرا ہمہ معانی در تحت لغت آروند نیاوردہ ، اگر اروند غیر آروند است فرو شکوہ و زیبائی معنی آن چرا نوشت ۔“ القاطع : ”اگر . . . نیاوردہ ۔“ غالب یہ نہیں بتاتے کہ اروند جس کے لیے کل معانی چاہتے ہیں ، الف مقصورہ سے ہے یا محدودہ سے ۔ ”اگر غیر . . . نوشت“ اس عبارت میں لفظ ’آن‘ کا مشار الیہ کون ہے ، واضح نہیں ص ۲۶ ۔ غالب کی عبارت غیر واضح ہے ، اور جب تک اروند و اروند کے متعلق برہان میں جو کچھ ہے ، پیش نظر نہ ہو ، سمجھ میں نہیں آتی ۔

(۸) برہان : ”آسیم . . . بلغت ژند و پاژند استاد بزرگ مرتبہ ۔“ قاطع : ”ما را سخن در صحت لغت آسیم است ، اگر از روی ژند و پاژند نباشد از روی فرہنگہای دگر ۔“ القاطع میں اس عبارت پر اعتراض نہیں ، حالانکہ غیر واضح ہے ۔ غالب کو اپنے عقیدے کے مطابق جو فوائد قاطع میں درج ہے ، یہ لکھنا تھا کہ زند معدوم محض ہے ، اور پاژند کا تھوڑا سا حصہ باقی ہے ۔ اگر یہ پیش نظر ہوتا اور یہ لغت اس میں نہ ہوتا تو یہ کہہ سکتے تھے ، ہوتا تو اعتراض کا سوال ہی نہیں ۔ اگر پیش نظر نہ تھا تو یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ بتانے سے قاصر ہوں کہ پاژند میں ہے یا نہیں ۔ ”از روی فرہنگہای دگر“ سے یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ یہ بمعنی مذکور دوسری فرہنگوں میں نہیں ہے ۔ اس صورت میں ان کے نام لکھنے تھے ، مگر بڑی قباحت یہ ہے کہ دیباچہ قاطع میں لکھ چکے ہیں کہ دوران تالیف قاطع میں برہان و دساتیر کے سوا کوئی کتاب سامنے نہیں تھی ۔ قاطع اشاعت ۲ میں اضافہ ہوا ہے کہ آسیم بمعنی استاد میں ’غرابت‘ ہے ، دراصل آسام قلب آماس ہے ۔ آسیم بمعنی استاد بزرگ جہانگیری میں ہے ۔

(۹) قاطع : ”جامد غیر منصرف ۔“ القاطع : ”جامد منصرف کجا میباشد کہ قید غیر منصرف بر آن افزودہ است ؟ ۔ . . تنها جامد کافی بود“ ص ۳۶ ص ص ۔

(۱۰) قاطع : ”ابدام بمعنی جسم اگر باشد ، گو باش جوہر مقابل جسم چگونہ

تواند بود ؟ . . . ابدام یا ابدانست . . . یا . . . اندام - ” القاطع : بمعنی جسم صحیح نہیں تو اس کا اقرار کیوں کیا ، صحیح ہے تو آخر میں انکار کیوں ہے ؟ ص ۶۶ ص ص -

(۱۱) قاطع : ” کشف یعنی آلہ پا - ” القاطع میں آلہ پا پر بجا اعتراض ہے - ص ۵۸ ص ص -

(۱۲) برہان ” انجلیک . . . دانه باشد سیاه شبیه بدانه ” امرود ، و مغز سفید دارد و آن را بخورند ، خاصیتش آنست کہ برچند فراش خیال جاروب سنبل برجل خرمک ریش زند از پوست آن پاک نتوان کرد - ” قاطع میں اس عبارت پر اعتراض ہے کہ اس کا مطلب مدجھ میں نہیں آتا - القاطع : برہان میں انجلیک ہے ، انجلیک نہیں - عبارت ، یقین کلی ہے کہ کسی اور شخص نے حاشیہ برہان میں لکھی ہوگی ، کاتب نے کتاب میں شامل کر دی ص ۶۴ - عبارت دیوان بسحق اطعمہ کی ہے ، برہان نے خود وہاں سے یا کسی اور جگہ سے نقل کی ہوگی - عبارت کے غلط ہونے میں شک نہیں - بخوبی ممکن ہے کہ کاتب برہان نے کچھ کا کچھ کر دیا ہو - ڈاکٹر محمد معین نے غالباً اپنی مرتبہ برہان کے حواشی میں اس سے بحث کی ہے - (۱۳) قاطع : ” تفصیل و تحقیق - ” القاطع : غلط نامے میں تفصیل کی تصحیح نہیں ، یہ قطعاً بے محل ص ۶۷ ، مگر یہ صریحاً غلط طباعت ہے - غالب نے ” تفصیل ” لکھا تھا ، غلط نامے میں یہ غلطی نظر انداز ہوگئی -

(۱۴) قاطع میں ” تفصیل اب طریق ” ہے جو صریحاً ” تفصیل بطریق ” ہے ، لیکن غلط نامے میں اس کی تصحیح نہیں - القاطع میں الف پر اعتراض ہے - ص ۶۸ - (۱۵) القاطع : ” سیفرماید کہ پارسیان را الفیست کہ افادہ معنی نفی کنند ، آن کدام الف است کہ تنها بی ضم ضمیمہ افادہ نفی میکند - کس نداند کہ این اعتراضست ، این جواب آن اعتراض (بہاں پر ” است ” چاہیے ، رجوع بہ ص ۶۴) کہ معترض خود در شرح لفظ آرا و جاہای دیگر بگفتن ضمیمہ امر وغیرہ بمعنی فاعل و جز آن پیش از ضم ضمیمہ بر مولف . . . کردہ کہ امر تنها کجا افادہ فاعلیت میکنند و بس ” ص ۶۹ -

(۱۶) قاطع میں جنبان بمعنی حرکت - القاطع میں اس پر بجا اعتراض ص ۶۹ - مگر قاطع اشاعت ۲ متحرک ، اشاعت ۱ میں غلط طباعت - (۱۷) برہان میں باختہ بمعنی مغرب و مشرق ہر دو - قاطع : ” در کتابی دیدیم کہ فلان دہ باختہ سوی فلان شہر است ، حالانکہ ما آن شہر و آن دہ را ندیدہ ایم چگونہ دانیم کہ کدام سوست - ” القاطع : ” این عبارت . . . محض بے معنی ست ، زیرا کہ اگر گویم کہ ” دہ فلان باختہ سوی ” بتامہ مبتداست و ” فلان شہر ” خبر آن ، بیج معنی بظہور نمیرسد ، و خبر بر مبتدا محمول نمیشود زیرا کہ دہ را کسی شہر نمیگوید ، و اگر گویم کہ دہ فلان باختہ مبتداست و ” سوی فلان شہر ” خبر ، تاہم

بیچ معنی ہر کرسی لفظ نمی نشیند ، زیرا کہ ده فلاں ترکیب لغواست . . . و اگر گویم کہ ده فلاں مبتدأست و باختر سوی فلاں شہر خبر آنست ، البتہ ترکیب عبارت صحیح میشود بقاب باختر سوی ، یعنی فلاں ده سوی باختر فلاں شہر است ، مگر معنی آن ہرگز بصحت نمیانجامد زیرا کہ درین صورت قید ندیدن نسبت شہر محض بے معنی ست و ظاہر است کسی کہ شہر را ندیدہ است و نمیداند کہ کدام سوست ، ده را کی خواہد دانست کہ کدام سوی آن شہر است ۔“ ص ۷۱ ۔

(۱۸) برہان : ”بادہراں . . . بادہراں است و آن شخصی باشد کہ پیوستہ از خود گوید ۔“ قاطع : ”بادہراں لغت کدامین کشور است ؟ . . . پیوستہ از خود گفتن چہ معنی دارد ؟ مردم از خود ہم میگویند و از دیگران ہم ۔ بعد تامل بسیار چنان در دل فرود میآید کہ از خود گفتن لاف و گزاف و خود ستایی باشد و این خود معنی بادہراں نیست ۔“ القاطع : ”سن . . . مرتبہ“ فہمایش (یہ لفظ غلط) تمیدارم لیکن بعرض میآرم کہ بادہراں (کذا) . . . بلکہ بادہراں . . . ہم . . . رشیدی وغیرہ آن از لغات کشور فارس گفتہ اند و معنی آن باوجود معانی دیگر کسی کہ فخر کند و منصب خود بر مردم عرض نماید نگاشتہ اند . . . پیوستہ از خود گفتن مراد از خود گفتن مراد از مدام اظہار فخر و منصب خود کردنست“ ص ۷۳ ۔ بادہراں کے معنی دوم برہان میں یہ ہیں : ”کسی . . . کہ ہمہ روز فخر کند و منصب خود بمردم عرض نماید و بیچ کار ازو نیاید ۔“ بادہراں بھی برہان میں اور بمعنی دوم بادہراں ۔ برہان میں بادہراں کے معاً قبل ”بادہراں“ ہے ۔ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ ”تامل بسیار“ کی کیوں ضرورت پڑی ۔ یہ دوسری بات ہے کہ عبارت پر اعتراض ہو ۔ اور یہ ہو سکتا ہے ”شخصی . . . گوید“ ، ”کسی . . . نیاید“ ایک بات نہیں ۔

(۱۹) قاطع میں افکندن بکاف عربی اور یہ مذہب غالب کے مطابق ہے ۔ اسین کا خیال ہے کہ بکاف فارسی ہونا چاہیے ص ۷۵ ۔

(۲۰) قاطع : ”در فصول سابقہ ارتنگ را بشش صورت مسخ کرد ۔“ برہان میں ارتنگ ، ارتنگ ، ارچنگ ، ارژنگ ، ارسنگ ، ارغنگ ہیں ، اور ان میں سے صرف ایک ارتنگ بمعنی مربع تصویر صحیح ہے ، ارژنگ بمعانی مختلف ہے ، باقی شکلیں غلط محض ۔ مسخ شدہ شکلیں ان ”فصول“ میں کسی طرح نہ نہیں ہو سکتیں ۔ القاطع میں اس پر اعتراض نہیں ۔

(۲۱) قاطع میں بعد ”مسخ کرد“ : چون تربت فصلی ثا . . . رسید و لغت کمی کرد ، فغ را ثغ ، و ارتنگ را کہ آن نیز غلط بود . . . ٹنگ نوشت حال آنکہ نبودن ثا . . . در پہلوی ، نیامدن کاف پارسی در عربی از مسلمات . . . است ۔ ہر آئینہ این لغت را نہ پارسی توان پنداشت نہ تازی ۔ بیشتر لغات منقولہ* این بزرگوار باولاد بطنی آن روسپی ماند . . . ہم از آن لغاتست ٹنگ . . . کہ نہ از عجم است و نہ از عرب ۔“ القاطع : ”پس از لغات کہ ٹنگ را از جملہ* آنها شمردہ است و گفتہ ازان لغاتست ٹنگ ، کجا ہستند ، نشانی ازانہا باید داد . . . میبایست

گفت کہ از آن قبیل است ٹنگ کہ چنین و چنانست . . . مشار الیہ لفظ ان کدام لغات را میشارد ؟“ ص ۱۲۰ -

(۲۲) قاطع : ”بیشتر لغات منقولہ“ این بزرگوار . . . مانا بمرد مجہول الاب است ۔“ القاطع : بچہ مجہول الاب کا محل ہے ۔ ص ۱۲۰ ص ص ۔

(۲۳) ”اشباع دادن“ پر اعتراض القاطع ص ۲۵۰ ص ص (رجوع بہ غ) ۔
 (۲۴) قاطع ”نوان . . . بمعنی خرامان و جنبان و میرکت کنان (بقول غالب ”مرادف یکدگر“) ، و لرزان و نالان و زاری کنان و فریاد زنان و نالندہ (از نالان تا آخر مرادفات بقول غالب) و جنبندہ (بہ بقول غالب مرادف خرامان وغیرہ) و نالیدن و جنبیدن و کوز و خم شدہ و خمیدہ و دوتا گردیدہ (کوز تا آخر بقول غالب مرادفات) و کہنہ و لاغر و ضعیف و آگاہ و ہوشیار و آگاہی و ہوشیاری آمدہ است ۔“ اس کے بعد تفصیل مرادفات جس کے آغاز میں یہ الفاظ ”ازین بست و دوسمعی ۔“ القاطع : برہان میں ۲۲ الفاظ میں بہت سے صرف ”توضیح و تفسیر“ کی غرض سے آئے ہیں ۔ ۶ یا ۷ معانی مراد ہیں ، ۲۲ کہاں سے ہو گئے ؟ اگر غالب کے نزدیک اتنے معانی تھے تو ترادف کا ذکر کیوں کیا ؟ ص ۲۴۸ ص ص ۔ خرامان و جنبان برگز مرادف نہیں ۔ غالب الف نون حالیہ پر ختم ہونے والے الفاظ مثل نالان و لرزان کو اسم فاعل نہیں سمجھتے ۔ جنبندہ کو جنبان اور نالندہ کو نالان کا مرادف کیوں کہتے ہیں ، سمجھ میں نہ آیا ۔

(۲۵) قاطع : ”نہاوند . . . مرکبست از نہاوند“ ۔ القاطع : عبارت مبہمل ہے ۔ ص ۲۵۲ ص ص ۔

(۲۶) قاطع : ”بمنزلہ“ ظرفیست از شہرہا لبریز ۔“ القاطع : بجائے ظرف لفظ ملک یا اقلیم یا شہر چاہیے ۔ ص ۲۵۳ ۔

(۲۷) قاطع : ”کرلک . . . و . . . کراکا . . . دیگر اسم سربچہ صعوہ را گویند کہ ممولہ . . . ہندی آنست“ القاطع : . . . دیگر ”گویند“ کے کیا معنی ہیں ؟ ص ۲۵۹ ص ص ۔

(۲۸) قاطع : ”در بیان ہائے ہوز با فای سعنص کاری کردہ است کہ چہ اطفال کسی نکنند ، ہف . . . ، ہفوش . . . و ہففہف . . . ابن لغت اگر غریبست در صحیح اول و آخر نگاشت ۔“ القاطع میں ”در صحیح اول“ مگر قاطع میں در اصل ”در صحیح در اول“ ہے ۔ اور اس پر اعتراض ص ۲۶۱ ۔ دو اعتراض نہیں ، جو ہو سکتے تھے : غریب و صحیح میں تقابل نہیں ۔ ہف قو بیان مذکور کا لغت اول ہے ، اور ہففہف آخرین لغت ہے ، لیکن ہفوش اور ہففہف کے درمیان ایک اور لغت ہے ۔ غالب کی عبارت سے اس کی صحیح جگہ معلوم نہیں ہوتی ۔

(۲۹) قاطع میں ہمد ”نگاشت“ : ”و باقی یکصد و چند لغت ہمہ از ہفت . . . مرکب ساخت . . .“ مرآسر کنایہ از ہفت سپہر و ہفت ستارہ و ہفت پردہ چشم و

ہفت کشور۔“ القاطع میں اعتراضات ذیل نہیں : ہفت : ان مرکبات کا صرف ایک جزو ہے ، یہ صرف ہفت سے مرکب نہیں۔ کنایات مذکور ۷ سے بھی کم ہیں۔

(۳۰) قاطع : ”تموز درانجا گذرد۔“ القاطع : بجائے گذرد ، گذراند چاہیے۔ ص ۲۶۶۔

(۳۱) قاطع : ”اچوتھا“۔ القاطع : صحیح اچھوتا۔ ص ۲۳۲۔

(۳۲) قاطع ”مل تنگ تنگ بمعنی شراب بسیار بسیار۔۔۔ این ہفت لفظ از کشف اللغات منقول۔“ القاطع : ”بمعنی“ میں دو لفظ ہیں ، اور اس طرح ۷ نہیں ۸ ہیں۔ ص ۲۲۷۔

(۳۳) قاطع : ”درتحت لفظ مابون۔“ القاطع : ”درتحت“ کی جگہ ”تحت“ چاہیے۔ ص ۲۱۷۔ ”درتحت“ صحیح ہے۔

(۳۴) برہان : ”بہترین خرفہا پوست خرچنگست۔“ قاطع میں اس پر اعتراض۔ القاطع : یہ ”ایجاد ناسخین“ ہے۔ ص ۲۱۳۔

(۳۵) قاطع : ”در عربی آنسو تر از جد صیغہ جمع نویسند یعنی اجداد ، و در فارسی جمع نیا نویسند بمعنی نیاکان۔“ القاطع میں جو عبارت قاطع منقول ہے اس میں جمع نیاکان نہیں ، نیاگان ہے ، اور اس پر اعتراض۔ اصلی عبارت پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

(۳۶) القاطع میں اعتراض ہے کہ قتال ، قتالیدن وغیرہ ۸ ہیں ، مگر قاطع میں انہیں ۹ کہا ہے۔ ص ۱۹۰ ص ص۔

(۳۷) قاطع میں ”کندن ریختن دریدن شکافتن پراگندہ و پریشان ساختن ، از ہم جدا کردن“ کو ۶ معنی کہا ہے۔ القاطع : ۵ ہیں ، شکافتن و دریدن کو ۲ سمجھنا غلط ہے۔ ص ۱۹۱۔

(۳۸) قاطع : ”در شرح معنی طارق۔“ القاطع : ”در شرح طارق“ یا ”در معنی طارق“ چاہیے ص ۱۸۵۔

(۳۹) قاطع : ”مع الکاف پارسی۔“ القاطع : ”مع الکاف الفارسی“۔ صحیح ص ۱۸۱ ص ص۔

(۴۰) قاطع : ”مخمور آنکہ نشا از نہادش بدر رفتہ باشد۔“ القاطع : ”نشہ“ را نسبت پدماغست نہ نہاد“ ، ص ۱۵۲۔

(۴۱) قاطع : برہان میں ہے ”نباتی باشد گرد و کوچک و الوان شبیبہ بخربزہ“۔ ”خربزہ نباتست یا ثمر؟“ القاطع : عبارت برہان میں ”ثمر نباتی“ کاتب کی غلطی ہے ص ۱۵۲۔ اس میں نے خود بھی خربزہ لکھا ہے ، صحیح خربزہ ہے۔

(۴۲) القاطع : برہان میں ’خانہ خراب‘ ، صفت کتاب۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ص ۱۴۶۔

(۴۳) القاطع : قاطع میں مع الواو معدولہ ، صحیح مع الواو المعدولہ۔

(۴۴) قاطع : ”بمعنی التفات و خوف آورد - التفات و خوف ، نہ مرادف یک دیگر و نہ ضد ہمدیگر۔“ القاطع : ”نسبت در دو شی خالی از سہ صورت نیست یا عین یکدیگر خواہد بود ، یا ضد یک دیگر یا ہم نقیض - ہر گاہ التفات باہم مرادف و ضد یک دیگر نبود ، باید کہ نقیض ہم باشد ، و این غلطت زیرا کہ در تناقض شرطست کہ اشیاے متناقضین نہ ہر دو مجتمع شوند نہ باہم مرتفع باشند . . . التفات و خوف اگرچہ باہم مجتمع نشوند مگر ارتفاع این ہر دو ممکن است کہ درینجا مرتبہ ثالث موجود است کہ نہ التفات باشد۔“

(۴۵) قاطع ”بای زائدہ در بتاییدن اصلیت یا زائد۔“ القاطع : زائد کہنے کے بعد یہ کہنا کیا کہ زائد ہے یا اصلی - ص ۱۵ ص ص -

(۴۶) قاطع : ”بخسیدن و بخسید و بخسیدہ و بخش فعل لازمی باشد . . . و بخشانیدن و بخشان فعل متعدی بود۔“ القاطع : بخشیدن و بخسیدہ و بخشانیدن کو فعل کہنے پر اعتراض ہے - ص ۸۰ -

(۴۷) برہان میں ”چین چین گردیدہ۔“ قاطع میں اس پر اعتراض - القاطع : برہان میں ”چین در چین گردیدہ“ تھا ص ۸۲ - ”چین چین“ صحیح (رجوع بہ غ)۔ (۴۸) قاطع کے مطابق برہان میں برزہ ۲ جگہ اور ایسے لغات جن میں لفظ ”برزہ“ آیا ہے ۶ جگہ - القاطع : برہان میں ’برزہ‘ مکرر نہیں - ص ۸۴ - قاطع ۲ میں برزہ صرف ایک جگہ ، قاطع ۱ میں چھاپے کی غلطی ہوگی۔

(۴۹) برہان کے ۶ لغت برز کار وغیرہ کے متعلق قاطع میں ہے کہ ”یک لغت را در شش فصل . . . آورد۔“ القاطع : ”حیرانم کہ مشار الیہ این یک ازین شش لغت کدامست ، و اگر تمامست ، پس شش را یک چرا نامست و یک لغت را در شش فصل کجا دیدہ است ، و شش را یک چگونه فہمیدہ است“ ص ۸۴ ص ص - ”فصل“ پر امین کا اعتراض نہیں ، اور وہ خود بھی برہان کے ہر لغت کی شرح کو فصل کہتا ہے - برہان میں باب کے لیے گفتار ، اور فصل کے لیے ’بیان‘ آیا ہے۔

(۵۰) قاطع : ”بوشاسپ و بوشاس بمعنی خواب آورد . . . دو لغت نیست یک لغت است کہ بصنعت قلب دو صورت پذیرفتہ۔“ القاطع : ”دو صورت جداگانہ را ، باوصفی کہ نام آن ہر دو جداگانہ باشد کدام کہں یک گفتہ است؟“ ص ۹۰ - (۵۱) قاطع : ”مع الیای تحتانی۔“ القاطع : ”مع الیای التحتانی“ چاہیے - ص ۹۱ ص ص -

(۵۲) قاطع ”یک لغت را در سہ فصل بیک معنی آورد ، تا کدام لغت صحیح است۔“ القاطع : ”اگر لغت یکہست تا صحیح کدام خواہد بود ، و لفظ کدام را بر کدام کدام صادق خواہد فرمود ، و اگر لغت متعدد است باز چرا گفت کہ یک

ن ت را در سہ فصل آورد -“ ص ۲

(۵۳) قاطع : ”پیش را کہ نقیض پس است ترجمہ“ مقدمہ نیز قرارداد -“ القاطع : تناقض کے لیے ضرور ہے کہ متناقضین میں سے ایک صحیح ہو ، اور یہ بخوبی ممکن ہے کہ نہ آگے ہو ، نہ پیچھے - یہ دونوں ضدیں ہیں ، برہان نے بھی نقیض لکھا ہے : میں اس کا معترض نہیں ، اور اس کی تاویل کر سکتا ہوں ص ۹۹ - اگر غالب غلطی پر ہیں تو برہان بھی - امین کو بتانا تھا کہ وہ کیوں فرق کرتا ہے - (۵۴) قاطع : ”تدو . . . بی اشعار حرکت لفظ ثانی -“ القاطع : لفظ بجا ہے حرف غلط ہے - ص ۱۰۱ ص ص -

(۵۵) برہان : ”جسم . . . کہ در مقابل جوہر باشد“ - قاطع : یہ تقابل غلط ہے - القاطع : ”جسم درینجا عبارت از جسم مطلقست ، و جسم مطلق خاصست و جوہر عام ، و خاص و عام باہم متقابلست ، پس جسم و جوہر چرا مقابل ہم دگر نمی تواند شد ؟“

(۵۶) ”تو من با اول بثنائی مجہول“ برہان مطبوعہ میں ہیں ، اور غالب اس پر معترض نہیں - القاطع : تعجب ہے کہ غالب نے اس پر اعتراض نہیں کیا - برہان نے ”با اول مضموم بثنائی مجہول“ لکھا تھا ، کاتبوں نے غلطی کی - یہ اس کا ثبوت ہے کہ نسخہ مطبوعہ برہان اغلاط سے خالی نہیں ص ۱۱۱ -

(۵۷) برہان میں ”صد پارہ دہ“ - قاطع : ”منش فرزندگان را برہم میرزد“ القاطع : ”پارہ بمعنی قطعہ“ ص ۱۱۲ ، ص ص (رجوع بہ غ) - (۵۸) قاطع : ”مجہول صفت آن افتد“ - القاطع : ”صفت بافتادن کجا مستعملست ؟“ ص ۱۱۲

(۵۹) برہان کے ”عربی نژادان فارسیدانان“ پر اعتراض غالب - القاطع : ایک طفل اجد خوان بھی یہ نہیں مانے گا کہ یہ عبارت برہان کی ہے - ص ۱۱۵ - (۲)

امین نے غالب پر سرقہ اعتراضات کا الزام لگایا ہے :

القاطع : ”این شبہہ از مولف رشیدیست بلکہ او نیز حوالہ بہ سامانی نمودہ (شمس اللغات میں بھی) القاطع : ” . . . گویں نعرہ میرزا صور اسرافیلست کہ مردگان ہوسیدہ (ہوسیدہ چاہیے) استخوان را جانی تازہ عطا میفرماید . . . نگارش این چنین اعتراضات محض لغو و بیجا ست -“ اگر اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا تھا تو دوسروں کا حوالہ دینا تھا کہ سرقے کا الزام نہ دیا جا سکتا (بحث آب چین) - ”معترض باز پیشہ خود را کہ دزدی بود ، بدست آورد ، یعنی اشارت نکرد کہ این شبہہ از محشیان . . . برہانست“ (بحث انجکک) - الزام سرقہ اعتراضات محشی برہان مباحث جکر و جولہ و چخی و چکری و راوش و ملک لالی و گوارہ میں ہے - بحث

دیماس میں غالب نے اعتراض حاشیہ سے اختلاف کیا ہے ، اور قاطع اشاعت میں اس جگہ کے علاوہ کہیں اور حواشی برہان کی طرف اشارہ نہیں ۔ غالب لکھتے ہیں : ” مصححانِ کارگاہِ انطباع جا بجا حاشیہ ہا نگاشتہ اند ، ہمہ در اغلاط لغات عربی و . . . آن اغلاط بیشتر بجااست ۔ “ القاطع میں اس کے متعلق مرقوم ہے : ” غیر افترا بردازی چیز . . . وختہ میگوید کہ . . . حاشیہ ہا نگاشتہ اند اما در اغلاط لغات عربی ، نمیگوید کہ بر لغت ہندی و فارسی ہم اکثر گرفت کردہ اند ، چنانکہ در لفظ جولہ و چکری وغیرہ اشارت بدان کردہ ام . . . مگر خود را از دزدی میرہاند کہ ہندی و فارسی را نسبت بمحشیان میناید ، چنانکہ در فارسی نادانست و در عربی بی سروسامان ، در ہندی نیز از زمرہ دزدانست ۔ “ اقتباس غ ۔ یہ صحیح نہیں کہ کل اعتراضات کا عربی لغات سے تعلق ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ محشی کے ۸۱ ایرادات (سب کے سب اعتراضات نہیں) میں سے بیشتر کا عربی سے کچھ سروکار نہیں ۔ مخالفین نے جب یہ کہا کہ قاطع میں بہت سی باتیں حواشی سے لی گئی ہیں مگر ان کا حوالہ نہیں دیا گیا ، تو غالب نے اشاعت ثانی میں کئی جگہ اس پر اظہارِ طہانیت کیا کہ فاضل محشیان برہان بھی میرے ہم خیال ہیں اور عبارت مرقومہ ’ بالا میں ” ہمہ “ کو ” اکثر “ بنا دیا (بحث دیماس) ۔ حقیقت سے کسی قدر انحراف اب بھی رہا ، اور ایسے مقامات بھی رہے ، جہاں حواشی کا مطلق ذکر نہیں ، گو زیر بحث امور سے متعلق حواشی موجود ہیں ۔ غالب نے تیغ ص ۱۰ میں اس سے انکار کیا ہے کہ اعتراض کا سرقہ ہو سکتا ہے “ ص ۵۳۸ ۔ غالب نے اشاعت ۱ میں تو محشیوں کے نام نہیں لکھے ، لیکن اشاعت ۲ میں رقم طراز ہیں : ” در برہان . . . کہ . . . یہ تصحیح حکیم عبدالمجید و مولوی عبدالمجید و مولوی بدیع الدین و چار فاضل دیگر مطبوع شدہ . . . آہ از مرزا رحیم بیگ کہ در ساطع برہان این ہفت فاضل جلیل القدر را کارپردازان مطبع نام نہاندہ اند . . . “

سنگ بد گوہر اگر کسہ زرین شکند

قیمت سنگ نیفزاید و زر کم نشود “

(بحث استخر) ۔ حقیقت یہ ہے کہ حواشی روبک نے باعانت تارنی چرن لکھے تھے ، جیسا کہ نسخہ ’ مرتبہ ’ روبک سے معلوم ہوتا ہے ۔ یہ پہلا مطبوعہ نسخہ ہے ۔ حکیم عبدالمجید ایک مطبع کے مالک اور اپنے عہد کے مشاہیر میں تھے ، انہوں نے جب اسے چھاپا تو حواشی بچنسہ نقل کر لیے ۔ اور اپنے نسخے کے سرورق میں سراحۃً لکھا کہ یہ نسخہ روبک کی نقل ہے ۔ غالب نے ابتدا میں جو نسخہ دیکھا تھا ، وہ نہ نسخہ ’ روبک تھا ، نہ نسخہ ’ عبدالمجید ۔ ایک تیسرا نسخہ تھا اور اس میں بھی حواشی روبک شامل تھے ۔ غالب کی کسی تحریر میں اس نسخے کا ذکر نہیں ، اور اشاعت ثانی میں صرف نسخہ عبدالمجید کی

طرف اشارہ ہے۔ اس کی وجہ سے میں خود غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا، جو اُس وقت دور ہوئی جب میں نے رام پور میں تیسرا نسخہ دیکھا جو وہاں لوہارو سے آیا ہے۔ بدیع الدین وغیرہ جنہیں غالب جلیل القضاہ قرار دیتے ہیں، محض مصححین مطبع تھے اور گمنام محض ہیں۔ غالب کے برخلاف میرا خیال ہے کہ اعتراضات کا سرقہ ہو سکتا ہے، لیکن وہ اعتراضات جن کی چوری کا الزام لگایا گیا ہے، ایسے نہیں کہ بطور خود غالب کے ذہن میں نہ آ سکتے تھے۔ یہ کہنا تقاضائے انصاف ہے، ورنہ غالب نے بحث دیماس میں اعتراضاتِ حواشی کا جس طرح ذکر کیا ہے، وہ مخالف کو اس کا موقع دیتا ہے کہ ان پر چوری کا الزام لگائے۔

(۵)

ایک اہم اعتراض یہ ہے کہ غالب برہان پر جو اعتراض کرتے ہیں، وہ وارد ہی نہیں ہوتا، یعنی یہ کہ جو بات انہوں نے برہان کے نام سے لکھی ہے، وہ اس کے قلم سے نکلی ہی نہیں، یا وہ اس کا مطلب بالکل غلط سمجھے ہیں : (۱) قاطع : برہان میں پایر بروزن جاگیر ہے جو پاییز کا مصحف ہے۔ القاطع : برہان میں پایر بوزن سائر ہے ص ۲۶۷، ص ص۔ مگر 'پایر' پاییز مخفف۔ پاییز کا مصحف ہے۔

(۲) قاطع : برہان میں آذرَم بمعنی "اسپی۔۔۔ کہ نمد زین آن دو نیم باشد و بمعنی نمد زین ہم" القاطع : "در برہان صاف نگاشتہ است کہ آذرَم۔۔۔ نمد زین اسب را گویند کہ چنین و چنان باشد۔" آذرَم بذال منقوطہ کی بحث میں بھی زین اسب الخ ص ۲۳ ص ص۔

(۳) قاطع : برہان میں انگسیہ اور انگشتہ ہر دو بمعنی برزیگر جاہمند۔ القاطع : برہان میں انگسیہ و انگشہ بمعنی مذکور، اور انگشتہ بوزن خریشتہ بمعنی آلتے۔۔۔ از چوب (تفصیل)۔۔۔ و بفتح با برزیگر را گویند کہ صاحب ثروت بود۔" ص ۶۶ ص ص۔

(۴) قاطع : برہان میں اودر بسکون ثالث۔ "گویا اجتماع ساکنین روا داشت، اگر سہو کاہی نگار نیست وای ہرجان جامع لغات۔" القاطع : برہان میں یکسر ثالث۔ ص ۶۷ ص ص۔ فارسی میں اجتماع ساکنین ناروا نہیں۔

(۵) قاطع : برہان میں تذو برائے تدرو۔ القاطع : برہان میں تذو کے معنی صرف یہ ہیں : "جانوریست سرخ رنگ و پردار کہ بیشتر در حماسہا و متوضا میباشد۔" او را بعربی ابن وردان گویند" ص ۱۰۲ ص ص۔ کہال یہ کہ غالب اس کے معنی اپنی طرف سے یہ بتاتے ہیں : "اسم کر میست کہ در گرمابہ یا متکون میشود۔" (۶) قاطع : برہان میں تورا بضم اول بروزن حورا، حالاں کہ حورا بالفتح ہے۔

القاطع: ”این چنین کس را بلا علمی این چنین الفاظ منسوب ساختن . . . بمضحکہ خود پرداختن (است) پر صریحست کہ کاتبان . . . تصرف بیجا کرده اند . . . راص خورا (خو + را) بود“ ص ۱۱۰ -

(۷) قاطع: ”جہار“ . . . مینویسد و درخت خرما معنی آن نشان میدہد و شحم النخلہ عربی آن میآرد . . . در الفاظ فارسی . . . تنوین . . . امریست از . . . مضحکہ آنسو تر“ القاطع: ”برہان: ”مغز درخت خرما . . . و آن را پیہ خرما و دل خرما ہم گویند“ حاصل اینست کہ تقسیم این لغت در زبان فارسی مغز درخت خرما ست و مغز درخت خرما را پیہ خرما و دل خرماست ، نہ این معنیست کہ این لغت خود فارسیست . . . و اینکہ گفتہ است کہ عربان شحم النخلہ خوانند یعنی اہل عرب در تفسیر و توضیح این لغت شحم النخلہ میآرند ، نہ اینکہ عربی آن شحم النخلہ است و آن لغت عربی نیست . . . ظاہرا بنگارش تنوین دانستہ باشد کہ اشعار بعربی نمودن آن فضولیست زیرا کہ اظہار تنوین خود دلیل برین معنیست کہ این لغت عربی خواہد بود“ ص ۱۲۳ - یہ لغت ہی قابل اندراج نہ تھا ، مگر اس پر غالب کا بھی اعتراض نہیں - یہ صحیح ہے کہ برہان اتنا جاہل نہ تھا کہ جہار“ بتنوین را کو فارسی سمجھتا ہو ، لیکن اس لغت کے پیش کرنے کا جو طریقہ اس نے اختیار کیا ہے ، غلط ہے - (۸) قاطع: ”جور بفتح اول و سکون ثانی نام نخستین خط جام جمشید کہ بر لب جام بود . . . دربارہ“ تسمیہ“ خط جام . . . مینگرد . . . کہ چون بادہ تال لب جام رسد جام لبریز گردد ، و خورندہ مست و بیخود شود ، گوئی بر آن سے آشام ستم کردہ باشد -“ وجہ تسمیہ ناقابل قبول - القاطع: یہ وجہ تسمیہ برہان میں نہیں - وہ بات جس پر غالب معترض ہیں برہان میں جور نہیں ، پیالہ“ جور سے متعلق ہے - ص ۱۲۷ ص ص -

(۹) برہان میں جلمہ مخفف جولاہہ ہے - القاطع: برہان میں یہ لفظ نہیں - ص ۱۳۰ ص ص -

(۱۰) قاطع: برہان میں دشوارگر بوزن ہشیارگر - القاطع: برہان میں ہشیارگر نہیں ، ہشیارتر ہے - ص ۱۵۳ ص ص - مگر یہ غالب کی لغزش قلم معلوم ہوتی ہے - (۱۱) قاطع: برہان میں دشیشک بمعنی شب - القاطع: برہان میں حرف ماقبل کف ث نہیں ، ش ہے ص ۱۵۳ ص ص - یہ چھاپے کی غلطی ہے ، اشاعت ۲ میں صحیح لفظ ہے -

(۱۲) قاطع: برہان میں سرایان بمعنی خوانندگی و گویندگی - اس پر اعتراض - القاطع: برہان میں ہے: ”سرایان بروزن گداہان خوانندگی و گویندگی و نغمہ سرایی کنان را گویند -“ معنی یہ کہ سرایان خوانندگی کنان ، گویندگی کنان و نغمہ سرایی کنان کو کہتے ہیں - ص ۱۶۵ ص ص -

(۱۳) قاطع برہان میں سرایش زبان قال ، حالانکہ یہ ترجمہٴ قال ہے ۔ القاطع : عبارت برہان ”سرایش“ . . . زبان قالست کہ سخن گفتن و نغمہ پردازی آدسان و سرود مرغان باشد ۔“ لفظ زبان اضافہٴ کاتب ہے ۔ اگر بفرض محال برہان نے زبان قال لکھا بھی ہو تو اس میں اضافت بیانی ہے جیسے اسبِ قلم و میدانِ صفحہ (وغیرہ) مراد صرف لال سے ہے ۔ ص ۱۶۶ ۔

(۱۴) برہان : ”ضرب سیخول را گویند و در عربی بمعنی زدن باشد ۔“ قاطع میں اعتراض کہ برہان ضرب بمعنی سیخول کو فارسی قرار دیتا ہے ۔ القاطع : عبارت دراصل یوں ہے : ”ضرب سیخول را گویند در عربی و بمعنی زدن“ ص ۱۸۴ ۔

(۱۵) قاطع : ”طارطقہ را ۔ گویند کہ بعربی حب الملوک گویند ۔ گوئی طارطقہ را بمعنی حب الملوک . . . فارسی دانستہ است“ القاطع : برہان نے ہرگز یہ نہیں لکھا ۔ اس کی عبارت یہ ہے : ”طارطقہ . . . دانہ ایست کہ آن را مایوب (برہان میں مایوب) دانہ گویند و بعربی حب الملوک خوانند و این غیر حب السلاطینست ۔“ اصل یہ ہے کہ طارطقہ را معنی در زبان فارسی دا نہ ایست کہ آن را مایوب (کذا) گویند و مایوب دانہ را در زبان عربی حب الملوک نیز نامند ۔ صریح ظاہر است کہ طارطقہ لفظ عربیست و معنی آن در زبان فارسی مایوب دانہ است“ صفحہ ۱۸۴ ۔

(۱۶) قاطع : عژک و غچک نام ساز مستلیم، اما بعین بے نقطہ و زای فارسی یعنی عژک دانستن . . . جز مسخرگی و بلعجبی نیست ۔“ القاطع : محض تہمت ہے ۔ برہان نے قول صاحب سروری و سرمہ نقل کیا ہے اور خود اسے بحث غین و ژا میں لایا ہے ۔ اس قول کو برہان کی طرف منسوب کرنا مسخرگی و بلعجبی ہے ۔ ص ۱۸۷ ۔ برہان میں غچک نہیں ، مگر امین نے اس پر اعتراض نہیں کیا ۔ غالب نے برہان کے ساتھ نا منصفی کی ہے ۔ انہیں بتانا تھا کہ اس میں عژک بالاستقلال نہیں ۔ عژک کے ضمن میں آیا ہے اور برہان نے صراحۃً لکھا ہے کہ سرمہ سے ماخوذ ہے ۔ سوال یہ ہے کہ برہان عژک کو صحیح سمجھتا تھا یا غلط ؟ اگر غلط ، تو پھر کیا یہ اس کا فرض نہ تھا کہ وہ اسے ظاہر کرتا ؟

(۱۷) قاطع : برہان قانون کو قانون کا معرب کہتا ہے ۔ قانون عربی الاصل ، اس کا فاعل مقنن ۔ القاطع : یہ تہمت ہے کہ اس نے معربِ قانون کہا ۔ اس نے بعض کا قول نقل کیا ہے اور وہ بھی روایت ضعیف ۔ برہان کہتا ہے : ”نو قانون . . . اصل و رسم و قاعدہ باشد . . . و نام سازبست . . . گویند این لغت معرب قانونست ، و عربی نیست لیکن در عربی مستعمل است“ اس سے ظاہر ہے کہ برہان خود اسے معرب نہیں سمجھتا ۔ ص ۲۰۷ ۔ قانون قطعاً معرب ہے مگر قانون [سامی] ہے ، فارسی نہیں ۔ تعجب ہے کہ امین نے مقنن کے فاعلِ قانون ہونے پر اعتراض نہیں کیا ۔ قانون فعل کب ہے کہ اس کا فاعل ہو ؟

(۱۸) قاطع : ”گوارہ بضم کاف فارسی میگوید کہ ظرف سفالی را گویند و خزف را ہم میگویند و بہترین خزفہا پوست خرچنگست . . . سفال و خزف البتہ یکست ، ظرف را اگرچہ از سفال باشد خزف چگونہ تواند دانست و پوست خرچنگ بہترین خزفہا چگونہ تواند بود ؟“ القاطع : تہمت محض ہے ۔ یہ لغت برہان میں بمعنی ظرفِ سفالی بحث کاف عربی میں آیا ہے ۔ اور مختلف معانی [بافتح ، ”مخفف گہوارہ . . . و گہ‘ گاو و گاومیش . . . و خانہ‘ زنبور“] (گوارہ بالضم برہان میں نہیں) رکھتا ہے ۔ برہان نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ ظرف سفالی کو خزف کہہ سکتے ہیں ۔ ص ۲۱۳ ص ص ۔

(۱۹) قاطع : ناطوری در اصل ”نگہبان کشت و باغ“ ہے ۔ برہان میں بمعنی مزارع ہے ۔ القاطع : یہ تہمت ہے ، برہان میں ہے کہ ”ناطوری کشتبان را گویند کہ زراعت نگہ دارندہ باشد“ ص ۲۳۳ ص ص ۔

(۲۰) قاطع : برہان میں نعمت جزا صم (جذر چاہیے ، اور قاطع میں یہی ہے ، القاطع میں ز سے ہے) بمعنی نعمتہائے بہشت ہے ۔ القاطع : برہان میں نعمت بہشت بہشت ہے ۔ ص ۲۲۹ ص ص ۔

(۲۱) القاطع : قاطع میں ہے کہ برہان نے نہاوند مرکب از نہاوند ، ’ند‘ بکسر نون شہر و ’آوند‘ بمعنی طرف لکھا ہے ۔ برہان میں ”مرکب از نہاوند“ نہیں ۔ ص ۲۵۲ ص ص ۔

(۶)

غالب نے قاطع میں ایک جگہ لکھا ہے کہ برہان اشعار سند اس لیے نہیں دیتا کہ اپنے ایجاد کردہ لغات کتاب میں داخل کرتا ہے ، سند ہو تو کیوں کر ؟ انہوں نے ، اس کے باوجود کہ ’قاطع‘ اشاعت ۲ ، بلکہ اس سے قبل شائع شدہ لطائف میں دعویٰ کیا ہے کہ کسی ایرانی نے فرہنگ نہیں لکھی ، فرہنگوں کی سند مانگی ہے (بحث آسیم) ۔ قاطع میں کم و بیش ۵۰۰ اعتراضات برہان پر ہیں ، لیکن ان کے پیش کردہ اشعار ۲۰ سے زیادہ نہ ہوں گے ۔ دو تین جگہ انہوں نے ”شرفنامہ“ کے عبارات نقل کیے ہیں ۔ ایک جگہ ”جہانگیری“ کی کسی عبارت کی طرف اشارہ کیا ہے ، چار پانچ جگہ ”دساتیر“ کا حوالہ ہے مگر اس کی عبارات منقول نہیں ۔ دو چار مقامات میں عبدالصمد کی سند دی ہے ، مگر اس کی کوئی عبارت نقل نہیں کی ۔ شعر یا مصرع کے لیے جو قاطع ۱ میں ہے ، ضرور نہیں کہ وہ اس کے مصنف کا نام بتائیں ، مثلاً بحث برزکار وغیرہ میں ایک مصرع ہے جس سے قبل یہ الفاظ ہیں : ”دیگر می سراید ۔“ اشعار سند سے ضرور نہیں کہ ان کے دعوے کو تقویت پہنچے ۔ اس جگہ ایک مثال کافی ہے : استر (خجر) برہان میں بفتحہ‘ الف و تا ہے ، اور غالب سے قبل کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا ۔ غالب اسے

مضموم الالف والتا بتاتے ہیں ، اور ستور بضمتین کو استر کے مخفف ستر بضمتین (بقول غالب) کا مزید علیہ قرار دیتے ہیں ۔ بحث استر میں اگر کوئی سند ہے ، تو سعدی کا قطعہ ذیل ہے :

آن شنیدستی کہ وقتی تاجری در بیابانی بیفتاد از ستور
گفت چشم تنگ دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور

اس سے اگر کسی دعوے کے اثبات میں مدد مل سکتی ہے تو وہ ستور کا مضموم التا ہونا ہے ، اور بس (رجوع بہ بحث استر ، غ) ۔ بحث ارتنگ میں ایک شعر نظامی کی طرف منسوب ہے ، حال آنکہ وہ خسرو کا ہے ۔ القاطع ص ۵۱ میں ہے کہ ”جہانگیری“ اور دوسری فرہنگوں میں بنام خسرو مرقوم ہے ۔ بحث ”قافلہ شد“ میں غالب نے ”ای کس ما بے کسی ما بین ۔ الخ“ جامی کے نام لکھا ہے ، حال آنکہ یہ ”مخزن الاسرار“ نظامی میں ہے (القاطع میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے کہ شعر جامی کا ہے ۔ ص ۲۰۲) ۔ دساتیر کے حوالے سے جو کچھ مرقوم ہے ، لازماً صحیح نہیں (رجوع بہ بحث دساتیر ۔ غ) ۔ برہان میں ترک اشعار سند کی وجہ مولف نے اپنے دیباچے میں یہ لکھی ہے : ”محمد حسین المتخلص بہ برہان میخواست کہ جمیع لغات فارسی و پہلوی و دری و یونانی و سریانی و روسی و بعضی از لغات عربی و لغات ژند و پاژند و لغات مشترکہ و لغات غریبہ و متفرقہ و اصطلاحات فارسی و استعارات و کنایات بعربی آمیختہ و جمیع فوائد فرہنگ جہانگیری و مجمع الفرس سروری و سرمہ سلیمانی و صحاح الادویہ حسین الانصاری را کہ ہر یک حاوی چندین کتاب لغاتند بطریق ایجاز بنویسد و آن بہ ہیچ وجہ صورت نمی بست مگر باسقاط شواہد و زوائد ۔“ یہ نہیں کہ برہان میں اسناد مضیقاً نہیں ہیں ، مگر برائے نام ۔ وہ اگر چاہتا تو جہانگیری و سروری سے ہزاروں نقل کر سکتا تھا ، مگر اس صورت میں کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جاتی ۔ رہا ایجاد کردہ لغات کا شمول ، تو یہ الزام بالکل غلط ہے ۔ امین نے غالباً سند کے مسئلے سے کسی جگہ بالتفصیل بحث نہیں کی ۔ ایک جگہ غالب طالب سند ہیں ۔ امین معترض ہے کہ مردہ دو صد سالہ سے سند کیا مانگتے ہیں ۔ یہ فضول بات ہے ۔ غالب کی مراد یہ ہے کہ جب تک سند نہیں پیش ہوگی ، میں اپنی رائے پر قائم رہوں گا ۔ خطاب معاصرین سے ہے ، برہان سے نہیں ۔ امین خود غالب سے جا بجا طالب سند ہوا ہے ، بلکہ بعض مقامات میں تو اس نے یہ لکھا ہے کہ عبدالصمد ہی کی سند دی ہوتی ۔ اس نے بکثرت اشعار سند پیش کیے ہیں ، لیکن یہ عموماً فرہنگوں سے ماخوذ ہیں ۔ اشعار ذیل جو بالترتیب اسدی ، والہ بروی اور خاقانی کی طرف منسوب ہیں ، اس نے کسی فرہنگ کے حوالے کے بغیر نقل کیے ہیں (ص ۱۵) :

شہ دادگر با ہجوم سپاہ زدہ خیمہ ہا ہر لب آبگاہ

بصحن خانہ ام امروز سیر دریایست کجا روم کہ ازین خوشتر آبگاہی نیست

بر خاک رہش بہر خزان گل بر آبگہش بہر کران پل
شعر اول گرشاسپنامہ، اسدی اور شعر ثالث تحفۃ العراقین خاقانی کی بحر میں
ہے۔ یہ مثنویاں اور دیوان والہ میری نظر سے اُس زمانے میں گزرا ہے جب
مجھے یہ تلاش تھی کہ آبگاہ بمعنی آبگیر کی سند ملتی ہے یا نہیں۔ میرے پاس
جو ان سے متعلق میری اپنی لکھی ہوئی یادداشتیں ہیں، ان میں یہ اشعار نہیں۔
القاطع کی بحث ابدام میں ہے: ”این لغت در فرہنگہای موجودہ کہ از دو سہ نسخہ
یش نیست، در نیافتہ ام، لیکن . . . یقین کلیست کہ در سروری و سرمہ، مایہانی
وغیر آہا این لغت را نامی و معنی این را نشانی خواہد بود“ ص ۴۶۔ ”خواہد
بود“ اس کا غماز ہے کہ یہ دونوں فرہنگیں امین کی نظر سے نہیں گزری تھیں، لیکن
وہ بے تکلف مقدم الذکر کا حوالہ تقریباً ۲۰ جگہ اور موخر الذکر کا کم و بیش
۱۵ جگہ دیتا ہے۔

القاطع میں ”فرہنگ ہندو شاہ“ [فرہنگ اندراج۔ سدید] (ص ۲۲، ۲۰۲ وغیرہ)،
ابراہیمی (ص ۲۲، ۸۶ وغیرہ)، شرفنامہ (ص ۴۸)، عین الافاضل
(ص ۱۲۱ وغیرہ)، سکندری (ص ۲۵۶) کے حوالے ہیں اور یہ فرہنگیں مجھے یقین
ہے کہ امین کی نظر سے نہیں گزریں، حالانکہ حوالہ اس طرح دیا ہے کہ ان کے
مطالعہ کرنے پر مشعر ہے۔ غالب کے اس قول کی تردید میں کہ برہان تبریزی
المولد نہیں، روضۃ الجنان مصنفہ ”ملا حیدر شاہ جہانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ
”نمیداند کہ فرزندش علی حسن ہم بذات خود تبریزیست، بعد شائزہ سالگی از تبریز
بہ ہند آمدہ“ ص ۱۱۶۔ میرا خیال ہے کہ یہ کتاب وجود خارجی نہیں رکھتی،
اور اس نام اور مصنف کی کوئی کتاب ہے تو اس میں وہ بات جو اس کے حوالے
سے مرقوم ہے نہیں ملے گی۔ جہانگیری کے حوالے بہت ہیں لیکن اس سے استفادہ
کامقہ نہیں۔ (رجوع بہ بحث ایثار بخش) القاطع میں رشیدی، بہار عجم (ص ۴۳
وغیرہ)، مطلع السعدین وارستہ (ص ۵۷)، مصطلحات وارستہ، کتاب آرزو (بدون
نام) منتخب اللغات (ص ۸۲)، صراح (ص ۸۶)، خالق باری منسوب بہ خسرو
(ص ۹۵)، تاج اللغات (ص ۱۰۵)، بحر الجواب (ص ۲۱۸)، کتاب قوانین از
عبدالواسع ہانسوی (ص ۱۴۳) اور مدار الافاضل کے بھی حوالے ہیں، اور یہ سب
یا ان کی اکثریت امین کی نظر سے گزری ہوگی۔

نوٹ: عبدالصمد کے متعلق امین نے لکھا ہے:

(۱) ”این ملامت کش روزگار اوستاد خود را چرا شریک حال خود ساخت و
برسواپی او چون پرداخت۔ مگر بار ملامت سنگین بود، تنہا تاب کشیدنش ندید،
ناچار بی چارہ را بامداد طلبید۔ افسوس صد افسوس اینچنین تلمیذ نابہوار نمیبود،

آن مرد دانا را بنادانی کہ میستود“ ص ۲۰ -

(۲) غالب نے لکھا تھا ”حاشا کہ بعد از صائب و کیم چون حزین دیگری از خاک پاک ایران برخاستہ باشد۔“ غوامض فارسی اس سے میکھے تھے اور شکوک اس سے رفع کرائے تھے۔ القاطع : ”حیرانم کہ این منصب را چرا بہ عبدالصمد منسوب نکرد ، و آن را چگونه از زمرہ ایرانیان بدر آورد“ ص ۲۴۹ -

(۳) ”یکی از عوام الناس را کہ عبدالصمد نام او گرفتہ ، پیشوای خود شمرده . . . قول او را کہ اصلی ندارد مثبت مدعای خویش میشارد“ ص ۲۴۹ -

(۴) ”ترا بسر بیمغز پناشاہ سربنگ (کذا) مراد نگیری قسم ، و بتعلیم عبدالصمد سوگند۔“ ص ۲۲۳ -

(۷)

برہان کے دیباچے میں ہے : ”چون بلفظی از الفاظ یا اسمی از اسما یا معانی نقیضہ و امثال اینہا بر خواند زبان اعتراض را بکام خاموشی . . . بکشند ، چہ فقیر جامع لغات و تابع ارباب لغتست نہ واضع۔“ دیباچہ قاطع میں ہے کہ ”جز لغتی چند کہ از دساتیر آوردہ یا دیگر لغات اندک کہ در آن تصرف نبرده ، ہمہ آشوب چشمست و آزار دل . . . با این ہمہ کوشش . . . ننوشتہ ام مگر . . . از صد یکی۔ ہانا میخواستم نوشت و میدانستم نوشت ، اما بسبب انبوی بیانیہی ژولیدہ جامع مجموع نتوانستم نوشت۔“ مطلب یہ کہ تھوڑے سے الفاظ سے قطع نظر کر لی جائے تو برہان یکسر ناقابل اعتبار ہے۔ غالب کو برہان کے کل اغلاط کا علم ہے ، اور وہ چاہتے بھی تھے کہ سب کا ذکر کریں ، لیکن برہان کے ’بیان ہائے ژولیدہ‘ کی کثرت مانع آئی۔ قاطع کی تصنیف کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ ”آن سفینہ (برہان) . . . مردم را از راہ میبرد و سن آئین آموز گاری داشت ، بر پیروان خودم دل سوخت ، جادہ نمایان سوخت ، تا بیراہہ نہیند“ (دیباچہ)۔ اس صورت میں غالب کو چاہیے تھا کہ وہ اعتراضات درج نہ کرتے جو حواشی برہان میں ہیں ، ان کی طرف محض اشارہ کافی ہوتا۔ اصولی بحثیں (کس قسم کے الفاظ شامل ہوں یا نہ ہوں ، کل مشتقات مشتق منہ کے تحت ہوں ، یا حروف تہجی کی ترتیب سے الگ الگ ، ایک لغت کی مختلف شکلیں ایک ساتھ ہوں یا علیحدہ علیحدہ اور اس طرح کے دوسرے امور) چھیڑ کر برہان کے چند اغلاط کی مثالیں دیتے ، اور یہ بکثرت تھیں ، تو یہ لکھ دیتے کہ زیر بحث غلطی کی مثالیں برہان میں بہت ہیں ، اور اعتراضات کی تکرار سے احتراز کرتے۔ لیکن ان کی کتاب کا معتد بہ حصہ اسی قسم کے اعتراضات سے مملو ہے۔ چنانچہ بعض جگہ خود بھی انہیں اس کا احساس ہے کہ تکرار بے جا ہو رہی ہے۔ امین نے تکرار بے جا پر جایجا اعتراض

کیا ہے۔ واضح رہے کہ برہان میں کم و بیش ۲۰ ہزار الفاظ ہیں اور غالب کے اعتراضات تقریباً ۵۰۰ پر ہیں۔ اگر غالب کو کل اعتراضات کا علم تھا تو یہ چاہیے تھا کہ فضول اعتراضات، تکرار بے جا اور لفاظی سے بچتے اور اس کا لحاظ رکھتے کہ کوئی اہم اعتراض چھوٹ نہ جائے۔

(۸)

برہان کو خود دعوائے تحقیق نہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اسے تحقیق سے مطلقاً سروکار نہیں۔ لیکن ایسے شخص کے خلاف جو ادعا نہیں رکھتا، غالب کا وہ رویہ جو انہوں نے قاطع میں اختیار کیا ہے، قطعاً نازیبا ہے۔ امین و غالب کی راہوں میں قطبین کا فرق ہے۔ القاطع کی بحث اشار بخش میں ہے: ”در باب تحقیق لغات کاملیست کہ مثلش در عالم امکان کم بوجود آمدہ . . . در تحقیق ہزارہا لغات جایی بر غلط نرفته . . . بر غلط گفتن آن (دربارہ اشار بخش) چگونہ تصور کردہ آید؟ . . . معترض کہ بر خلاف او سیگوید بر گفتہ خود خجلتھا خوابد کشید“ ص ۱۰۰۔ دیباچہ القاطع میں ہے: ”برہان قاطع کہ در تحقیق لغات فارسی و عربی وغیرہ آئھا محیط اعظم است بی پایاں و سر دفتر فرہنگہاست نزدیک لغت آشنایاں۔“ غالب نے قاطع کے متعلق مفتی محمد عباس کو پیام بھیجا تھا کہ ”بہت خون جگر کھا کر فارسی کو تحقیق کے اس پائے پر پہنچایا ہے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں۔“ حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔ اعتراضات کی اکثریت غلط ہے، اور صحیح اعتراضات بھی محققانہ طور پر پیش نہیں ہوئے۔ امین کی کتاب سے یہ نہیں کھلتا کہ اس نے ادبیات فارسی کا مطالعہ وسیع پیمانے پر کیا ہے، لیکن جہانگیری وغیرہ میں جو مطالب ہیں، ان سے اس کی واقفیت غالب سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے بیشتر جواب صحیح ہیں، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کہیں بھی اس نے تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ امین غالب کے اعتراضات کو تسلیم نہیں کرتا، اسے جواب نہیں سوجھتا، تو خواہ اعتراض غلط بھی ہو، یہ کہتا ہے کہ برہان نے وہ بات نہیں لکھی جس پر اعتراض ہے، کاتب اس کا ذمہ دار ہے۔ چند مثالیں:

(۱) برہان میں دشتان بالفتح بمعنی زن حائض۔ غالب کہتے ہیں کہ یہ در اصل بالضم ہے۔ دشت بمعنی زشت و نجس، الف نون حالیہ۔ امین کہتا ہے کہ برہان نے برگز بالفتح نہیں لکھا ہوگا، یہ کاتب کا فعل ہے۔ دشت بمعنی زشت و بد ہے، بمعنی ”پلید“ بعید از قیاس ص ۱۵۲۔ مگر دشتان بالفتح ہی ہے۔ اس کا کچھ تعلق دشت بالضم و الف نون حالیہ سے نہیں۔ دشت بمعنی نجس نہیں آیا۔

(۲) برہان میں کہیں کہیں کسی لغت کے حرکات و سکنات دیے ہیں اور

ساتھ ساتھ توزین بھی کی ہے۔ غالب کو اس صورت میں توزین بیکار نظر آتی ہے اور کئی جگہ وہ اس پر معترض ہوئے ہیں، لیکن انہوں نے خود بحث ہم میں بفتح حین لکھنے کے بعد ”توزین ہم“ کا اضافہ کیا ہے۔ القاطع: ”مگر اعتراض خود را . . . آن قدر نسیاً نسیاً نمود کہ گوئی زہار . . . ازین کس نبود . . . دروغگو را حافظہ نباشد“ ص ۱۱۴۔

(۳) برہان: ابدام بمعنی جسم۔ قاطع: یہ ابدام ہے یا ابدام؟ القاطع: سروری و سرمہ وغیرہ میں ہوگا ص ۴۶۔ سروری میں نہیں اور سرمہ میں بھی نہ ہوگا، اس لیے کہ اس میں کوئی دساتیری لفظ نہیں آیا۔ یہ متن دساتیر کا لفظ ہے اور آذر کیوان کی ایک مثنوی میں بھی آیا۔ اس کے کچھ اشعار دبستان مذاہب میں ہیں۔ (۴) ”ایشار بخش“ پر غالب معترض ہیں کہ ترکیب کا ایک جز عربی ہے اور ایک ترکی۔ القاطع: یہ ”غریب نما“ لفظ ہے اور پیش نظر فرہنگوں میں نہیں۔ اس کی ”ترکیب لفظی“ بھی سمجھ میں نہیں آتی، لیکن علم لغت میں عقل کو دخل نہیں۔ جب تک دوسری کتابیں دیکھ نہ لی جائیں، غالب کا اعتراض قبول نہیں کیا جا سکتا ص ۷۰۔ جزو ثانی بخش نہیں بلکہ بخش ہے (جہانگیری)۔ موید برہان میں دکھایا ہے کہ کس طرح غلط فہمی سے یہ وجود میں آیا۔

(۵) برہان: ”ماہر باغت زند و پازند بمعنی روز آئندہ“ غالب: ”چوں زند و پازند کس سیابست، ہر آئندہ اگر در فرہنگہای دیگر نیز آورده باشند، نتوان بتواتر استناد کرد۔ امین: لفظ یکگونہ غریب ہے اور پیش نظر فرہنگوں میں نہیں ہے۔ ”شاید کہ در کتابی یا در کلام اوستادی رونماید، پس ہنگام کہ کتب لغت بتامہا دستیاب نشود، باید کہ در تحقیق این لغت سخنی نرود، . . . نگارندہ لغت نیکنام و صدق سر انجام است، و معترض بدنام و کذب انجام“ ص ۲۱۹۔ میرا خیال ہے کہ ماہر بمعنی روز آئندہ جہانگیری میں ہے۔

(۶) بزودودن و بزداپیدن جو برہان میں ہے، دراصل زدودن و زداییدن ہے باضافہ بای زائدہ۔ موخر الذکر مصدر مضارعی ہے مگر سماع میں نہیں آیا۔ امین: ”قول مدار و موید و جہانگیری مرقوم میگردد و بس۔ در مدار الافاضل است بزداپیدن و بزودودن . . . زنگ . . . دور کردن، و در جہانگیری ست بزودودن . . . و در موید الفضلا ست بزداپیدن و بزودودن، ص ۸۶۔ بزداپیدن کی سند غ میں ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ب زائد ہے۔

(۷) برہان: پاچاہ بمعنی بول و غائط۔ غالب: صحیح پاچاہ بجیم تازی، معنی اس کے مستراح ہیں، پاخانہ اس کا مصحف۔ امین: برہان نے جیم کے فارسی ہونے کی صراحت نہیں کی، بالفرض بجیم فارسی لکھا بھی تو دونوں حرف ایک دوسرے کا بدل ہوتے ہیں۔ سرمہ سلجانی میں بمعنی بول و غائط ہے، بمعنی مستراح بھی ہے،

مگر پاخانہ اس کا مصحف نہیں ص ۹۲ - پاچاہہ ہجیم فارسی بمعنی بول و غائط دساتیری لفظ ہے ، یہ ہرگز بمعنی مستراح نہیں - سرمہ سلیمانی کا حوائج جہونا ہے - یہ کتاب امین کی نظر سے نہیں گزری - اس نے بحث ابدام میں لکھا ہے کہ ”فرہنگہای موجودہ . . . از دو سہ نسخہ بیش نیست -“ سرمہ سلیمانی و سروری ہرگز ان میں نہیں ، ورنہ اس بحث میں یہ نہ ہوتا کہ ”در سروری و سلیمانی وغیرہ انہا این لغت را نامی و معنی این را نشانی خواہد بود -“ پاخانہ ’پا‘ اور ’خانہ‘ سے مرکب ہے -

(۸) برہان قاطع : ”آدیش بکسر ثالث و مکون یای تحتانی و شین نقطہ دار آتش را گویند . . . چون اکثر حروف فارسی با یکدیگر تبدیل مییابند . . . تائ آتش بدل ابجد بدل کرده ، آدیش گنتہ اند - و اینکه بفتح تائ قرشت اشتہار دارد غلط مشہور است ، چہ این لغت در ہمہ فرہنگہا بکسر تائ قرشت آمدہ است و با دانش قافیہ شدہ است ، و چون بکسر تا موضوعست ، بعد از دال یای حطی در آوردہ اند تا دلالت بر کسرہ ماقبل کند ، و آدیش خواندہ شود -“ غالب : ”قافیہ آتش با دانش ادعائیت نادلپذیر ، آری در سلک قوافی سرکش و مسوش ہزار جا دیدہ ایم (سند نظیری و زلالی ایک ایک شعر) آدیش را اسم آتش قرار دادن گمراہیست ، و تحتانی را علامت کسرہ پنداشتن ناآگاہیست - اعراب بالحرف در الفاظ ترکی رسم است نہ در الفاظ فارسی . . . آدیش در زبان پہلوی قدیم لفظیست جداگانہ بمعنی تعظیم و تکریم ، اسم نار در فارسی آتش است بالف ممدودہ و تائ فوقانی مفتوحہ ، چنانکہ خود نیز در تائ فوقانی مع الشین تش بتائ مفتوح بمعنی آتش خواہد آورد -“ امین : ”قافیہ آتش با دانش ادعائی نیست ، نظامی گوید :

ہمہ کار شان شرب و آتشگری نگشتہ کسی گرد چالشگری

و ہمہ اہل فرہنگ مثل جہانگیری و رشیدی وغیرہا در کسرہ تائ قرشت کہ در آتش است با . . . برہان . . . اتفاق دارند و آدیش را بدل آتش مینگارند ، چنانچہ در جہانگیریست کہ آدیش با دال مکسور و یای تحتانی آتش باشد - چون علمای فرس تبدیل ہر یک حرف از حروف بیست و چہارگانہ بحرف دیگر جائز داشتہ اند ، در بعضی مواقع . . . تائ آتش را بدل کردہ آتش گفتند و چونکہ دراصل این لغت بکسر تا موضوعست . . . ، بعد از دال یای تحتانی آوردند تا دلالت بر کسر ماقبل کند آدیش خواندند - شعر انوری :

گر کند چوب آستان تو حکم شحنہ چوبہا شود آدیش

انتہی کلامہ - و ہمین ست در رشیدی و غیران ، پس درین صورت آتش بفتح تا . . . از قبیل تصرف خواہد بود کہ اوستادان صاحب قدرت بکار بردہ اند (مثال قالب و کافر) . . . پس قول منکر مع امثلہ اساتذہ کہ بعضی ازان بر حاشیہ قاطع برہان

نیز هست ، دلیل بر موضوعیت آتش بفتح تا نمیشود ، و موضوع بودن آن را بکسر تا منع
نمینماید ، و اینکه آدیش را لفظ جدا گانه بمعنی تعظیم و تکریم آورده . . . بی سند
باور نیست ، و اگر باشد چه بحث ازین ست - سخن درین ست که آدیش بدل از آتش
است ، و آتش را گفته اند ، چنانچه شعر انوری که بالا مذکور شد دلیل بر این
معنیست - و نیز آتیش که مشبع آتش است ، دلیل صریح بر این معنیست که آتش
بکسر تا . . . موضوعست و اس - زیرا که اشباع دراز خواندن حرکتست ، بدین صورت
که از درازی فتح الف و از درازی ضم و او و از درازی کسره یای تحتانی بظهور آید ،
چنانکه اچار و آچار و افتاد و اوفتاد و آتش و آتیش ، اوستادی راست :

از بسکه تم سوخته شد ز آتش فرقت

در خرقه بجز شعله آتیش ندارم

ص ۲۱ - آتش اصلاً بفتح تا ہے اور عموماً اسی طرح مستعملہ شعرا ہے -
اگر کسی فرہنگ نگار نے اصلاً مکسورالتا لکھا ہے تو غلطی کی ہے - غالب کو قافیہ
سرکش و مشوش کی جگہ سرکش و مشوش و دیگر الفاظ ازین قبیل لکھنا تھا -
آدیش بمعنی تعظیم کسی عہد کی فارسی نہیں - آدش پہلے آدش ہوا ہوگا ، بعد کو
آدیش ہو گیا - آتش مکسورالتا شعراء نے بطور شاذ منظوم کیا ہے -

(۹) غالب : ”در فارسی دو حرف متحد المخرج بلکہ قریب المخرج نیز
نیامده . . . ذال چرا باشد و بودن لفظ متحد المخرج چون روا باشد ؟ آری دبیران
پارس را قاعدہ چنان بود کہ بر سر ذال ابجد نقطہ نہادندی ، پسینیاں ازین رسم الخط
بوجود ذال منقوطہ در گمان افتادند - چون درین اندیشہ وجود ذال بینقطہ از میان
میرفت ، و ہمہ ذال منقوطہ می ماند ، اکابر عرب قاعدہ قرار دادند ، تفرقہ ذال
و ذال بر آن قاعدہ اساس نہادند و اینکه من میگویم . . . فرمان آموزگار من است -“
امین : ”ازین دشمن عقل باید پرہیز کہ در میان تائی قرشت و دال سادہ ہم اتحاد
مخرجست ، و قاریان قرأت سبعہ بر اتحاد مخرج آن ہر دو متفق اند ، و کسی از آنها
برخلاف ہم نرفتہ ، بلکہ اہل عرب بسبب اتحاد مخرج ادغام میان ہر دو روا داشتہ
اند ، بل واجب پنداشتہ اند ، چنانکہ در کتب علم صرف بتفصیل ذکر یافتہ - پس
استعمال این ہر دو یعنی تائی قرشت و دال سادہ باوجود اتحاد مخرج در زبان پارسی
چگونہ روا داشتہ اند ؟ قطع نظر از حروف دیگر مثل با و پا و سیم و فا کہ ہر یک را
ازین چہار مخرج شفتی (کذا) است ، و غیر از آنها مثل سین و شین و لام و نون کہ ہر
یک ازینہا وسطی است ، و در فارسی مستعملست ، و با ہمدگر نسبت اتحاد مخرج
دارد ، و اگر کسی در اتحاد مخرج آنها شک کند ، در قرب مخرج بیج گونہ نخواہد
کرد ، پس در بودن و نبودن بعض در لغات فارسی اتحاد مخرج و قرب مخرج را زنہار
دخلی نباشد ، محض حسب اتفاقست - ہرکرا در استعمال آوردند ، آوردند ، و ہرکرا
گذاشتند گذاشتند - لب تشنگان تحقیق را جرء زلال جام تقریر ما روزی باد تا

بحقیقت وارستہ و بر تحریر معترض خط نسخ درکشند ، حق اینست کہ ذال منقوطہ نزدیک پاستانیان (کذا) زبان فارس و خودی نداشت ، بالای ہمان دال سادہ نقطہ میگذاشتند ، متاخرین برای آن وجودی اعتبار کردند ، و ذال منقوطہ نام کردہ باستعمال آوردند ، و برای امتیاز ہر دو قاعدہ ترتیب دادند ، چنانچہ خواجہ نصیرالدین طوسی گفتہ : ”آنانکہ بفارسی سخن میرانند“ (۳ مصرع اور) و نیز ابن معین (صحیح ابن یمن) گفتہ : ”تعیین دال و ذال کہ در مفردی فند“ (۳ مصرع اور) و ابن رباعی حکیم انوری ہم دلالت بر این قاعدہ میکند : ”دست بسخا چون ید بیضا بنمود“ (۳ مصرع اور)۔ پس متبع متاخرین بودن ، و از وجود ذال منقوطہ انکار نمودن در گمراہی بر روی خود گشودن است۔ حیف . . . میستود“ (مکمل عبارت حیف الخ دوسری جگہ منقول) ص ۱۹۔ ”در ترکیب استاد میان دال و تا قرب المخرج را اظہار میکند ، و از جنسیت ہر دو نیز خبر میدہد ، مگر قول استاد خود را کہ در بیان لفظ آدر نقل کردہ بود کہ دو حرف قریب المخرج در فارسی نیامدہ است ، غلط سی پندارد کہ آمدن دو حرف قریب المخرج و ہم جنس را در لغت فارسی روا میدارد ؟“ ص ۱۵۷ (الف) غالب نے ”لفظ“ بجائے ”حرف“ کئی جگہ لکھا ہے مگر یہ پہلی جگہ ہے ، اور اس پر اعتراض نہیں ، حالانکہ پہلی جگہ نظر انداز کر دینا امین کے نزدیک قابل اعتراض ہے (ب) دال و تا کو قریب المخرج کہنا چاہیے۔ متحد المخرج کہنا ہی تھا تو اس کی سند پیش کرنی تھی (ج) قدما کا دال مہملہ پر نقطہ دینا در اصل جہانگیری میں ہے ، اس کا حوالہ دینا تھا۔ اس سے قبل کی کوئی کتاب میری نظر میں نہیں جس میں یہ مرقوم ہو (د) عربوں کا قاعدہ بنانا غالب کے سوا کسی نے نہیں لکھا ، اس پر اعتراض کرنا تھا (ه) آج تک کوئی مخطوطہ فارسی جس میں دال مہملہ پر نقطہ دیا گیا ہو ، نہیں ہے۔ ترجمان البلاغہ کا جو قدیم نسخہ ملا ہے ، اس میں دال مہملہ کے نیچے اور ذال معجمہ کے اوپر نقطہ ہے (و) طوسی وغیرہ کے اشعار جہانگیری سے ماخوذ ہیں ، حوالہ دینا تھا۔ (ز) یہ کہنا کہ قدما میں ذال فارسی کا وجود نہیں ، غلط ہے۔

غالب : ”ہاں دیدہ و ران ، انصاف انصاف ، مرا خوی از چنیں چکید ، تا این ہمہ خس و خار را از راہ لغت فرو رفته ام ، و جز آفرین سزدی دیگر نمیجویم“ ، بلکہ از آن نیز گزشتہ ، ہمیں داد میخواستیم و دیگر ہیچ۔ در فصل جیم عربی مع الیا . . . جینور . . . و در فصل جیم فارسی مع الیا چینود . . . و در فصل خای ثخذ مع النون ، خنبور ، و ہم فصل خنبور . . . شش اسم از ہر ہل صراط آورد ، و پندارم در تصحیف خوانی نیز ہمتی قوی و نظری ہمہ جا رس نداشت۔ بسیاری از الفاظ را کہ یکی از آنها چیتور است ، فرو گزاشت . . . میپرسم کہ از شش اسم صحیح کدامست ؟“ امین : ”ہر یک . . . صحیح نامست ، و اقوال اساتذہ گواہ این کلامست . . . در

رشیدیست : جینور ، و در فرہنگ (یعنی جہانگیری) بجای رای مہملہ از کتاب زند دال مہملہ نقل کردہ ، عنصری . . . ”دہندہ بیول جینور جواز۔“ آذر بروی . . . ”گذارش سوی جینور پل بود۔“ اسدی . . . ”سوی جینور پل نباشدش راہ“ . . . ”وز بلسک حنیور آوختہ“ و بعضی درین دو بیت اخیر حسور گفتہ اند“ و در فرہنگ جہانگیربست خنیور . . . اسدی : ”ہمیدون بیول خنیور گذار۔“ و در ژند پاژند چینود آمدہ . . . ”غالب کی پیشانی سے پسینا ٹپکنے لگا ، لیکن راہ لغت میں ”خس و خار“ رہ ہی گیا۔ برہان میں چنود پل بھی بمعنی پل صراط ہے اور اس پر غالب کی نظر نہیں پڑی۔ یہ بات قابل بیان تھی ، مگر القاطع میں مذکور نہیں۔ قاطع میں خنیور (ب کے نیچے ایک نقطہ ،) مگر برہان میں خنیور صراحۃً بیای فارسی لکھا ہے ، اور یہ مرقوم ہے کہ ”بجای بای فارسی بای حطی نیز بنظر آمدہ۔“ اس طرح ان الفاظ میں جو بمعنی زیر بحث ہیں ، ایک کا اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ القاطع میں اس کی طرف بھی اشارہ نہیں۔ اور خنیور مثل قاطع ، بای عربی سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اوستائی لفظ ہے اور اس کی دو شکلیں صحیح ہیں : چینود و چنود۔ باقی تصحیف کی پیداوار ہیں۔ اس کے ذمہ دار شعرا ہوں یا فرہنگ نگار۔

سوالات عبد الکریم

میر سادات علی غالب کے دہلوی شناساؤں میں تھے اور اسی کی بنائی ہوئی مسجد کا قطعہ تاریخ بھی غالب نے کہا تھا۔ جو سید حبیب دہلوی نے دہلی میں موجود ہے۔ غالب کے تالیف برہان کی مخالفت میں انہوں نے مرقیہ تالیف برہان لکھی اور بعض جگہ وہ نکتہ چینی کے جائزہ سے متجاوز ہو گئے تو غالب کو بہت ناگوار گذرا پہلے ایک کتابچہ بدوں نام انہوں نے ایک بھولالہ احوال شخص عبد الکریم کی جانب سے تحریر کیا اور بعد ازاں سیاح کلطرت سے لطائف شبی لکھی۔ انہوں نے دوسروں کو بھی اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ فرق کار دیکھیں لیکن بعض اصحاب جن کے نام کا حفظ اس مضمون کا موجود ہے وہ کسی نہ کسی وجہ سے خاموش رہے۔ لیکن علی خان غالب کے سوانح نامہ شخص میں جنہوں نے مرقیہ کی مخالفت میں ایک کتابچہ بھی برافہ ریزیاں شائع کیا ان کے نام کا کوئی غالب کا خطاب تک شائع نہ ہوا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی اشاعت میں خود غالب کی تحریک کو کس قدر دخل تھا غالب نے ایک طویل خط میں جس کا عکس شائع ہو چکا ہے لکھا ہے۔

”تم نے فرمایا کہ یقیناً افسر و خیزاں کو الف نون مایہ لکھ گئے ہیں۔ لاجئیں نہ کہا کہ الف نون نازل کو ہے نہ خیزاں کا قول مستقیم کے قول کا ناسخ تو نہیں ہوا بہر حال یہی لکھ دو کہ بعض لوگ اس کو قائل کا الف نون بتاتے ہیں اور بعض مایہ کہتے ہیں قطعاً مختصر کا غذا استفادہ مع دستخط سعادت یابہ دستخط کل میرے پاس بھیج دیجئے۔“

غالب نے ایک خط میں لکھا ہے کہ

”تین دوستوں نے مولف محرق پر جوئی پیرا لکھے جوئی پیرا لکھنے والوں میں سے ایک عبد الکریم ہیں۔ ایک خط میں ہے کہ ایک طالب علم کسی عبد الکریم نے مولف محرق سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر بہ فتوات علما رشتہ مرتب کیا ہے ایک سیرے دوست نے بعینہ ذرا اس کو بھیجا ہے۔“

ایک اور خط میں اسے سوالات عبد الکریم کہا ہے اور اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا کہ کتابچوں میں یہ نام نہیں ہے ہمیشہ پر شاہ مرحوم مرتب خطوط غالب کے ایک مضمون میں جو غالب نے مذکور میں شائع ہوا تھا یہ عبارات ہیں۔

”سوالات عبد الکریم کسی طالب علم کی تصنیف اردو میں ہے سترہ سوالات پر مبنی۔ داغ ہڈیاں کا جو نسخہ میری نظر سے گذرے اس کے آخر میں اس سلسلے کے صفات شائع ہیں۔“

انہوں نے ایک نقل اس کی مجھے دی تھی اور اسی کے مطابق یہ موعودہ چشمہ میں شائع ہوا تھا مگر اس کی نص کے ساتھ داغ کی نقیض جناب الکریم کے پاس جو سوالات کا ایک نسخہ ہے وہ داغ کے ساتھ نہیں موزن لکھا کہ کوئی ایسے نسخے ملتے ہیں جیکے ساتھ سوالات نہیں۔ داغ، اکمل الطبایع دہلی سے مشتمل ہیں چھاپا تھا۔ جیسا مقتنی ہے کہ دونوں ایک زمانہ میں اور ایک ہی مطبع میں طبع ہوئی ہوں اب حیات کے تمامہ غالب میں ہے ”ساطع برہان“ (یہ آزاد کو علم ہے کہ ساطع تالیف کار ہے) کے اخیر میں چند ورق سید عبداللہ کے نام سے ہیں وہ بھی مرزا صاحب (غالب) کے ہیں۔

یہ کس طرح ممکن ہے کہ ساطع کے اخیر میں غالب کا کوئی کتابچہ ہو؟ سید عبداللہ نام کے کسی شخص کا تعلق اس سلسلہ سے نہیں۔ اب جو تالیف کا اضافہ کے بعد برپا ہوا تھا جیرا خیال ہے کہ آزاد کے حافظ نے جب الکریم کو سید عبداللہ ساطع کو طرف بنادیا اور اپنی روش کے مطابق اس میں جو قیامت تھی انور نے اس پر غور بھی نہیں کیا۔ سوالات طبع اولیٰ آٹھ صفحات پر ہیں۔ اسات میں سوالات مع تمہید و خاتمہ ایک یا دو صفحات۔ قاصد برہان دہلی سے طبع میں یہ شائع ہے۔ سب ذکر سولہ صفحات میں ہے (صفحہ ۱۰ تا ۲۵) الکریم سے صفحہ ۱۲ اور صفحہ ۱۳ کا عکس بھی کتاب میں ہے۔ عبد الکریم سے جو کتابچہ منسوب ہے اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

”سہ فائدہ لکھ سوتا ہے اور غالب نے سعادت علی سے کہیں زیادہ جائزہ دے کر تیار کیا تھا۔ سہ ممکن ہے کہ عبد الکریم وجود خارجی ہی نہ رکھتا ہو۔“

اضف ہندگان رب کریم ماحول عبد الکریم خشی سعادت۔ نئی صاحب کی خدمت بابرکت میں عرض کرتا ہے کہ میں محرق کو دیکھ کر آپ کی فارسی دانی جگہ ہر دانی کا مستفید ہوا، مگر اپنے تصور نہیں ہے یعنی ترکیبوں کو نہیں سمجھا تا چار ان کی حقیقت آپ سے پوچھتا ہوں اور متوقع ہوں کہ ہر سوال کا جواب جلد آگے نہ بربطارت سلیس عام نہم لکھے گا۔ دوہرہ سوالات محرق مطبوعہ کے کچھ اس صفحوں سے تعلق ہیں۔ اس نسخہ بے نظیر کے چھاپیس صفحوں اور باقی ہیں جب ان سوالوں کے جواب پانچوں کا تو سوالات باقی پیش کروں گا۔

اب سوالات کے بارے میں ملاحظہ ہوں، سوال ۱۔

ص (۱) پیش ازین چند رسالہ: چند سلیکیا ترکیب ہے کام اساتذہ سے سند دیں میں تو آپ کے کام کو سند ان ہوں گے یکن سنگری کو کیا جواب دوں گا۔
ص (۲) "ہموند ہمہ لغت باہم ترتیب حرورت کی از اول تا آخر ترتیب شدند" ترتیب کے قبل ہائے مزیدہ کے نہ ہونے میں تردد ہے۔ "اعدی از فرنگ نویا" چینی عرق، برزی عرودہ "نور دیدہ کی جگہ 'نکرہ' چاہئے۔ ہر دوں عرض، از مرتب لغت مندرجہ اخبار اسناد اساتذہ سخن دران اہل زبان ایران و عبارت فارسی ہے یا مجذوب کا بڑا سب کسرت مہل ہی مخصوصاً اساتذہ سخن دران اہل زبان ایران سخت نامور ہوا اور نامانوس ہے۔

ص (۳) "مستفید منیر خرم ہندوان حق گزین و تفرس سخن شاس مقدمان اساتذہ سخنوران اہل زبان پیش خواہر بود۔"
استراض کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے "سخن دران کے آگے 'اہل زبان' اس کو کہاں کہاں غیر اس کو بھی آپ کے پیچھے کی عبارت میں برز و مونس دیا۔ پیش کو کہاں گھیسروں کچھ فرمایئے کچھ بتائیئے تاکہ آپ کا خادم کٹاکش سے بنات پائے۔

ص (۴) "وزمانش آمدند از ایران در طرح زبان فارسی و شاید از شعرا و حکیم بود۔"
آمدند کا معنی کہاں ہے یوں لوگ ایران سے آتے تھے اگر زبانی کہنے کا دیا کہ شعرا میں کہاں لوگ۔ اپنے اس فقرے کی دو سے مجھے بھی دو گے تو میں تم کو استاد جانوں گا۔

ص (۵) "دعایہ پیش ازین و نیز آہنا کہ با احباب مجلس اس کی طبعہ برسد" وغیرہ کی کیا ضرورت تھی؟ مجلس انہی کے آگے کان کیا ہے؟ میرا کیا جو حضرت کے مدعا کا استنباط کر سکوں۔ من نہ دیدم شیخ سلیمان را، چہ شناسم زبان و لغت را

ص (۶) "اچہ کفرست ایچہ زار است وقت و پنہ اندر دہاں خود بہ فشار،
دوسرے مصرعہ کا ہم وزن کرنا محکوم کھا دیکھے یہ سوال ہے بہت جواب طلب زیادہ حداد ہے۔

ص (۷) "از حکومت در دہاں را میگند" از حکومت نکال باہر ہے حکومت چاہئے۔ "مال از آہنا ستیاد" "ستیدہ" کس ملک کی فارسی ہے۔
سندن بختہ میں وقت ہے۔ ستیدن کی سند دو کار ہے۔ دوزدان مال ہی دہند کہ اگر ہم نہ ہم چاہئے۔

ص (۸) "تقلید امرزا اسدائند غالب" تقلید اللغائی یا تقلید فلانی چاہئے لغت کثیر المعنی کو خدا میں شمار کرتے ہو اور یہ تہرا را عقیدہ غلط ہے۔
لفظ کثیر المعنی اور ہے اور لفظ مشترک المعنی اور ہے۔

ص (۹) آپ سیرت بیان کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ میں تو آپ کا مستفید ہوں مانیوں گا لیکن اردو کی کیا کر دوں؟ شاعر کہتا ہے "نور الخ بہار دانش کے میں بود از ضیق معنی ہائے سیراب" "اوشاں" "لو ایتہ ضعیف معنی فاج کھا ہے۔ اوشاں 'نہاں' 'ایاں' 'مقدیاں' عامی کی زبان ہے۔
اوشاں کی سند منایت نہ ہو۔

ص (۱۰) "پودن بیائے فارسی نہ در فرنگ رشیدی و فرنگ جہانگیری در مویہ الفضل و بداد الانض ویم" ایسی عبارت محبتاں، بوستاں پر معنی والا لڑکا بشرط انکس پائی نہ ہوگا کبھی نہ کبھی کا اس سے زیادہ "ضوک یہ فقرہ ہے" لگان کہ دانند کہ ہائے بائے موجودہ برآؤ زندگان کتاب از ۱۰۰ تصنیف زیادہ کردہ باشند۔

ص (۱۱) غالب "بگہر ہری" غلط عبارت ہے اسی سوال میں یہ یادین وہ پودن کی با کو اصلی سمجھنے پر اعتراض ہے۔

ص (۱۲) "مردان دور و دراز" دور و دراز صفت راہ ہے یہ لکھا اور لڑکی فارسی دانی و فرنگ نگاری پہلے سے بنو ناخشا شیر و گن مقابلہ کرنا تھا۔
ص (۱۳) "نامی دہم" کئی دہم چاہئے "خندستان کی سند اساتذہ عجم کی نظم و نثر سے دیں آناں مانند قاصان می طلبند آناں کے بعد را چاہئے اور غل می طلبند۔

ص (۱۴) "برآؤ زندگان کتاب" یعنی متنفین لگو یا کتب میو ہے جو اہاجان کے اب دہر آئے ہوں کے میو نکالیں گے۔ "سرم ہری" سیرابی بیان غلط ہے اور یہ صحیح۔ مزہریہ کہ ہری برابر ہی ہو سکتا ہے مقابلہ نہیں آتا ہمہ سیلند "یہ غلط دیدہ زمان انصاف و حقیقت بریں

صفت پختہ نہ و حقیقہ ہر ہی میرا بندہ ایدہ "حقیقت" کیا ترکیب۔ حقیقہ کے بعد "ی" درکار ہے یہ بتا تھا کہ میرا بندہ کا مخلوق کیا ہے۔ ایک خریف نے کہا کہ منشی صاحب نے میرا بندہ بجائے ہی ستا بندہ لکھا ہے ہم سب نے کہا یہ امر سب سے طلب ہے۔ "سردون" خریف کو نا بین خریف بولا اور دوسرا بھاپا ہے اسے مفرس کیا ہے۔ ہم نے کہا کہ اس صورت میں ہی سراپند لکھنا تھا اس نے جواب دیا کہ وہ پیر و برہان ہیں جس نے از تنگ کو از تنگ، از جنگ، از جنگ، از تنگ، از تنگ، اور از تنگ لکھا ہے۔ منشی جی نے ہی سراپند کو ہی سراپند لکھا تو کیا غضب کیا۔ بہت اس قدر کی قسم اس مجمع میں آپ کی ناراضی عبارت کے باب میں وہ لطافت بیان میں آئے کہ لوگ منشی کے مارے رہ جاتے تھے۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ آپ منشی کی ناراضی کے مقابلہ میں چندی فارسی کے موجود ہیں۔ ندوی آپ کا بھی خواہ بہت خوش ہو اور آپ کو اس کی اطلاع دیتا ہے۔

مس (۱۶) (سوال ۱۵) (نادر) برہان پیر طریقت شیخ وقت منشی یا مجتہد نے تھا۔ حضرت غالب مدظلہ العالی نے جو اس کے متعلق چند غزلیات امیر بکھارت لکھے تو آپ نے انہیں لکھیاں کیں دیں، ایک دکنی زلی کے واسطے ایسا غصہ کیوں آیا کہ مناظرہ کو بھیکر بنا دیا۔

مس (۱۷) آپ کے جانی میرا رازت ملی نے مذہب رقعہ اختیار کیا ہے۔ آپ کے سامنے قہر ادا کرتے ہو لیکن اس مذہب میں سب صحابہ کا استیذان بلکہ درجہ انہیں آپ کو یہ ناگوار کیوں نہ ہوا اور ہر مذہب کے حق میں مخالفت پر کیوں خشم ناک ہوئے

خاتمہ۔ "آپ کا دستور یہ ہے کہ جب قدرانہ مادہ ملی کی جہت سے خریف کو جواب نہیں دے سکتے تو غصے میں اندھے بن کر گایاں دینے لگتے ہو۔ نجم الدولہ

اسد اللہ خاں بہادر غالب امیر، مدار اور حلیم اور برہان ہیں، تمہاری نامہ سرا باتیں سن کر چپ ہو رہے۔ سنئے، میں نے ایک دن خواب صاحب محترم الیہ سے پوچھا کہ آپ نے منشی سعادت علی صاحب کی بدزبانی کا جواب کیوں نہ دیا، حضرت نے فرمایا کہ بھائی اگر راہ چلتے ترک پر گدھا تمام کولات مار بیٹھے تو کیا تم بھی گدھے کولات مارو گے۔ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں، حضرت نے ارشاد کیا کہ پھر میں منشی جی کی خرافات کا جواب کیوں دوں۔ "حضرت غالب بہت اسے مقابلہ کو تنگ و مار گھج کر شکوت کرتے، میں دلی کار و دراجوں، آپ نے زور میں تو میں کوڑا ہوں، اگر بھیکر لڑنے کا قصد کیجیے گا تو تم بھونک کر موجود ہوں گا۔ ایک کہوئے دو سناؤں گا زہار میرے سوالوں کا جواب جیسا طریقہ مشرفا ہے دیجیے گا اور بدزبانی نہ کیجیے گا۔"

استفسار سوال دو ہیں اور دونوں کا تعلق وقت سے ہے دونوں کا جواب الگ الگ محمد سعادت علی لازم گو رہنمائی اسکول، خدیج بخش مدرس نور علی اسکول، محمد نصیر متعلق نور علی اسکول دہلی، محمد طیف بن مدرس مدرسہ سرکار، محمد نعیم اللہ اور نجف علی صاحب دانش دہلی، انہوں نے دیا ہے، آخر میں سب سے علیحدہ غالب نے مختصراً دونوں سوالوں کا جواب دیا ہے اور خاتمہ اس طرح کیا ہے

استفسار دوبارہ نوی صاحب کے متعلق غالب کے ایک خط کا اقتباس جو اس مختصر کے آغاز میں درج ہے اس پر منشی نے کراہت اختیار کرنا شروع کر دی ہے اس کی طرف سے تھا، اسے تقویت اس سے بھی پہنچی ہے کہ غصیوں میں غور غالب بھی ہے، غالب اعلائیہ میر سعادت علی کے مقابل نہیں آنا چاہتے تھے لیکن انہیں اس کی مطلقاً نگرانی تھی کہ پڑھتے والے سوالات کو خود غالب کا زائدہ نہ لکھتے ہیں یا نہیں، ان پر دانا لا شرم صادق ہوتا ہے سہ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں خوب پردہ ہے کہ چلنے سے لگے بیٹھے ہیں،

اس سے قطع نظر عبدالکریم ابتداء میں اپنے کو میر سعادت علی کے ایک حقیقہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جو چند شکوک رفع کرنا چاہتا ہے لیکن کئی جگہ عبارتیں ایسی ہیں کہ ایک حقیقہ کے قلم سے نہیں لکھی جاسکتیں اور آخر میں تو وہ کھلم کھلا غالب کے ایک حامی کی حیثیت سے ختم بھونک کر میر سعادت علی سے زور آزمائی کے لئے تیار نظر آتا ہے، عبدالکریم نے جس طرح ابتداء میں اپنے کو پیش کیا تھا اسی طرح اسے آخر خریفک رہنا تھا اور غالب کو بظاہر اس کتابچے سے مامکن الگ رکھنا تھا اس صورت میں یہ طنز حق کی ایک بہت اچھی مثال ہو سکتا تھا مگر غالب میں صبر کا ادھر بہت کم تھا ان کے لئے کسی بات پر اجازت سے انتہا تک قائم رہنا دشوار تھا۔

سعادت علی کی شریعت اعتراضات عموماً صحیح ہیں مگر میر سے پاس جو عرق کا نسخہ ہے اس میں چند سالے نہیں چند سال ہے۔ بعض عبارات جن پر اعتراض ہے صریحاً غلط چھپے ہیں، غالب کا جو بقول خود، "میر خسرو کے سوا کہ ہندوؤں کے مسکرتے، وہاں دانشور، سست و نامید نہ تھا، یہ ایک ہندی نے لکھی تھی، سوالات کے جواب جن اصحاب نے دیے ہیں ان میں سے کوئی بھی براستثنا نے نجف علی خاں کو کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتا، نجف علی خاں بھی کوئی بڑے فارسی دان نہیں، استفسار کی وجہ سے ہندی فارسی دانوں کے متعلق غالب کی روش یہ پیش نظر کتابچہ کا وزن گھٹ سکتا بڑھ نہیں سکتا۔

اوشان خود غالب کی تحریروں میں آیا ہے یہ دوسری بات ہے کہ اسے غلطی کہ تب قرار دیا جائے (رجوع بہ باغ و دور) ایمان و شایان کے اسناد غالب بحیثیت محقق (صفحہ ۵۱۲ - ۵۱۳) میں ملے گے، ستیدہ بھی قطعاً صحیح ہے اور سبب رخصت میں و تا نہیں بہ کسر و سین و فتح تا ہے (ایضاً صفحہ ۴۱۳) خندستان پر اعتراض یہ ہے، الف و نون حالیہ کے متعلق غالب کا مسلک نا درست ہے اس کی بحث کسی اور موقع پر ہوگی۔

تقلید اللغات نے جو غالب نے تجویز کیا ہے غلط ہے فلان عربی ہے مگر اس پر اضافہ یا ایران میں ہوا ہے اس کے ساتھ ریل نہیں آسکتا۔

(صح نو مارچ، اپریل ۱۹۶۹ء)

ایک رسالہ

ضعف بندگان رب کریم، عبد الکریم غنشی سجاد شہ علی صاحب کی خدمت
 مبارکت میں عرض کرتا ہے کہ میں محرق قاطع برہان کو دیکھ کر آپ کی قاری دانی
 بلکہ تہذیبی کا مستند ہوا اگر اپنے فہم کو قصور سے بعض ترکیبوں کو نہیں سمجھا، ناچار ان کی حقیقت
 آپ سے پوچھتا ہوں اور متوقع ہوں کہ ہر سوال کا جواب جداگانہ یہ عبارت سلیس
 عام فہم لکھیے گا اور یہ سوالات محرق مطبوعہ کے ۵۰ صفحے سے متعلق ہیں اس نسخہ
 بے نظیر کے ۶۴ صفحے اور باقی ہیں جب ان سوالوں کے جواب پانچوں گا تو
 سوالات باقی پیش کر دوں گا۔

سوال پہلا صفحہ ۲ سطر ۸ آپ لکھتے ہیں کہ پیش ازین چند سالہ کتاب
 مسہل بحوالہ الجواب تالیف کردہ بوم "عامی عرض کرتا ہے کہ چند سالے"
 کیا ترکیب ہے ہاں "سالے چند" "ماہ ہے چند" "روزے چند" یا "چند سال" و "چند
 ماہ" و "چند روز" مستعمل وضحا ہے۔ سعدی بجا کہتا ہے: "پہار پاسے برو کتابے چند
 اب "چند سالے" کی سند اساتذہ کے کلام سے آپ ہم کو دیں میں تو آپ کے کلام
 کو سندانوں گا لیکن شکرین کو کیا جواب دوں گا۔

سوال دوم صفحہ ۳ سطر ۹ آپ رقم کرتے ہیں کہ "باد جود این کثرت
 چوں ہمہ لغت، باہم ترتیب تردی تہی از ادلی لغت تا آخرش چہ جائے باجہ فصل
 بتقدیم و تاخیر مرقوم شدتہ" مجھ کو اس فقرے میں تردد دیا ہے کہ جب تک ترتیب
 کے قبل باہم موجد نہ آئے ترتیب متعلق بہ فعل کیوں کر ہوا اس کا صفحہ میں اس فقرے

کے بعد بے فصل ۱۰ سطر میں تم لکھتے ہو "احد سے از فرہنگ نویساں چہیں عرق ریزی
 در ترتیب نگردیدہ" میرے نزدیک یہاں "نگردیدہ" غلط محض اور محل معنی ہے "نگردہ"
 ہوتا تو "احد سے" اس کا فاعل ٹھہرتا "نگردیدہ" فعل لازمی ہے "احد سے" اس کے
 ساتھ ربط کیوں کر پائے گا؟ اسی صفحہ کی ۵ سطر میں تم لکھتے ہو "یدوں از کتب
 لغت مندرجہ اشعار اسناد اساتذہ سخنوران اہل زبان ایران" سائل حیران
 ہے کہ یہ عبارت فارسی ہے یا جذب کی بڑھ ہے۔ سب کسرات ہل ہیں خصوصاً
 "اساتذہ سخنوران" اساتذہ" بھی بصیغہ جمع اور "سخنوران" بھی بصیغہ جمع اگر اساتذہ
 کے آگے "سخنور" بصیغہ مفرد ہوتا تو "اساتذہ" کا کسرہ تو صیغی گنا جاتا "اساتذہ"
 موصوف ہو جاتے اور "سخنور" اُن کی صفت ٹھہرتی "اساتذہ سخنوران" کا کسرہ کسی
 طرح توصیفی نہیں ہو سکتا لہذا اضافی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کی ہندی یہ
 ہوگی کہ سخنوروں کے استاد اور یہ نہ سمجھا رہی مراد نہ مقام کے مناسب پھر "سخنوران"
 اہل زبان ایران" یہ ترکیب سبحت نامرئوط اور نامانوس ہے اہل زبان تک فقرہ تام
 ہو جاتا ہے "ایران" کو اپنے مابعد سے سر مور ربط نہیں اہل التثنا کے محاورے میں
 "اہل زبان" سے شعراے ایران مراد ہیں چاہو شعراے ایران کہو چاہو اہل زبان
 اسم ایران کیا سمجھ کر لکھا ہے؟

سوال تیسرا۔ ہم صفحہ ۱۶۱ سطر کا فقرہ مخدوش ہے "حالی ضمیر خرد مندان
 حق گزین دقیقہ رس سخن شناس مقلدان اساتذہ سخنوران اہل زبان ہمیشہ خواہد بود"
 "حالی" ضمیر "مندان" الیہ پھر ضمیر "مندان" "مندان" "خرد مندان" "مندان" الیہ
 "حق گزین" "صفت" "دقیقہ رس" "صفت در صفت" "سخن شناس" "علی ہذا القیاس"
 اب احقر کی تقریر سینے "حالی" کا کسرہ اضافی "ضمیر" کا کسرہ اضافی "خرد مندان" کا کسرہ
 توصیفی "حق گزین" اور "دقیقہ رس" کا کسرہ قائم مقام داد عاطفہ یہاں تک تو میں
 سمجھ لیا اب "حق شناس" کے سین کو موقوف پڑھوں تو سارے فقرے کو اپنے

یہ کہ ہم لفظ کثیر المعنی کو اعداد میں شمار کرتے ہو اور یہ تمہارا عقیدہ غلط ہے
 لفظ کثیر المعنی اور ہے اور لفظ مشترک المعنی اور ہے۔ لفظ کی غلطی اس
 سے زیادہ کہا ہوگی کہ تقلید امرت اسد اللہ غالب لکھتے ہو۔ پیر و مرشد،
 یا آپ نے یہ تقلید فلا نی لکھا ہوتا یا تقلید المفلانی لکھا ہوتا "تقلیداً فلانی"
 نہ ترکیب فارسی نہ ترکیب عربی یہ وہی مثل ہے نہ ادھر نہ ادھر یہ بھلا کہہ رہے۔
 سوالی نواں۔ ۲۳ صفحہ میں آپ نے "سیرانی بیان" کو جائز نہیں رکھا
 زرا سوچئے کہ آپ کیا کہتے ہیں "رنگینی" اور "سیرانی" اور "شادابی" بیان کی
 صفت کیونکر نہیں ہو سکتی۔ یہ بیان کی خوبی کا استعارہ ہے نہ استعارہ کو آپ
 غلط بظہرائیں تو "سیرانی" بیان کی صفت بھی غلط ہو جائے آپ کا قول یہ ہے کہ
 اس آدمی یا اس جانور کو سیراب کہو جس نے پانی پیٹ بھر کر پیا ہو یا اس کشت
 و باغ و سبزہ زار کو کہو جس کو خوب پانی دیا یہ قید تو محض حکم ہے اور اس قید
 سے لازم آتا ہے کہ فقط بچوں کو شگفتہ کہیں اور جبیں کو شگفتہ نہ کہیں اور سوا
 کپڑے کے کسی چیز کو رنگیں نہ کہیں۔ میں تو آپ کا مقتد ہوں اس قید کو ملاں
 لوں گا، لیکن اوروں کو کیا کروں؟ شاعر کہتا ہے:

نود گوہر سیراب در بناؤ ششش چو شبنمے کشد برگ گل در آغوشش
 بہار دانش کے دیباچے میں:

بود از قیمن معنی ہائے سیراب رواں درجد دل اوراق ادب

اسی صحنے میں تم نے اوشاں کے لفظ کو ضمیر جمع غائب لکھا ہے 'حال آنکہ ضمیر
 واحد غائب شین اور ضمیر جمع غائب شاں ہے ضمیر واحد مثناة فوقانی
 اور ضمیر جمع حاضر تاں ہے، دونوں جگہ الف و لوں کا ہے اوشاں اور
 'شمایاں اور مایاں وہ مقصد مان عامی لکھتے ہیں جو بڑے درجے درویش
 پر اور ڈاک خانے کی راہ میں اور کچھریوں کے میدان میں بیٹھے رہتے ہیں

دو باتوں کا متوقع ہوں۔ ایک تو یہ کہ "سیرابی بیان" جو قاطع برہان میں
مندرج ہے صرف وہ غلط ہے یا "سیرابی گوہر" اور "سیرابی معنی" یہ بھی غلط
ہے دوسری بات یہ کہ اوشاں کی سزا از روئے نظم و نثر اساتذہ عنایت
کیجیے۔

سوال ۱۵۰۱۔ صفحہ ۲۴۴ سطر ۱۰: آپ کی یہ عبارت "پسودن بہ ہلے
فارسی نہ در فرہنگ رشیدی و فرہنگ جہانگیری و در مؤید الفضل و مدارال
فاضل ندیم" سراسر بے ربط بلکہ خبط ہے، چون نافیہ ابتدائے عبارت میں اور
"در" کا لفظ دو جگہ پھر دو طرفت ذکر کر کے داو عطف اور اس کے آگے دو
طرف اور گستاخاں بولتاں پڑھنے والا لڑکا بہ شرط آنکہ پاگل نہ ہوگا کبھی نہ کہے گا
اس مطلب کی گزارش کی طرف بے تکلف یہ ہے "پسودن بہ ہلے فارسی
در فرہنگ رشیدی و فرہنگ جہانگیری و مؤید الفضل و مدارالافاضل ندیم"
اس فقرے بعد بے فصل یہ فقرہ اور زیادہ تر مضحک ہے کہ گمان کہ دارند
کہ براں باے موحده بر آوردندگان کتاب از راہ تصحیف زیادہ کردہ باشند
کمترین پوچھتا ہے کہ "گمان" کے آگے کا کاف کیسا ہے اور کیا معنی دیتا ہے
اور بر آوردندگان کتاب سے کون لوگ مراد ہیں نہ مؤلف نہ بر آوردندہ کتاب
ہو سکتا ہے نہ کاتب۔ کھلا میں تم کو قسم دیتا ہوں سعدی کو بر آوردندہ گستاخاں
کہو گے یا وہ گستاخاں اگر تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے تو اپنے کو اس گستاخاں کا
بر آوردندہ لکھو گے؟

سوال کیا رہواں۔ صفحہ ۲۶ سطر پہلی میں تم لکھتے ہو "ندام کہ مرزا اسد اللہ
غالب بہ کہ رہبری باے موحده اصلی پسویدین و پسودن راز اللہ انکاشندہ"
فدوی پوچھتا ہے کہ "بہ کہ رہبری" کے کیا معنی؟ یا "بہ کہ ام رہبری" لکھتے یا "بہ رہبری"
مطبوعہ نسخے کی جو نقل ملی ہے اس میں نہ چند رہواں سوال ہے نہ اس کا جواب

کہ ”نکھتے سبحان اللہ“ اس تحریر پر دعویٰ تالیف اور تصنیف کرتا اور پھر جناب حضرت غالب مدظلہ العالی سے پوچھنا کہ ہائے ”بیا ویدن و بیسودن“ کو کس راہ سے زائد بنانا میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم اس موحدہ کو اصلی اور جزو کل کس راہ سے جانتے ہو بس ویدن مصدر اصلی اور پساد اس کا مصارع اور پساد ویدن مصدر مضارع جیسا رستن بھی اُگنے کے مصدر اصلی اور رود ویدن مصدر مضارع اب ایک بات اور سمجھو مصدر کو بہ اضافہ ہنٹے زائدہ متقدمین و متاخرین میں سے کسی نے استعمال نہیں کیا ہاں ہیئتہ ہائے ماضی و مضارع و امر کے مقدم موحدہ لاتے ہیں۔ رفت کو گرفت اور رود کو برد اور رو کو برو لکھتے ہیں۔ اسی طرح استاد نے پساد کو پساد و دکھا سوائے تمارے اور کون ایسا تہی ہو گا کہ پساد کی موحدہ کو جزو کلاذ حروف اصلی سمجھ کر پھر اس سوال پیدل سنا دے کہ غلط پساد کی موحدہ کو حرف اصلی سمجھوں یا برو و دو کو پید و بجاید و متضارع میں اور یہ سزا بردہ ہزار میں انگریز ہائے موحدہ لاتے ہیں عموماً ان سب کو حروف اصلی اور جزو کل سمجھیں اور چونکہ حروف اصلی کا حذف دستور نہیں پس پساد و کو لفظ مستقل قرار دوں تو پساد و کو نہیں سمجھوں یا غفلت؟

سوالی بار سوال۔ صفحہ ۳۰ سطر ۱۹ حضرت نے ”مردمان دور دراز“ لکھا ہے ”دور و دراز“ ”راہ“ کی صفت ہے ”مردمان“ کی صفت فقط ”دور“ و لبتہ ”دراز“ کا عطف کیسا؟ اگر ”دراز“ سے دراز قد مراد ہیں تو دراز قد لکھنے سے کیا مراد ہے؟ خیالاً بالہ مردم و لبتہ و یا مردم شہر یا سے دور و سرت کی جگہ ”مردم دور و دراز“ لکھنا اور پھر فارسی و انگریزی اور غنشی گری اور نہ ہنگ تو لیبی کا دعویٰ کرنا۔ پیر و مرشد پیر پیر بنو انا تھا پیر شیر وں کا مقابلہ کرنا تھا۔

سوال تیر سوال۔ صفحہ ۳۰ سطر ۸ ”ما سخن نہان انصاف گزین حق

پسند را "تکلیف" دعوت نہ می دہم ماسکے خبر نہ می دہم "سموع" و معقول ہے۔
 "نہ می دہم" کہاں کی بولی ہے؟ اس جملہ مرکبہ کی ہندی یہ ہوگی ہم سخن فہموں کو
 دعوت کی تکلیف نہیں دیتا اب آپ ہی سوچیے کہ یہ اردو ہے یا انگریزی لہجہ
 ہے۔ اسی عبارت میں آپ نے "خندستان" کا لفظ لکھا ہے آپ یا بڑے
 محقق فارسی دان ہیں میں متوقع ہوں کہ "خندستان" کی سند اساتذہ عجم کی نظم
 و نثر میں سے ہے کچھ کو غلط سمجھے اسی صفحے کی ۱۰ سطر میں مرقوم قلم اعجاز رقم ہے
 ہر دیدن تماشا سے خند و خویش آناں مانند رقا صاں می طلبا مد" میں پوچھتا
 ہوں کہ آناں کے آگے لفظ "را" جو مفعول کی علامت ہے کیوں نہ لکھا
 اور "می طلبا" کی جگہ "می طلبا ند" کیوں لکھا۔ تقدیر سے کیا حاجت تھی؟
 سوال چودھواں۔ صفحہ ۵۴ یہاں بھی ۱۱ سطر میں "براؤر ندگان
 کتاب" بمعنی مصنفان کتاب لکھا ہے گویا کتاب ٹیو ہے جو کہا جاسکے کہ اب
 دہر لایا ہے لڑکے ٹیو لگائیں گے اسی صفحے کی ۱۱ سطر میں تم لکھتے ہو "از
 سر مرہ ہجری دیگر کتاب رفع گردید" مطلب تھا رایہ ہے کہ اور کتاب
 کے مقابلے سے رفع ہو گیا۔ واہ کیا خوب "سیرانی بیان" غلط اور ٹرمرہ
 مقابلہ صحیح۔ خیر یہ بھی سہی "ہجری" بمعنی مقابلہ کہاں سے ڈبو نہ کر لائے ہو؟
 "ہجری" لفظ غریب اور مقابلے کا استعارہ غلط۔ اگر بہ مکلف تمام ہمدوشی
 اور ہجری کا مرادف ٹھہرائیں تو "ہجری" افادہ معنی برابری کرے گا مقابلے
 کے معنی کبھی نہ دے گا۔ مقابلہ عندیت چاہتا ہے نہ شلیت۔ اسی صفحے کی
 ۱۲ سطر میں لکھتے ہو "ایں ہاں می ماند" اس مقام پر اس بدایا ماند "بائیں ہاں
 می ماند" لکھنا چاہیے تھا "ایں ہاں می ماند" کے کیا معنی؟ پھر اسی صفحے کی
 ۱۵ اور ۱۶ سطر میں لکھتے ہو "ذیدہ و ران الفاد" حقیقت میں محنت
 می خندند و جمعا ظاہر ہیں می سرانید" پہلے تو یہ ارشاد تو کہ "ذیدہ و ران الفاد"

و حقیقت "کیا ترکیب" پھر یہ کہیے کہ "حقاً ظاہر میں" کے کیا معنی۔ حقاً کے آگے
تحتانی یا ہمزہ ہو "تو ظاہر میں" "حقاً" کی صفت بھڑکے۔ خیر اس کو تم نے
ناظرین کے وجدان پر محول کیا "می سر ایند" مجازاً می کو بند کے مراد ہے
یعنی کہتے ہیں پس اس کے آگے ایک کاف اور اس کے بعد ایک تقریر ضرور
ہے۔ جب تم نے نہیں لکھا تو کوئی کیوں کر جانے کہ "حقاً" "ظاہر میں" کیا
کہتے ہیں۔ جس مجمع میں یہ نسخہ دیکھا جاتا تھا ایک شخص ظریف حاضر تھا اس
نے سب کو ڈانٹا اور کہا کہ تم لوگ نادان ہو جناب منشی صاحب نے
"می سر ایند" کی جگہ "می سر ایند" لکھا ہے ہم سب نے کہا یہ امر سند طلب
ہے۔ سر و دن کے دو معنی ہیں گاڈا اور کہنا، تقریب کرنا کس طرح مسلم ہو سکتا
ہے؟ اس ظریف نے کہا کہ سنو ہندی میں تقریب کرنے کو سر ایند کہتے ہیں
منشی جی نے از روئے تقریب می سر ایند لکھا ہے۔ ہم نے کہا اگر یوں تھا
تو "می سر ایند" چاہیے تھا نہ "می سر ایند" ظریف نے کہا کہ منشی جی پیر دیں دکن
کے جس نے برمان قاطع میں ارتنگ کو ارتنگ اور ار جنگ اور ارتنگ
اور ارتنگ اور ارتنگ لکھا ہے، منشی جی نے بھی "می سر ایند" کو "می سر ایند"
لکھ دیا تو غضب کیا منشی صاحب ہمارے قدموں کی قسم، اس مجمع میں یہ
نسبت آپ کی فارسی عبارت کے وہ لطائف ذوق انگیز درمیان آئے
ہیں کہ سب اہل محفل ہنسی کے مارے مارے جاتے تھے آخر کو بالفاق اے
ہم دگر یہ کھڑی کہ فرہنگ نویسوں نے فارسی کو سات قسم پر منقسم کیا ہے
ان اقسام سب سے سب سے ساتویں فارسی سفیدی ہے، منشی سعادت علی نے
آکھویں فارسی نکالی ہے اس کا نام چندی ہے چوں کہ فدوی آپ کا
معتقد اور خیر خواہ ہے اس امر سے بہت خوش ہوا اور آپ کی خوشی
کے واسطے اس امر کی آپ کو اطلاع دی۔

سوال سو لہواں۔ محمد حسین دکنی جامع برہان قاطع پیر طریقت
 نہ تھا، شیخ وقت نہ تھا، مفتی نہ تھا، مجتہد نہ تھا، عالم نہ تھا، رعایا سے دکن
 میں سے ایک شخص متوسط الحال ہو گا، غایت مافی الیاب یہ کہ پڑھا لکھا
 ہو گا۔ اس کی بہ نسبت جو حضرت غالب مدظلہ العالی نے کچھ کلمات ظرافت
 آمیز لکھے آپ نے اس کے عوض میں حضرت کو وہ کچھ لکھا کہ کوئی اثرات
 کسی ادنیٰ آدمی کو بھی ایسی باتیں نہ کہے گا نہ لکھے گا بس صاف گالیاں ہیں
 یہ آپ کا معتقد آپ سے بہ کمال بڑا و انکسار پوچھتا ہے کہ ایک دکنی دنی
 کے واسطے آپ کو غصہ اتنا کیوں آگیا کہ آپ نے مناظرے کو پھکڑ بنا دیا،
 اور فحش بکنے لگے اور بھوک دینے لگے۔ اس سوال کا جواب شافی لکھے

سوال ستر ہواں۔ آپ سنی ہیں اور اہل سنت جماعت خلفائے راشدین کو
 اپنا پیر و مرشد اور ان کی تعظیم و تفصیل کو اپنے پر واجب اور سب صحابہ کو
 گناہ بلکہ کفر جانتے ہیں آپ کے حقیقی بھائی نے مذہب رفض اختیار کیا،
 محرم میں حاضریاں کھاتے اور تعزیہ خانوں میں ٹھس اڑاتے پھرتے ہیں،
 تم ان سے کبھی خفا نہ ہوئے، مقام حیرت ہے کہ جامع قاطع برہان کی
 مذمت پر تو وہ اسٹیل سے غیظ و غضب ہوا اور لعن و طعن صحابہ سن کر
 کان پر جوں نہ پھرے اور تیوری پوہل نہ پڑے۔ کہو گے کہ ہمارے بھائی
 نے ہمارے سامنے کبھی بٹرا نہیں کیا تو میں عرض کروں گا کہ جیسی علیک بحالہ۔
 میرا ارادہ علی صاحب کا امامیہ ہونا اور مذہب امامیہ میں سب صحابہ کا تحسان
 بلکہ وجوب مشہور اور اظہر ہے آپ کا سنا نہ سننا برابر ہے۔ ظنہ جلد بتائے
 کہ سب صحابہ کیوں ناگوار نہ ہوا، باد جو داس لستن اور تقدس اور نورع
 کے جو تم کو حاصل ہے، حیرت دین کی رگ جنبش میں کیوں نہ آئی؟ جیسے وہاں
 غضبناک ہونے کا باعث لکھے گا یہاں خشم لیں نہ ہونے کی بھی وجہ لکھے گا

ما بعد سے رابطہ ہائی نہیں رہتا اور اگر محرک پڑھوں تو اس کو تو عینی نہیں کہہ سکتا،
 ناچار اضافی کہوں اور "سخن شناس" کو مضاف کھڑاؤں اور "مقلد ان" کو مضاف
 الیہ بناؤں۔ "سخن شناس مقلد ان" کی کوئی معنی پوچھے تو کیا بتاؤں؟ "مقلد ان" کا
 کسرہ بے شبہ اضافی ہے۔ "مقلد ان اساتذہ" یعنی اساتذہ کی تقلید کرنے والے لیکن
 وہاں تو اساتذہ "سخنوران" ہے، اس کا تعلق وہ ہے جو میں ادب لکھ آیا ہوں۔
 اس صورت میں ہندی اس طولانی فقرے کی یہ ہوئی: سخنوردوں کے استادوں
 کے مقلدوں کے سخن شناس۔ پھر یہاں بھی تو حضرت کو سکوت نہیں "سخنوران" کے
 آگے "اہل زبان" اس کو کہاں کھڑاؤں؟ خیر اس کو بھی آپ کے پیچھے کی عبارت
 میں بہ زور ٹھونس دیا "پیشین" کو کہاں کھسیڑوں؟ کچھ فرمایے، کچھ بتائیے
 تاکہ آپ کا خادم کشاکش سے بجات پائے۔

سوال چوتھا۔ صفحہ ۵ سطر یہ ہے "در زمانش آمد شد از ایران درواج
 زبان پارسی و شاید از شعر اکلم ہم بود" ہر چند رواج زبان پارسی ہند میں غریبوں
 کے عہد سے اور ہمایوں کے عصر میں مجدد ہوا ہے اور آپ کی عبارت میں "زبانش"
 کے نشین کی ضمیر صاحب فرہنگ جہانگیر یا جامع برہان قاطع کی طرف راجع ہے
 اور یہ دونوں ہمایوں بادشاہ کے بعد میں لیکن میں تم کو زیادہ دکھانیں دیتا
 اسی قدر پہچانتا ہوں کہ "آمد شد" کا مضاف کہاں ہے؟ کون ایک ایران سے
 آتے جاتے تھے؟ اگر زبانِ جنم نے کہہ دیا کہ شعرا میں کب مالون کا ہے اس فقرے
 کی رو سے مجھے سمجھا دو گئے تو میں تم کو استاد جانوں گا۔

سوال پانچواں۔ صفحہ ۱۱ سطر ۱۱ آپ کا یہ فقرہ عجیب ترکیب ہے
 "رینج چشم زخم و غیرہ آہنا کہ بہ اجاب مجلس انس کہ مخاطب اندر منسہ" رینج
 چشم زخم آہنا "کافی تھا" وغیرہ "یہی کیوں لائے" یہ تو بے محل اور محل معنی ہر
 پیر آگے ایک اور رکھو کر ہے یعنی "مجلس انس" کے آگے کا کون کیسا ہے یہی تو یہ ہر

کہ آپ کے اقوال کو وہ سمجھے نہیں گئے حضرت سلیمان کو خواب میں دیکھا ہوا، میرا کیا
مستند ہو حضرت کے مدعا کا استنباط کر سکو

من نہ یرم شیے سلیمان را چہ شناسم زبان مرغان را
سوال چھٹا۔ صفحہ ۱۴ سطر ۱۱ میں تم نے ایک شعر مولوی روم کی مثنوی
کا لکھا ہے:

ایں چہ کثر بہت ایں چہ تر از ہند و قشاد پنبہ اندر و ہاں خود بفشار
میں اس کو موزوں نہیں پڑھ سکتا یہ ہوا شعر ہے شک مولوی روم کی
مثنوی کا ہے اور دوسرا مصرع از رومے وزن حدیقہ حکیم ستانی غزلوی کی
بکر کا معلوم ہوتا ہے دوسرے مصرع کا ہم وزن کرنا مجھ کو سکھا دیکھ یہ سوال
ہے بہت جواب طلب زیادہ حداد

سوال ساتواں۔ صفحہ ۱۴ سطر ۶ اور ۷ سطر کی عبارت یہ ہے
”از حکومت دزدان را نی گیر دو مال از آہنا ستید“ می گنار دو دزدان ایں
سبب مال بوسنے می دہند کہ اگر ندیم مارا قید خواہند کنایہ ”یہاں“ از حکومت
ملکساں باہر ہے بحکومت چاہیے پھر ”ستید“ کس ملک کی فارسی ہے ”ستیدن“
بہ ضمتیں و فتحہ دال مصدر ”ستید“ نہ حذف لون و بقائے ضمتیں ماضی ”ستید“ بہ فتحہ
ہاں مخفی مفعول آپ ”ستیدن“ اور ”ستید“ اور ”ستید“ کسی استاد کے کلام میں
دکھا دیکھئے تو میری تشفی ہو اس سے بڑھ کر یہ پرسش ہے کہ ”دزدان“ صیغہ
جمع ”مارا“ صیغہ جمع پھر ”ندیم“ کہاں کی بولی ہے میرے نزدیک ”ندیم“ مناسب
نہیں تھا۔ تم نے ”ندیم“ کیا سمجھ کر لکھا ہے مجھے بھی سمجھا دو۔

سوال آٹھواں۔ صفحہ ۱۸ سطر ۱۱ میں مرقوم قلم طرفہ رقم
ہے ”دزدان“ بہ اندراج لفظ فرازد لفظ عین تقلید مرزا اسد اللہ غالب
نریب داوہ نگاشت ”اس نگار شاہیں“ معنی درست لفظ صحیح معنی کی نادر

خاتمہ آپ کا دستور یہ ہے کہ جب فقدان مادہ غلی کی بہت سے حلیوں کو جواب نہیں دے سکتے تو غصے میں اندھے بن کر گالیاں دینے لگتے ہو۔
 نجم الدولہ اسد اللہ خاں بہادر غالب امیر نام داراد میں ہزاریم اور جبار میں ہماری نامزادین بن کر چپ ہو رہے سینے میں نے ایک دن لو اب صاحب محترم الیہ سے پوچھا کہ آپ نے منشی سعادت علی صاحب کی بد زبانی کا جواب کیوں نہ دیا حضرت نے فرمایا کہ اگر راہ چلتے سڑک پر گدے کو لات مار بیٹھے تو کیا تم بھی یہ سبیل تلافی سڑک پر پتھر بھاؤ گے اور گدے کو لات مار دے گے؟ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں حضرت نے ارشاد کیا کہ پھر میں منشی جی کی خرافات کا جواب کیوں دوں اس امر کے اظہار سے میری غرض یہ ہے کہ حضرت غالب ہمارے مقابلے کو تنگ دماغ سمجھ کر سکوت کر گئے میں دلی کارہوڑا ہوں آپ بھتیجہ درہیں تو میں کوڑا ہوں اگر پیکڑ لڑنے کا قصد کیجئے گا تو تم ٹھوک کر موجود ہو جاؤں گا ایک کہو گے دو مناڈوں گا۔ نہ ہمارے میرے سوالوں کا جواب جیسا طریقہ شرفا کا ہے دیجیے گا اور بد زبانی اور راز خانی نہ کیجیے گا۔

تمت الخطاب بعون الملک الواب نحن منتظر الجواب فقط تم تم تم

استنفا از جانب سائل

سوال پہلا۔ قواعد مقررہ فارسی کے مطابق حیثیت امر کے بعد مجرد الف تاقادہ معنی فاعلیت کرتا ہے اور اسم جامد کے آگے الف نون مفید معنی جمع ہے۔ الف نون سے معنی فاعل کے لینے کا قصہ کرتا ناشی غفلت سے ہے یا نہیں؟

جواب۔ الف و نون را بعد اسم جامد اکثر مفید معنی جمع دیکھو ام

دنگہ سے یہ اسے افادہ معنی فاعلیت لشیئہ ام فقط العبد محمد سعادت علی
عفی عنہ لازم گو رمنٹ اسکول دہلی

بعد صیغہ ہائے امر الف افادہ معنی فاعلیت فی کند و الف و لون بعد اسم
جامد ہائے جمع فی آید۔ الف و لون را کہ بعد اسم جامد فی آید پر لے فاعلیت
قرار دادن دالی بر عدم واقفیت بہت واللہ اعلم۔ العبد خدا بخش مدرس نور علی اکول
اسم جامد کے بعد جو الف و لون آتا ہے مفید معنی جمع ہے اس سے
معنی فاعلیت مراد یعنی غفلت سے خالی نہیں ہر فقط العبد محمد نصیر الدین استغفار
نور علی اسکول دہلی۔

اسحق نے الف و لون بعد اسم جامد مفید معنی جمع ہی دیکھا ہے فقط
العبد محمد لطیف حسین مدرس مدرسہ سرکاری

الف بعد امر کے البتہ مفید معنی فاعلیت ہوتا ہے اور مع لون آخر
اسم جامد میں مفید معنی جمع ہے اور کبھی زائد آتا ہے معنی فاعلیت اس سے
سمجھنا نا سمجھی ہے۔ راثم اثم محمد فضل اللہ عفی عنہ
جواب باصواب است۔ بحث علی عفی عنہ

فارسی میں الف و لون میں قسم کا ہے اگر لفظ جامد کے آگے آئے تو
یا زائد ہے یا جمع کا اور صیغہ ہائے امر کے بعد حالیہ ہی ہے مگر فقط و ادکا
طالب غالب۔

سوال دوسرا۔ رواں و دواں و اختاں و خیراں یعنی صیغہ ہائے
امر کے آگے الف لون جو آتا ہے وہ حالیہ کہلاتا ہے۔ الف لون حالیہ کے
وجود کا منکر مسلمات جہور کا منکر ہے یا نہیں؟

جواب۔ الف و لون حالیہ بہ کتب اساتذہ مسطور است منکر آں منکر

حال سعادت علی خاں کی ہر جی ہے اور اس میں نام کے بعد لفظ خاں مرقوم ہے

اقوال شاہ بالضرور فقط العبد محمد سعادت علی عفی عنہ ملازم گورنمنٹ اسکول دہلی۔
 باتفاق جمہوریہ در فارسی الف و لون بعد امر افادہ معنی حالہ می کند 'منکر آں
 منکر جمہور است فقط العبد خدا بخش مدرس نورمل اسکول

ان صیغوں میں الف و لون حالہ کا انکار احوال اسلاف کا انکار ہے فقط
 العبد محمد نصیر الدین متعلق نورمل اسکول دہلی۔

الف و لون حالہ کے وجود کا منکر ہے 'ننگ قول اسلاف کا منکر ہے۔

العبد محمد لطیف حسین مدرس مدرسہ سرکاری

محفوظ امر کے آگے الف و لون حالہ ہوتا ہے 'جیسے خداں گریاں
 آتماں 'خیراں' اور سمجھتا اس کا افادہ معنی فاعلیت ناشی ہے نا آگہی قواعد
 فارسی اور بدخیری معنی فاعلیت سے۔ راقم آتم محمد فضل اللہ عفی عنہ
 نزدیک خاکسار ہم چنین است نجف علی عفی عنہ

نے عبد الواسع قبیل، صاحب فیات اللغات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، دیکھا جائے۔
 ۱۳ تا ۱۷ غالب کے بعض اعتراضات میں ایسی نکتہ چینی ہیں۔ آبدار ان
 کے نزدیک نہ فرہنگوں میں شمول کا سزاوار ہے، اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ اس کا
 ہم وزن بنایا جائے۔ غالب نے اس کے بعض معانی کو مل تامل اور بعض کو غلط قرار
 دیا ہے، لیکن یہ غلط ادب، انصاف سے لے کر لغتاً مردہ تہ تک میں ہے، اور معانی
 کے اسناد موجود ہیں۔

مرتب یہ نہیں کہنے کو اس کا ہم وزن درج کرنا مناسب تھا یا نہیں۔ بات یہ
 ہے کہ غالب کے جو اصول فرہنگ نگاری ہیں ان کے پیش نظر یہ تسلیم کرتے ہوئے
 کہ اس کے مرتب دی معانی ہیں جو انہیں مسلم ہیں، اس قابل نہ تھا کہ درج فرہنگ ہو، اور ہو
 تو اس کا ہم وزن ساتھ ساتھ ہو مرتب کے پیش کردہ اسناد فرہنگوں کے ہیں، جن
 میں قدیم ترین ایک ہندوستانی کی کھلی ہوئی فرہنگ ہے، شعر کی سند اگر ہے تو صرف
 ایک معنی کی جو ابتدا میں غالب کے لئے قطعاً ناقابل قبول تھی۔ شعر مذکور پیش ہوا، تو
 غالب نے قانع ۲ میں لکھا کہ سند دست سگسنی زیر بحث میں مدت سے متروک
 ہے (مرتب کی طول بحث میں اس کی طرف اشارہ کیا نہیں) غالب کو بچا ہے تھا کہ
 قانع کی بحث آبدار کو قانع ۲ میں دوسری طرح تحریر کرتے، اور یہ کہنے کا معنی صعب
 ہیں، مولف کو یہ اطلاع دی تھی کہ متروک ہیں۔ دم شمول پر اعتراض کی وجہ یہ کہ غالب
 کے نزدیک بہت مشہور لفظ ہے، اور ایسے الفاظ فرہنگوں میں درج نہیں ہونے
 چاہئیں ایک ایسے فرہنگ نگار پر جو ایک جامع فرہنگ تیار کرنا چاہتا ہے، یہ اعتراض
 فضول ہے، مگر کسی کا نصب العین یہ ہے کہ صرف دی الفاظ میں جو بہت مشہور نہیں۔
 تو اس پر اعتراض وارد ہو سکتا ہے، مگر اس کے لئے بھی وجہ جواز یہ ہے کہ بہت
 مشہور رہی، مگر خاص معانی میں غیر مشہور ہے۔

۱۸ تا ۲۱ بعض اوقات غالب نے مولف کی غلطی تو بھانپ لی ہے، مگر تفسیر
 میں خود بھی اصل مطلب سے دور نکل گئے ہیں۔ (بحث پروردشاں منقول اذقاع
 مطالب وادین کے اندر) ہم وزن پروردشاں میں بائے معنی زائے ہے۔ مولف
 کے ایک مقدمے نے کہا کہ کالی پولیس کا تصور ہے، پروردشاں لکھنا تھا، میں نے کہا سلم
 مگر زبان کہاں کی ہے، ابنا کر اقصای ملک دکن کے جنیوں کی میں نے کہا کہ یاد رکھو کہ
 برساں معنی است ہے، مگر بدولن مضائقہ مستقل نہیں ۵ غیر ملحوظ ہے ۱۱ اس
 لئے ہم وزن ٹھیک ہے غالب نے مولف کو جنیوں کا ہم جنس بنادیا، دیکر محمد عین
 برہان کے ناٹ اور عاشقہ نگار سے مجھے اتفاق ہے کہ دراصل پروردشاں ہے۔
 ملک اشرف اسدی کی فرہنگ میں بند مشرقی معنی میں بھی ہے۔

مرتب نے بحث پروردشاں قانع سے نقل کی ہے اور یہ بتانے کی ضرورت محسوس
 نہیں کی کہ قانع ۲ میں مقدمہ برہان و غالب کا مکالمہ متعلق طور پر ہے۔ غالب نے
 جنوں والی بات بالکل نکال دی ہے اور اقرار کیا ہے کہ پروردشاں میں بدیع
 است باضائے محرفی چند در وسط و تبدل میں... جنیوں... مگر یہ ضرور متعلق
 سے جہاں ہے اور پروردشاں لفظ کی ایک نئی شکل نہیں کہا جاسکتا۔ یہ کہہ کر اقصای
 دکن کے جنیوں کی زبان ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ غالب نے مولف کو جنوں کا ہم جنس قرار
 دیا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ پروردشاں کوئی لفظ نہیں۔ سند میں شعر ذیل میں جو ان پرورد
 اور دگ گانے کے لفظ یہ کہ مکالمہ بدل گیا ہے اور اس کا احساس نہیں کہ وہ
 والے براس کا کیا اثر ہوگا۔ مرتب نے نہ اس کی طرف ناظرین کو متوجہ کیا ہے اور نہ
 اس کی طرف کہ پروردشاں کو تصرف شاعرانہ کی ایک مثال بتانا

جبری فاضل غلطی ہے۔ پروردشاں جہاں تک مجھے یاد ہے۔ لفظ اسدی اور سنائی
 اور میر تقی میر آئیے۔ مصنف میرانی، ماصر حافظ، عجب نہیں اگر اس کے مصنف

من ۱۲-۱۳ غالب نے اس بنیادی فرق کو ملحوظ نہیں رکھا کہ برہان زیادہ سے
 علاوہ اس قسم کے عالم لغت نویس تھے، جنہوں نے اپنے پانچ پیشروں کی خوشہ چینی کر کے
 برہان قانع مرتب کی تھی، اور انہوں نے... دیا ہے میں چند عمدہ کتب مثل فرہنگ
 بحر الفرس سروری، سرمد سلیمانی، سماح الادویہ کے نام بھی گنوا دیئے تھے۔
 محمد تقی قدس کے وقت یا تو برہان کے پاس معانی بیان کرنے کے لئے نظر آکر موجود تھے
 یا تو... برہان قانع میں جو غلط شامل ہوئے، اس کی تمام ترمیم داری برہان
 لکھی اس کے باوجود تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ برہان نے چند مقامات پر محض ضرورت رکھا ہے
 برہان کو سمجھ کر، بالکل ابتدائی زمانے کی فرہنگوں کو کچھ ذکر، ہر فرہنگ نگار
 ہر فرہنگوں کا خوشہ چیں رہا ہے، کسی نے اپنا دائرہ ارادی طور پر محدود کر لیا ہو
 نہ لکھا ہے سماح الادویہ کے بعد وغیرہ لائے سے یہ لگتا ہے کہ دیا ہے برہان
 میں اور کتابوں کے بھی نام میں مالا لکھا اس میں صرف دی پارہ میں جن کے نام مرتب نے
 لکھے ہیں۔ اصل کتاب میں بعض دوسری فرہنگوں کا حوالہ ہے، مگر یہ نہیں کہا جاسکتا
 کہ مولف نے ان سے براہ راست استفادہ کیا تھا مرتب نے جمع الفرس سروری تالیف
 محمد قاسم معروف بہ سروری لکھا ہے۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ سروری جزو اسم
 کتاب ہے۔ مالا لکھا نام صرف جمع الفرس ہے۔ معروف بہ سروری کی کچھ ضلعوں یہ
 سروری چاہے مرتب کو متاثر تھا کہ برہان میں خوشہ چیں نہیں، دوسری الفاظ
 ان کتابوں میں جن کے نام مرتب نے لکھے ہیں یا ان دوسری فرہنگوں میں جن کا
 حوالہ برہان میں ہے، نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ بھی برہان میں ایسے الفاظ ہیں، جو ماخذ
 مذکورہ میں نہیں ہیں۔ چند لازماً ۳ ہے ۹ کے لئے نہیں آتا۔ مگر جس طرح مرتب
 نے اسے استعمال کیا ہے، اس سے مترشح ہے کہ برہان کے وہ الفاظ جن کا
 مولف خود ذمہ دار ہے۔ دس میں سے زیادہ نہ ہونگے۔ ان کی تعداد ۱۰ سے ہرگز
 کم نہ ہوگی۔

۲۳ برہان اس سخت گیری کا سختی نہ تھا جو غالب جیسے عمومی مشیت سے
 خوش گو شاعر اور عالم نے اختیار کی،
 اس... نہ تھا۔ اندر مینٹنٹ کی ایک بڑی اچھی مثال ہے۔ برہان میں چاہا ہے
 بول و نالیط ہے غالب نے اس کے اختلافات کے اخبار کی یہ صورت نکال ہے۔ نتیجہ
 کسی جی بند کہ از زبان میں مروجہ فرد میر نزد است، اش، ام کے شول پر ۳ مختلف
 مقامات میں غالب معترض ہوئے ہیں، بحث ام، میں فرماتے ہیں "و این خطای
 سوم است، مثل ہندی مشہور و انجام سادق" قبل میں ۳ بار خطا کرنے والے کو اور
 غلط کہا گیا ہے۔ یہی سخت گیری تو اس میں معافی نہیں مگر اسے ضرور ملحوظ رکھنا
 چاہیے کہ مولف نے کسی جگہ غلطی سے کام نہیں لیا نہ اس کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے ایک
 جامع اور کامل صیح فرہنگ لکھی ہے۔ وہ تو یہ بھی نہیں کہتا کہ برہان مولف کے نظر و نظر
 فادسی کے ذاتی مطالبے کا نتیجہ ہے، "فیہ مامع و تالیف ارباب لغت است نہ و انصاف"
 اس کے برخلاف غالب کی خود ستانی کا یہ عالم ہے کہ ایک خط میں لکھتے ہیں "بہت
 نمونہ جگہ لکھا کہ فادسی کی تحقیق کو اس پاسے پر پہنچایا ہے کہ اس سے بڑھ کر مستور نہیں
 سخت گیری اس کو ساتھ چاہیے؟ عمومی... عالم سے ظاہر یہ مراد ہے کہ قانع سے
 قطع نظر کہ غالب کسی کی غلطی دریافت کرتے ہیں مگر اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ کسی کو ناگوار
 نہ ہو جہاں تک ان کو مرہوں، دوستوں اور شاگردوں کا تعلق ہے، یہ ٹھیک ہو تو
 ہو، ان کے علاوہ جو لوگ ہیں ان پر اعتراض کرنے میں وہ بڑے دردمند ہیں، انہیں

۲۵ جمع الفرس اور سرمد سلیمانی کے مولف ایرانی تھے اور یہ
 کتابیں ایران میں لکھی گئیں غالب فرماتے ہیں کہ ہندی... ہیں، باب و دادا
 ایران سے آئے ہیں۔ مگر اس کا کوئی اردو تبدیل وقت تحریر میں نہیں۔

فرنگ اسدی کا کوئی مخطوطہ دیکھا ہر جس میں یہ لفظ ہر غلطی و قبح کی نہ ہوگی اسکا
ہے یا کتاب کی اس کا فیصلہ مشکل ہے

میاں جلالی کے نسخے مرتب نے پہلے پہل یہ بتایا تھا کہ ہر پروردگار صحت
بر و نشان ہے۔ اسدی کا ملک اشرا میں میرے علم میں نہیں۔ دکن محمد صہبانی
نگار و دستخط نہیں۔

ص - ۲۱ - ۲۳ - غالب نے... قیام بھی کی ہے، مثلاً برہان میں بنیاد پر
قریب صہبانی و ہند میں۔ برہان میں شریف کے کئی مصحفات درج ہیں، قاتل
کہا ہے کہ صحیح صہبانی ترقی ہے۔

غالب کہ جانیے تھا کہ اصول فرنگ نگاری سے مفصل بحث کرتے، لیکن
اس کی ضرورت نظر نہ آئی، کچھ باتوں کی طرف دیا جو میں اشارے کے ہیں، اور کہ
ان کو اعتراضات سے متنبہ کئے جاسکتے ہیں، میں لفظ میں اس کی بحث فرماتا ہوں
مرتب کہ یہ بھی بتانا تھا کہ لفظ اور صحیح اعتراضات کا تناسب کیا ہے۔

ص - ۲۴ - یادگار غالب میں ہے کہ غالب کے پاس قاتل کی تصنیف کے وقت
برہان کا ایک خطی نسخہ تھا۔ غالب ایک خط میں نسخہ مطبوعہ کا ذکر ہے۔

حالی نے قاتل بلاستیاب نہیں پڑھی، اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ اس کا نسخہ
دویم میں جو باختلاف یک لفظ قاتل میں ہے۔ برہان مطبوعہ کے حاشیہ ۱۸۱۸
لفظ پر جو اعتراض ہیں، اس کی تردید ہے۔

ص ۲۴ تا ۲۸ - قدیم ترین نسخہ مطبوعہ ثانی روک کا مرتبہ جو سید کریم حسین لکھنؤ
کے مقدمہ کے ساتھ کلکتہ میں ۱۸۱۸ء میں شائع ہوا۔ روک نے اس کی ترتیب میں
علماء اور بہت سی کتابوں سے مدد لی تھی، اس کا دسرا ایڈیشن کلکتہ میں ۱۸۲۲ء
میں نکلا، اور تیسرا ۱۸۴۲ء میں حکیم عبدالحق شائع کیا۔ غالب نے مستند و مفصل
میں اس نسخہ کے صفحات کے حوالے دیئے ہیں۔ لیکن اقتدار مل نماں غرضی نے کتاب
درمنا ہے، رامپور سے برہان کا ایک نسخہ ڈھونڈ نکالا ہے، جو ان کے بیان کے

مطابق افضل المطابع کلکتہ نے ۱۸۳۶ء میں چھاپا تھا۔ اور جس پر غالب نے برہان کے
لکھی نشاندہی کی ہے۔ بتاریخ یکم اگست ۱۸۵۸ء اسے غالب نے ملای کر دیا
تو غالب نے زبان نو بار و رامپور منتقل ہوا تو یہ بھی وہاں بیچ گیا۔ ایک آدمہ مقام
رومیہ یہ شبہ بھی ہوا ہے کہ غالب کے پاس ان دونوں نسخوں کے علاوہ کوئی نسخہ بھی
وجود تھا، ماہر جی ثمرہ خضر جس برہان کا اعتراض ہے، اس کی صحیح شکل نسخہ ۲۴
میں درج ہے۔ ماہر جی ثمرہ خضر غالب اگر اسے اس شکل میں دیکھے، تو اعتراض
پھر نہ آئے اور گنجائش نظر نہ آئی، میرے پاس جو مقدمہ مطبوعہ نسخہ میں، ان میں ماہر جی
جو حاشیہ ہے، مہر صاحب کی کمک سے یہ راز کھلا کہ اس کے ص ۲۵ میں ماہر جی ثمرہ خضر
جس کتاب کے پاس کوئی نسخہ نہ تھا جس میں اسی طرح درج تھا۔

ثمرہ روک کے ساتھ خود اس کا لکھا ہوا انگریزی مقدمہ بھی تھا۔ اور جن طلبہ
رومیہ پڑھتی تھی، ان میں بعض ایرانی بھی تھے۔ اس نے حواشی جیسا کہ اس نے خود لکھا ہے
تو ان کے متحرک امانت سے تحریر کئے تھے۔ نسخہ ۲۴ میں نے دیکھا، نسخہ ۲۴ میں
جسے اعتراض کیا ہے، اس کی نقل ہے اس میں حواشی میں مگر فارسی و انگریزی مقدمہ
۲۵ میں خارج ہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ نسخہ افضل المطابع کے ساتھ اس نوع کا اعتراض

نسخہ مرتب نے نسخہ افضل المطابع کے متعلق واقفیت حاصل ہی نہیں کی کہ اس
نسخہ کی طرح ہے، شبہ کی وجہ یہ کیا تھی؟

بعض اسما کے بعد شیرازی یا اس قسم کی کوئی دوسری نسبت رکچہ ضروری نہیں کہ
شیرازی ہر کتاب سے نہیں، اس کا اسما ہے کہ آباء و اجداد میں ہر مگر خود ہند
ہند میں ہر مگر ہوں۔ ۶ - میں نے اسے دیکھا ہے۔

دیکھئے یا نہیں، لیکن یہ نسخہ ۸۰ یا نسخہ ۲۴ سے نقل کیا گیا ہے۔ مہر صاحب کا
نسخہ ۲۴ نے دیکھا ہے نہ مرتب نے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس کے علاوہ
نسخہ ۲۴ میں ہے۔ اس سے ہے کہ مرتب نے اس کے بارے میں اس کے متعلق ہی
اختصار سے کام لیا، حواشی کا ذکر قاتل میں صرف ایک جگہ ہے، اور غالب نے یہ
دیکھ کر کہ مرتب نے اعتراضات عربی لغات سے علاوہ رکھے ہیں۔ قاتل کے مستند و اقربا
جو کتابوں میں تھے، اور معترضین نے اس کی نشاندہی کی تو غالب نے بحث دویم میں
جس میں کوثر بنادیا۔ یہ بھی غلط ہے، بیشتر اعتراضات فارسی الفاظ سے متعلق
۸۰ یا ۲۴ میں غالب نے جگہ اس پر الجہاں مسرت و اطمینان کیا ہے کہ تا فضلائی
ماہر جی ثمرہ خضر نے حواشی لکھے ہیں، ان سے منفی اثری میں بحث ہوتی ہے، درج
نسخہ ۲۴ میں حکیم عبدالحق و مولوی بدیع الدین و مولوی عبدالحق و جہاں فاضل و دیگر
محققین نے اسے۔ اس صہبانی و شریف از طریق جامع برہان ستورہ آمدہ حاشیہ
نسخہ ۲۴

آؤ از سرنا رحیم بیگ کو در سالی برہان این صہبانی فاضل طویل القدر و اکابر
العلماء مطلع نام شاہد اند۔ میں بیج نیگیں اماسعدی راجہ کنم کہ میگوید

نگ بد گوہر اگر کاسہ زری نکند، قیمت رنگ نیغز اید زرم نشود
حکیم عبدالحق کا قول اس میں شمار ہو سکتا تھا۔ باقی ۶ حواشی کا سر پر دازان مطبوعہ

اور اس کا مطلقاً ثبوت موجود نہیں کہ ان کا مبلغ علم انھیں اس کا نسخہ بنانا تھا کہ عالم
کچھ جاسکیں، حواشی جیسا کہ پہلے لکھا جا چکے روک کے ہیں۔ یہ بات کہ جس نسخہ میں
غالب کے اعتراضات ہیں وہ وہاں تھا، پہلے سے معلوم تھی، اس نے ڈھونڈ نکالنا
صحیح نہیں، یہ البتہ درست ہے کہ عرشی صاحب کے مقالے کی بدولت یہ معلوم ہو گیا
کہ نسخہ ۲۴ اور اعتراضات کس نوع کے ہیں، اگر نسخہ افضل المطابع قبل اس کے
کہ عرشی صاحب اسے دیکھ کر اس کے متعلق مقالہ لکھیں، نسخہ ۲۴ ہو گیا ہوتا۔ تو روک ہی کہتے
رہتے کہ صرف نسخہ ۲۴ غالب کے پیش نظر تھا، غالب جیسا کہ ان کی عام روش ہے۔
بڑی بے پروائی سے کام لیتا تھا۔ ایک نسخہ مطبوعہ قاتل کلکتہ نے غالب سے نسخہ کیا
تھا، یہ بھی ۸۰ یا ۲۴ کے نسخے کی نقل ہے۔ مرتب نے اس کا مطلقاً ذکر نہیں کیا۔
نسخہ مہر صاحب میں ماہر جی ثمرہ خضر کی ہی مگر جب نسخہ ۲۴ اور نسخہ افضل المطابع
میں ماہر جی ثمرہ خضر تھا، تو غالب کو یہ کہنا تھا کہ یہ مچھاپے کی غلطی ہے، اور اسے
بیان کرنا ضروری ہی تھا، تو یہ کچھ دینا تھا کہ دوسرے نسخوں میں کس طرح ہے۔ قاتل
میں یہ نہیں بتاتے، اپنی طرف سے کہتے ہیں۔ درمیر سبکدرد کہ ماہر جی ثمرہ خضر خواجہ
برہان میں کہنا یہ زبان و دہان معشوق ہے اس کے لئے صرف ماہر جی ثمرہ خضر
غالب کا اعتراض اس پر بھی ہے کہ ایسے کتاب کے جسکی خاص شاعر نے مستند کے نو ذوق
عام سے محروم رہے۔ برہان میں کیوں درج ہوئے۔ اس اعتراض کی درستی کا مدار اس پر
ہے کہ فرنگ نگار کا نصب العین کیا ہے۔

کلکتہ کے علاوہ برہان بھی دیکھو میں بھی چھپی تھی، اور برہان میں غالب نے بار طبع میں
ہے۔ مرتب نے نسخہ مرتبہ ڈاکٹر محمد صہبانی کا بہت سرسری طور پر ذکر کیا ہے
یہ پہلی بار ۱۸۱۸ء اور دوسری بار ۱۸۵۸ء میں چھپی ہے۔

مرتب نے طبعات برہان سے مطلقاً بحث نہیں کی، برہان کے کثرت غلطی
نسخوں میں میں سے بعض بہت قدیم ہیں، جابجا — الفاظ کا اصناف حواشی

مثلاً مرتب نے حاشیہ ص ۸۸ میں لکھا ہے، کہ بیشتر نسخے سطح میں ماہر جی ثمرہ
خضر ہے، یہ اندازہ اسٹیٹ ہے۔ با مشافہی نسخہ ملکہ مہر صاحب شامی کی کوئی نسخہ
ہو جس میں ماہر جی ثمرہ خضر ہو۔

آیا۔ آسیاء بالمد ص ۵۲، فہرست وارثہ ہا میں بھی ہیں، انہیں چاہیے الف مقصورہ ہے
 انگلک ص ۵۰، صبح انگلک درجہ بفرنگ م اگر تالیف میں انگلک ہے، انبار بخش ص ۲۰ میں
 مگر غالب اشارہ بخش پر معترض ہیں، یہ نہ مرفوز پھر بحث کا معتد بہ حصہ پہل ہوا چاہیے
 مرتبہ عاشقے میں بتا سکتے تھے کہ صبح کیا ہے، منک ص ۹۷، منک دوستانہ میں
 و فہرست اثرہ ۱۰۰، دوستانہ، سرنا مشبان یا ہمدار ص ۱۳۸، کسی نسخہ میں نہیں
 دکھایا ہوا، وہ یا ہر کی جگہ ہا ہر، چوبست شباناں تحریر کرتے ہیں، ہا ہر کے یہ نسخہ ہیں
 صبح ہا ہر، ماشہ میں نصیح ضروری تھی، ص ۱۹۰ میں دلنگ ۵، گلے ۳، مگر کان ۱۰
 چاہیے، اس صفحہ میں اور مرکبات کے ساتھ بھی بجائے تنک مرتبے تنک لکھا ہے، بزم
 بزم اختیار کن ص ۲۲۳، غالب کو یہاں اسی طرح، مگر صبح بزم بزم الخ، ماننے
 میں نصیح ضروری تھی، والد ہروی ص ۲۵۹، غالب کے یہاں یوں ہیں، مگر صبح دلہن کو
 عاشقے میں نصیح نہیں ہوئی۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ کچھ الفاظ ورفش میں کسی طرح میں اس سلسلے میں تفسیر
 کچھ اور لکھا جاتا ہے، ذال فارسی کے سلسلے میں مرتبے غالب کی پیروی نہیں کی، اور
 یہی حال الکفایت کا ہے، غالب اس کے منکر تھے کہ فارسی میں ذال ہے، اور انگریزوں
 کو وہ کات عربی سے صبح کہتے تھے، یہ فرنگ م میں کات عربی و فارسی دونوں تھے یہ
 ورفش میں کیو مرتب ہے، غالب کیو مرتبہ کہتے تھے، جو صبح نہیں، اس میں دائرہ آئے،
 غالب اور عہد غالب کا ایرانی اور ہندوستانی الفاظ، غالب اور عہد غالب
 کا ایرانی اور ہندوستانی الفاظ، مرتبے ایران امروزی کی پیروی کی ہے، مگر کتا
 گشا اور مینا پرور کتا گشا اور حبیب آجکل ایران میں لکھا جاتا ہے، انہیں لکھا جاتا
 ہے قبل فون یعنی دو طرح سلسلے، نہ پلیر و انگلک۔

قطعات تاریخ اشاعت اول

عنوان بالا کے تحت نعلی جو پیش لفظ میں بھی ہیں صرف ایک جگہ ہوتے تھے،
 اشاعت اول سے مراد قاطع ۲ ہے۔

حواشی

حواشی سے متعلق کچھ باتیں مباحث بالا سے معلوم ہر جگہ ہوں گی، حواشی میں ہم
 ہیں، اور جو ہیں، ان کی بڑی تعداد یہ دکھانے کے لئے وقف ہے کہ کون سا لفظ حواشی
 میں داخل کر لیا گیا ہے، برہان یا قاطع میں تھا، مگر قاطع ۲ میں نہ تھا، میں نہیں
 کہہ سکتا کہ یہ کام کس حد تک مکمل ہے، ص ۱۰۰ میں فرزداد فرزداد کے معنی بھول کر
 درج ہیں، مگر یہ نہیں لکھا کہ فرزداد صاحب دساتیر کا ایجاد ہے، اور فرزداد فرزداد
 عادت بھی دساتیر ہے، گو فرزداد فرزداد چلوی میں ہے مگر مختلف البنی سرودی کے
 ہا میں لکھا ہے کہ سرودی سرودی کی بنی ہوئی تلواری ہے، ص ۱۱۹ سرودی ایک مقام
 ہے اور ہاں کی بنی ہوئی تلواری سرودی کی جانی ہے، بانا، مہر کے متعلق متن
 بن نہ جانے کس مصلحت سے یہ اطلالت دی گئی ہے کہ اردو ہے، قاطع برہان قاطع
 القاطع، مخزن قاطع برہان، سالیہ برہان سے متعلق حواشی کا بڑا حصہ پیش لفظ میں بھی
 ہے، غالب نے خود ایک مصرعہ کے متعلق لکھا تھا کہ عربی کے تعصیدۃ عن مشیر میں ہے
 مرتبے بتایا ہے کہ نصائح عربی ص ۸۸ میں ہے، یہ یاد رکھنے کی وجہ ہے
 کہ ہندو اشارہ بطور سند مشیر ہے، غالب نے دارست کی مصطلحات سے
 ہیں، مرتبے میں کی طرف توجہ نہیں کی، ص ۳۰ میں ہے کہ آرننگا فرنگ م میں نہیں
 ہیں، یہاں ضروری یہ بتانا تھا کہ برہان کو اس نسخے میں جو غالب نے دیکھے تھے

سے یا نہیں، میں نے کسی نسخے میں جو میری نظر سے گزرے، اس کو نہیں پایا، اس از
 خبر بعد یہ ساسان نجم بطور آمدہ کہ دساتیر از لغت شریک لکھا، در زمان دوری ترقی
 لکھا، ص ۸ ساسان نجم بموجب دساتیر حاضر ضرور ہو، اس نام کا کوئی صرف

میں کیا گیا ہے اور لکھا جاتا ہے کہ اس کا ذکر داخود موصوف ہے، ردیک نے انہیں یہی
 کر دیا، اور بہت سے الفاظ اپنی طرف سے بڑھائے گئے، یہ اصل کتاب کے بعد بتایا
 اور انہیں محققان برہان قاطع کہا گیا ہے، ردیک نے ہر اس لفظ کے ساتھ جو میں
 نے لکھا ہے، یہ بتایا ہے کہ وہ کہاں سے ماخوذ ہے، یہ طبعات لغت حکیم عبدالمجید اور
 لغت افضل المطالع میں بھی اسی طرح درج ہیں جس طرح کہ لغت ردیک میں ہیں، لغت
 اور ہر صاحب کو نسخے کا حال مجھے معلوم نہیں، لغت ۲۳۳۰ افضل المطالع کو دیکھنے کے بعد
 غالب نے طبعات کے بعض اضافات کا ذکر دارموف کو ٹھہرایا ہے، اس کی وجہ یا تو یہ
 کہ کتاب بڑی ہے پر دانی سے دیکھتے تھے، یا یہ کہ خواہ مخواہ اعتراضات کی تعداد بڑھانا چاہتے
 تھے، اسناد کے سلسلے میں غالب کا ہندیہ قاتی ذکر تھا، غالب نے کئی جگہ مولف کو مستند
 دینے کے لئے سخت دست کہا ہے، ایک مقام میں تو انہوں نے یہاں تک لکھا ہے
 کہ خود ساختہ الفاظ کی سند کہاں سے لائے، حال آنکہ مولف نے دیباچہ پر
 میں سند نہ پیش کرنے کی وجہ بتائی تھی کہ اس طرح کتاب بہت طویل ہو جاتی، اس
 بطور شاہد اسناد دیکھی ہیں، خاص کے قریب ہی کہہ کوئی بات ہے مستند کہیں گے لیکن
 قاطع میں کتابوں کے اسناد بہت کم ہیں، کچھ باتیں بحوالہ عبد الصمد درج کی ہیں۔

قاطع ۲ میں کچھ اسناد کا اضافہ ہوا ہے، اور ایک جہول الاسم ایرانی کا قول بھی نقل کیا ہے
 اس کے بارے میں بہت بڑی کثرت ہے سند ہی، مرتبے عبد الصمد کے اصلی یا فرعی ہونے
 کی نسبت میں اپنی کوئی مائے ظاہر نہیں کی۔

صحت

مرتبے میں نہیں بتایا کہ متن کس طرح پیش ہوا ہے، پیش لفظ کی بحث میں ورفش
 یا کہ متن کی بعض نیا حواشی کا ذکر آچکا ہے، انہوں نے کہیں کہیں جو الفاظ قاطع میں
 تھے اور قاطع ۲ میں نہیں، ان سے مطالب میں فرق نہیں پڑتا، قلا میں کے اندر لکھا
 ہیں، مگر یہ ضروری نہیں، اور ان کے معنی میں کام چل سکتا ہے، مثلاً یعنی ص ۲۰۹
 بحث ہندو شہر میں ہے، نظر بکثرت آبادی، اور انہاؤں کی گفت و گو فرزداد
 کے لئے لا، شاہجی آتکے، نہ عہد غالب میں آتا تھا، غالب نے قاطع ۲ میں اور ان کو راقۃ
 حلو کر دیا ہوا، یہ بات ماشہ میں قاتی جاسکتی تھی، متن میں اور ان کا مدخل کرنا ہرگز روا
 نہیں، بعض الفاظ مرتبے متن میں اپنی جانب سے لکھا جاتے ہیں، گو یہ قلا میں میں ہیں، مگر
 اضافہ کسی طرح جائز نہیں، یہ قول اور اضافہ دکنہ میں، ص ۲۸۹، ایک جگہ
 مرتبے پر بالعموم کوس بنا دیا ہے، ص ۲۴۹ سطر ۱۳، قاطع کے بعض الفاظ ورفش
 نے صبح نہیں گئے، یہ بھی نہیں کہ اس جگہ رکنا، یا علامت استفہام ہوا، ص ۱۲۰ میں ہے
 تفرق و دماوس شیطانی از حضرت رحمانی، حضرت کی جگہ صرف محض خطرات ہے، مرتب
 نے برہان کے عبارات میں، اگر کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے، تو قلا میں کے اندر اسے ورفش
 کر دیا ہے، مثلاً بحث آب سید میں وغیرہ۔

مرتبے اضافات جزئی طور پر گئے ہیں یا کلی طور پر، اس کے بارے میں کچھ
 نہیں کہہ سکتا۔

متن میں بکثرت اغلاط ہیں جن کی تصحیح غلط نامے میں بھی نہیں ہوئی، از آن حمل
 مدی فیاض ص ۱۰، ہمدان فیاض ص ۵، صبح ہمدان فیاض، تو کثر ص ۵ قطعاً غلط
 مگر غالب اسی طرح لکھتے تھے، صبح تو کثر، جنبہ دوزی، چپہ دوزی، مددی ص ۱۸،
 مگر دوزی ص ۲۱۴ میں جو صبح ہے، نیک ص ۱۱، نیک - ایرانی سے ص ۱۱۲، اگر یہ صبح جو
 قوس ۲ کے معنی ہے، یہی کثرت حواشی ہر لکشی، میں تو لے ہونا چاہیے، ایرانی لکھا
 تھا جو قاطع ۲ میں ہے، منت بجای، منت دو با ص ۱۴، از ازل ص ۱۱۰، از ازل -

دوسرے ص ۱۹، دوسرے، خبر بہ ص ۲۲، دو جا صبح خبر بہ جو اس صفحے میں ایک جگہ ہے
 ہے ص ۳۰، ص ۳۰، صرف ص ۳۰، صرف بار یک، بحث اس میں وہم و گمان
 ہے کہ برہان میں با سک، یا یک یا با سک، ورفش کی بحث اس میں مطلقاً نہیں

مفہوم خاصہ پر ہی نہیں یا اس کے منافی نہ تھا۔ مرتب کے نزدیک غلطی و سائیرز کا
 لغوی پہلی ہے۔ مگر کھاسے کہ آسانی زبان میں ہے۔ دراصل یہ بعض مصنوعی
 نہیں ہے۔ یہ ہرگز عہد پر دیر میں یا اس کو کچھ بعد موجود نہ تھی اور قرآن قوی اس پر
 دلالت کرتی ہیں کہ فن و سائیر میں ترجمہ و تفسیر آندہ کہ اس کے شواہد ظہور ہے ترجمہ تفسیر
 کی زبان مروجہ فارسی ہے جس میں کچھ مصنوعی الفاظ شامل ہیں، اسی صفحہ میں ہے کہ آندہ
 کیون عہد اکبری میں وارد ہند ہوا۔ اور ایک فرستے کا بانی جس کا مذہب ادیان نزدیک
 و اسلام و برہمنی دینی سے مرکب ہے۔ اس فرستے کا مذہب وہ تھا جو سائیر پیش کرتی ہے
 اگر سائیر اس سے کم دینی ہزاروں پہلے موجود تھی تو آندہ کیون اس فرستے کا بانی کس طرح
 ہوا۔ عہد اکبری میں درود ہند ممکن ہے سنہین یہ کہ عہد جمہا گیری میں مقام پست نہ
 ہوا۔ یہ بات جاننے کی تھی کہ غالب نے باوجود اس کے کہ ان چند اشعار کو سوا جو
 غالب میں ہیں اس کی کوئی نظم و نثر اس عہد و سائیر سے بحث نہیں، نہیں دیکھی تھی
 اس کے بڑے معتقد تھے۔ اس کے متعلق دبستان مذہب میں راجع قرآن قوی تصنیف ہے
 آندہ کیون، جو لغویات درج ہیں، ظاہر انہوں نے بے تامل قبول کر لئے ہیں۔

فہرست و اشارہ جا

فہرست کی ابتداء میں علامات اختصاری، درج ہیں، الف، اردو، ترکی، عربی، ہندی، فارسی بدون علامت، اور الفاظ کی بہت بڑی
 اکثریت کے ساتھ کوئی علامت نہیں، یقین ہے کہ ایسے الفاظ مرتب کے نزدیک فارسی
 میں مقابل میں طعن نہ ہو پہلی قدیم سنسکرت، ہندی قدیم، و غیرہ بھی الفاظ کی
 اصل کے مباحث میں آئے ہیں، اور غالب نے توضیح نہیں کی کہ کس سے کیا مراد ہے
 فن و سائیر اور ترجمہ و تفسیر سائیر کے الفاظ بھی قاطع میں ہیں اور ایسے الفاظ بھی
 جن کے بارے میں اختلاف ہے کہ کس زبان کے ہیں، غالب نے بہت سے الفاظ قوافی
 لغوی کی مثالیں میں پیش کئے ہیں، اور بعض کی نسبت غالب نے دوسروں کی رائے بھی
 خود پر فیصلہ نہیں کیا کہ قوافی کی مثال ہر کتے ہیں، یا نہیں، کچھ کہات ہیں جن کے اجزاء دو
 زبانوں کے ہیں، بعض الفاظ غالب نے خود بنائے ہیں اور ایک لفظ ظاہر لفظ خوانی
 کی وجہ سے ایسا استعمال کیا ہے۔ جو غالب کو سوا کسی کے یہاں نہیں ملتا۔ مرتب کو اس
 جھگڑے میں نہ پڑنا تھا کہ کون لفظ کس زبان کا ہے۔

آدیش پر تعظیم و تحريم بقول غالب پہلی قدیم فہرست میں بدون علامت،
 فارسی میں یہ ہے مگر آتش۔ یعنی تعظیم و تحريم، ایران کی کسی زبان میں خواہ قدیم ہو یا

جدید، نہیں، اور سائیر میں بھی نہیں آتا۔ فہرست میں صرف ۱۱ الفاظ آندہ بنائے
 گئے ہیں۔ انگریزی، اوتار، کالا بانی، اورانا۔ ثانی الذکر فارسی لفظ افشار کی ایک
 شکل ہے و فرنگی، اور ثالث الذکر، میرا حافظ دھوکا نہیں دیتا، توڑ کی اصل ہے
 اچھوتا، اڑوڑ، اگنی، ہند، بہر، پردا، پرہیٹا، جھوکی، دانی، کوٹھی
 اور سب سے دوسرے الفاظ کے مقابل ہے۔ مگر یہ سب اردو میں مستعمل ہیں،
 ہندی کے بعض لفظ جھارسی میں نہیں آتے اور غالب بھی اس کے معنی نہیں، چون
 علامت ہیں، جیسے اسدھ، بعض لفظ جھار غالب کے عقیدے کے مطابق کچھ
 فارسی و ہندی دونوں میں یک معنی ہیں، مثلاً منگل، فہرست میں صرف ہندی میں بنائے
 گئے ہیں، پرشاد۔ تبرک بقول غالب فارسی قدیم و ہندی قدیم دونوں میں
 ہیں، اور جہا آندہ اور ہندی جدید میں بھی مستعمل ہے۔ فہرست میں بدون علامت ہے
 حلق آخ، پرشاد، تبرک، ہرگز فارسی نہیں۔ دالان بدون علامت، بقول غالب ہندی
 مگر ندر کی ہے، مگر معنی میں اہل ہند نے کچھ نفرت کی ہے۔ جنگ بدون علامت، قاطع میں
 مثل تو۔ صدا صغینہ، صفا، صواب، صمان، طاروف، وغیرہ جہا علامت،
 یہ عربی ہیں، اور غالب بھی انہیں فارسی نہیں کہتے۔ غار، عربی موجب عقیدہ غالب،
 فہرست میں اسی طرح، یہ بلا اختلاف فارسی ہے۔ اور رے نہیں رے کے ساتھ
 ہے، فرندان بدون علامت فن و سائیر کا لفظ ہے اہل عام بدون علامت،
 بقول غالب تصنیف اہل عام یا اہل ان، مگر فن و سائیر میں ہے، اور آندہ کیون کی
 فارسی سنہی میں آئی ہے۔ تو را با نعم بدون علامت، بریان میں ہے کہ بغلت
 زندہ پازند معنی کا۔ قاطع کی بحث تو را میں اس کے شمول پر اعتراض نہیں، مگر
 قوافی میں ہے کہ زندہ معدوم محض ہے اس کے الفاظ فرنگوں میں کہاں سے آئے؟
 یہ لغوی محض ہے تو را ایرانی نہیں، ہندو آتش ہے۔ انجسید بدون علامت ساختہ
 غالب ہے۔ اشارہ بخش کا پہلا جز عربی، دوسرا فارسی ہے۔
 فہرست میں شمول یا عدم شمول سے متعلق مرتب کسی نامہ کے پابند
 نظر نہیں آتے۔ آئندہ آت، آرنندگ، آت، آستوف، بانی، ہیرا، نذر وغیرہ
 نہیں ہیں؛ نیزہ زریہ کے شمول کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ فہرست میں الفاظ طاعت
 سبھی ہیں جن کی تصحیح غلط نامے میں نہیں ہوئی مثلاً جیم، ص، و، دراصل یہ ہے۔
 ص، و، میں عنبر نرزاں ہے۔ علائکہ غالب کا اعراض عنبر نرزاں پر ہوتا۔
 مقدم الذکر کا شمول اور مؤخر الذکر کا عدم شمول پر ہوتا۔ لیکن ہے کہ یہ خود مرتب کا
 فعل ہے۔

(آجکل، نئی دہلی۔ مارچ ۱۹۷۲ء)

تیغ تیز

» تیغ تیز « غالب کا ایک رسالہ ہے ، جس کے صفحہ اول کے بیچ میں اس کا نام ، اور اوپر نیچے علی الترتیب عبارات ذیل مرقوم ہیں : » اللہ (کذا) غالب علی امرہ « درمطبع اکمل المطابع طبع شد ، صفحہ ۲ تا ۴ میں دیباچہ ہے - ابتدا بسم اللہ الخ سے ہوتی ہے ، اس کے بعد یہ عبارات ہیں :

اللہ جل شانہ ، اپنے بندوں کو ورزش امور خیر کی توفیق دے ، اچھا ہے وہ بندہ جس کو ظلم کی خو نہ ہو ، اور ظلم کی انواع ہیں ، ازان جملہ ایک سخن پروری ہے جس کو بے ایمانی کہا چلھئے -

دیباچے میں » برہان قاطع « کی تنقید میں جو » رسالہ « مان کے قلم سے نکلا تھا ، اس کا نام قاطع برہان و درفش کاویانی^۱ بتانے کے بعد ان چار کتابوں کا ذکر کرتے ہیں ، جو » برہان قاطع « کی حمایت میں نکلی تھیں - » تیغ تیز « ان میں سے چوتھی کتاب کا رد ہے ، غالب اس کتاب (مؤید برہان) اور اس کے مصنف کے متعلق دیباچے میں رقم طراز ہیں » رابعہم^۲ مدرس احمد علی صاحب عربیت میں امین الدین سے بڑھکر ، فارسیت میں برابر ، فحش^۳ و نازا گوئی میں کمتر ، جتنے الفاظ تودین و تذلیل کے وہیں ، وہ جن جن کر میرے واسطے صرف کئے ، اور یہ نہ سمجھا کہ غالب اگر عالم نہیں ، شاعر نہیں ، آخر شرافت و امارت میں ایک پایہ رکھتا ہے ، صاحب عز و شان ہے ، عالیخاندان ہے (اس کے بعد یہ کہ امرا ورؤسا و راجگان ہند کا روشناس ہے ، انگریز اسے رئیس زادہ مانتے ہیں ، بادشاہ نے اسے خطاب دیا تھا ، انگریزی دفتر میں خائن صاحب بسیار مہربان دوستان القاب ہے) : جس کو گورنمنٹ خاں صاحب لکھتی ہیں (کذا) ، اس کو سڑی اور کتا اور گدھا کیونکر لکھوں - . . یہ تذلیل . . گورنمنٹ بہادر کی تودین اور ضیع و شریف ہند کی مخالفت ہے - میرا کیا بگڑا ، مولوی نے اپنا پاچی پن ظاہر کیا ، میں نے . . احمد علی کے الفاظ مذموم سے قطع نظر کر کے ان کے مطالب علمی کا جواب اپنے ذمے لیا «

۱ - صفحہ ۲ میں بعد بسم اللہ الخ ، ۱ سطر ہیں - آگے چاکر دیباچہ کے ابتدائی عبارات جو نقل ہوئے ہیں ، ان میں سطر اول » ظلم کی « پر غم ہوتی ہے - تیغ تیز کے باقی صفحات میں عموماً ایسی ۱۷ سطر ہیں -
۲ قاطع برہان دوسری بار چھپی ، تو نام یہی رہا ، لیکن ، غالب نے اس کا لقب درفش کاویانی قرار دیا -
اشاعت ۱ کو درفش کاویانی کہنا صحیح نہیں -

۳ - رابعہم ، کلیم رابعہم ، کی طرف اشارہ -

۴ - احمد علی کی کوئی عبارت ، اگر فحش کی وہ تعریف جو غالب کی لطائف غیبی میں ہے ، صحیح ہے ، فحش

نہیں کی جا سکتی -

اس کے بعد ۱۷ فصلیں ہیں، جو ص ۴ سے شروع ہو کر ص ۲۹ پر تمام ہوتی ہیں۔

فصل ۱ کے آغاز میں ایک مختصر سی مثنوی ہے، جس کے ۴ شعر یہ ہیں:

بر آنم بنیوی این تیغ تیز کہ مغز عدو را کنم ریز ریز ..
اگر گفته آید کہ او مرد و رفت زمغزش چہ خواہی ہمی اے شکفت
زمغزش خرد جستم اما چہ سود کہ در زندگی نیز مغزش نبود
زہی نامہ کز فر اقبال او یکے تیغ تیز آمدہ سال او

» یکی تیغ تیز « سے ۱۸۶۷ نکلتا ہے، اور یہیں اس کے ساتھ مرقوم ہے۔ اس فصل کا

ایک ٹکڑا یہ ہے :

» ہف بالفتح ایک لفظ ہے ثانی، اس میں سے ایک سو کئی لغت پیدا کئے، مزا یہ کہ

» برہان قاطع « میں بھی لکھے، اور پھر سواد ملحقات میں بھی رقم فرمائے، مولوی صفحہ

۴۰۲ میں اس لفظ کے باب میں ایک صفحہ پورا سیاہ کرتے ہیں۔ ایک لفظ سے

سو لغت بنانے کا عذر کہاں، .. اس عذر نہ کرنے کو میں نے معاف کیا، دوبارہ

ملحقات میں انہیں سو لغت کے لکھنے کا تو مولوی جی جواب دیں»

غالب نے » قاطع برہان « میں » ہف « پر اس کے سوا کوئی اعتراض نہیں کیا کہ غریب

ہے، ایک سے ایک سو کئی لغت پیدا کرنا » ہفت « کے متعلق لکھا تھا، اور ان کی

نسبت یہ رائے ظاہر کی تھی کہ » کمتر معقول و بیشتر نامقبول «۔ لطف یہ کہ غالب ہف سے متعلق

عبارت حوالہ قلم کرنے کے بعد » قاطع برہان « (قاطع) کے الفاظ نقل کرتے ہیں، جن

سے صریحاً معلوم ہونا ہے کہ اعتراض کا تعلق ہفت سے ہے۔ احمد علی نے » مؤید برہان «

(مؤید) میں ملحقات » برہان قاطع « میں دوبارہ ہفت سے پیدا ہونے والے سو سے زیادہ

کتابیات کے مندرج ہونے کا جواب دیا تھا، وہ » شمشیر تیز تر « (شمشیر) میں جو » تیغ تیز «

کا جواب ہے لکھتے ہیں: » ملحقات برہان ہر گز و ہر آئینہ از .. محمد حسین .. نیست

از اہل مطبع است، چنانچہ در صفحہ ۲۱۰ و دو صفحہ ۴۰۸ از مؤید برہان حقیقت

حال ملحقات مرقوم شدہ، و قطع نظر ازین در ملحقات ہفت خم و ہفت کہنہ ہمیں

دو کتابہ کہ در برہان مسطور است، مرقوم است، و این یک صد و چند کتابہ یا التکرار ہر گز

ثبت نیست، و مشاہدہ شاہد « ص ۳۴ ۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے مرکبات جن کا جزو اول ہفت ہے، » برہان قاطع «

(برہان) میں ۱۰۵ ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں کہ یہ » سراسر .. ہفت سپہر « و ہفت

کشور و ہفت پردہ چشم کا کتابہ ہیں » (قاطع) جس کی عبارت تیغ تیز ص ۵ میں منقول

ہے) ۔ غالب کا یہ قول بالکل غلط ہے کہ یہ سب کے سب ملحقات میں مندرج ہیں،

احمد علی صحیح کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک بڑی ملحقات میں نہیں۔ جہاں تک ملحقات

کا تعلق ہے، سچ یہ ہے کہ بہت سے الفاظ » برہان « کے خطی نسخوں کے حواشی میں

۱۔ مثلاً ہفت الزان کتابہ از طامہاے گونا گون .. ہفت انعام عبارت از سر و سبہ وغیرہ۔ غالب کو سراسر نہ لکھنا تھا ۔

درج تھے، انہیں »برہان« کے انطباع کے وقت اس کے مرتب روبک نے اضافات کے ساتھ بنام ملحقات »برہان قاطع« شامل کتاب کرایا۔ اس نے حواشی کے الفاظ اور اضافات میں تمیز کرنے کی یہ صورت نکالی ہے کہ اضافات کے ماخذ کا ذکر کر دیا ہے۔ ملحقات میں جیسا کہ احمد علی نے بتایا ہے ہفت سے شروع ہونیوالے صرف دو کتابے ہیں، جو اصل کتاب میں نہیں۔ ان کے ساتھ ماخذ کا ذکر نہیں، جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ حواشی »برہان« سے لے گئے ہیں۔

غالب نے فصل ۱ میں یہ بھی لکھا ہے: »مولوی جی پہلے تو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ صحیح کے مقابل غلط ہے نہ غریب (عبارت برہان »این سہ لغت اگر غریب است ور صحیح«) پھر نظائر کا حوالہ دیکر ہفت کشور وغیرہ کی صحت میں غلو کرتے ہیں۔ کوئی بیچھے کہ غالب نے ان الفاظ کو کب غلط لکھا ہے جو تم اس کی صحت کے گواہ گزراتے ہو« (ص ۵)

احمد علی نے »شمشیر« میں اس کا جواب دیا ہے: »از جواب این اعتراض کہ مقابل صحیح است، نہ غریب باوجود ذکر سکوت چراست و اگر غریب بمعنی غلط بود، سند کجاست و در »مؤید برہان«... ہمیں نوشتہ شد کہ »یک صد و چند لغت کہ دانای تبریز... آوردہ همه معقول است و قول معترض نامقبول« و این جواب آن قول معترض است کہ »درین یک صد و چند کناہہ کمتر معقول و بیشتر نامقبول« پس این جملہ کہ »غالب نے ان کو کب غلط لکھا ہے«، یعنی چہ؟ اگر ہمہ را غلط نگفتہ است یشتری را نامقبول خود نوشتہ است« (ص ۳۲)

اسی فصل میں نظامی کا یہ شعر فتحۃ نامے آتش کی سند میں پیش کیا ہے:

من کورست حلوائی ہر غمکشی ندیدہ بجز آفتاب آتشی (ص ۶)

اس سے قطع نظر کہ آتش مفتوح الٹا ہے یا نہیں، یہ شعر اس کی سند نہیں ہوسکتا، اس کی وجہ یہ کہ شین آتش حرف وصل (ی) سے ملکر متحرک ہو گیا ہے، اور اس صورت میں جیسا کہ »المعجم فی معایر اشعارالعجم« وغیرہ میں ہے، حرف ما قبل روی (اس شعر میں ش سے قبل کا حرف ت) کی حرکت داخل قافیہ نہیں، یعنی یہ کہ مضموم، مفتوح، مکسور سبھی ہوسکتی ہے۔ فصل ۲ کی عبارت ہے: »اچھا مولوی صاحب اگر اس (محمد حسین) کو تبریزی مولد کہنے ہیں، اور صاحب تخلص تھا، تو اس کا دیوان دکھائیں« (ص ۷) مقتضائے مقام یہ تھا کہ »تبریزی مولد« ہونے کی سند بھی طلب کرتے۔

فصل ۳ کی ابتدا یوں ہوتی ہے: »لوطیان ایران میں رسم ہے کہ چند بد معاش... ایک امرد کو کچھ دیکر باغ میں یا کسی مکان میں لیجاتے ہیں، اور نوبت نبوت اس سے اغلام کرتے ہیں، اسی جماعت میں سے ایک شخص اس امرد کا سر پکڑے رہتا ہے سو »مؤید« کے پانچویں صفحے میں مولوی جی لوگوں کی متیں کرتے ہیں، اور بلاتے ہیں کہ آؤ اور دکنی کا سر پکڑو« (ص ۷)

یہ عبارت بالکل غالب کے شایان شان نہیں۔ اسی فصل میں ہے :

”مولانا... اسدی طوسی اور حکیم قطران کو دو فرہنگوں کا مولف بتاتے ہیں۔ بھلا صاحب، اگر اسدی... نے فرہنگ لکھی ہوئی تو محمود غزنوی کے عصر سے آج تک سب فرہنگ نگاروں کا ماخذ وہی ہونا اور اختلاف لفظ و معنی کی لغت میں راہ نہ پاتا، لیس فلیس، (ص ۸) غالب کے استدلال کا ضعف ”غالب بحیثیت محقق“ طبع ۲ (نقد غالب ص ۳۶۵) میں دکھایا جاچکا ہے، یہاں پر صرف اس امر کی طرف ناظرین کی توجہ منعطف کرائی جاتی ہے کہ غالب نے فرہنگ قطران کا نام لیا ہے، لیکن پھر یہ کہنے کی ضرورت متصور نہ کی کہ اس کے وجود خارجی کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔

۱- قطران کی فرہنگ سے اس صاحب ”فرہنگ جہانگیری“ نے کام لیا تھا، اچکل ناپید ہے۔ اسدی کی فرہنگ نین چار بار چھپ چکی ہے۔

فصل ۴: ”جناب مولانا... حکم دیتے ہیں کہ پیدائی و زیبائی صحیح، پیدایش و زیبایش غلط۔ اقول آخر حاصل بالمصدر بنانے کے لئے دو ہی حرف موضوع ہیں، یا آخر میں شین یا تہتانی؟ موافق مواوی جی کے اجتہاد کے سیکڑوں لفظ متروک مطرود ہو جائینگے۔ ہم کہتے ہیں... زیبائی و پیدائی و گنجائی بھی کہہ سکتے ہیں مگر آرایش و آسایش و کاوش و رنجش کے آگے بے ترکیب شین کی ’جگم‘ یا ’حطی‘ نہیں لاسکتے، اور یہ مقدمہ نہ دلائل کا محتاج ہے، نہ نظائر کا حاجت مند،“ (ص ۸)

”شمیر“ میں اس کا جواب یہ ہے: ”من در نظائر غلط عوام نوشتم کہ پیدایش و زیبایش بجائے پیدایی و زیبایی ازین کجا معلوم میشود کہ از برای ساختن حاصل بالمصدر یا و شین ہمیں دو موضوع است۔ موافق اجتہاد من کدام صدها لفظ متروک... خواهند شد نشان باید داد... گنجایی خود موافق قیاس و مستعمل، اما پیدایش و زیبایش کہ در فارسی محتاج دلائل است و خواہاں نظائر تا حال در شعر اہل زبان بنظر فقیر نرسیدہ“ (ص ۴۰)

احمد علی نے واقعی کوئی بات ایسی ”مؤید“ میں نہیں لکھی تھی جس کی بنا پر یہ اعتراض کیا جاسکے کہ ان کے اجتہاد کے موافق سیکڑوں الفاظ متروک ہو جائینگے۔ پیداییدن مصدر نہیں کہ اس کے حاصل بالمصدر کا سوال ہو، پیدایی پیدا کا اسم مجرد ہے، اور فارسی میں کثیر الاستعمال، اگر پیدا سے خلاف قاعدہ پیدایش بھی بتاتا ہے تو غالب کو اس کی سند پیش کرنی تھی۔ یہ کہنا کیا کہ یہ ”مقدمہ نہ دلائل کا محتاج ہے“ نہ نظائر کا حاجت مند۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظ خلاف قاعدہ عہد اکبری سے فارسی میں آنے لگا ہے، اس کی بحث ”نقد غالب“ ص ۴۱۱ میں دیکھی جائے۔ زیبایش کسی ایرانی کے یہاں بچھے نہیں ملا۔ گنجایی کا ذکر ہی بیکار تھا، اس کی صحت معرض بحث میں نہ تھی۔ غالب کی عبارت ”آرایش... نہیں لاسکتے“ محل تامل ہے۔ اضافہ ی شین کے بعد نہیں، بلکہ حذف شین کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس پر ہونا ہے۔ ”کے آگے“ پر اعتراض دے۔ اسی فصل میں ہے: ”کندن کو صحیح اور کندیدن کو غلط بتاتے ہیں، یارب“

کندن مصدر اصلی اور کندیدن مصدر فرعی بنا ہوا مضارع سے، جیسے آوردن اور آوردن، یا رستن۔۔ اور روییدن» (ص ۹)

غالب کو کندیدن اور آوردن و روییدن میں فرق نظر نہیں آتا، لیکن، کندیدن ان سے مختلف ہے، آوردن اور روییدن سے بدن نکال دیا جائے تو آور و روی بچ جاتا ہے، کندیدن میں بدن نہ ہو، تو کند رہ جاتا ہے۔ آوردن و آوردن کا امر آور ہے، اور رستن و روییدن کا روی، کندن کا امر کن ہے، کند نہیں۔ اگر خلاف قاعدہ کندن سے کندیدن ہی جگہ کندیدن بنا ہے، تو غالب کو اس کی سند دینی تھی، اظہار حیرت سے کیا ہوتا ہے۔ یہاں میں اس بحث سے گریز کرتا ہوں کہ مصدر اصلی اور مصدر مضارعی صحیح اصطلاحات ہیں، یا نہیں کہا صرف یہ ہے کہ کندیدن کی سند ایرانیوں کی نظم و نثر میں مجھے نہیں ملی۔ فصل ۵ میں ہے »اگر برعایت قافیہ نثر یا نظم میں منشی یا شاعر نویسد و فریسد لکھ جائے، تو ایسی قباحت لازم نہیں آتی« ص ۱۰

فریسد نویسد کا قافیہ آسکتا ہے، تو فریسد کا قافیہ نویسد بھی ہو سکتا ہے۔ اس قسم کا تصرف جائز نہیں۔ فریسد ہندوستانی فارسی نویسوں کے یہاں ملتا ہے، اس کی بحث بھی »نقد غالب« ص ۲۹۲ میں ملیگی۔

اسی فصل میں احمد علی پر اعتراض کیا ہے کہ ان کی عبارت میں »چشم عیب ساز« آیا ہے (ص ۱۰) اس کا جواب »شمشیر« میں یوں ہے »دیدہ (چشم نہیں) عیب ساز در عبارتیکہ واقع است، از احمد نیست، از زبان۔۔ محمد حسین تبریزیست« (ص ۵۰)۔ جواب صحیح ہے، »دیدہ عیب ساز« اس عبارت میں آیا ہے جو »مؤید« میں دیباچہ »برہان« سے نقل ہوئی ہے۔ میں نے »غالب بحیثیت محقق« طبع ۲ میں دیدہ عیب ساز کے متعلق لکھا ہے کہ »یہ ترکیب ظاہرا نظامی کے شعر ذیل (مخزن اسرار ص ۱۴۴) کو دیکھ کر بنائی گئی ہے :

دیدہ ز عیب دگراں کن فراز صورت خود ہیں و درو عیب ساز« (ص ۴۰۲)۔ اس فصل میں غالب نے احمد علی پر اعتراض کیا کہ انہوں نے میری عبارت »غم تباہی آئین گفتار پارسی خورد« سرفہ کیا ہے اور »مؤید« میں لکھا ہے : »غم گفتار پارسی زبان خورد«۔ سرفہ سے قطع نظر، غالب یہ کہتے ہیں »بیمعنی کر کے لکھا ہے، بھلا غم گفتار پارسی زبان خورد کے کیا معنی؟« (ص ۱۱)۔

»شمشیر« ص ۵۳ میں اس کا جواب یہ ہے کہ »مؤید« میں ہرگز »غم گفتار پارسی زبان خورد« نہیں »غم تباہی گفتار فارسی خورد« ہے۔ رہا سرفہ تو اس کے متعلق وہ یہ کہتے ہیں »فقیر را هنگام نگارش این مقام بخداے لایزال۔۔ فقرہ غالب۔۔ ہرگز بیاد نبودہ است« میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ »مؤید« میں اسی طرح ہے جس طرح »شمشیر« میں نقل ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عبارت سقم سے خالی ہے۔ چوری کا الزام ہرگز قابل قبول نہیں، غالب کے فقرے میں کوئی خاص بات ایسی نہیں، جس کا کوئی سرفہ کرے۔

اس فصل میں غالب نے «سرقۃ مضمون بتخیر الفاظ» کا الزام بھی دیا ہے۔
 «آری دیران پارس را قاعدہ چنان بود کہ بر سر دال ابجد نقطہ نہادندی چون
 دریں اندیشہ وجود دال بینقطہ از میان میرفت و ہمہ دال منقوطہ میمانند، اکابر عرب قاعدۃ قراۃ
 دادند و تفرقۃ دال و ذال بر آن قاعدہ اساس نہادند» (عبارت قاطع)۔۔۔ مولوی۔۔۔ فارسیدان۔۔۔ یہ
 عبارت یوں لکھتا ہے «بخاطر فائر چنین میرسد کہ چون در زمان قدیم۔۔۔ بر زبر دال نقطہ
 مینادہ اند، متأخرین کہ ازین قاعدہ آگاہ نیند آن را خیال ذال منقوطہ کردہ اند۔۔۔ فرهنگہاے
 پیشین میں کوئی سمجھ کو یہ مطالب دکھا دے تو میں گھگھر ورنہ مولوی اٹھائی گیرا۔ یہ
 راز مجھ سے۔۔۔ عبدالصمد نے کہا ہے، دوسرا کوئی اس کو نہیں جانتا تھا، ایسی ہی
 بات کو چرانا اور اپنا قول بنانا چوری اور سرزوری، خیرہ رانی اور بیجہانی ہے یا نہیں؟»
 (ص ۱۱)۔

میں نے «ذال فارسی اور غالب» شائع کردہ «آجکل» دہلی میں اس معاملے سے
 مفصل بحث کی ہے، مجملاً یہاں لکھتا ہوں کہ غالب نے جو عبارت احمد علی کی طرف
 منسوب کی ہے، وہ ان کی ہیں، صاحب «فرہنگ جہانگیری» کی ہے، اور «مؤید» میں صراحۃً
 فرہنگ مذکور سے منقول ہے۔ سرقے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غالب کا ادعا کہ ایک
 بالکل نئی بات انہوں نے سنی تھی، کسی طرح قابل قبول نہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی دیکھنا
 چاہئے کہ اگر واقعی قدما عام طور پر ہر دال کے اوپر نقطہ دیا کرتے تھے، تو یہ ایسی
 بات نہ تھی کہ صرف عبدالصمد کو معلوم ہوتی۔ اگر واقعی ایسا تھا، تو عبدالصمد یا غالب
 سے یہ سوال کیا جاسکتا تھا، کہ اس کے ثبوت میں قدما کے ہاتھ کی تحریریں پیش
 کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عام دستور نہ تھا، چنانچہ فارسی کے قدیم ترین
 خطی نسخے جو ملتے ہیں ان میں دال کی جگہ دال اور ذال کی جگہ ذال ہے۔
 اہل عرب کو زبان فارسی کے متعلق قاعدہ بنانے سے کیا سروکار، اور ایرانیوں نے اس
 باب میں جو کچھ لکھا ہے، اس کی غرض یہ ہے کہ ناواقف دھوکا نہ کھائیں اور
 غلط جگہ نقطہ نہ لگائیں۔

فصل ۷ میں احمد علی پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے ایک ایسا شعر کیوں نقل
 کیا جو «میرے مفید مطلب ہے»۔۔۔ بس اس بھروسے پر کہ میر مولوی اور مدرس ہوں،
 انکھ بند کر لی ہے اور لکھنا شروع کر دیا ہے، نہ بر محل دیکھنا، نہ یہ محل دیکھنا»
 شعر یہ ہے :
 «روئے بنما و بزم را آرا چون توئی آفتاب بزم آرا»
 حقیقت یہ ہے کہ احمد علی نے سروری کی فرہنگ کے عبارات مکمل نقل کئے تھے،
 جن میں وہ شعر بھی آگیا، اس سے کسی ایسی بات کو جو ان کے اور غالب کے درمیان
 مابہ النزاع تھی ثابت کرنا مدنظر نہ تھا۔ رجوع برای تفصیل بہ «غالب بحیثیت محقق»
 (نقد غالب ص ۴۲۰)

اس فصل میں غالب لکھتے ہیں : «مولوی جی، فرماتے ہیں کہ آ۔ ا۔ ا۔

آرایش نزاری نے لکھا ہے۔۔۔ نمیباید برافزودن اگر مشاطة فطرت
جمالی را بزیانی نگارے کردا و آرائے

فقیر عرض کرتا ہے کہ۔۔۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ یہ جھوٹ ہے، نزاری
نے آرا کو بمعنی آرایش نہیں لکھا، آرائی کو بمعنی آرایش لکھا ہے « (ص ۱۲)

غالب اس جگہ آرائی = آرایش کے وجود پر زور دیتے ہیں، حالانکہ
« تیغ تیز » کے ص ۹ میں وہ یہ کہ چکے ہیں کہ آرایش و آسایش و کاہش و ربخش کے
آگے، بے تر کیب، شین کی جگہ یا، حطی نہیں لاسکے »

دوسرے الفاظ میں یہ کہ آرائی = آرایش صحیح نہیں۔ تفصیل کے لئے « نقد
غالب » ص ۴۱۷ کی طرف رجوع ہو۔

اسی فصل میں غالب آرازش = خیر و خیرات کے وجود خارجی کے منکر ہیں
اور اس بنا پر کہ بقول ان کے فردوسی نے ہزار جگہ آرازش کو بمعنی خیر و خیرات
استعمال کیا ہے، فرماتے ہیں کہ « دکنی اور آرزوے دہلوی (ان کا بیان مؤید میں پیش
ہوا تھا) کون ہوتے ہیں کہ ان کا وہ قول جو شہنشاہ قلمرو زبان دری و پہلوی کے خلاف
ہو، اس کو کوئی زبان پر لائے » (ص ۱۳)

فردوسی کے یہاں آرازش کا بمعنی مذکور بکثرت پایا جاتا (ہزار بار میں بہت
مبالغہ) صحیح بھی ہو تو وہ اس سے مانع نہیں کہ آرازش اس کا مرادف نہیں۔ فردوسی نے
اس کی تردید کی ہوتی، تو اور بات تھی۔ یہاں مجھے اس سے بحث نہیں کہ آرازش = خیر
و خیرات واقعی ہے یا نہیں۔

فصل ۸ میں ہے « آروند کے معنی میں میرا اور مولوی جی کا بیان ایک ہے، الفاظ
میں تغیر بالمرادف ہو تو ہو » ص ۱۳۔ « شمشیر » ص ۵۹ میں اس کا جواب یہ ہے : « در معنی
آروند نیز بیان من و او یکی نیست، تغایر بالمبتاین است۔ غالب در قاطع برہان لفظ
آروند را بمعنی بسیط مقابل مرکب نوشته بود، و اینجا گفته کہ آروند.. لہوس
ہے۔ » ۵

غالب نے « قاطع » میں لکھا تھا « آروند بضمة الف خلاصہ وزبدہ و بسیط را گویند
کہ مقابل مرکب است و ساسان پنجم.. بمعنی چیزی آورده است کہ هیچ چیز از خارج
داخل آن نتواند شد.. عبدالصمد گاہ گاہ.. خود را آروند بندہ نوشتی، چون پژوہش رفت
فرمود کہ آروند بندہ مضاف و مضاف الیہ مقلوبست، یعنی بندہ آروند، بندہ ترجمہ عبد
و آروند ترجمہ حمد »

آروند « دساتیر » میں عین و زبدہ و خلاصہ کے معنی میں ہے جیسا کہ ملا فیروز نے
« فرهنگ دساتیر » ص ۴ میں لکھا ہے۔ یہ لفظ « دساتیر » میں کسی جگہ آیا ہے، ار آن جملہ

۱ احمد علی کہتے ہیں کہ نصبتہ نزاری کے دوسرے اشعار موجود ہیں، آرائے ہے، آرائے نہیں، میں اس کو
تصدیق یا تکذیب سے قاصر ہوں۔

صفحات ۲۲۷، ۲۳۷، ۲۴۱۔ غالب نے «دساتیر» کی جس عبارت کا مطلب غلط سمجھ کر اروند کو حمد کا ہم معنی بتایا ہے، وہ غالباً یہ ہے :

آن چنان کہ نکراند و نیبوند بتو چیزی و نگسلد نہ جدا شود از تو چیزی،
میر ماید یابہ یزدان اروند گوهر اوست، وزو بیرون و جدا نیست، چنانکہ هستی او اروند
گوهر وی است، تادیج رو درو پیوند و پیوست و شمرد و پیکر نبندد» (ص ۸۳، ترجمہ
انگریزی ص ۵۵)

اسی فصل میں «جشم مخالفان بیازن بتیر» کو ناموزوں کہا ہے اور طنزاً
لکھا ہے : «جس طرح حکم ہو اس طرح پڑھوں، جانتا ہوں کہ کاہی نگار کی شامت
آہنگی، اور غلطی اس سے منسوب ہو جائے گی، لیکن مجھے مدرس صاحب سے استفادہ
منظور ہے» ص ۱۴

«شمشیر» ص ۶۰ میں احمد علی نے اسے موزوں ثابت کیا ہے، اور میں نے اس
سے مفصل بحث «تدیم ڈھاکہ» کے شمارہ اول میں کی ہے۔ احمد علی کا جواب
صحیح ہے۔

فصل ۹ میں احمد علی پر یہ اعتراض ہے کہ خارج از بحث باتیں بہت
لکھتے ہیں، لیکن ضروری باتیں قلم انداز کرتے ہیں۔ احمد علی نے بقول غالب ان کے اس
«فقرے کا جواب» نہیں دیا کہ «ہر آئینہ ماضی (آہنگیدن) آہنگید خواہد بود،
نہ آہنگ» ص ۱۵

«مؤید» میں اس کا جواب موجود ہے۔ احمد علی کہتے ہیں کہ اگر کاتب کی
غلطی نہیں، تو محمد حسین نے خطا کی ہے۔ فصل ۱۰۔ احمد علی نے لکھا تھا کہ
فازہ و خمیازہ کی بحث میں غالب نے «غیاث اللغات» سے دھوکا کھایا ہوگا۔ غالب اس کا
جواب یوں دیتے ہیں :

«عیاذاً باللہ اگر غالب جامع «غیاث اللغات» کو آدمی جانتا ہو تو وہ خود آدمی نہیں۔
ایک بار.. اس.. کو سراسر دیکھ لیا، جب دیکھا کہ جاہجا قتیل کے کلام کا حوالہ
دیتا ہے اور ماخذ اس کا فن لفت میں «چار شربت» اور «نہر الفصاحت» ہے، کتاب پر
اور مولف پر لعنت بھیجنے۔ مدرس جی اتنا نہ سمجھے کہ جو میاں انجو کو نہ مانیکا،
وہ میانجی غیاث الدین کو کیا جانے گا۔ رامپور جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں کے
صاحبزادگان عالی تبار اور رؤسائے نامدار سے ملاقاتیں.. رہیں تو.. معلوم (ہوا) کہ
ایک ملائے مکتبدار تھا، نہ رئیس کا روشناس، نہ اکابر شہر کا آشنا، ایک گمنام ملا
مکتبدار، چند صاحب مقدور لوگ اس کے مکتب میں پڑھتے تھے، انہوں نے صرف
زر میں اس کو مدد دے، مثل بندر کے کہ جس نے نجار کی تقایید کی تھی، ایک فرهنگ
چھپوائی» ص ۱۶

غیاث اللغات «فرہنگ نفیس» (قول قزوینی) کہے جانے کی مستحق ہو یا نہ ہو،

غیاث الدین اس کے مولف کے متعلق یہ بات کہ وہ ایک گمنام ملائے مکتبدار تھا، ہرگز نہ سنی ہوگی، اس لئے کہ امیر مینائی کے بیان ۱ کے مطابق جسے خود کلب عایینوں کا قول سمجھنا چاہئے، وہ خود ان کے اور بان کے والد کے استاد تھے۔

کس فرہنگ نگار کے مرتبہ علمی کا تعین اس امر سے نہیں ہو سکتا کہ اس کے تعلقات حکمرانوں اور امیروں سے کس نوع کے تھے؛ یہ صحیح معیار ہوتا تو اکبر و جہانگیر کے عہد اور ظفر کے زمانے میں جو فرق ہے، اس کا لحاظ کرتے ہوئے، انجو کے سامنے جو اکبر و جہانگیر کے دور کے بڑے امیروں میں تھا، اور جس کی فرہنگ کا ذکر جہانگیر نے خود اپنی «تزک» میں کیا ہے، غالب کی کچھ حقیقت ہی نہیں رہتی۔

احمد علی نے صاحب «غیاث اللغات» کی حمایت میں کچھ نہیں لکھا؛ یہ سوال کیا ہے کہ غالب کی گمراہی کا باعث وہ نہیں، تو انہوں نے فائزہ و خمیازہ کے متعلق میرے اعتراض کا جواب کیوں نہیں دیا (شمشیر ص ۶۶)۔ غالب فائزہ نہیں، فائزہ کو صحیح سمجھتے تھے اور یہ ان کے نزدیک عربی تھا۔ اس امر میں کہ فارسی ہے اور زامے فارسی سے ہے، شبہ کی مطلقاً گنجائش نہیں (لقد غالب ص ۴۱۴)۔ غالب کا یہ دعویٰ بھی کہ خمیازہ صرف انگریزی کو کہتے ہیں، جماہی کو نہیں، غلط ہے (نقد غالب ص ۳۹۶)۔ فصل ۱۱ میں ہے «راقم مؤند... پاجاہ کو اسی معنی پر کہ دکنی نے ٹھہرائے ہیں (بول و غائط)، از روئے فرط رغبت مزالے ایگر استعمال کرتا ہے» اس کے بعد غالب کو اس پر اصرار ہے کہ یہ پاجاہ ہے اور پاخانہ اس کا مصحف ہے بد مذاقی سے جس کا اظہار «راقم... میں» میں ہوا ہے، قطع نظر، پاجاہ دساتیری لفظ ہے، «پاخانہ» کو اس سے کیا تعلق؟

فصل ۱۲ گرفتن کے مفتوح الرا ہونے کے ثبوت میں ایک شعر فردوسی کا (قوافی برفت و گرفت) اور ایک خاقانی کا (قوافی گرفتہ و رفتہ) پیش کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے «جواز اختلاف حرکت ما قبل روی سے قدما کے دیوان بھرے پڑے ہیں، خصوصاً «قصہ ویس و رامین» میں... قید حرکات ثلاثہ الہادی ہے، گشتہ و کشتہ قافیہ، وہ مثنوی منطبع ہو گئی ہے جو چاہے دیکھ لے» ص ۱۹

شعر خاقانی سے فتحہ را کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا، شعر فردوسی ان کے مفید مطلب ہے، لیکن انہیں خود اقرار ہے کہ فردوسی کے یہاں ہزار جگہ گرفت شکفت (تدجیب) کا قافیہ آیا ہے۔ غالب کے نزدیک شکفت مفتوح الفا ہوتا تو وہ «قاطع» میں یہ نہ لکھنے «گروہے... گرفتن را بکسرتین صحیح انگارند و شعر را... (قافیہ گرفت و شکفت)... سند آرنہ»۔ ظاہر ہے کہ اگر اسے مفتوح الکاف سمجھتے تو بیانگ دھل اس کا اعلان کرتے۔ «ویس و رامین» میں احیاناً کوئی غلط قافیہ آگیا ہو لیکن عموماً اس کا مصنف ان قواعد کا جو اس کے عہد میں رائج تھے پابند تھا۔ قوافی پر اس کے زمانے

۱ انتخاب یادگار میں ہے کہ اس کتاب کا مواد کلب دبلیخان سے حاصل ہوا۔
۱ فصل ۱ کی مثنوی میں شکفت قافیہ رفت آیا ہے، اس افرا سمجھنا چاہئے۔

کی لکھی ہوئی کوئی کتاب موجود نہیں، لیکن، قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جس طرح صاحب «المعجم» اختلاف حذو و توجیہ کو ناروا قرار دینا ہے، فخر گرگانی بھی ناجائز سمجھتا ہوگا۔ رہا گشتہ و کشتہ کا قافیہ، یہ ہر زمانے میں صحیح مانا گیا ہے۔ روی سے قبل کا حرف ساکن ہو تو اسے حرف قید کہتے ہیں، اور اس سے پیشتر جو حرف ہے، اس کی حرکت اصطلاحاً حذو کہی جاتی ہے۔ گشتہ و کشتہ میں روی ت ہے، اور ش حرف قید، روی حرف وصل ہائے مخفی سے مل کر متحرک ہوئی ہے، اس لیے اختلاف حذو بالاتفاق روا ہے۔ اگر روی ہائے مخفی سے مل کر متحرک نہ ہوئی ہوتی، تو گشت و کشت کا قافیہ نادرست ہوتا، اور اسی عیب کو اقوا کہتے۔ احمد علی کا اعتراض «جواز اختلاف حرکت ماقبل روی» پر ہے، اور اس میں شک نہیں کہ غالب کی عبارت سقیم ہے۔ کہنا یہ چاہیے تھا کہ دواوین ایسے اشعار سے بناو دیں، جن سے جواز ثابت ہوتا ہے۔

فصل ۱۵ دربارهٔ پوله «حضرت کا فقرہ کہ بمعنی میان و میاں تہی بنظر آمدہ، نہ نرم بخصوصیت میوہ، یہ فقرہ یہاں تک تو مکذب قول دکنی ہے کہ بمعنی خربزہ مضحمل نوشت» ص ۲۳

«شمشیر» میں اس کے متعلق یہ مرقوم ہے۔ «ابن فقرہ فقیر۔۔ ہرگز مکذب قول حکیم تبریزی نیست، چہ معترض در «قاطع برہان» گفتہ بود کہ پوله بروزن لولہ۔۔ خربزہ مضحمل نوشت، چون در ہندی نیز بدین معنی شہرت دارد، عجب از جامع کہ بتوافق لسانیں اشارت نکرده۔ فقیر جواب دادم کہ در لغات ہندی۔۔ پولا۔۔ بمعنی نرم و میان تہی بنظر آمدہ، نہ نرم بخصوصیت میوہ و بتقدیر توافق اشعار نکردن بآن از آدم غیر ہندی۔ ہرگز خطا نباشد کہ جائے تعجب تواند بود» ص ۸۷

پولہ لفظ فارسی کے متعلق «مؤید» میں سروری کا یہ قول نقل ہوا ہے کہ خاوراۃالنہر کی زبان میں خربزہ مضحمل کو کہتے ہیں جو کھانے کے قابل نہ رہا ہو۔

اسی فصل میں غالب لکھتے ہیں «بس اب میں عاجز آگیا، کہاں تک لغت بعد لغت دیکھے جاؤں، خرافات و اہیات، جھوٹ، لغو، مہمل۔ اب ورق ورق اور صفحہ صفحہ کہاں تک دیکھونگا۔ دیکھونگا تو سہی مگر چھوڑنا جاؤں گا، جستہ جستہ جواب لکھونگا، آخر مجھ کو آغا محمد حسین کی خدمت میں بھی حاضر ہوا ہے اور وہ لغات لکھنے میں جو «پنج آہنگ» کے بعد «درفش کاویانی» میں مندرج ہوئے ہیں۔ فصل کا اشارہ بنا رہیگا اور ہر لغت کا جواب الجواب نہ لکھونگا» ص ۲۳

«اب۔۔ چھوڑنا جاؤنگا» محل تامل ہے۔ «مؤید» ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں «قاطع برہان» کی مکمل تنقید ہے، شاید ہی کوئی ضروری بات قلم انداز ہوئی ہو۔ غالب نے اس کا جواب صرف ۲۳ صفحات میں لکھا ہے جس میں دیباچہ بھی شامل ہے۔ «جستہ جستہ جواب لکھونگا» سے یہ استفاد ہوتا ہے کہ فصل ۱۵ کے بعد بھی وہ «مؤید» کے مندرجات سے بحث کریں گے، لیکن، انہوں نے بالکل اس وعدے کا لحاظ نہیں کیا۔

» پنج آہنگ « سے » قاطع « طبع اول مراد ہے۔ » درفش کاویانی « میں جو تھے اعتراض » برہان « پر ہیں ، » تیغ تیز « میں ان کا ذکر بالکل فضول تھا ، » درفش کاویانی « » تیغ تیز « سے بیشتر طبع ہو چکی تھی ۔ » ہر لغت ۔ نہ لکھونگا « محل شامل ہے ۔

فصل ۱۶ میں پہلے یہ لکھا ہے کہ سعادت علی » تھا کوڑیالا ، یعنی مالدار ۔ بھلا اگر دستبرد تحریر نہیں ، نہ سہی صرف مطبع و کاغذ اپنے بیت المال خاص سے بھجوا دیا ہوگا ۔ خیر ، اب منشی جی کے واسطے دعائے تخفیف عذاب اور تمہارے واسطے دعائے سلامت ذات اور توفیق انصاف مانگتا رہونگا « ص ۲۴ ۔

» کوڑیالا « سے سانپ مراد ہے ، کسی شاعر کا مصرع ہے » تمہارے گیسوؤں کے بال اب تو کوڑیالے ہیں « سعادت علی جیسا کہ غالب کی اس تحریر سے ثابت ہے ، اشاعت » تیغ تیز « سے قبل مرچکے تھے ، غالب نے جن الفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے ، ان کے لئے زیبا نہ تھا ۔ یہ بھی حد درجہ دور از قیاس ہے کہ سعادت علی نے .. » صرف مطبع و کاغذ « احمد علی کو جو کلکتہ میں رہتے تھے ، بھجوا دیا ہو ۔

اسی فصل میں ہے » جو علما و شعرا ایران سے آئے ، لب و لہجہ ان کا ہندی نہیں ہوا ، املا اہل ہند کی املا کے موافق رہی ، مثلاً تھوڑا ، گھوڑا جان جائینگے کثرت سماعت سے کہ یہ دونوں ترکیبیں ہندی ہیں ، مگر تلفظ میں تورا اور گورا کہیں گے ۔ چو کھنڈی شعر میں اسی صورت سے لکھیں گے ، مگر بولیں گے چو کندی « ص ۲۴ ۔

ایرانی ہندی الفاظ کو عموماً مفرس ' کرائیے تھے ، اور انہیں مفرسی شکل میں لکھتے تھے ، ظاہر ہے کہ اس صورت میں املا بدل جائیگا ۔ یہ بات کہ » املا اہل ہند کی املا کے موافق رہی « بطور کلیہ غالب نے کہاں دیکھی اس کی خبر نہیں ۔ » مثلاً .. ہندی ہیں « سے مستفاد ہوتا ہے کہ غالب کے نزدیک ایک لفظ مفرد کو بھی ترکیب کہنا روا ہے ۔

فصل ۱۷ میں غائب نے بقول خود » برہان « کی وہ » قباحتیں « دکھائی ہیں جو » بعد اتمام » پنج آہنگ « » بہم « پہنچیں ، اور » صرف درفش کاویانی میں لکھی گئی ہیں « ص ۲۵ ۔ غالب نے جن باتوں پر اعتراض کیا ہے ان میں یہ بھی ہیں کہ » برہان « میں کرگدن کا کاف اول عربی درج ہے اور اس کی ایک شکل » ظاہرا بر وزن گلبدن بھی قرار دی ہے ص (۲۷) ۔ کاف اول کو فارسی کہنے میں غالب مفرد ہیں » بر وزن گلبدن « ہر گز صحیح نہیں ، » برہان « میں کرگزن تشدید زا کے ساتھ معرب کرگدن بتایا گیا ہے ۔

بحث کرگدن کے بعد یہ عبارات ہیں : » مولوی احمد علی صاحب تم صورت پرست ہو اور فرہنگ نگاروں کے قرار دیئے ہوئے (باہمزہ ، جس سے ضرور مذکر ہو گیا ہے) الفاظ کو مانتے ہو ۔ اب یہاں ایک صورت کے باب میں کہ ہر صورت کے معنی میں کچھ کچھ تفاوت بھی ہے ، کیا ارشاد کرتے ہو ؟ مولوی اور کیا ارشاد کریگا ، چونکہ مخالفت قول دکنی کو کفر جانتا ہے ، میری تکفر کریگا اور کافر کہیگا پھر کہ بھائی ، جہاں اور

۱۔ جہاں تقریب کی صفا ضرورت نہ ہو ، وہاں اصل صورت میں بھی لکھنے ہونگے ۔

برے برے خطاب دئے ہیں، کافر بھی کہہ لے۔ میں تو اس حالت میں بھی مولوی کو مسلمان کہے جاؤنگا، بقول استاد مصرع »تا ہر دو دروغ گفتہ باشیم« ص ۲۸۔

»اب... ارشاد کرتے ہو،« کا مفہوم سمجھ میں نہ آیا۔ احمد علی نے غالب کی تکفیر نہیں کی، مگر غالب نے خود انہیں کافر قرار دینے کی صورت نکال لی۔

اس فصل اور اصل کتاب کا خاتمہ عبارت ذیل پر ہونا ہے :

»پریشیں بہت باقی ہیں، لیکن، بڑھاپا اور امراض اور ضعف مفرط نہیں لکھنے دیتا۔ صبح سے شام تک پڑا رہتا ہوں، لیٹے لیٹے مسودہ کیا اور احباب کو دیدیا، انہوں نے صاف کر لیا... صاحب نفسانیت کا براہو، اکابر امت میں باہم کیا کیا ناخوش و ناشایستہ کلام درمیان آئے ہیں... شفائی... نے عرفی کی... کیا کیا مذمتیں کی ہیں... اور یقین ہے کہ عرفی و شفائی کے زمانے میں اسی قدر تقدیم و تاخیر ہو، جتنی »برہان« و غالب کے عہد میں تھی۔ علمائے ماوراء النہر اور علمائے مشہد میں ایسے مکاتبات کی آمد و رفت درمیان رہی ہے کہ فریقین کی توہین و نفرتیں سے مملو ہے بلکہ خود شاہ ایران اور سلاطین روم کے درمیان وہ نامے جاری ہوئے ہیں جس (کذا) میں سراسر مغالط گالیاں مرقوم ہیں۔ غرض اس اظہار سے یہ ہے کہ جہاں عمائد اہل اسلام و سلاطین اہل اسلام کی وہ باہم ناسزا تحریریں صفحہ روزگار پر یاد رہیگی، وہاں تمہارے بدکھاؤ صفحہ دہر پر نمودار رہینگے۔ نہیں نہیں، صرف اللہ کا نام رہ جائیگا اور کچھ نہیں۔ بقی وجہ ربک ذی الجلال والاکرام« ص ۲۸ و ص ۲۹۔

انسان سمجھنا کچھ ہے، ہونا کچھ ہے۔ غالب نے »قاطع برہان« لکھی تو انہیں یہ گمان بھی نہ ہوگا کہ لوگ اس قدر ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جائیں گے، دشنام طرازی سے بھی دریغ نہ کریں گے۔ لیکن غالب نے جو افراسیابی و ساجوقی ہونے کے مدعی تھے، اپنے دل کو خوش کرنے کی ایک صورت نکال لی اگر مجھے لوگوں سے... گالیاں دی ہیں، ایران و روم کے بادشاہ عرفی سا بلند پایہ شاعر اور علمائے ماوراء النہر و مشہد کب اس سے بچے ہیں۔

ص ۳۰ تا ص ۳۲ ایک استفتا^۱ غالب کی طرف سے بعنوان »اللہ اکبر« ہے۔ غالب نے ۱۶ سوالات کے جواب مانگے ہیں تمہید یہ ہے۔

»... احد (احدی ہونا چاہئے) الفتن میں سے جو لغت^۲ صحیح ہو اس کی صحت اور لغت کی غلطی لکھ کر خاتمہ عبارت پر اپنا نام لکھ دیں، مثلاً جہاں میں نے لکھا ہے کہ چشم عیب ہیں صحیح ہے یا چشم غلط ساز (دیدہ عیب ساز چاہئے)، اس کے جواب میں رقم فرمائیں کہ چشم عیب ہیں صحیح اور چشم عیب ساز غلط ہے...«

غالب نے »مثلاً... غلط ہے« لکھ کر مفتیوں کو یہ یوں بتا دیا ہے کہ کیا جواب دینا چاہئے۔

سوالات کے جواب محمد المدعو بہ مصطفیٰ (یعنی مصطفیٰ خاں شیفتہ) نے لکھے ہیں اور ہر معاملے میں غالب کی تائید کی ہے۔ آخر میں الطاف حسین (حالی)، محمد سعادت علی مدرس گورنمنٹ اسکول دہلی اور محمد الملقب بہ ضیاء الدین (ضیاء الدین احمد خان، نیر) نے جوابات سے اپنا اتفاق ظاہر کیا ہے۔ جوابات میں کہیں کسی کتاب کی سند نہیں، صرف یہ اکھا ہے کہ میری رائے ہے۔ غالب اپنے سوا کسی ہندوستانی کی فارسیدانی کے قائل نہ تھے، اور «قاطع» میں بیانگ دہل اس کا اعلان کرچکے تھے اس صورت میں شیفتہ وغیرہ سے جو خود ان کے شاگرد یا معتقد ہیں اپنے اقوال کی تصدیق کرانی مناسب نہ تھی، انہیں ایرانیوں کی رائیں پیش کرنی تھیں۔

ص ۳۲ کی آخری سطر یہ ہے «... تیغ تیز در مطہع اکمل المطاہع باہتمام فخر الدین مطہوع گردید» اس کے بعد کے صفحے میں جس پر ہندسہ نہیں، غلطنامہ ہے جو بہت سے پروائی سے تیار ہوا ہے، بکثرت اغلاط صریح کی تصحیح نہ ہو سکی۔ غالب نے جس زمانے میں «تیغ تیز» لکھی ہے، ان کی صحت بہت خراب تھی، اور ایسا معاموم ہونا ہے کہ ان کے قوائے ذہنی بھی اچھی طرح کام نہ کر رہے تھے، معلومات کی کمی بیشی اور بات ہے، وہ ایسی باتیں کہتے ہیں جن کی کچھ اصل ہی نہیں۔ ان کے دوستوں کو اشاعت سے قبل اسے اچھی طرح دیکھ لینا تھا، وہ اپنے فرض کی انجام دہی سے قاصر رہے۔

۱۔ اس سے مفصل بحث ناثر غالب کے حواشی میں ہو چکی ہے۔ ۲۔ سوالات صرف لغت سے متعلق ہیں۔ ۳۔ نام کے «عفی اللہ عنہ» پر احمد علی کا اعتراض ہے کہ صفحہ کی جگہ غلط چاٹنے، شمشیر۔

(فکر و نظر، علی گڑھ، جولائی ۱۹۶۱ء)

(فکر و نظر، علی گڑھ، جولائی ۱۹۶۱ء)

شمشیر تیز تر

شمشیر تیز تر احمد علی کا وہ رسالہ ہے جو انھوں نے غالب کے رسالے تیغ تیز کے جواب میں لکھا تھا۔ اس کے صفحہ نمبر ۱ میں جو کچھ مرقوم ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ شمشیر تیز تر = ۱۸۶۷ء میں سبھی عبد اللہ خاں مطبع نبوی "مولوی غلام نبی خاں" میں چھپا تھا۔ صفحہ ۲ تا ۱۱ میں غالب، عبد الصمد، قنداشاگر و احمد علی، باقر علی باقر، فخر الدین حسین سخن تلامذہ غالب کے قطعات اور ہند کی طرف سے باقر و سخن کے قطعوں کا جواب بطور قطعہ ہے۔ یہ سب قطعات ایک ہی زمین میں ہیں۔

صفحہ ۵ کی پشت پر جو صفحہ ہے، وہ صاف قرار دیا گیا ہے اور اسل رسالہ وہاں سے شروع ہو کر صفحہ ۴۰ میں تمام ہو جاتا ہے۔ صفحہ نمبر ۱ میں بسم اللہ الخ کے بعد دس سطور ہیں لیکن علی العموم فی صفحہ ۷ اسطری ہیں۔ پہلی سطر یہ ہے:

"الحمد لله رب العالمين، حافظ العباد عن سيف لسان المتكلمين"

تیسری سطر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معترف سنی تھا۔

دیباچہ شمشیر تیز تر = ش کی عبارات ذیل ملاحظہ ہوں:

"چوں مؤید برہان مطبوع گشتہ بنظر ... غالب ... رسیدہ، مبرور مدتی پر گندہ گفتاری چند اتمام بر بعض مواضع اس بطریق القاطع جمع کرد و موجز رسالہ مستی بہ تیغ تیز نہ بغاری بل حکم اس کہ ترکی و مقام شد، بزبان خودش اردو برقم آورد و پیش ازین برہان قاطع را پس از مطالعہ جو اہل چہیزی محو و اثبات نمودہ بار دیگر بطبع آوردہ و نقشب و نقش کاویانی کردہ و نیدیشید کہ چوں بدست احمدی کیشان اقتدیا رہ پارہ شود و وقتی تیغ تیز بر آورد و نفہید کہ اس پیش جو ہر شناسان تیغ چہیزو بیش نیست ۔ بمانا ہماں مثل است کہ گفتہ اند، میثم ابن ربیع کہ شخصی جہان و کذاب بودہ است ۔ تیغی داشت کہ درود و در چوب فرقی نہ بودہ است و او بخواہی حق بر عکس نہند نام زنگی کا فر" اس تیغ را غالب المنیہ نام کردہ بود اگرچہ مرا احتیاج گفتگو در خصوص اس رسالہ ہندی نبود زیرا کہ آنچہ دریں سالہ

است با جواب مؤید برہان تعلق ندارد لیکن از برای آنکہ کوتاہ اندیشاں فریب

نخورند سکوت درین مقام نا ملائم نمود" ص ۱ تا ص ۱۰

غالب نے قاطع برہان کی اشاعت اول میں تو نہیں، لیکن اس کی اشاعت ثانی میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہندوستانیوں کے سوا کسی نے فارسی لغت نہیں لکھا۔ احمد علی نے ایسے دیباچے میں یہ ثابت کیا ہے کہ سروری صاحب مجمع الفرس، ایرانی تھا۔ اس کے بعد اس نے فرہنگ جہانگیری اور اس کے جامع سے بحث کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

"شہادت سروری ... کہ شاعر فاضل است بر جلالت قدر میر جلال دجالی، الدین حسین

انجو و فرہنگ ادب و حجت ہیں است مرا سکت منکراں را در مآثر الامر

مرقوم است میر جمال الدین انجو.... از اعیان سادات شیراز اند.... بولایت دکن
وارد شدہ حکام آنجا مراکم احترام.... بجا آورده.... بملازمت مرشد اششانی
(اکبر) رسیدہ.... با شاہزادہ سلیم خصوصیت تمام داشت، پس از مجلس منصب
چهار ہزاری در محنت تقارہ و علم پایہ برتر از خدمت پس منصب پنج ہزاری پیرانان حکومت بہار ملکہ گردید

مگر جمال الدین حسین انجو کا باپ ایران سے آیا تھا۔ وہ خود ہندوستان میں متولد ہوا تھا۔ احمد علی نے لکھا ہے کہ انجو نے زردشتیوں سے
بھی تحقیق لغات کی تھی اور یہ صحیح ہے۔ اس نے سروری و انجو دونوں کے ماخذ کی فرست بھی دی ہے جس میں بہت سی فرہنگیں
ایرانیوں کی لکھی ہوئی شامل ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جب عربی لغات صحاح، قاموس، سراج، حواہل زبان کی تالیف نہیں مستند
کئے جاتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ہندوؤں کی فارسی فرہنگیں یک کلمہ غیر معتبر تصور ہوں، (ص ۲ تا ص ۲۵)

احمد علی نے منہ جات تیغ تیز سے بحث کرتے ہوئے اور ذیل کی خاص طور پر تردید کی ہے:
(۱) غالب نے لکھا تھا کہ قاطع برہان کے خلاف جو کتبیں لکھی تھیں، ان میں تیسری قاطع الفاظ اور چوتھی مؤید برہان تھی۔
وہ دونوں کے سینیں طبع دے کر ثابت کرتا ہے کہ قاطع الفاظ چوتھی اور مؤید برہان تیسری ہے۔

(۲) غالب نے الزام لگایا تھا کہ احمد علی نے ان کا ایک فقرہ چرایا تھا اور اسے مسخ کر دیا تھا۔ غالب جو فقرہ اس
کی طرف منسوب کرتے ہیں یہ ہے ”غم گفتار پارسی زبان خورد“ خود ان کا فقرہ یہ ہے: ”غم تنہای آہنیں گفتار پارسی خورد“ احمد علی
کہتا ہے کہ میرا فقرہ دراصل یہ ہے ”غم تنہای گفتار فارسی خورد“ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ سقم نہیں۔ مہرے کے متعلق وہ بقسم کہتا ہے
کہ وقت تحریر غالب کا فقرہ مجھے یاد نہ تھا (شمیر ص ۵۳)

(۳) غالب کا اعتراض یہ ہے کہ دال و ذال سے متعلق ایک بالکل نئی بات جو عبدالصمد نے مجھ سے کہی تھی اور کوئی
دوسرا اس سے واقف نہ تھا، احمد علی نے چرائی اور اسے قول کی حیثیت سے پیش کیا۔ احمد علی کا جواب یہ ہے کہ وہ عبارتیں
جن میں یہ مطالب ہیں، اس کی نہیں۔ صراحتہ فرہنگ جہانگیری سے منقول ہیں۔ ظاہر ہے کہ چوری کا الزام نہ صاحب فرہنگ پر
ہو سکتا ہے۔ نہ احمد علی پر۔

(غالب) ”درس صاحب کا یہ قاعدہ کہ سہال کا جواب نہ دیں اور خارج اند بحث دفتر کے دفتر کئے جائیں ایسا

استوار ہے کہ کبھی چوکے نہیں۔ چنانچہ صفحہ ۱۶۸ اور صفحہ ۱۶۹ میں پانچ کی بحث میں حضرت نے کیے کیے کنز جہانکے ہیں مذاج کہ چیم سے
بھی جائز کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کبھی نہیں ہو سکتا۔ زچہ بیچم سہ نقطہ لفظ زاج بیچم سہ نقطہ ہے۔ جو اس کو جیم بجد سے کہے وہ غلط گو اور
اس کا قول مردود“

(احمد) مضمون در قاطع برہان گفتہ کہ ہے سہ پازاج دایہ شیر و ہند را کجا گویند پازاج زن نے را گویند کہ خدمت زنان
بار واد کند و کچھ از شکم بردن آورد و در عربی آن را قالمہ و در ہندی دانی و عجیب در مؤید برہان نوشتہ کہ در شرف نامہ مستندہ غالب
مرکزست و پازاج دایہ نام کہ معقد زچہ کند و قلیل با جیم فارسی و مو با جیم تازی اس بیت منصور شیرازی سے

بنانازہ در ایام طفل بخت ترا

بزدگ بکنند اندر کنار چوں پازاج

انتہی و کذا فی مؤید الفضلا و مدار لا فاضل و سروری کا شانی میفرماید پازاج بڑا ہے مجھ و جیم تازی بوزن ناماج دایہ
باشد مثلاً مثلاً منصور شیرازی گوید سہ بنانازہ در ایام..... الخ و در فرہنگ و فرہنگ جہانگیری (یعنی قالمہ آورده کہ نام تات و
مادہ چہ نیز گویند و بایں بیت سوزنی تمسک شدہ سے

گفتہ من سلال زادہ بطبع

نمود ہر خشتک را پازاج

و فرمودہ کہ منصور شیرازی سہو کردہ کہ معنی دایہ نظر کردہ۔ اما بخاطر اس بے بضاعیت میرسد کہ چوں زاج زن نایندہ باشد پازاج

یعنی زنی کہ خدمت ادا کند۔ پس دایہ را پازان تو ان گفت چه او نیز مقہد نمان را بندہ می کند۔ تم کلام السروزی و در رشیدی نیز گفتہ
حق آنت کہ پازاج بحکم تازی ہمپائی کنند بازن نوزای اعم از انکہ موضعہ باشد یا قابلہ۔ پس تخطیہ جو نگیری فرق است انتی۔ دخان آرزو در
سراج از قوسی ایرانی و غیرہ ہر دو معنی نقل کردہ و نفعنہ کہ تخطیہ یعنی شیرہ خطاست تم کلامنہ پس تخطیہ غالب ہم یعنی شیرہ خطا باشد۔
تمام شد اینجا نقل مؤید برہان۔

اسد اہل تہذیب و انصاف! خدا را در بیان معترض و عجیب نگاہی و مصداق این مقولہ "کیسے کیسے کنویں جھلنے کے ہیں" یکدست و
جواب سوال دادہ شد یا خیر و کلام خارج از بحث کردہ شد یا نہ۔ از شادی رکذا) و منصور شیرازی و سروزی کا شانی و قوسی ایرانی و غیرہ ہم
کہ پازاج بہ کافیہ تاراج و مانند آن بحکم ابجد آوردہ صادق اند یا معترض و از روی این فتویٰ کہ "ہندوستانی اہل زبان کے برخلاف
لکھیں تو جھوٹے" بخلافت این اہل زبان گفتار غالب ہندی مقبول است یا مردود۔ و ازینکہ معترض دریں رسالہ ہمیں از حیم پاناج
سخن را نہ از معنی آن لفظ حرفی نزد معلوم میشود کہ آن افکار معنی موضعہ کہ اورا در قاطع برہان بود بعد از مطالعہ مؤید برہان فائدہ
نما کہ سروزی کا شانی را تسلیم نمود۔ کاش لفظ اورا ہم مثل معنی صحیح داشتی و حیم ابجد را درست پنداشتی "ص ۶۸
احمد علی نے غالب کے ان نئے اعتراضات پر بھی توجہ کی ہے جو قاطع برہان کی اشاعت دوم میں بڑھائے گئے تھے۔
اور غالب نے اشاعت دوم میں جو مطالب کی ترمیم کی ہے، ان کا بھی ذکر کیا ہے۔

آخر میں یہ عبارات ملتی ہیں :

"کاش! خدمت مرزا نوشہ بدیں جنس امور اقدام نہ کردی و طرح قاطع برہان و متعلقات اس نمیند اختی
کہ پیش ہر کی ستودہ و محمود بوی آری عجز بر کتابہ آبرد کا ایک مرزا کردہ است "چوں معترض بردہ
منالظرہ سخن نمی کند و بیشتر بکا برہ در میتابہ۔ ہمیں قدر انکشاف نمودم و ماہ نموشی بیچودم۔ انشا اللہ
و دیگر با او دریں باب سخن نکنم۔ سخن بیایاں انجامید و رسالہ با اختتام رسید"

اس کے بعد ایک قطعہ تاریخ ہے اور اس کے بعد "صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین" وقت مرقوم ہے۔

صفحات ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷ میں تین قطعہ تاریخ ہیں۔ پہلے قطعہ (۱۸۶۷ء) کے جو محمد اشرف خاں یکے از معلمین و رسد احمد
کا ہے دو شعر یہ ہیں :

ہر آنکس نہ احمد بود مخرف نہ غالب کہ مغلوب و مرتد بود
ہر آنکس پیش خود کا ذراست کہ او مظل قول احمد بود

دوسرا قطعہ امداد علی منظر کا ہے (۱۸۶۸ء) آخری کاتب کتاب کا ہے۔ "مصرع تاریخ یہ ہے" ترکی دادہ جواب

ترکی "۱۸۶۷ء۔ غالب ۱۲۸۵ھ میں فوت ہوئے تھے۔ اس رسلے کا انطباع ان کی زندگی میں شروع ہوا تھا۔ ختم اس وقت
ہوا جب وہ اسی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔

آغا احمد علی اور غالب

غالب کی قاطع برہان کے رد میں جو کتابیں ان کے معاصرین نے لکھی تھیں ان میں سب سے زیادہ قابل اعتناء مؤید برہان مصنفہ آغا احمد علی تھی۔ غالب نے اس کا جواب تیغ نیز کے نام سے لکھا، اور آغا احمد علی کے جواب الجواب کا نام شمشیر تیز تر ہے۔

ذیل میں تین الفاظ سے متعلق جو کچھ قاطع و برہان میں ہے اس کا آزادانہ ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے آغا احمد علی اور غالب کے معلومات، لہجے، طریق فکر اور طرز استدلال کا کسی حد تک اندازہ ہوگا۔ قطعاً سندہ میں اپنی رائے ظاہر کروں گا۔

(۱) برہان قاطع: ایشارہ بخش با ثنائی مثلثہ و غای نقطہ دار بر وزن بیمار نقش ہوشنگ پسریا یک را گویند۔

قاطع برہان: "ہموزن ہل و لغو! بیمار نقش کی جگہ دینا بخش یا دیدار بخش کھینا تھا۔ اس خطبے سے قطع نظر ایشارہ بخش ہوشنگ کا نام کیونکر ہو سکتا ہے؟ اس نے (۱) ان لوگوں (مردم) میں 'ثلثہ مثلثہ' کہاں مٹی؟ اس سے بھی قطع نظر ایشارہ بخش کے کیا معنی ہیں؟ یہ مان بھی لیا جائے کہ اس عہد میں ایشارہ بمعنی بخش متعلق تھا، بخش کے کیا معنی ہیں؟ بخشی ترکی میں بمعنی نیک آتما ہے اور پیشدادی کہ ہوشنگ بھی ان میں سے ایک ہے، نہ عربی جانتے تھے، نہ ترکی۔ سیامک نہ کہ بادشاہ، اور بقول ساسان پنجم مترجم دساتیر پیمبر نامہ اور نامہ آور بھی تھا، اپنے بیٹے کے نسبے میں عجیب رنگ آمیزی سے کام لیا، ایک ترکی لفظ کی سی حذف کردی، اس کے آگے ایک عربی لفظ لایا، اور اس مرکب کے معنی بخشش نیک سمجھا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ؟

مؤید برہان: "برہان نے چھپے حریف کو ی سے نہیں لکھا اور اس کے جزو ثنائی کو ترکی نہیں بتایا، اس کے نزدیک بخش ب سے ہے۔ جو ششیدین مصدر زبان فارسی سے نکلا ہے۔ ہوشنگ بڑی داد و دہش کا بادشاہ تھا، اس بنا پر اسے ایشارہ بخش کہلے اور یہ ستمیہ فرہنگ جہانگیری کی عبارت ذیل کے موافق ہے۔

ہوشنگ یا واؤ مجہول کی از سلاطین پیشدادی بودہ و بدیش سیامک و بدیش کیسورت نام داشتہ، و گویند در زمان او آتش پدید آمد۔ و در کتاب کنوز الودیعۃ امام راغب صغہانی آردہ کہ ہوشنگ پیشدادی کہ بقول بعضی از مورخان ارغوش بن سام است

و بروقت مدعا کی جی پی پی ہو، و از وی کتاب جاوید نامہ خود یادگار ماندہ۔ مولانا فضل اللہ نیشاپوری صاحب تاریخ معجم گوید کہ بحکم الاسماء تنزیل من السماء، ہوشنگ بہ پیشدادی آن شہرت یافتہ کہ ہولہ از اشاعت عدل و افاضت احسان سخن راندی و خلق اورا بداد و دہش ایشارہ بخش خواندندی و تحریریں ملازمان درگاہ و ترغیب مقیمان برویش پروری و سخا گسری کردی۔ انتہی۔

لیکن مجھے حق پوشی منظور نہیں اس لیے یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس نقل سے استنباط اسمیت ایشارہ بخش صحیح نہیں اور غلطی کا سبب عبارت کا نقص ہے (غلطی عبارت) جس کا ذمہ دار جہانگیری کے بعض نسخوں کا کاتب ہے۔ صحیح عبارت جو اکثر نسخوں میں دیکھی گئی یہ ہے:

"ہمواہ از اشاعت عدل و افاضت احسان سخن راندی و خلق را بداد و دہش و ایشارہ بخش خواندندی و تحریریں ملازمان درگاہ و ترغیب مقیمان برویش پروری و سخا گسری کردی۔ راندی و خواندنی و کردنی کل افعال کا فاعل ہوشنگ یا ہوش و ہنگ ہے۔" ص ۱۲۸ و ص ۱۲۹

(۲) برہان قاطع: ابدام یا دال (قاطع و برہان میں یہی مؤید میں پای) ابجد بر وزن بدنام بمعنی جسم است کہ در مقابل جوہر باشد۔ قاطع برہان: "ابدام بمعنی جسم ہو تو ہو جوہر مقابل جسم کس طرح ہو سکتا ہے؟ جسم کا تقابل روح اور عرض کا تقابل جوہر سے ہے۔ اس فقرے سے قطع نظر ابدام بمعنی جسم کے کیا معنی ہیں؟ ابدام یا تو ابدام ہے جو عربی میں جمع بدن ہے یا اندام کہ لغت فارسی مؤید برہان: "غالب کی عبارت میں امور معترض علیہ کی خوبی ترتیب" (خوبی ترتیب منہا) دیکھنے کے قابل ہے۔ خان آرزو سے ابدام کے متعلق غلطی ہوئی ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ ابدام بمعنی جسم کسی معتبر فرہنگ میں نہیں ملا۔ یہ تصحیف اندام ہے حقیقت یہ ہے کہ ابدام بیائے موجدہ تن دساتیر کا لفظ ہے جو نامرشد و خستوران و خستور مرآباد کے گیارہویں فقرے میں آیا ہے:

"بیرزات لاتین و ندمز مناتین و ساساتین نو از سیامک و کاموس فرسوزی لی جو رکند و فات جو رکاز و ابدام و ابدامانی و نیاس ددن و راب و ذاب بہنام نداد و فرو ہو شد نہاد افسر ہے۔"

لہ عبارت نام درست ہے، وضاحت کرتی تھی کہ کس ملک میں اور کس عہد میں نامے خلد نہ تھی۔ لہ غالب کی فارسی نثر میں "غلطی الما" آیا ہے (آخر غالب ص ۱۲) اور ان کا یہ مصرع ہے "غلطیہاے مضامین مت چوچے"، آغا احمد علی نے ایک سے زیادہ جگہوں میں غلطی کو استعمال کیا ہے لیکن میں نے کسی ایرانی کی نظم و نثر میں غلطی (غلط + یا زائد) نہیں دیکھا، ایک چند ہارنے جو اہر الجود یا الباطل ضرورت میں اس کی جو سند دی ہے اس میں غلط کے بعد یاے مجہول ہے۔

”آسودن و آسودگی و آسائش و آسائندہ را نیز گویند
امر بدری معنی ہم ہست یعنی بیاسا و آسودہ شو“ دل می رود
و دستم صاحب دلاں خدا یا ! آسا آسودن کا صیغہ امر ہے یہ
معنی مصدر کی میں کہاں مستقل ہے کہ آسودن و آسودگی و آسائش
کی جگہ آسے؟ تنہا صیغہ امر افادہ معنی فاعلیت نہیں کرتا یہ
آسائندہ کا ہم معنی کیونکر قرار پایا؟ معنی امر کی توضیح میں ”یعنی
بیاسا“ لکھا ہے یہ خود آسا ہے جس کے اول میں بائے نام نہ پڑھا

گئی ہے۔ یہ اعتراض پہلے بھی کئی بار کر چکا ہوں تنگی حوصلہ
ضبط سے پھر اس جگہ اس کا اعادہ کرتا ہوں۔ پڑھنے والا یہ
نہ سمجھے کہ مثنوی سے غافل اور افادہ سے قاصر رہا ہوں، کان
کھولیں کہ پیش میں اضافہ ہو جاتا چاہیے کہ آسا آسودن کا
صیغہ امر ہے، اور معلوم ہونا چاہیے کہ آسا بالف ممدودہ لغت
جامد غیر منصرف بھی ہے بمعنی شغل و ماندہ، اور بمعنی دلا ندہ
جسے عربی میں فائزہ اور ہندی میں جمائی کہتے ہیں، لیکن بالف
ممدودہ نہ بالف مقصورہ بروزن رسا۔ اگر کہا جائے کہ آسا
خففت ہے آسا سے، تو جواب یہ ہے کہ مسموع نہیں، اور یہ
ایسا ہی ہے کہ دوار کو خففت دیوار اور روانہ کو خففت دیوانہ
قرار دیں۔ ہاں، آسا بمعنی ماندہ کی ایک توجیہ ہے۔ ایسا لغت
ہندی ہے جس کا تلفظ بانداز نکشمر کر ہی تو آسا ہو جاتا ہے۔
بے ربطی الفاظ سے قطع نظر، یہ شخص جو ٹاٹا خانی میں بے نظیر
ہے، بکتا ہے کہ آسا بمعنی دلا ندہ بھی ہے جو خمیازہ ہے۔ دلا ندہ
اور خمیازہ ایک نہیں۔ خمیازہ وہ ”چیز“ ہے جسے اردو میں
انگڑائی کہتے ہیں۔ اور دلا ندہ دلا سادی فائزہ ہے جسے ہندی
میں جمائی کہتے ہیں اور عربی میں شامب و تھلی۔ تپ آنے کے وقت
فائزہ و خمیازہ دونوں رونما ہوتے ہیں، بلکہ فراشا بوزن تماشا بھی
جس کی عربی قشور پر ہے۔ معیت وقت موجب اتحاد اسم نہیں ہو سکتی۔
موبد برہانؒ نے غالب آشفٹہ نوا، پرانی زبان نہیں جانتا
تو ہرزہ گوئی کیونکر تلبے؟ واقفیت نہیں تو ٹاٹا خانی کی کیا
ضرورت ہے؟ آ، عقل کے کان کھول اور سن کہ احمد کیا کہتا ہے۔
شرنامہ میں کہ تیرے نزدیک بھی معتبر ہے اور جس سے تو نے استناد
کیا ہے، مرقوم ہے:

آسا بالمدمانندہ آسائش دامن و آسائندہ و بدری معنی آسائش
مرکب آید نیز آنکہ دامن از ہم باز شود از غلیہ خواب و آن را
آسا بالعصر و فائزہ و خمیازہ و خامیازہ و باسک دلا ندہ ہم گویند۔
بتازیش ثویا و بہ ہندی جنبہوائی نامند۔

موبد الفضل و دارالافاضل میں ہے کہ آسا برہ کے ۳ معانی
ہیں: ماندہ جیسے جم آسا و خور آسا، فائزہ و خمیازہ جسے عرب ثویا
کہتے ہیں اور اہل ہند جنبہوائی، آسائش جیسے خاطر آسا و دلا سا۔

لا فیروز بن کاؤس صاحب فرہنگ دساتیر نے لفظ اندام
کو اس جگہ انھیں حدوث و اعراب سے لقمہ کیا ہے۔ بندگی سا سا
پنچاس کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

”یکتای بی امید مزدا ز بخشندگی و نیکی کوئی کردن تخت
آداد دستہ گوی بی پیوند و بند دایہ و پیکر و دمان و سنگام
دتن تنائی و نیاز و آرزو دتن و گوہر و فردزہ بہنام دسر و شبد
دفرشتہ سالار مہر خاں آفرید“

تقناتی ترجمہ ابدام و ابدامانی ہے اور یہ فقرہ عقل اول
کی پیدائش کے بیان میں ہے کہ وہ ترکیب و مادہ صورت و زبان
اور جسم و حیوانی سے آداد و مجرور ہے، سا سا بنیم ترجمہ کے بعد
اس فقرے کی توضیح میں لکھتے ہیں:

”خوبی آیزد بخشانندہ بخشایشگر و مہربان دادار دہش
دوست کہے خواست خرامشگر و نیاز نیازمند و آرزوی
آندونیدہ ہستی بخشیدہ۔ آفریش را کرانہ پذیریت۔ سپاس
سزاشناس اویا“

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ متن دساتیر کی زبان کسی متعارف
زبان سے نہیں ملتی اور حکیم برہان نگارش لغات دساتیر میں
منفرد ہے۔ متداول فرہنگوں میں ابدام کا نہ ہونا برہان کی
تعلیظ کا باعث کیوں ہو؟ یہ لغت ان کے السنہ مسموعہ کا
نہیں۔ تقابل جسم و جوہر سے غالب کا مطلقاً انکار صحیح نہیں۔
شاید کتب کا مطالعہ انھوں نے نہیں کیا، اگر ان کی کتابیں دیکھی
ہوتیں تو ایسا ”حرف بیجوہر“ ان کی زبان پر نہ آتا۔ اس
طبقہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ موجودات خارجی دو قسم کے ہیں۔
عین و عرض، اور اعیان بھی دو نوع کے ہیں جسم یا جوہر۔
جیسا کہ عبارت عقائد نسفی سے ظاہر ہے:

العالم بجمیع اجزائہ محدث، اذ هو اعیان
و اعراض۔ فالاعیان مالمہ قیام بذاتہ و هو
اماہر کب، و هو الجسم، اور غیر مرکب کا الجوہر۔

الحاصل عین کے مقابل عرض دو قسم کا ہے مجرد و مادی۔
اطلاق جوہر مجردات پر ہوتا ہے اور مادیات پر جسم کا جسم و جوہر
کہ باہم تقسیم ہیں، تقابل رکھتے ہیں۔ برہان کے ترکیب و عدم ترکیب
اور اسی نوع کا تقابل اسم و صفت اہل نحو میں ہے۔ ص ۲۹۵
(۳) برہان قاطع ”آسا بروزن رسا خمیازہ و دلا ندہ یا شد
و آن بسبب شمار یا کا ملی ہم رسد بمعنی شہد و نظیر و مانند ہم
آمدہ است“

قاطع برہانؒ برہان کی بحث الف ممدودہ میں بھی یہ لغت
آیا ہے اور اس کی تعریف یوں ہوئی ہے:

۴۰ ص ۲ ص ۲
۴۱ ص ۲ ص ۲

متروک ہے۔ صاحب بہار عجم و مصطلحات الشعر نے لکھا ہے: حق تحقیق یہ کہ خمیازہ عام ہے اس کا اطلاق دہندہ اور کشیدی و غضا دونوں پر ہوتا ہے۔

اشباع سے خمیازہ خامیازہ ہو جاتا ہے مرکب از خم و یاز جو یازیدن بمعنی دراز کردن ہے۔ شعر رومی

این نمیدانم ولی مستی تن میکشاید بر مراد من دین
آنچنان کہ عطسه و از خامیاز من دین گردد بنا خواہ تو باز
ظہوری نہ باشد صراحی چو اعطر بنیکہ کام و دہان گشت خمیازہ خیر

صائب طاعت زیادہ مای بود اگر کیفیت

مہر می زد بر دہن خمیازہ محراب

می کند چرخ شکر بشکر خندہ حساب

لب غمخور خمیازہ اگر باز کنم

یہ بات کہ ہندی میں جاہی اور عربی میں ثائب و تمطی ہے غیر حقیقہ ہے، اس لیے کہ نہ تمطی و ثائب ایک ہیں اور نہ جاہی کو عربی میں تمطی و ثائب کہتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جاہی عربی میں ثائب بالتحریک اور ثوبا بالضم ہے اور عربوں کی مثل ہے "لمحمدی من الثوباء" جاہی لبینا مصدر ہے اس کا ترجمہ ثائب از تفعل اور ثادب از تفاعل ہے۔ اسی طرح انگریزی عربی میں مطو بالفتح ہے اور تمطی اس کا مصدر ہے، یعنی انگریزی لبینا۔ ظن غالب یہ کہ غالب عربی ماں کو غیاث نے گمراہ کیا ہو گا جس میں یہ مرقوم ہے کہ ثائب دہندہ جسے ہندی میں جاہی کہتے ہیں اور تمطی خمیازہ ہے جو ہندی میں انگریزی ہے۔ غلط اسم ذات و اسم حدث دانا سے بعید ہے۔ ۹۵ تا ۱۰۰

ادات انفعال میں ہے کہ بعض کے نزدیک آسا و اسا میں فرق ہے۔ آسا آسایش و مانند ہے، آسا فائزہ۔ بہار عجم میں ہے کہ آسا بمعنی آسائش دادن بدل ہے۔ جہانگیری و سراج میں ہے: آسا بوزن رسامہ کا کھانا ہے بسبب خواب یا کاپلی، جسے فائزہ و فائزہ دہندہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بالف ممدوحہ بھی ہے۔ سروری و رشیدی میں مرقوم ہے کہ آسا امر و آسائش و آسائندہ و مانند اور اس معنی میں بغیر مد بھی آیا ہے شعر ابوالفرح

عزم جزمش بختیش و سکون آسان و زمین آسا باشد
سراج میں بھی اسی طرح ہے۔ یہ اعتراضات کہ آسا بمعنی مصدر کہانی مستعمل ہے، اور آسا بالقصر بمعنی مانند و دہندہ مسموع نہیں۔ دعوای زبان دانی اور فائزہ کو جوڑنے فارسی سے ہے عربی لفظ بمعنی عجب سے ہے۔ مجمع القوس و رشیدی و سراج و ذوالمصادر میں فائزین بڑے فارسی بمعنی خمیازہ کشیدن جاہی لینا بھی آیا ہے۔ پسند شدہ پوشا

شراب شب و نشاء آن نیرزد بنا ز دین و باہاد و خمارش
شعر ضیاء "میکند چون ز بید ماعنی فائز
بردانش نہادہ باید تراژ

قول مضمر ہے کہ دہندہ اور خمیازہ ایک نہیں، خمیازہ انگریزی اور دہندہ جاہی ہے، اس کا جواب یہ ہے:

سراج میں ہے کہ فائزہ و فائزہ بڑے فارسی دہندہ و خمیازہ کو کہتے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ قدما فائزہ کو بمعنی دہندہ استعمال کرتے تھے، اور خمیازہ کو بمعنی نشج اخوش وغیرہ بسبب خمار و تب، لیکن صرف متاخرین عراق میں خمیازہ کا اطلاق دونوں پر ہے اور فائزہ



مقالہ ہذا کی قسط اول میں تین الفاظ سے متعلق غائب اور آغا احمد علی
کے اقبال درج ہوئے ہیں۔ قسط ثانی میں بعض دیگر الفاظ کی نسبت جو کچھ ان
دونوں کے قلم سے نکلا ہے۔ اس کا خلاصہ دریا جا رہا ہے اور قسط ثالث میں ان
سب کے بارے میں میں اپنی رائے ظاہر کریں گا۔

ماہری شمس

تایید : برہان میں مادی جی شمر خضرؒ نوربان و زبان عشق کا گناہ
 لکھا ہے۔ برہان کے آخر مطبوعہ میں یہ ہیں، خدا جانے، مادی جی شمر خضرؒ
 کیا ہے۔ جسے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مادی جی شمر خضرؒ کا یہ ایک مضہن بطریق
 استعارہ بالکنایہ ہے جو کسی سخنور نے بہت سادہ و جگہ گداز اثر کیا ہے۔
 اب اگر کوئی دوسرا اس استعارہ کو کہے تو کہے ہے "شیر" کی طرح کنایہ مشہور
 ہو کر تو جیہاں اس استعارہ کی نظم و شریں لاسکا۔ ایسا مضمون نفست مستحق
 نہیں کہ فرسٹ میں جگہ پانے کا خدا مہر ہو۔

مؤید: کل نسخ مطبوعہ میں جو ایرے پیش نظر میں رہی چشمہ خضر
ہے۔ یہ ایرہ رہی گویا چشمہ خضر اور رہی گویا میان چشمہ خضر مؤید الفضل
دارالفاضل و شریعت جہانگیری وغیرہ میں ہیں۔ ابوجی چشمہ خضر کسی نسخہ میں
جہتیب لیا ہے کہ یہ کار پر دوا زن مطبع کا ہے۔ مولف برہان تو اس کا ذکر
نکھڑا اور اس کا جہا رہی چشمہ خضر تجویز کرنا یعنی یہ ہے

تایید : ہر فرد میں مندرجہ بالا کے جو معانی درج ہیں۔ ان میں سے کبھی ہے کہ ان میں سے کسی ایک یا دو معانی کو لا حول و لا قوۃ الا باللہ یعنی فاری الا باللہ ہمدی میں مندرج کو کچھ واضح کہتے ہیں۔

مؤید: غالب ہندی میں یا بڑا ملی کہ الفاظ ہندی سے کبھی واقف نہیں۔
فرہنگ جہا میٹری و فرہنگ رشتہ جی میں مصلحتات اشعار میں ہے کہ ہندی میں دہلی
کی ایک قسم ہے جسے کچھا اور بھی کہتے ہیں۔ دلیل ساطع میں جو لغت زبان ہندی
ہے اسے لفظ سنسکرت بتایا گیا ہے۔ اور یہاں عجم و سراج اللغات کے مطابق یہ
مخفف ہندی لفظ ہے۔

ماؤندرد
تاج: برہان میں ماؤندرد و ماؤندرد زن دو میں پد ہے
اور یہ قابل قبول ہے، لیکن اس کی ایک فصل میں ماؤندرد ہے اور یہ صاحب
برہان کا نیاں۔۔۔

ملک قسطنطنیہ شمارہ نمبر میں شائع ہوئی تھی۔

موجودہ برہان: محقق النفس سروردی اعظمیٰ فی میں مادنہ زون پیدا ہوتا ہے
شعور و دگی اور دار اندر ہندوستانی فی الاسامی درج ہے اور فرنگی چنانچہ
کے حوالے سے مرقم ہے کہ بعضی زون پر مادنہ زون ہندوستانی ہے۔ مادنہ زون
میں بھی مادنہ زون ہوتا ہے اس لئے یہ غلط ہے کہ یہ برہان کا قیاس ہے۔
فرنگی۔ رشیدی میں مادنہ زون ہوتا ہے۔

رومی: مائدہٴ این عشق ترا مار میسر نیست یو شیرہ نہ ہے کہ
لفظ اندر ایند پیر را پسزد خیر و ہر اور برادر کے ساتھ ترکیب پاتا ہے تو
اس سے معنی غیریت پیدا ہوتے ہیں۔
ماہی شور

قانع برہان: یہاں میں ماہی خورد نام کے ایک ازیمیمبران ہندو دین
ہے۔ یہ بڑی خندہ آذرباہ ہے ہمیشہ چاہیے جو کہا جاتا ہے کہ سنکرت میں
ہیشور ابوزن جیسی زور ہے۔

مؤید برہان: کئی بار کہہ چکا ہوں کہ مردم ولایت سے الفاظ ہندیہ میں
خطا ہو تو وہ معاذ میں۔ ذلن آندہ کا نول ہے کہ ہر خند اہل ولایت معذور ہیں
لیکن بغیر تحقیق کچھ لکھتا محض خطا و غلط ہے، اور نہ ہا صاحب برہان سے
غلطی نہیں ہوئی۔ صاحب مل و نخل اور دس سر سے اہل دیوار و نخل سے بھی اس
لفظ کے بیان اور مذہب ہندو ان کی تحقیق میں فاحش غلطی سرزد ہوئی ہو
لفظ صحیح ہمیشہ بفتح اوں و پای ہوزیای تختانی رسیدہ و نشین مضموم
تخلو طالسلف بوا و ورا کے پہلے معنی خداوند بزرگ یا خداوند زمین ہے۔
یا ختن

قاطع: یا منتہی۔ برون کشیدہ برہان میں سے، موافق اس سے دو
نہیں کہ یہ آخفتن ہے۔ اس کے مضارع یا نزکرہ کا کما ہموان ہے
از روی تیس یا خفتن مصدر قرار دیا۔

موسم: سجان اشدہ موسم کچھ مضر ہے کچھ باعترض مضر ہے بالباروا رکھتا ہے لیکن مضر ہونا جائز جانتا ہے۔ یازد میں الف کای سے برنا ٹھیک ہے تو آفتن میں کیوں مضر ہے؟ اصل یہ ہے کہ آفتن و یا فتن دونوں مستعمل ہیں، جیسے راستن و یا رستن۔ تو آفتن۔ ماز و مضر ہا فتن۔

فردوسی زمان نازای دست بر پاختی مہماگیری و رشیدی و مدار و
 نیا اور افاضل و غیر ہمسای طرح۔ مجمع الفرس میں یازدن و یازیدن و یا ختن
 قینوں موجود ہیں۔ سوزنی "تا نیا میزد و خردان کبک یازدن ناز"۔

شماره

تذلل : برہن میں نہاد = نمودا مضی نمودن اور معنی ظاہر کنندہ ۔ نہادون

مصدر موجود نہیں، تو نادر اس کا معنی کہاں سے آگیا۔ لہجہ مغلیہ میں جان
جون ہے، نمود نادر کس طرح ہو گیا؟ حیرت در حیرت یہ کہ معنی فاعل بھی
لکھتا ہے، عینہ ماہی معنی مصدری مستعمل ہے نہ معنی فاعل۔

مؤید: مجمع الفرس میں نادر = بجوالہ تحفہ درج ہے۔ نادر بنو کی ایک
شکل ہے، جیسے کشاد و کشور۔ نادر لؤادر المصنوع میں بھی ہے۔ خان آرزو
کا قول ہے کہ نادر بمعنی نمود کی صحت ظاہر ہے، حذف علت کا ایک
دوسرے سے بدلنا مسلمات سے ہے۔

یورغ

قانع: ایران میں یورغ و جون دونوں = جوا۔ صحیح مقدم الذکر ہے۔
جورغ کو یورغ کی ایک شکل قرار دینا تحقیق سے اپنی بیگانگی کا اعلان کرنا ہے۔
مؤید فرہنگ رشیدی میں جنج، یورغ، یورغ تینوں موجود ہیں فرہنگ
جہانگیری و مدارالافاضل و میر الفضلا میں بھی جنج ہے۔ جواہر الحروف میں ہے
کہ بعض متبعین کا قول ہے کہ ج حرف فارسی نہیں، اور کسی کلمے میں پایا جائے
تو دراصل ت، جی، س، د، ماز، ن، ی، گ ہے۔ جیسے کالیوش و کالجوش، یورغ
و جورغ جس کا مختلف جنج ہے۔

نعت اور بودہ

قانع: ایران میں نعتا نوعی از بودہ = اصل اس کی نعت ہے۔
فارسیوں نے عین آخر کو حذف کر دیا۔ پہلے نعت لکھنا تھا۔ اس کے
بعد حذف حرف آخر کا ذکر کرنا تھا۔ یہ بھی غلط ہے کہ پارسیوں نے حرف آخر

کو حذف کیا ہے۔ اس غلط فہم تیرہ رائے نے اس بنا پر کہ عین آخر بھٹیک
طور پر تکلف میں نہیں آتا اور اس میں ایران کی قید نہیں، ہندی کا بھی یہی
حالی ہے (قیاس سے کام لے کر نہ کہ ایک لغت سمجھ لیا ہے۔ بودہ کا نعت
سے تعلق نہیں، یہ ایک مشہور حرف کا نام ہے، نعت کو فارسی میں بودینہ
بوزن موشیہ کہتے ہیں۔ صاحب کشف اللغات بھی نعت کو عربی اور نعت
کو فارسی بتاتے ہیں۔ کاش عین اول را... الف ساخت و...
نوشته تا این اسم مفرس بیشتر لغت ہندی نیز وجود میں۔ میرفت،
یعنی جز فاسد۔

مؤید: نعتا کا مدار قیاس پر نہیں۔ شرفنامہ میں ہے۔

نعتا بودہ، اصل اس کی نعت ہے، اور یہ عربی ہے، ایرانی نوع
کو بغیر عین استعمال کرتے ہیں۔ مساقی، طبعہ۔

”منہم از شاخ زخاں زلف بر روی کا پیر میکشم از برگ نعتا و سہ
بر روی نان = مبدیہ الف و مدارالافاضل میں بھی اسی طور پر ہے، سلوٹی
کو جس کی ہندی جیڑ ہے، فارسی میں بودہ بیائے عربی کہتے ہیں۔ جب کہ
سراج اللغۃ وغیرہ میں ہے، بودہ البتہ بیائے فارسی ہے۔ لے فانی
غلط فہم چرائی تحقیق زبان بہرہ گشادی و مفتا ابروی خود برباد
دادی کیا تو نے نصاب الصبیان بھی نہیں پڑھی جس میں یہ شعر ہے:
..... نعتا بودہ است و اثبات و متاع رحمت“

(تحریر دہلی جنوری ۱۹۶۶ء)

غالب — زبان پسوان

زخویشاں بہ بیگانگی شادمانم نماںم بکس چوں بکس می نماںم
بہ میدانِ معنی خداوند رخسرم بہ مضمارِ پسوان زبانِ پسوانم

(دیباچہ جدید، قاطع ۲)

قاطع برہان (۱، قاطع) کی اشاعت کے معاً بعد غالب نے اپنی فارسی تحقیقات کے بارے میں جو قاطع میں ہیں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”اس سے بڑھ کر متصور نہیں“ (مکتوب اردو بنام قمر) لطائف نہیں (= لطائف) میں وہ بے تکلف اپنے ”محققِ اکمل“ ”محققِ مدق“ اور ”ہمدانِ عدیمِ النظر“ کہتے ہیں (ص ۲۰۶، ۲۳۲، ۲۰۵) اور اپنی ”شکر“ ”نثارانِ سابق و حال“ کی ”نثر سے بہتر بتاتے ہیں (ص ۱۹۴) پنج آہنگ طبع (= ط) ۲ کے سرورق میں انھیں ”شہنشاہِ ممالکِ علومِ عربی و فارسی“ کا لقب دیا گیا ہے، یہ دہلی میں چھپی تھی اور یہ باور کرنا مشکل ہے کہ پہلے سے انھیں اس کا علم نہ ہو، خاتمہ کلیاتِ نظم فارسی کی ایک باغی میں غالب نے یہ کہا ہے کہ اگر شاعری ”دین“ ہوتی تو میرِ کلیات اس کی ”ابزدی“ کتاب ہوتا، سطور بالا سے یہ واضح ہے کہ غالب ایک ”محقق“ ایک ”نثار“ اور ایک شاعر کی حیثیت سے اپنے کو دنیا کے سامنے کس طرح پیش کرنا چاہتے تھے۔ غالب بقول خود ہندوؤں میں خسرو کے سوا ”سب کے منکر“ تھے (خود ہندی، ط ۱۷، ص ۱۷)

۱۷: خداوند رخس = رستم ۱۸: زبان پسوان، جہاں پسوان القب رستم کے ڈھنگ پر ہے۔

مگر گناہ معاصر نامی گویا بے بندگی مدح میں اُن کے قلم سے یہ الفاظ بھی نکل سکتے تھے ”مولانا
تلق (انتاد مکتوب الیہ الرالدولہ شفق) نے... خسرو سعدی دہامی کی روش کو مسرتہ گال
کو پہنچایا ہے... اور مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری... صاحب و کلیم و قیسی
کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہنا بوں تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو“
دعویٰ ص ۵۰۔ ایک ہندی فرہنگ نگار و تارح و سائبر کی فارسی دانی کی وہ تعریف کی ہے کہ
اس سے زیادہ مشکل ہے (تقریظ سفرنگ و سائیر باغ و دودر)

ادامہ خیرۃ ۱۹ میں عالی کی یادگار غالب نسکی تو فارسی کا بازار سرد ہو چکا تھا اور اس وقت
شاید ہی کوئی ایسا شخص رہ گیا تھا جس نے قاطع یا اس کی مخالفت یا مدافعت میں جو کتابیں شائع
ہوتی تھیں، ان کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہو اور امور متنازعہ فیہ سے متعلق آزادانہ رائے قائم
کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ حال کی اُستاد پرستی نے جو کچھ اُن سے لکھوایا وہ عام طور پر آئندہ
صدقنا کہہ کر قبول کر لیا گیا۔ حالی کا قول ہے کہ چند مقامات کے سوا جہاں فی الواقع غالب سے
غلطی ہوئی تھی اور جن میں سے بعض کا اعتراض بھی انھوں نے کیا تھا، قاطع میں جو کچھ ہے
صحیح ہے۔ حالی یہ بھی کہتے ہیں کہ برہان قاطع (برہان) یہ مولف کا تخلص بھی ہے، پر جو
غالب کے اعتراضات ہیں ان کی تائید جا بجا فرہنگ انجن آرائے ناصری (= ناصری) میں کی گئی
ہے۔ ”جو غلطیاں اور بے ربطیاں میر نے بتائی ہیں، ان کے علاوہ بیشمار غلطیاں صاحب

۱۔ قاطع کے رد میں کتب ذیل شائع ہوئیں: محرق قاطع برہان (محقق)، ساطع برہان، موبد برہان (= موبد)
قاطع القاطع۔ غالب نے سوالات عبدالمکریم (= سوالات) اور لطائف غیبی دوسروں کے نام سے محرق
کے جواب میں لکھے۔ ساطع کا جواب نامہ غالب کے نام سے دیا۔ اور موبد کا جواب تیغ تیز تیغ، لکھا۔ محرق و
ساطع کی اشاعت کے بعد غالب نے قاطع کو دوبارہ چھپوایا ”قاطع برہان در سائل متعلقہ“ مرتبہ
قاضی عبدالودود میں غالب کی پانچوں کتابیں شامل ہیں اور اس مقالے میں حوالہ اسی کے صفحات کا دیا
گیا ہے۔ صاحب موبد نے جواب الجواب بنام ”شمس تیز تیغ“ شائع کیا تھا۔ نجف علی خاں نے غالب
کی حمایت میں ایک کتاب بنام ”دافع ہدیان“ لکھی تھی۔

... ناصری نے اس میں نشان دی ہیں۔ اس سے زیادہ ایک ہندوستانی محقق کی سلاطین کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟

اس صدی کے عشرہ ۴ میں جناب مہر کی کتاب "غالب" نکلی تو انہوں نے دیباچہ ناصری کی عبارت جس کا خاتمہ "فقیر تصدیق میکنم کہ حق بامعترضت" نقل کی اور اس کے بعد فیصلہ کن انداز میں کہا "اس کے بعد اس ہنگامے کے لیے کوئی وجہ جو ابھی باقی رہ جاتی ہے جو... قاطع... کے خلاف ہندوستان کے دعویداروں نے بپا کیا تھا۔

ابوالکلام آزاد جو قاطع ۱ و ۲ اور قاطع کی مخالفت یا موافقت میں جتنی کتابیں لکھی گئی تھیں سب کے مطالعے کے مدعی ہیں کہتے ہیں "مرزا غالب نے یہ چند اجزا (قاطع) لکھ کر علم و تحقیق کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ برہان کی جو خرافات انہوں نے نقل کی ہیں، انہیں پڑھ کر تعجب ہوتا ہے کہ کوئی صاحب علم و بصیرت کیونکر ان کی تائید کر سکتا ہے، مگر مصیبت یہ ہے کہ سارا معاملہ ایک قسم کا منطقی مصادرہ تھا، اعتراض ہندی لغت نویسوں پر تھا، اور ہندی لغت نویسوں ہی کا کام بطور دلیل... پیش کیا جاتا۔" (نقش آزاد ص ۳۳)

ہدایت صاحب ناصری نے تذکرہ شعرا پر بھی لکھا ہے اور اس میں کچھ ہندی فارسی گو بھی شامل ہیں لیکن غالب کا نام تک اس میں نہیں آیا، اور قریب یہ یقین ہے کہ وہ ان سے واقف بھی نہ تھا، یہ خارج از بحث ہے کہ وہ برہان پر غالب کے اعتراضات کی تائید کرتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ناصری میں کچھ امور مذہب غالب کے مطابق ہوں اور کچھ ایسے اعتراضات بھی اس میں ہوں جو قاطع میں نہیں۔ دیباچہ ناصری میں صاحب برہان جامع کے محل اعتراضات کی تصدیق ہوئی ہے، رہا مؤخر الذکر تو اسکی فرہنگ قاطع سے چند سال قبل ہی اشاعت پذیر ہو چکی تھی۔ میں نے معاصر پٹنہ میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں یہ دکھایا تھا کہ ناصری میں کوئی باتیں مسلک غالب کے مطابق ہیں اور کن امور میں ہدایت برہان کا ہمنوا ہے۔ اس مضمون میں جو فہرستیں ہیں ان سے واضح ہے کہ ۸۰ فی صدی بلکہ اس سے بھی زیادہ معاملات میں برہان کے ساتھ ہے، مؤلف برہان جامع تو برہان سے اتفاق میں ہدایت سے بھی آگے ہے۔

غالب اور حامیان برہان میں یہ بحث تھی کہ برہان محقق ہے یا نہیں۔ اس مقالے میں اہلی

سوال یہ ہے کہ غالب کا شمار بھی محققین میں ہو سکتا ہے یا نہیں، میرا مقالہ "غالب بحیثیت محقق" (کم و بیش ۴۰ صفحات پر مشتمل) غالب نمبر علی گڑھ سیکرٹریٹ میں شائع ہوا تھا، بعد ازاں اسی نام سے ایک دوسرا مقالہ (ذخ م، کم و بیش ۲۴ صفحات) میں نے لکھا جو نقد غالب میں شامل ہے۔ زبان پہلوان، کا نام بھی ہو سکتا تھا مگر میں نے نام بدل دیا۔ اس کی ضخامت مقالہ ثانی سے بھی بہت زیادہ ہو سکتی تھی لیکن جس مجموعے میں یہ شامل ہونے والا ہے وہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا کہ ۵۰۰ صفحات سے زیادہ کا مقالہ ہو، بہت سے مباحث قلم انداز ہوں گے اور بہت سے مقامات میں اجمال سے کام لینا پڑے گا۔ مجھے اس کا افسوس ہے کہ کئی جگہ صفحات یا اوراق کے ہند سے نہ دیے جاسکے۔ اس کے لیے معذرت طلب ہوں۔

باب اول

ذیل میں ایک میزان پیش کی جاتی ہے جس میں غالب کے اسلوب بیان، طرز استدلال، طریق استدلال، معیار اخلاق وغیرہ کو تولد ہے۔

بات بجائے خود غلط ہو یا صحیح، ایسی عبارت میں ہو کہ اس کے مفہوم کے متعلق شے کی گنجائش نہ رہے۔ ترتیب مطالب منطقی ہو۔ مقدمات سے نتائج نکلیں من چہ می سرایم و طنوۃ من چہ می سرایم کا معاملہ نہ ہو۔ کسی بات کے لیے مقدمات ضروری ہوں تو ان کے بغیر پیش نہ ہو۔ کسی بیان میں کوئی امر جو اس کے واسطے ضروری ہے، چھوڑنے نہ پائے اور زوائد داخل نہ ہوں، تکرار مطالب سے بے سبب نہ ہو، اور مرادفات بے ضرورت نہ لائے جائیں، کلیات قائم ہوں تو مستثنیات فراموش نہ ہوں۔ مختلف بیانات میں تفاوت حقیقی تبدیل رائے کی وجہ سے ہو تو اور بات ہے، ورنہ یہ کسی مصنف کے لیے برا عیب ہے۔ حسب ضرورت تبدیل رائے کی وجہ لکھنی چاہیے، علمی مباحث میں نامانوس الفاظ اور طریق استعمال سے احتراز واجب

۱۔ یہ مقالہ ایک امر کی ادارے کی طرف سے شائع ہونے والے مجموعے کے لیے لکھا گیا تھا۔ بوجہ

وہ مجموعہ شائع نہیں ہو سکا (ادارہ)

ہے۔ آرائش گفتار کی بہت زیادہ فکر ہو تو قوی اندیشہ ہے کہ اُن امور کا لحاظ جیسا چاہیے نہ ہو سکے

راستی کا دامن کسی حال میں ہاتھ سے نہ چھوڑے اور دوسروں کا حق بہر صورت ادا ہو۔
اپنی سبب غلط گوئی سے کام نہ لیا جائے، اور اس کی کوشش رہے کہ دوسروں کے متعلق بھی کوئی خلاف واقع بات قلم سے نہ نکلے۔ اتفاقاً اگر ایسا ہو جائے تو اس کا علم ہو ہی تردید کرنی چاہیے۔ دوسروں کی نشاندہی کے بعد بھی غلطی کی تصحیح نہ کرنا ایک سنگین جرم ہے، کبھی کسی بات کی خواہ اپنی ہو یا دوسرے کی غلط تاویل نہ کی جائے، اپنی غلطی کی خواہ مخواہ تخفیف کی کوشش فائدہ مند نہیں، مضرت رساں ہوتی ہے۔ حقراں سے قبل عبارات کا اسی مفہوم معین کرنا چاہیے، اگر اسلوب کے سقم کی وجہ سے کسی کے مدعا کے خلاف مطلب نکلتا ہے، تو اسے اس کا اصلی مطلب نہیں قرار دینا چاہیے، اسلوب پر اعتراض امر دیگر ہے، عبارات نقل ہوں تو اُن کا کوئی ضروری جزو حذف نہ ہو اور اگر بضرورت کچھ تصرف ہوا ہے تو اس کی اطلاع دی جائے۔ اپنی عبارت میں مطلب پیش ہو تو لکھنے والے کی ترجمانی صحیح طور پر کرنی چاہیے۔
صریح اغلاط کو جن کا ذمہ دار کاتب یا مطبع ہے مصنف کے اغلاط نہیں کہنا چاہیے، اور اس کا امکان ہو تو نسخہ پیش نظر کے علاوہ دوسرے نسخے کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ سوتیانہ لہجہ اختیار کرنا، خود اپنی بدذوقی کا اعلان کرنا ہے، علمی مباحث میں سب بدشتم کی تو گنجائش ہی نہیں۔ دوسروں سے استفادہ ہوا ہے تو اس کا مناسب اعتراف لازم ہے، کوئی کتاب نظر سے نہیں گزری، تو اس کا حوالہ اس طرح نہ دیا جائے کہ قاری اس کے خلاف سمجھے۔
دوسروں سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ جو امور ہم اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں وہ اپنے واسطے ناروا قرار دیں۔

۱۔ "نام آوران پارس از دانا ناستے فرزند بود و داراستے فرجود، حکیم جاہا سپتا سرا آمد خدا شناسان پنجمین ماسان و درواپیان بحر العلوم آذر کیوان، و در سخن گستران ایران آن سخن جاہانگیران کہ پس از آن روشن ضمیران و پیش از مافروغ پذیران بودہ انداز آدم الشعراء ابو الحسن رودکی، نشا ہنگران، و نامہا شمران، فردوسی، و تادومین فاتانی

فرزاند قاتنی کہ بر مردنش بسی روزگار گذشتہ، بیانی و بیانی و بنشین و بین کہ هیچ کس
فرہنگ طراز نگشتہ“ (وہاچہ حدیث طاع)

پارس خود ایران ہے، تو دگر وہوں (نام آوران، اور سخن گستران) میں تقابل نہیں،
نام آوری اور سخن گستری میں مطلقاً منافات نہیں اور دوسرے گروہ کے کل سخن گستر بلاشبہ
نام آور ہیں، اگر پارس ایران کے ایک خاص علاقے کے لیے آیا ہے، تو کل و جزو کا تقابل
درست نہیں۔ مزید یہ کہ جاماسپ باشندہ پارس نہ تھا۔ ہند میں پارسیوں سے زردشتی مراد
لیے جاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ غالب کے ذہن میں یہی بات تھی اور وہ یہ سمجھے کہ نام آوران
پارس کام چل جائے گا، ایک بات اور ہے، ماسان پنجم کی طرف سے دعوتے نبوت ہوا ہے،
وہ ویسا علی دساتیری بھی ہے، جیسا کہ زردشت ہے، ہاں یہ فرق البتہ ہے کہ اس کا کوئی ثبوت
موجود نہیں کہ جس عہد کا وہ نبی بتایا جاتا ہے (عہد خسرو پرویز) اس میں اس نام کا کوئی نامور
شخص موجود بھی تھا۔ آذرکیوان کو بھی زردشتی نہیں کہا جاسکتا، اس کے معتقدوں نے خود اس
کو نبی کہا ہے۔ پہلے گروہ کے آخری فرد کو متاخرین میں شمار کیا ہے تو باقی کو ان کے زمانے کے لحاظ
سے متقدم یا متاخرین میں محسوب کرنا تھا۔ غالب کا بیان ہے کہ ”زبان پارسی بدلت پارسیان
بافرنیش عالم توام است، و مورخین اسلام نیز از عصر کیومرث گیرند۔“ (طالع بحث نبی) میر
علم میں ایسی پارسی نہیں اور دساتیری بھی یہ نہیں کہتی کہ پارسی زبان آغاز عالم سے موجود ہے بالفرن
ایسا ہے تو یہ لکھنے سے کہ جاماسپ کے عہد سے آذرکیوان تک کوئی نامور پارسی فرہنگ طراز
نہیں ہوا۔ اس کی تردید کس طرح ہو گئی کہ جاماسپ سے قبل جو بے شمار سنین گزرے ہیں، ان میں
کسی نے فرہنگ نہیں لکھی؟ ایسے مورخین اسلام بھی جن پر غالب کا قول صادق ہو سکے، میرے
علم میں نہیں، اگر ہیں تو کیومرث و جاماسپ معاصر زردشت کے درمیان ہزاروں سال ہیں
اور عبارت مذکور سے ان کی تردید نہیں ہوتی کہ جاماسپ سے قبل فرہنگ کا وجود نہ تھا، واضح

۱۔ دساتیر جلی کتاب ہے اور زردشت کے سوا، اس کے پیغمبروں میں سے ایک بھی ایسا نہیں جسے زردشتی نبی
مانتے ہوں، دساتیر میں زردشت کو چنداں اہمیت حاصل نہیں۔

رہے کہ زردشتی عقیدہ یہ ہے کہ کیومرث ابوالبشر تھا، مگر عمر بھر تنہا رہا۔ اس کی نسل ایک خاص طور سے جو مرقوم ہے اس کے بعد چلی، اس کے عہد کی پارسی کا کیا سوال ہے؟ غالب زردشت کو نبی کا ذب کہتے ہیں (مہر نیمروز) مگر اس کے متبع جاماسپ کی کرامت (موجود) کے قائل ہیں، یہ عجیب بات ہے اور عجیب تریہ کہ ساسان پنجم سے عقیدت رکھتے ہیں، حالانکہ وہ عین اس زمانے میں جب ظہور اسلام ہوا تھا، مدعی نبوت تھا اور دساتیری خدا نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ تیری نسل میں پیغمبری رہے گی۔ غالب جو ختم نبوت کے قائل ہیں اس کے معتقد اسی صورت میں ہو سکتے ہیں کہ وہ کسی نبی کی نبوت کا اقرار ہی ضروری نہ سمجھتے ہوں۔ آذرکیوان سے جس انہیں بلا سبب عقیدت ہے۔ یہ بات بھی حیرت کی ہے کہ جاماسپ و ساسان پنجم اور آذرکیوان سے وہ فرہنگ نگاری کی توقع کیوں رکھتے تھے، ان میں سے ایک کی حکمت مشہور ہے، دودعی نبوت ہیں۔ آذرکیوان کا لقب جو دبستان میں ہے، بحر العلوم نہیں، ذوالعلوم ہے۔ یہ کہنے سے کہ رودکی سے لے کر قآنی تک کسی ایرانی سخن گستر نے فرہنگ نہیں لکھی، اس کی تردید نہیں ہوتی کہ رودکی سے قبل اور قآنی کی موت کے بعد بھی یہی لکھی گئی تھی۔ رودکی کو آدم الشعر کہنا صحیح نہیں۔ اس کا نام جعفر اور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ پیش از ماہورہ۔۔۔۔۔ اند اس پر شعر ہے کہ پہلے گروہ کا ہر فرد، دوسرے گروہ کے ہر فرد سے زماناً مقدم ہے اور جہاں تک رودکی اور آذرکیوان کا تعلق ہے، محض غلط ہے اور رودکی کا مؤخر ہونا غالب کے مافی الضمیر کے خلاف بھی ہے، وہ دونوں کے زمانے سے واقف تھے، اس عبارت سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ قآنی غالب سے قبل گزرا ہے حالانکہ وہ ان کے بعد پیدا ہوا تھا۔ یہ ممکن ہے انہیں معلوم نہ ہو لیکن وہ یہ تو ضرور جانتے تھے کہ قآنی ان کے زمانے کا آدمی ہے۔ قآنی نے کہیں کہیں اپنے کو خاتانی ثانی کہا ہے مگر دونوں کی طریزیں مختلف ہیں، غالب کو اُسے قبول نہ کرنا تھا۔ فرز بود و فرجود فارسی نہیں، دساتیری ہیں۔ فروغ پدیراں کی جگہ فروغ پذیر، ہونا چاہیے۔ نامہا۔۔۔ پیروی، بیکار ہے۔ فرسوکا استعمال شاید اس لیے ہوا ہے کہ ان کے عہد میں لوگ اس سے چنداں مانوس نہ تھے، بیانی، بینا نری تانیہ بندی ہے۔ غالب جو کچھ کہنا چاہتے تھے اس طرح ادا ہو سکتا تھا، کسی ایرانی نے خواہ وہ کسی زمانے اور مذہب کا

ہولانت فارسی نہیں لکھی۔ مگر قاری اس سے مرعوب نہ ہو سکتا۔

۲۔ موبد کی بحث آرائیں اس کی نسبت سروری کا مکمل بیان درج ہے جس میں یہ شعر شامل ہے: "چوں توئی آفتاب بزم آرا" یہ اس کی سند ہے کہ "آرا" دوسرے لفظ سے مل کر اسم فاعل بن جاتا ہے۔ "آرا" کے حاصل بالمصدر ہونے سے اس کا تعلق نہ تھا، مگر غالب تیغ میں فرماتے ہیں "یہ بیت تو میرے مفید مطلب ہے۔ پھر کیوں لکھی؟۔ نہ بر محل دیکھنا، نہ بے محل دیکھنا، نہ کے اشعار لکھ دیتے"۔ "آرا" کا طریق مذکور سے بطور فاعل آنا معرض بحث میں نہیں۔ "آرا" کے حاصل بالمصدر ہونے نہ ہونے کی بحث میں غالب کو اس شعر سے کیا مدد مل سکتی ہے، میں نہیں سمجھ سکتا

۳۔ "پارچہ جامہ نیز زائد" قاطع ص ۹۔ کہنا یہ تھا کہ دونوں میں سے ایک زائد ہے، قلم سے نیکل گیا کہ دونوں زائد ہیں۔

۴۔ مولغیت باستانی، کافی تھا، مگر اس کے معابد لفظیت قدیم، لاتے ہیں (قاطع ص ۵) ایک کے بعد دوسرے کی ضرورت نہ تھی۔ غالب نے برہان پر اعتراض کیا ہے کہ شرح الفاظ میں مرادفات لاتا ہے (قاطع ص ۱۳ وغیرہ) فرنگ میں تو اس کی وجہ جواز بھی ہو سکتی ہے، قاطع میں کیا ضرورت تھی کہ "قطیست قدیم" لائے جس سے معنی میں مطلقاً اضافہ نہ ہوا؟

۵۔ غالب برہان پر معترض ہیں کہ لغات غریب لاتا ہے (دیباچہ قاطع) حالانکہ جامع فرہنگوں میں ان کا ہونا لازم ہے (غریب کو غلط سمجھنا صحیح نہیں)، لیکن خود غالب بے تکلف و ساری الفاظ استعمال کرتے ہیں جو دساتیر کے سوا کہیں نہیں ملتے اور اس بنا پر کہ غالب کے نزدیک عمدہ خسرو پر ویز کی کتاب میں ہیں اور ان کے عمدہ میں مدتوں سے متروک استعمال ان کی غرابت میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ ایک مثال لفظ آرنک بمعنی ہرگز کا استعمال ہے آرنک کے معانی جو برہان میں ہیں، ان میں "گمان بری" بھی ہے، پہلے غالب نے لکھا تھا کہ یہ سند طلب ہے، محرق میں رودکی کی بیت "آرنک نخواہد کہ شود شاد دل من" دیکھی تو قاطع ص ۱۹ میں اضافہ کیا کہ یہ مفید مطلب نہیں، اس لیے کہ یہاں بمعنی ہرگز ہے

غالب نے خود یہ لفظ قاطع^۲ میں استعمال کیا ہے: آرنک نباید کہ این را ز ریدن...
نام نہند "آرنک خواہ بمعنی "گمان بری" خواہ بمعنی ہرگز اس بیت کے
سوا کہیں نہیں ملتا اور بلاشبہ اس مفہوم میں غریب ہے۔

۶۔ "نہادند... مرکب است از نہادند" قاطع ص ۱۳۹ (ہر دو اشاعت) اس سے قبل
یہ کہ برہان میں ہے مگر برہان میں یہ الفاظ جو مہمل ہیں، نہیں ہیں یہ ہے کہ نہادند
نہ و آوند سے مرکب ہے۔

۷۔ "میرا قول خاص ہے، ز عام ہے، مجموع فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے میں کلام ہے"
نامہ غالب ص ۸۴۸ "میرا... عام ہے" اس پر شعر ہے کہ خاص ہے عام نہیں، لیکن بعد
کے جملے سے عمومیت ظاہر ہے۔

۸۔ "تالش فراہم آوردند گان، لغات گزانہ دیانہ پیش نیست، دروغ و ترند چہر زبان
رود ۶ آرمی، ہنزاں... مرد کہ پیہ دوزی برہان قاطع کرد" قاطع ص، پیہ دوز
نے کیا کیا، غالب نے نہیں بتایا و گزانہ، دیانہ میں سے ایک زائد، دروغ و ترند کا بھی
یہی حال ہے۔

۹۔ سینناد بمعنی سورہ بروایت عبدالصمدان الفاظ میں سے جو بعد استبدالے اسلام
منافقین ایران نے گڑھے تھے۔ قاطع ص ۱۵۰۔ مگر یہ لفظ دساتیر میں ہے، اور
فرہنگ ملا فیروزیں اس کے یہی معنی ہیں۔ اگر غالب کے نزدیک یہ معنی غلط ہیں، تو
عبارات دساتیر جن میں یہ لفظ آیا ہے نقل کر کے بتانا تھا کہ اُن میں کس مفہوم میں مستعمل
ہوا ہے اور اگر اُن کی رائے میں عبارات دساتیر میں دراصل یہ لفظ نہ تھا، بعد کو منافقین
نے بڑھا دیا ہے تو اس کا ذکر ضروری تھا

۱۰۔ "اہدام بمعنی جسم اگر باشد، گوباش جو ہر مقابل جسم چگونہ تواند بود؟ اس کے بعد یہ کہ اندام
کوئی لفظ نہیں، یہ ایدان ہے یا اندام قاطع ص ۳۰۔ اہدام بمعنی جسم متن دساتیر میں ہے
اور آذر کیوان کی ایک فارسی مثنوی میں بھی آیا ہے جس کے کچھ اشعار دبستان میں ہیں
یہ ہے غالب کی دساتیر سے واقفیت مگر اس جگہ کہنا یہ ہے کہ اہدام کوئی لفظ ہی نہیں، تو

پہلے یہ کیوں لکھا کہ ”ابدام.... ہاش“

۱۱۔ دربارۃ مولفین کشف اللغات و برہان قاطع: ”اس ہر دو بزرگ دریں صفت کہ مدارِ لغت بردائے و قیاس خویش نهند... چہ قدر باہم ماسم اند و دریں بارہ کہ قیاس بیچ گاہ صحیح نمود چہ مایہ یا یکدگر انبار“ قاطع ص ۲۴۔ کم و بیش میں نہر اللغات برہان میں ہیں، مولف اپنے کو ناقل و متبعِ ارباب لغت کہتا ہے (دیباچہ برہان) اور بطور شاذ ذاتی قیاس سے کام لیتا ہے۔ رہا قیاس کا ہر جگہ غلط ہونا، اس کے معنی یہ کہ ایک لغت بھی صحیح طور پر درج نہیں، حالانکہ دیباچہ قاطع میں یہ ہے کہ دساتیری لغات اور تھوڑے غیر دساتیری لغات درست ہیں۔ یہ بھی غلط ہے، غلطیاں برہان میں بہت ہیں، لیکن یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ بیشتر لغات غلط درج ہیں۔

۱۲۔ ”کندن کو صحیح اور کندیٰ کو غلط بتاتے ہیں۔ یارب کندن مصدرِ اصلی اور کندیٰ مصدرِ فرعی، بنا ہوا مضارع سے، جیسے آوردن اور آوردین، یارستن... اصلی اور روئیدن مصدرِ فرعی نکلا ہوا روید سے جو رستن کا مضارع ہے“ تیغ ص ۶۹۔ غالب اعتراض پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں اور تاری کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ آوردین و روئیدن جس طرح مضارع آوردن و رستن سے بنے ہیں، اسی طرح کندیٰ مضارع کندن سے بنا ہے مگر یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ آوردین و روئیدن میں مصدرِ اصلی (یہاں اس سے بحث نہیں کہ اصلی و فرعی کتنا صحیح ہے یا نہیں) کے مضارع کی علامت ’و‘ کے استقاط کے بعد جو کچھ بچتا ہے اس پر اضافہ دیدن سے بنے ہیں۔ کندیٰ کندن کے مضارع ’کند‘ کی ’دال‘ کے استقاط کے بعد جو کچھ باقی رہا اس پر ’دین‘ کے اضافے سے پیدا ہوا۔ اصلی و فرعی مصادر میں اس قسم کا فرق کیوں اور نہیں دیکھا۔ دعویٰ یہ ہے کہ خلاف قاعدہ ہونے کے باوجود یہ صحیح ہے تو ایرانیوں کی سند پیش کر نی تھی۔

۱۳۔ ”چنینو با عراب ہولہ، یعنی بلطراط نتیجہ لفظ آنرینی این گروہ (منافقین ایران) است“ بحوالہ عبدالصمد قاطع ص ۱۵۰۔ لطائف میں فرماتے ہیں ”استاد شاگرد کو لفظ

بتائے اور اعراب چھپا رکھے " ص ۲۲۲-۱ اس جگہ صریحاً اس سے انکار ہوا تھا کہ یہ لفظ عبدالصمد سے معلوم ہوا تھا۔ استاد لفظ بتا سکتا ہے اور حرکات و سکنات کے متعلق اپنی بلا علمی ظاہر کر سکتا ہے، مثلاً وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ منافقین کا اختراع کردہ لفظ جی ن و د سے مرکب ہے مگر اس کے حرکات و سکنات سے میں واقف نہیں۔ برہان میں چنیود اور بہت سے الفاظ جو محض غلط خوانی کی بدولت فرہنگوں میں داخل ہوئے ہیں، دیے ہیں۔ غالب کہتے ہیں کہ ان کے نکالنے میں اتنی محنت کی کہ پیشانی سے پسینہ ٹپک نے لگا، لیکن قاطع میں اور الفاظ تو لکھے لیکن چنیود پل نہ لکھ سکے جو برہان میں ہے، غالب چھ الفاظ لکھ کر لوپو جھپتے ہیں کہ ان میں سے صحیح کون ہے، حالانکہ اگر انہوں نے دستان کی طرف بھی رجوع کیا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ اصلی لفظ چنیود ہے، آرنڈاک کی متعدد شکلیں صحیح یا غلط، برہان میں ہیں۔ غالب کا یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ صحیح شکل کیا ہے، شرمناک ہے (قاطع ص ۱۲۱) مگر اس جگہ غالب کو اس کا احساس نہ ہوا کہ وہ خود ننگ عدم تحقیق سے بچ نہ سکے۔

۱۴۔ "قاطع برہان میں جا بجا لکھتا آیا ہوں مگر اب ہندی کی چندی کر کے لکھتا ہوں کہ..... فرہنگ لکھنے والے جتنے گزرے ہیں، سب ہندی نژاد ہیں.... نہ آپ شیرازی، نہ استاد صفحانی، نہ ہی رگ گردن و خسی دعویٰ زبان دانی! میرا یہ قول خاص ہے نہ عام ہے۔ مجموعہ فرہنگ نگاروں کے محقق ہونے میں کلام ہے" (نامہ غالب ص ۲۲۸۔
الطبائع ساطع سے قبل، قاطع صرت ایک بار چھپی تھی، ظاہر ہے کہ طبع ثانی کے مندرجات کا علم تحریر ساطع کے وقت اس کے مؤلف کو نہیں ہو سکتا تھا۔ لغات نارسہ کے متعلق وہ بات جو عبارت بالا میں ہے، (یعنی کل فرہنگ نگاروں کا ہندی اور معتبر ہونا)، قاطع طبع (۱)، میں مطلقاً نہیں۔ یہ باتیں پہلے پہل لطائف میں غالب کے قلم سے نکلیں۔ اور قاطع طبع ۲ میں اُن کا اعادہ ہوا۔ قاطع طبع (۱) میں برہان مورد اعتراض رہا ہے، اور ایک جگہ صاحب کشف اللغات کی خاص طور پر

ملح: ماشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیے۔

مذمت کی ہے، قاطع کے قوائد میں متعدد فارسی دانان ہند کے خاص اقوال کی تردید کی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا جو عبارت بالا سے نکلتا ہے، غالب نے قاطع طبع (۱) میں شرق نامہ (ص ۳۱۸، ۳۸، ۴۶۰، ۱۳۵) اور فرہنگ جہانگیری (ص ۷۹) سے استناد کیا ہے۔ ”ائمہ فن کلام“ کلام = زبان دانی، اور ”ائمہ فن لغت“ (ص ۴۴، ۴۷) کا وجود تسلیم کیا ہے، انہوں نے جابجا فرہنگوں کی سند مانگی ہے (قاطع ص ۷۷۷۷۷۷) بحث آسیم میں ان کا قول ہے ”ابا سخن در صحت لغت آسیم است، اگر از روی زند و پا زند نباشد از روی فرہنگہا دیگر“ ص ۲۹، اگر سب فرہنگیں نامعتبر ہیں، تو صحت لغت میں ”از روی فرہنگہا دیگر“ کلام کے کیا معنی ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ صرف ہندیوں کا لغت فارسی لکھنا اور ان کا قطعاً نامعتبر ہونا، نکات بعد الوقوع ہیں۔ قاطع کی اشاعت کے بعد حامیان برہان نے فرہنگوں کی مدد سے غالب کے اعترافات کی تردید کی، غالب نے ان سے استناد کی جڑ ہی کاٹ دی۔ رہی یہ بات کہ قاطع طبع میں خود بھی استناد کیا تھا، انہیں پریشان کرنے والی نہ تھی، تناقض و تضاد سے بچنے کی انہیں کبھی زیادہ فکر نہیں رہی۔ یہاں یہ بھی لکھ دیا جائے کہ مولف فرہنگ جہانگیری ممکن ہے کہ ہندی المولد ہو، لیکن اس کا باپ ایران سے ہند آیا تھا اور ایرانیوں سے ملنے جلنے کے جو مواقع اسے حاصل تھے ان کا عشر عشر بھی غالب کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ مزید یہ کہ جو مواد اس کے پیش نظر تھا، وہ زمانہ حال کے بعض فرہنگ نگاروں سے قطع نظر، کسی کے سامنے نہ تھا بروی جس کی فرہنگ سے موجد میں کام لیا گیا تھا، بے شائبہ ریب ایرانی المولد تھا اور

(صفحہ گزشتہ کا حاشیہ) غالب کا قیاس ہے کہ مولف کشت برہان سے زمانہ مقدم ہے۔ اگر کشت کے مآخذ پر غور کرتے اور دیا چہ فرہنگ جہانگیری پڑھتے جس میں اس کا ذکر فرہنگ عبدالرحیم بہاری کے نام سے ہے، تو یہ نہ کہتے۔ اگر میں نے کہیں اس کے خلاف لکھا ہے تو اسے غلط سمجھنا چاہیے

غالب تیغ تیز میں شاک ہیں کہ احمد علی نے اس اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ ”اگر است“
جواب نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ کہا جائے کہ ”اگر از جامع است“ کیوں لکھا، یہ
کیوں نہ مان لیا کہ غلطی جامع کی ہے، نہ غلطی ایسی ہے کہ ایک طفلِ مکتب سے
بھی سرزد نہیں ہو سکتی اور احتمال قوی ہے کہ سو کاتب ہو۔

۲۷۔ غالب نے قتیل پر اعتراض کیا ہے کہ اُس نے ایک نواب زادہ کا لپی کو خواہ مخواہ جا
گذاشتن کے استعمال میں احتیاط کی تاکید کی تھی (مرد ص ۴۴) مجموعہ رقعات قتیل مرتبہ
امامی یکی از نواب زادگان کا لپی میں جو غالب کی زندگی میں طبع ہو چکا تھا، ایک خط ہے جس
سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ نے اودھ کے کسی بااقتدار شخص کی وفات کی افواہ
سن کر قتیل کو اس کی اطلاع دی تھی اور اس موقع پر ”جامہ گذاشت“ لکھا تھا۔ قتیل
نے ہدایت کی ہے کہ ہر چند اس اصطلاح سے کم لوگ واقف ہیں، لیکن قریب سے
معنی دریافت کر سکتے ہیں، کسی کا نام لے کر ایسی خبر نہ لکھو، کنا یہ ہو تو مضائقہ نہیں، اس
لیے کہ خبر جھوٹ نکلی تو اُس کے لکھنے والے پر آنت آ سکتی ہے۔ رقعات ط ۱۵۵
ص ۳۳، رقعہ ۱۶۔

۲۸۔ غیاث اللغات اور اس کے مولف پر لعنت بھیجنے کے بعد فرماتے ہیں ”رامپور جانے
کا اتفاق ہوا اور وہاں کے صاحبزادگان عالی تبار اور روسائے نامدار سے ملاقاتیں
رہیں تو۔۔ معلوم ہوا کہ ملائے مکتب دار تھا، نہ رئیس کا روشناس اور نہ اکابر شہر
کا آشنا ایک گننام مکتب دار“ تیغ تیز ص ۲۷۷۔ انتخاب یادگار ص ۲۲۶ میں امیر مینائی
نے لکھا ہے کہ صاحب غیاث اللغات رامپور میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے
تھے اور وہاں کے دو حکمرانوں یوسف علی خاں و کلب علی خاں کے استاد تھے۔ اس کتاب
کے متعلق خود اس کتاب میں اور ایک خط میں امیر مینائی کا بیان ہے کہ کل مطالب
کے ذمے دار کلب علی خاں ہیں اس لیے اقرار تلمذ خود ان کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔
کیا یہ ممکن ہے کہ غالب نے وہ باتیں جو اُن کے قلم سے نکلی ہیں، رام پور میں سُنی ہوں؟
۲۹۔ قاطع اشاعت را، منظمین مطبع کے جابجا حاشیے لکھے ہیں اور برہان کی غلطیاں

بطور سند آئے ہیں۔ مصرع فردوسی، شعر استاد (نام نہیں) ۱۲، شعر خسرو، شعر خاقانی ۱۳، شعر زلالی ۱۴ شعر منسوب بہ نظامی (دور اصل شعر خسرو) ۳۲، قطعہ دو بیتنی سعدی ۳۴، شعر ظہوری ۳۴، شعر ناصر خسرو ۴۹، ایک شعر اسے رباعی سلیم کہا ہے، ۷۰، سنائی ۸۴، فردوسی ۸۸، شعر عرفی ۹۰، شعر فردوسی ۹۱، مصرع نظامی، ۹، شعر سعدی ۱۰۲، شعر حافظ ۱۰۳، شعر طائی (دور اصل نظامی)، ۱۰۹، شعر استاد (نام نہیں) ۱۱۴، شعر حافظ ۱۲۶۔ ان میں سے بعض اسناد مسائل متنازعہ فیہ سے سرور کار نہیں رکھتے، بعض تعلق رکھتے ہیں، مگر اثبات دعویٰ میں ان سے مدد نہیں مل سکتی۔ غالب نے اس پر بھی غور نہیں کیا کہ کثیر المعانی الفاظ کے کوئی خاص معنی چند اشعار میں نہیں ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہیں ہی نہیں۔ ابوالکلام کا قول متعلق اسناد پیش کردہ خالفین غالب نقل ہو چکا ہے اور میں فرہنگ سروری سے استناد کا ذکر کر چکا ہوں، فرہنگ جہانگیری، فرہنگ رشیدی، چراغ ہدایت، مصطلحات شعرا، بہار عجم وغیرہ جو ہند میں لکھی گئی ہیں، اسناد سے معمور ہیں اور یہ زیادہ تر ایرانیوں کی نظم و نثر سے ہیں انھیں نامعتبر کس طرح کہا جاسکتا ہے؟ ہاں یہ ثابت کیا جائے کہ غلط انتساب ہے، جعلی اسناد ہیں، یا ان کے معنی غلط بتائے گئے ہیں تو ادبیات ہے۔ غالب جلال اسیر کی طرف منسوب شدہ سند کو نہیں مانتے (جوع بحث بے پیر) مگر رامپور میں عرفی کے بعض اشعار پر اعتراض ہوا تو انھوں نے اور ظہوری کے مستعملہ گوش شگفتن کو تسلیم نہیں کرتے۔ شرفنامہ سے ان کے استناد کا ذکر آچکا ہے۔ سوالات ص ۱۸۲، میں ایک ہندوستانی کی کتاب، بہار دانش کا شعر بطور سند پیش کیا ہے۔ اس رسالے کے آخر میں بعض امور سے متعلق استفتا ہے، مفتی سب ہندی ہیں اور باستثائے نجف علی خان سب قطعاً ناقابل اعتنا۔ تیغ کے آخر میں خود غالب نے سوالات کئے ہیں جن کا جواب شیفتہ نے دیا ہے اور ۳ موبدین سے ۲، حالی و نیر تلاذمہ غالب ہیں غالب کو یہ نہ سوچا کہ جو لوگ مجھے نہیں مانتے، میرے شاگردوں کو کب خاطر میں

لاتیں گے۔

۱۷۔ غالب نے ہر مزدوم عبدالصمد کے بارے میں لکھا ہے کہ سامان پنجم کی نسل سے تھا۔ اور علوم عربیہ و معقولات میں تبحر رکھتا تھا۔ بعد قبول اسلام ہند آیا اور دو سال غالب کے یہاں رہا، اور غالب نے اُس سے استفادہ کیا۔ یہ ایک فرضی شخص ہے، جس کی تخلیق کی وجہ یہ ہے کہ غالب دوسرے ہندی فارسی دانوں پر اپنا تفوق جاسکیں، اور اس کے حوالے سے جو چاہیں سپرد قلم کریں۔ انھوں نے صراحتاً اس سے جو اقوال منسوب کیے ہیں وہ یا تو لغو محض ہیں یا پیش پا افتادہ ہیں۔ (میں نے ایک مقالے میں جو احوال میں شامل ہے اس سے مفصل بحث کی ہے، ذوال فارسی کا نہ ہونا، چنیو کا لفظ اختراعی ہونا، لیشن کا لیشن ہونا اور دوسری باتیں اُس کے حوالے سے لکھی ہیں۔ بروایات صحیحہ یہ بھی ثابت ہے کہ غالب زبانی گفتگو میں اس کا اقرار کرتے تھے کہ یہ فرضی شخص ہے۔

۱۸۔ ”صدرہ آں مبنی کہ مصدری را با برخی از مشتقات جلوہ داد۔؛ چوں بدیں مایہ پرگوئی دلش از غصہ خالی نہ شد“ قاطع ص ۴۔ یہاں غصہ بے محل ہے۔

۱۹۔ ”ابن فرازمان را با زمان نپسند“ قاطع ص ۵۔ فرازمان و بازمان ہر دو سائیری الفاظ۔

۲۰۔ ”بیشتر الفاظ غریب می آرد“ و ”آنچه تمکاشتہ اند، می نگارد“ ایضاً ص ۴۔ ”ابن سعید اگر غریب است و صحیح“ ص ۱۴۳۔ ظاہر ہے کہ غالب ”غریب“ کو ”صحیح“ کا مقابل سمجھتے ہیں اور یہ غلط ہے۔

۲۱۔ ”انہو ہی بیانیہی رشولیدہ جامع، ایضاً غرض کثرت اغلاط سے ہے اور یہ ان الفاظ کا مفہوم نہیں۔

۲۲۔ ”رعایت لفظ سو میں و چار میں از بر لغت“ ص ۴۔ لفظ کی جگہ ”حرف“ چاہیے۔ یہ غلطی اور جگہ بھی ہے

۲۳۔ ”اشعار... درست ہو گئے... اور اصلاح اور اشارے اور فوائد جیسا کہ میرا شیوہ ہے عمل میں آیا“ خطوط غالب ص ۵۔ فعل میں ’فوائد‘ کی رعایت ہونی تھی۔ اس سے قطع نظر

اصلاح عمل میں آئی ٹھیک، اور اشارے عمل میں آنا بھی تکلف صحیح فوائد عمل میں آنا، چہ معنی وارد؟

۲۴۔ پاخانہ تصحیف پاجا یہ، قاطع ص ۵۳۔ (رجوع بہ پاجا یہ) یہ وساتیری لفظ ہے، اور اس کے سوا قطع نظر از برہان و فرہنگائے مابعد کہیں نہیں ملتا۔ پاخانہ ہندی فارسی ہے، تصحیف کے لیے یہ ضروری ہے کہ پاجا یہ ہندوستان میں مستعمل رہا ہو اور یہ ہندو کنار کہیں بھی استعمال میں نہ تھا۔ صاحب وساتیر کے اختراعات سے ہے۔ غالب فرہنگ نگاران ہند کے قیاس کے علی العموم غلط ہونے کے شاک میں مگر حقیقت یہ ہے کہ جس قدر اس کا اطلاق غالب پر ہوتا ہے کسی اور پر نہیں ہوتا۔

۲۵۔ اردوند نہ چیز از دی بروی رود و نہ چیز بدرون درآید نہ زیادہ شود، و نہ کم گردد تیغ ص ۲۷۴، عبد الصمد کی زبانی۔ یہ لفظ وساتیر ص ۲۲۷ و ۲۳۷ و ۲۴۱ وغیرہ میں آیا ہے اور ملا فیروز کی فرہنگ وساتیر ص ۲ میں اسی کے معنی ”عین وزبدہ و خلاصہ“ درج ہیں اور عبارات کے مطالعے سے معلوم ہو جائیگا کہ وہ مطلقاً خارج از بحث ہیں۔ جس عبارت سے ظاہر غالب نے وہ مطلب نکالا ہے جو اوپر درج ہے، یہ ہے ”آنچنان کہ نکراند و نہ پیوند و نہ پیوستگی و نگسار و نہ جدا شود از تو چیزی“ می پر ماید یا بدین دان اردوند گوہر دست، و ز و بیرون و جدا نیست، چنانکہ هستی او اردوند گوہر دست، تا ہیج و پیوند و پیوست و ستر و پیکر بند و ص ۸۳۔ ترجمہ انگریزی ص ۵۵، غالب کے بیان کردہ معنی پر موبد میں صحیح اعتراض ہوا تھا، غالب نے تیغ ص ۲۷۴ میں جواب دیا کہ میرا وہ صاحب موبد کا بیان ایک ہے ”تغیر بالمرادف ہو تو ہو“ شمشیر تیز تر میں اُس کی تردید ہوتی تھی۔ غالب نے عبارت نامہ کا ثبوت دیا تھا، بعد کو ہٹ دھرمی پر اتر آئے۔ یا بہ ص صفت۔

۲۶۔ آہنگ کو برہان نے ماضی بھی لکھا تھا اور غالب کا اس پر بجا اعتراض تھا، قاطع ص ۲۹۔ موبد برہان میں اس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ ”اگر از جامع است البتہ خطا کردہ است۔“

تقی اودھئی (صاحب سر سیلمانی) کا بھی یہی حال ہے۔ یہ تینوں فرہنگیں برہان کے مآخذ خاص میں ہیں۔ غالب نے اپنی بعض تحریروں میں جو اشاعت کے لیے تھیں سروری و تقی اودھئی کے ایرانی المولد ہونے سے انکار کیا ہے۔ دیباچہ فرہنگ جہانگیری میں ایسی متعدد فرہنگوں کا ذکر ہے جو ایرانیوں نے لکھی تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ غالب کی نظر سے نہ گزرا ہو لیکن اس مآخذ کا مفصل ذکر محرق میں بھی ہے۔ اور ممکن نہیں کہ غالب نے نہ دیکھا ہو۔ فرہنگوں (بشمول برہان) کی مفصل بحث غم، ص ۳۵۸ تا ۳۸۲ میں ہے۔

۱۵۔ ”مولانا احمد علی، اسدی طوسی اور حکیم قطران کو دو فرہنگوں کا مؤلف بتاتے ہیں۔ اگر اسدی نے فرہنگ لکھی ہوئی تو محمود غزنوی کے عصر سے آج تک سب فرہنگ نگاروں کا مآخذ وہی ہوتا، اور اختلافات لفظ و معنی کسی لغت میں راہ نہ پاتا۔ لیس ”فلیس“ تیغ ص ۲۶۸۔ متعدد فرہنگ نگاروں نے اس سے کام لیا ہے۔ از انجملہ سروری و مؤلف فرہنگ جہانگیری۔ اسدی فرہنگ نگار، صاحب گر شاسپ نامہ، عمید محمود میں پیدا ہو گا لیکن اس کی فرہنگ اس کے بہت بعد میں لکھی گئی اور زمانہ فرہنگ قطران سے بھی موخر ہے جیسا کہ دیباچہ فرہنگ اسدی سے ظاہر ہے۔ اختلافات صورت و معنی کی وجہ سے فرہنگ کے وجود ہی کے منکر ہو گئے، عجیب و غریب استدلال ہے۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ فرہنگ قطران کا ابتدا میں ذکر کیا، اور پھر اس کے ہونے نہ ہونے سے مطلقاً بحث نہ کی۔

غالب نے برہان پر سختی کیا تھا اعتراض کیا تھا کہ وہ سند نہیں دیتا اور اس کی وجہ بتائی تھی کہ الفاظ اختراع کرتا ہے۔ سند لائے تو کہاں سے لائے۔ قاطع ص ۱۱۹۔ برہان میں شعر کی سند برائے نام ہے، مگر متعدد مقامات پر فرہنگوں سے استناد کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اختصار مد نظر ہے (دیباچہ)، الزام اختراع بے اصل ہے مگر یہاں اس سے بحث نہیں، کتاب یہ ہے کہ قاطع کے اس حصے میں جس کا تعلق برہان پر اعتراضات سے ہے، اس میں حسب ذیل اشعار یا مصرع

دکھائی ہیں۔ لیکن سب ذمہ، اعتراض لغات عربی سے متعلق ہیں، ص ۸۲، غشی کے ۸۱، اعتراضات میں سے بیشتر کا عربی سے سروکار نہیں۔ مخالفین نے کہا کہ قاطع کے بہت سے اعتراضات حواشی مذکور سے ماخوذ ہیں، تو غالب نے اشاعت ۲، میں ’بمہ کو’ اکثر ’نہا دیا۔ اور بجایا اس پر اظہارِ طمانیت کیا۔ فاضل معشیاں برہان میرے ہمنیال ہیں۔ حقیقت سے کسی قدر انحراف اب بھی رہا اور ایسے مقامات بھی رہے جہاں حواشی کا مطلقاً ذکر نہیں، گو زیر بحث سے متعلق حواشی موجود ہیں۔

۳۰۔ غالب نے برہان پر اعتراض کیا ہے کہ ’آہد یاد دہی، تب، یا قوت‘ (۳، الفاظ دیے ہیں) سے مشہور الفاظ کو لغت قرار دیکر ملحقات میں داخل کیا ہے۔ تب ملحقات میں تب ہے اور یا قوت یا قوب۔ ان ۳ میں سے زائد از نصف ملحقات قدیم سے سروکار نہیں رکھتے، بلکہ رو بہ مرتب برہان کے اضافات ہیں۔ صاحب موبد نے ملحقات کے متعلق صراحت لکھا تھا لیکن غالب نے تیغ میں اعتراض واپس نہیں لیا۔ ۳۱۔ ”برہان۔ در شرح لفظ خانہ گیر می فرماید کہ آن فارو، زیاد، ستارہ، خانہ گیر، طویل، نہرا ران منصوبہ باشد کیست تا معنی این فقرہ را خاطر نشان من کند؟“ قاطع ص ۷۰۔ عبارت منقولہ سے قبل، برہان میں یہ الفاظ ہیں: ”بازی چہار است از جملہ سہت بازی نرد۔“ فارو، نام منصوبہ، سات بازیوں کے نام ہیں اور یہ اپنی اپنی جگہ پر الگ الگ بھی برہان میں موجود ہیں عبارت صحیح اور آسان ہے۔ موبد برہان میں دکھایا گیا تھا کہ غالب کا اعتراض غلط ہے لیکن تیغ میں غالب نے اپنی غلطی کا نہ تو اقرار کیا اور نہ جواب میں کچھ لکھا۔

۳۲۔ موبد برہان ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں قاطع برہان سے مفصل بحث ہے اور شاید ہی کوئی بات قاطع میں ایسی ہو جس کے متعلق آغا احمد علی نے کچھ لکھا نہ ہو۔ غالب نے تیغ تیز محض چند امور سے بحث کرنے کے بعد تحریر کیا ہے: ”بس اب میں عاجز آگیا۔“ کہاں تک لغت بعد لغت دیکھے جاؤں، خرافات، واجیات، جھوٹ، لغو، مہمل! اب ورق ورق اور صفحہ صفحہ کہاں تک دیکھوں گا۔ دیکھوں گا تو سہی“

مگر چھوڑنا جاؤں گا، جستہ جستہ جواب لکھوں گا۔“ ص ۲۸۴۔ مگر اس کے بعد قنازعہ فیہ امور میں سے کسی ایک سے بھی بحث نہیں کی، قاطع کی اشاعت ثانی میں بُرہان پر جو اعتراضات کیے ہیں، انہیں باتشنائے بعض نقل کیا ہے، اور ان کا جواب طلب کیا ہے۔ یہی مد نظر تھا تو یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ جستہ جستہ جواب لکھوں گا؟

۳۳۔ غالب نے قاطع ص ۴۶ میں لکھا تھا: ”غم تباهی آئین گفتار پارسی خورد“ احمد علی کی مرید برہان میں ”غم تباهی گفتار پارسی خورد“ غالب تیغ تیز ص ۲۷۱ میں اس جملے کو تحریف یوں لکھتے ہیں ”غم گفتار پارسی زبان خورد“ وہ اسے مہمل تو بتاتے ہی ہیں، احمد علی کو چوری کا الزام بھی دیتے ہیں۔ عبارت بدل دی جائے گی تو مہمل ہو ہی جائے گی۔ رہا سزوقہ تو غالب کے جملے میں کونسا ایسا نکتہ ہے یا بیان کی کونسی ایسی خوبی ہے کہ چر ابا جاتا؟

۳۴۔ غالب نے فارسی میں وجود ذال معجمہ کی یہ وجہ بتائی تھی کہ دبیرانِ پارس دالِ ابجد پر نقطہ دیا کرتے تھے اور اس طرح دالِ مہملہ کا خاتمہ ہی ہو رہا تھا۔ اکابرِ عرب نے دونوں میں تفرقہ کے لیے قاعدہ بنایا، قاطع ۱، ”مرید برہان ص ۲۴۲ میں یہی بات کچھ اختلاف کے ساتھ یوں لکھی ہے :

”بخط فاطر جنیں می رسد کہ چوں در زمان قدیم و عہد پاستان برز بر دال نقطہ می نہادہ اند، متاخرین کہ ایں قاعدہ آگاہ نیستند، آنرا خیال ذال منقوطہ کردہ اند۔“

غالب کہتے ہیں کہ میں نے ایک بالکل نئی بات کہی تھی جو عبد الصمد سے سنی تھی، کوئی اور اس سے واقف نہ تھا، احمد علی نے اُسے چر ا لیا، تیغ تیز ص ۲۷۱۔ بخاطر سے قبل احمد علی نے یہ لکھا تھا ”صاحب جہانگیری شیرازی چنیں افادہ فرمودہ“ اور ”کردہ اند“ کے بعد انہوں نے یہ بتایا ہے کہ ”تم افاختہ“ ظاہر ہے کہ چر اگر ہے تو صاحب فرہنگ جہانگیری جس کی کتاب گیارہویں صدی ہجری کے نصف اول میں تالیف ہوئی تھی۔ غالب نے اس پر غور نہیں کیا کہ نقطے والی بات کا عبد الصمد کے سوا کسی کو معلوم نہ ہونا، اثبات دعویٰ کے لیے مضر ہے مفید نہیں۔ اگر ایسے مخطوطات تھے جن میں نقطہ

جہاں صد لغت باز آورد“ ص ۱۴۸۔ ایسے مرکبات کی تعداد صرف ۶۲ ہے۔ ملحقات میں ایسے مرکب جن کا ایک جز و ہفت ہو، صرف دو ہیں: ہفت خم کتایہ از ہفت آسمان، ہفت کمنہ یار و مناصب کمنہ، و کتاب کمنہ و شراب و جام کمنہ و شمشیر کمنہ و چینی کمنہ، دونوں اصل کتاب میں نہیں۔

۳۰۔ آغا احمد علی نے مرکبات ۳۷ کے بارے میں لکھا تھا: ”یکصد و چہد لغت کہ آوردہ۔ ہمہ معقولست و قول مقررص نامقبول“ ص ۴۰۲۔ غالب نے اس کا جواب تیغ تیز میں یہ دیا ہے: ”پھر نظائر کا حوالہ دیکر ہفت کشور و غیرہ کی صحت میں غلو کرتے ہیں، کوئی پوچھے کہ غالب نے ان الفاظ کو غلط کب لکھا ہے جو تم اس (کذا) کی صحت کے گواہ گزرتے ہو“ ص ۲۶۶۔ اس کے بعد دوبارہ ملحقات میں انہیں لکھنے کا جواب مانگا ہے۔

اگر ”ہمہ... نامقبول“ یہ نہ صحت میں غلو کرنا ہے، نہ گواہ گزرتا ہے۔ غالب نے سب تو نہیں یسین بیشتر لغات کو نامقبول“ کہا تھا، جسے غلط کا بدل کہا جاسکتا ہے۔ ”و بارہ لکھنے کا جواب اس طرح مانگا ہے کہ گویا یہ اعتراض اشاعت (۱) میں نکلا۔ اور آغا سے جواب نہ بن سکا۔ تعداد مرکبات زیر ہفت ۷۰ سے بھی کم ہے۔

۳۹۔ ۵۳۹ دیا چہ جدید اشاعت ۲ میں مخالفین کے اعتراضات کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں ”حاشاکہ در بیچ محل از عقیدہ خویش رجوع کردہ باشم“ ص ۸۔ وہ اصحاب جنہوں نے صرف اشاعت ثانی دیکھی ہے لازماً یہ سمجھیں گے کہ غالب نے کسی جگہ اپنی رائے نہیں بدلی۔ مگر نامہ غالب میں آویزہ و افسوس سے متعلق تبدیل عقیدہ کا صریحاً اعتراف کیا ہے۔ ص ۲۴۹، اور اشاعت ثانی میں اور جگہ بھی بدون اعلان رائے بدلی ہے۔

۴۰۔ افسوس ب الف مفتوح و واو مجہول عربی ہے اور تاسف و متاسف و واسفہ اس سے مستخرج ہیں۔ اس کے معنی صرف دریغ ہیں، یہ قاطع کی اشاعت (۱) میں نکلا۔ ص ۱۰۶ فعلول کے وزن پر جو عربی الفاظ ہیں وہ ایک دو کو چھوڑ کر سب کے سب مفہوم الاول ہیں اور وہ ایک دو فارسی میں مستعمل نہیں، لیکن فارسی میں جو الفاظ آتے ہیں ان میں سے بکثرت مفتوح الاول تلفظ میں آتے ہیں۔ افسوس اگر عربی ہوتا تو

مفہوم الاول ہوتا۔ یہ عربی ہوتا تو اسم جامد ہوتا۔ اس سے کسی دوسرے لفظ کے استخراج ہونے کے کیا معنی؟ تاسف کا مادہ اسف ہے اور تاسف تاسف کا اسم فاعل و اسفہ میں بھی اسف ہے۔ لیکن یہ ایک سے زیادہ کلمات سے مرکب ہے۔ کسی ایک سے اس کا استخراج کیا۔ مزید یہ کہ عربی میں واؤ مجہول نہیں۔ ان میں سے ہر ایک غلطی اتنی فاحش ہے کہ اس کے ارتکاب کے بعد اس کا حق باقی نہیں رہتا کہ عربی زبان کے متعلق غالب کے کسی قول کا کچھ بھی وزن ہو سکے۔ سخت لے دے ہوئی تو لطائف میں اس کا اقرار کیا کہ عربی نہیں اور اسف کے مشتقات کو افسوس کے مشتقات لکھا ہے۔ ص ۲۰۶۔

لیکن اس سلسلے میں اپنی اور کسی غلطی کا اعتراف نہیں کیا، اور معنی کے متعلق اپنی باقی راستے پر قائم ہے (رجوع ببحث فسوس) اپنی غلطی کی اہمیت گھٹانے کے لیے انھوں نے بڑا اہتمام کیا، اپنی عمر زیادہ کر کے دکھائی (۷۰ برس) ہر چند کہ تحریر قاطع کے وقت وہ ۶۰ برس سے کچھ ہی زیادہ تھے اور کتاب عجلت میں نہیں بلکہ بار بار رد و بدل کے بعد شائع ہوتی تھی، اپنی غلطی کو اسہو طبیعت کہا، اس کے قصور فہم ہونے سے انکار کیا اور اسہو طبیعت کو ماہرین فن کے نزدیک قابل درگزر بتایا۔ انھوں نے اسی پر قناعت نہ کی، تفتازانی و صاحب متن کیدالی و سعدی و جامی (جامی کی طرف جو شعر منسوب کیا ہے ”بروایں دام آشیانہ“ وہ دراصل حافظ کا ہے، اور غلطی سے قطعاً میرا) کے اصلی یا فرضی اغلاط کا ذکر کیا اور یہ لکھا کہ جس طرح یہ اصحاب مورد اعتراض نہیں ہو سکتے، غالب پر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لطائف ص ۵-۶، ۲۰۶۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ افسوس کی عربیت کے متعلق قاطع کی عبارت قاطع ۱ میں بجنہ رہنے دی اور بے بے پروایانہ انداز میں لکھا ”افسوس، اگر عربی نباشد، گو مباحش“

ص ۲۰۶ -

۴۱ - ہوس بواؤ مجہول بہان میں ہے، اعتراض غالب یہ کہہ اور واؤ دونوں مفتوح ہیں۔ قاطع ص ۱۴۴۔ سند میں ابن یمن کا شعر پیش ہوا تو اشاعت ۲ میں لکھا: ”یہ مطلع نہیں فرد ہے مطلع کو بھی فرد کہہ سکتے ہیں۔ اصطلاحات سے واقفیت ہوتی تو

تو یہ کہتے کہ بیت غیر مصرع ہے، یعنی یہ کہ ایک ہی مصرع میں قافیہ آیا ہے، ایک قطعے کی جس کے قوافی قوس و فردوس ہیں، بیت زیر بحث:

رزم برازم رکذا، افیاء رکن ہست مارا بخود ہزاراں ہوس

لفظ مستعملہ ابن مبین، ہوس بفتح ہا و سکون واو ہے۔ لطافت ۲۳۰ میں لکھا کہ ابن کا قطعہ سہ بیٹی نظر سے گزرا ہے مگر اس وقت یاد نہیں۔ اس میں ہوس، بفتح ہا و سکون واو ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ بیت ایک غزل میں آئی ہے جو دیوان قطعات رباعیات وغیرہ طبران میں نہیں، لیکن کتاب خانہ خدابخش پٹنہ کے نسخہ کلیات، ۱۳۰ میں غزل کے دیگر ابیات کے ساتھ ہے:

از بہت تا ستاندہ داد بوس	اے دریا کہ عمر شر بفوس
گشت آراستہ چور و تے عروس	ساقیا گلشن از نسیم ہزار
ہمچو روئے عقیق و نمون خروس	درد چکن ز خلق بطخونی
ہست مارا بخود ہزار افسوس	رزم بر بزم اختصار ممکن
نغمہ چنگ را بنغمہ کوس	ہرگز ابن مبین عوض نمکند

غالب نے کلیات دیکھا ہوتا تو یہ کہتے کہ ہوس کسی شکل میں شعر زیر بحث میں آیا ہی نہیں، اس لیے ہوس پورا و مجہول کی کوئی سند نہیں، لیکن لڑائی جیتنی تھی اور محنت کی طرف طبیعت مائل نہ تھی، ایک فرضی قطعے کا حوالہ دے دیا۔

۴۲ - برہان میں آرننداک کی کئی شکلیں ہیں اور آرننداک کی بھی غالب کا قول ہے قطع نظر از تنگ عدم تحقیق، عذرا یہ خطا کہ در شرح دو لغت... بہشت فصل آوردہ، و یک ورق ضائع کردہ است، چہ خواہد بود؟ قاطع ص ۲۱ - برہان میں باب گفتار ہے اور فصل بیان، بہشت کی شرح کو فصل قرار دینا غلط ہے۔ مؤید میں یہ دکھایا گیا تھا مگر تیغ میں اعتراض واپس نہیں لیا گیا۔ ایک ورق کی بات بھی بے اصل ہے۔ نسخہ حکیم عبدالجبار (قاطع ۲، میں اسی کا حوالہ) میں عموماً ایک ورق میں ۴۴ سطور ہیں اور ان لغات نے صرف ۱۳ سطریں لی ہیں۔ آرننداک (حرث ثانی) جو بقول

غالب برہان میں ہے، اس میں نہیں۔

۴۳۔ غالب معترض ہیں کہ برہان نے 'سرائیاں' کے معنی خواندگی و گویندگی لکھے ہیں، قاطع ص ۹۰۔ برہان نے "خواندگی و گویندگی و نغمہ سرائی کناں یعنی خواندگی کناں و گویندگی کناں و نغمہ سرائی کناں لکھا ہے۔

۴۴۔ تیسری "عربی نثر اداں فارسی زبانان" برہان میں ہے غالب نے زبانان کی جگہ "داناں" کہا ہے اور اس پر اعتراض کیا ہے۔ ص ۶۵۔

۴۵۔ ماہوچی چشمہ خضر پر غالب معترض ہیں، قاطع ص ۱۲۰۔ مگر برہان میں ماہی و چشمہ خضر ہے۔

۴۶۔ غالب معترض ہیں کہ برہان نے آذرم کے متعلق یہ مہمل بات لکھی ہے کہ "اچھے راگویند کہ نند زین آں دو نیم باشد" قاطع ص ۱۰۷، مگر اس میں "زین اچھے

۴۷۔ اعتراض ہے کہ برہان میں ناطور ہی بمعنی مزارع ہے، قاطع ص ۱۲۸، مگر اس میں یہ عبارت ہے:

"کشت بان راگویند کہ زراعت نگاہ دارند باشد"

۴۸۔ آذر بوزن مادر در برہان "چادر را گذاشتن و مادر را آوردن بے حیائی ست" قاطع ص ۱۲۰۔

۴۹۔ بزغیم غالب ایک نوع کی دو غلطیاں برہان سے سرزد ہوئیں، اسی طرح کی ایک تیسری غلطی کا ذکر کر کے لکھتے ہیں "ایں خطائے سوم است و مثل ہندی مشہور اینجا صاوت" قاطع ص ۳۷۔ مثل مشہور وہ جو تیسری خطا مادر بظاہر نے سے متعلق ہے مثل نہیں لکھی، مگر اشارہ صریح ہے۔

۵۰۔ انباشتن و انباشت برہان میں ہیں، انباشتہ نہیں، ارشاد ہے کہ "دریں بحث علم مفعولیت نیقراشت"۔ قاطع ص ۳۸۔

۵۱۔ "پاچاہیہ بول و غلط" (برہان) پہنچ کس نمی بیند کہ از دہان ایں مرد چہ فرومی ریزد" قاطع ص ۵۳۔

۵۲۔ "لو طیان ایران میں رسم ہے کہ چند بد معاش جمع ہو کر ایک امر کو کچھ دے کر باغ یا کسی مکان میں لے جاتے ہیں اور نوبت نوبت اس سے اعلان کرتے ہیں۔ اس جماعت میں سے ایک شخص اس امر کا سر پکڑے رہتا ہے۔ مولوی جی (مصنف موبد) لوگوں کی منتیں کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ آؤ اور دکنی کا سر پکڑو۔ تینہ ۲۶۸۔

باب دوم

۱۔ افسوس کے عربی نہ ہونے سے متعلق غالب کے اعتراف کا ذکر باب اول میں ہے غم میں بحث افسوس و فوسوس ص ۴۴۲ تا ۴۵۲ میں ہے۔ غالب آخر آخر تک اس پر مصر ہے کہ افسوس بمعنی حسرت و حیف و مرادت دریغ ہے۔ اور استہزا سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ پہلوی میں صرف استہزا اور مماثل معنی کے لیے آتا تھا۔ فارسی میں نئے معانی پیدا ہوئے اور لفظ پرانے اور نئے دونوں معانی میں استعمال ہوتا رہا۔ اردو کا معاملہ جدا گانہ ہے، اس میں صرف وہی معنی ہیں جو غالب کہتے ہیں۔ منجملہ اسناد غم:

(ز) "آں قوم بروے خندید و افسوس کردند" ترجمہ تاریخ طبری از بلخی ص ۴۱

(ب) بخندید و آنگہ با فوسوس گفت کہ ترکان زایمان نیابند جفت

شاہ نامہ جدا، ص ۱۸۹

(ج) بروعدہ ہر کس مگر افسوس کند بس و افسوس کند و وعدہ خسرو بگر بر

دیوان عنصری، ص ۶۵

(د) و گر کنم طلب نیم بوسہ صد افسوس ز حقہ دہش چوں شکر فروریزد

حافظ

۲۔ آہست کوئی لفظ نہیں (خطوط ۱۸۱) منجملہ اسناد غم "حاملہ چوں مریم آہست

نیمست" (دیوان رومی ص ۱۸۶)

۳۔ ابنوزن بمعنی اصل کائنات و آفرینش "برہان میں ہے، غالب کی قطعی رائے ہے کہ

ان معانی میں فارسی نہیں، عربی ہو، تو ہو۔ (قاطع ص ۲۹)

فرنگ اسدی میں بمعنی انبوسش بسند بشعر و دکی :

”بودت در خاک باشد یافتی همچنان کز خاک بودا نبودنت“

۴۔ الفنجیدین (حرف ۳ ن)، مصدر مضارع الفنجیتین، الفنجی مضارع الفنجیتین (ک ن ص ۲)

مؤید میں اعتراض ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے، غالب نے نہ اپنی غلطی کا اقرار کیا، نہ کوئی ثبوت پیش کیا۔

۵۔ انتقام گرفتن صائب اگرچہ اصفہانی نثر اذ تھا، مگر واد شاہ جہان آباد تھا۔ انتقام کشیدن

انتقام گرفتن دونوں بول گیا (عجوبہ) یہ واضح نہیں کہ غالب دونوں میں کسے ہندی

روزمرے کا ترجمہ سمجھتے تھے، لیکن انتقام کشیدن فارسی میں مقابلہ بہت زیادہ آتا ہے۔

اور اردو میں انتقام لینا مستعمل ہے، یہ متیقن ہے کہ اُن کی مراد انتقام گرفتن ہی سے

ہے۔ لطف یہ کہ خود کلیات نظم غالب ہیں ہے :

از خضر انتقام سکندر گرفتہ ایم ص ۲۰۳

منجملہ اسناد

۱۔ ”انتقام راہ رامی باید از صحر اگر گرفت“ دیوان فرخ شوستری ورق ۴۰

ب۔ ”پرا انتقام ہاز فلک میتوان گرفت“ دیوان جلال اسیر ص ۱۷۹

ج۔ ”انتقام ترا دار غش را میگیرم“ رموز حمزہ ص ۶

د۔ قمر نوروز و شب زعد و انتقام گیرد، دیوان قانی ص ۵۸

۵۔ انتقام خون پاک از مغان خواہم گرفت“ وحید دستگردی، مجلہ ارمنان جلد ۴ ص ۱۸

۶۔ غالب ابنیان کو جو مصنوعی لفظ ترجمہ یا دساتیر میں ہے، اصل فارسی سمجھتے تھے۔

۷۔ یہی حال خواستی کا ہے۔

۸۔ ”اہمہ = الف نفی + ہمہ۔ غالب تقریباً سفرنگ دساتیر میں استعمال کیا ہے۔

۹۔ اوثرہ غالب کے نزدیک بمعنی ناپاک اور وثرہ بمعنی پاک ہے، مقدم الذکر کو بمعنی

پاک سمجھنا ایسا ہے کہ گلاب سے پشاپ مراد لیں۔ اسے لوگوں نے تسلیم نہ کیا، تو

”قاطع“ میں انھوں نے پیغمبرانہ شان سے ارشاد فرمایا:
 ”یاران! اگر تعصب و رزندہ بلا تشبیہی گویند پیر فتنِ قول .. برہان .. پرستیدن
 گوسالہ و انکار من بمنع ہارون از آں کردار ماند و آذر دہن قوم از من ہماں معاملہ ..
 بنی اسرائیل است با ہارون“

غالب کو اس قدر یقین اس لیے تھا کہ عباراتِ مضموب بہ ساسانِ پنجم میں یہ الفاظ ہیں:
 ”جوں او بزرگی دنا پازی آشکاری (نامہ یاسان، ص ۹۹)

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس سند کے ہوتے ہوئے انھوں نے اسے پیش کیوں
 نہیں کیا۔ اس سے قطع نظر، اوثرگی بمعنی ناپاک کی دساتیر معنی ہیں، ایران کی کسی
 قدیم و جدید زبان سے اس کا تعلق نہیں۔ اوثرہ مسلمانوں کی فرہنگوں میں تو ہے
 مگر فرصت شیرازی کے آثارِ عجم کے سوا کسی مسلمان کے یہاں اس کے استعمال کی مثال
 نہیں ملتی اور فرصت کے یہاں بمعنی پاک آیا ہے۔ اس امر کا کہ فارسی میں بمعنی ناپاک
 نہیں، خود ملا فیروز کوہ فرہنگ دساتیر میں اقرار ہے۔ منجملہ اسنادِ غم (ص ۴۰۰):

۱۔ ”دین اوثرک“ یا تکار زریہان

۲۔ ”اثرگ بگوہر“ زردشت کے لیے آئین نامہ نویسی

۳۔ درودائیز و تعالے بروان اوثرہ زراستت“ صدور ص ۲

۱۔ امیر نامیرندہ (قاطع ص ۱۶۸) اس کی سند طلب کی گئی تھی، جس کے پیش کرنے سے
 غالب قاصر رہے۔ میری نظر سے امیر بمعنی نامیرندہ قاطع کے علاوہ کہیں اور نہیں
 گزرا۔

۱۱۔ الفہجتن غالب کے نزدیک بضمہ فاء ہے (قاطع ص ۳)، فرہنگِ اسدی میں رودکی
 کے ۲ شعر ہیں، بیتِ مصرع ہے، جس کے قوافی بخت و لخت ہیں، شعر ۲ کا
 مصرع آخر یہ ہے:

ہر کہ بخورد و بداد از انک بلفخت

معیارِ جمالی کا یہ مصرع بھی فتحہ ناپہر مشعر ہے: ”بعدل و داید نام نیک الفخت“

قوافی لخت وغیرہ ص ۱۳

۱۲۔ غالب کو آگیندین و آگیندہ کے وجود میں شبہ ہے (قاطع ص ۲۵) منجملہ اسناد غ م، ص ۴۰۲ :-

(۱) "آگیندہ خم سفال بود" ہفت پیکر ص ۶،

(۲) "آن را تو بنان در آگیندہ" جام جم، اوسطی ص ۱۸،

۱۳۔ "اشباع و ہند" (قاطع ص ۱۳۹) اس پر اعتراض ہوا تھا۔ غالب نے سکوت اختیار کیا۔ 'دادن' کے ساتھ 'اشباع' کہیں اور میں نے نہیں دیکھا، 'کردن' کے ساتھ آتا ہے۔ غ م، ص ۴۰۲

۱۴۔ آہنگاہ بمعنی آہگیر برہان میں ہے، غالب طالب سند ہیں (قاطع ص ۱۳) منجملہ اسناد غ م، ص ۴۰۲۔ "پائمال آرزو چوں آہنگاہ لشکر است" دیوان کلیم

۱۵۔ "آلفتہ" غلطیت مستور نہ در عبارات مسطور و نہ برز باہنا مشہور" (قاطع) اگر واقعی ایسا ہوتا تو اردو میں الفتا اس سے نہ پیدا ہوتا۔ منجملہ اسناد غ م، ص ۴۱؛ (۱) تراحدث فلک آلفتہ باشد۔ معیار ص ۱۱۶

(۲) کوئی الفنگاں را یار د مونس " دیوان فوقی ورق ۲۸

(۳) مستفیض این روان آلفتہ " دیوان قافی ص ۳۷۲

۱۶۔ "خاص افتاد میں دیکھو کہ نہ افتندہ مستقل ہے .. نہ افتا .. افتان صیغہ اسم فاعل کہاں سے آگیا۔ افتان کو ہم اسم فاعل جب مانتے کہ انت و نیست بمعنی امر اہل زبان کی نظم و نثر میں آیا ہوتا۔ اصل مادۃ افتاں جو انت ہے، موجود ہی نہیں، افتان کہاں سے بمعنی فاعل نکل آیا، مگر باں گرنے کی حالت جس پر طاری ہو، وہ افتان ہے از روئے حالت نہ بحسب فعل" (مکتوب غالب بنام ضیاء الدین، جس کا عکس غالب نمبر علی گڑھ میگزین میں شائع ہوا تھا، 'انت' موجود نہیں تو افتان خواہ اس کی حیثیت کچھ ہی کیوں نہ ہو، آ کہاں سے گیا؟ غالب لکھتے وقت غور نہیں کرتے کہ عبارت کا مطلب کیا لکھا ہے، اس سے قطع نظر، افتندہ و انت دونوں کی اسناد

موجود ہیں۔ منجملہ اسناد غم، ص ۴۱۷ :

(۱) افتدہ و خیزندہ بود دولت مادام "قطران" مانوذا از کتاب سعید نفیسی متعلق رودکی
جلد ۲ ص ۶۹۸

(۲) "میفث از بہر گندم درنگ و دو" خمسہ خسرو، ورق ۵۲

(۳) "غردہ خون بخاک باش میفث" کلیات جامی ص ۵۸۴

(۴) "درہ ادانت و خیزاں میروم" دیوان سعید نفیسی، ورق ۲۰۵

۱۷۔ آرا غالب کی رائے میں حاصل مصدر نہیں، اس کی سند میں نزاری کا یہ شعر پیش ہوا
تھا:

نمی باید برافروندن اگر مشاطہ فطرت جمالی را بنیائی نگاری کہ دو آرائی
غالب با وجود اس کے کہ تیغ تیسرے میں اس سے انکار کر چکے تھے کہ آرائی ربیائے
مجهول، آرائش کی جگہ آسکتا ہے۔ اسی کتاب میں اُسے قطعاً نر موش کر کے
ارشاد کرتے ہیں:

"مولوی جی (احمد علی، احمد مصنف مزید برہان) ... فرماتے ہیں کہ آرا بمعنی آرائش
نزاری نے لکھا ہے، اور فقیر عرض کرتا ہے کہ میں تو گستاخی نہیں کر سکتا مگر خدا
سے میرا زور نہیں چلتا کہ وہ فرماتا ہے: "لعنت اللہ علی الکاذبین"
(کذا)۔ نزاری نے ... آرا ... نہیں ... آرائی لکھا ہے۔"

احمد نے شمشیر تیز تر و تیغ تیز میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ قصیدہ نزاری کے دوسرے
قوافی رائے، جاتے وغیرہ ہیں۔ ختم بیانی مجہول (ص ۵)، قصیدہ مذکور میری نظر
سے نہیں گزرا اور احمد نے اس کے وہ اشعار جو اس کے دعویٰ کا ثبوت ہو سکتے تھے
پیش نہیں کیے۔ یقین کامل ہے کہ غالب نے بھی یہ قصیدہ نہیں دیکھا، اس لیے
وہ کسی طرح لعنت بھیجنے کا حق نہیں رکھتے۔ میں خود احمد کی تصدیق یا تکذیب نہیں
کر سکتا۔ اس سے قطع نظر شعر ذیل سے جو تذکرہ اودھدی وغیرہ میں بنام رودکی
لیکن سعید نفیسی مرحوم کو اس میں شک ہے کہ واقعی رودکی کا ہے، آرا کا حاصل

مصدر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ رو کی کانہ ہو جب بھی :
 ندھے فزودہ جمال تو زیب و آوارا شکستہ سنبل زلف تو مشک سارا
 شاہنامہ جلد ۳ ص ۶۲ کے شعر ذیل میں بھی میری رائے میں آرائے آرائش آیا ہے۔
 بدست چپ خولش بر جانی کرد
 زرستم ہی مجلس آرائی کرد

اس کی مثال بہت ملتی ہے کہ امر و حاصل مصدر ایک ہوں (رجوع بہ غم ص ۴۱۹)
 ۱۸۔ الفقدن والفغده غالب کے نزدیک وجود خارجی نہیں رکھتے (قاطع ص ۳۷)
 منجملہ اسناد غم ص ۴۲۱:

- (۱) "بیلغند باید کنوں چارہ نیست" بوشکور، مائوذ از فرہنگ اسدی
 - (۲) "کہ نیز آنچہ الفغدی از جاہ اوست" گرشاسب نامہ اسدی ص ۶۸
 - (۳) "دریں ایام الفقدن شراب و مال و درمانہا" ص ۲۱
- ۱۹۔ استر برہان میں بفتح الف و تا ہے۔ مگر صحیح بضم ہر دو (قاطع ص ۳۴) فتحۃ
 الف کا ثبوت شعر سے نہیں دیا جاسکتا، اس لیے کہ حرکت الف داخل قافیہ نہیں
 لیکن شعر ذیل میں است اس کا مخفف مفتوح الالف آیا ہے، فرہنگ جہانگیری
 میں بنام حسینی بعض دوسری کتابوں میں بنام طیان مرغزی :
 آن خیس حرا مزادہ چواست بچو خرخر خسری کند چوست
 اغگر، اختر اثر دروغیرہ کا قافیہ سیکڑوں جگہ آیا ہے اور بے خوف تر دید کہا جاسکتا
 ہے کہ کسی ایک جگہ بھی مفتوح الالف نہیں نظم ہوا۔ غالب نے اپنے دعوے کے ثبوت
 میں اس کے سوا کچھ نہیں کہا کہ اس کا مخفف ترسو بوزن پُر در ہے اور ستور مزید
 علیہ (اس کے بعد قطعہ سعدی، ایک قافیہ ستور، دوسرا گور) (قاطع ص ۳۴)
 منجملہ اسناد غم ص ۴۳۶:

- (۱) "بجائے موکب گوہر نہاد ہر استر دیوان عنصری ص ۶۰
- (۲) "بسبک داشتن پائے با صپداستر" دیوان فرخی ص ۱۸۰

(۳) "توازگو ہر بھی مانی باستر" ویس وراہین ص ۱۳۱
 ۲۰۔ "آواز گشتن" یا آواز گشتن بمعنی شہرت شہرت ندارد، نہ من شنیدہ ام نہ کس
 شنیدہ باشد" قاطع ۱ میں یہی تھا، محرق قاطع برہان میں فخر گر گانی کا شعر
 ذیل جو اس نے فرہنگ جہانگیری سے لیا تھا، دیکھا تو قاطع ۲ میں لکھا:
 اگر گشتہ آید کہ فخر گر گانی میسر باید۔

اگر نوید زیں در باز گردم بزشتی در جہاں آواز گردم
 گویم این نادراست، و بر ناد حکم نتوان کرد... کلامی کہ ہیں یکجا نہ کور باشد، و آن
 نیز خلافت عقیدہ جمہور باشد، نہ میرفتن آن کدام دستور باشد، نہ در معاصرین
 فخر ازین ترکیب نشان و نہ آنان را کہ بعد از وی در فن سخن کوس انا ولا غیر
 بلند آوازہ ساختہ اند این کلمہ غریب بر زبان (قاطع ص ۷۷)۔

یہ ویس وراہین فخر گر گانی میں ایک اور جگہ آیا ہے:
 گئے گشتی ہم اکنوں باز گردم بہل تا در جہاں آواز گردم
 صاحب موید برہان کا خیال ہے کہ خاقانی کے اشعار ذیل (تحفۃ العرین ص ۷)
 میں جو "آواز شدہ" ہے (اسے "آواز گشت" سمجھنا چاہیے)
 وہ بمعنی مشہور شدہ ہے، موید ص ۷۸:

چترش فلک المحيط خوانند تختش بجل عرش دانند
 آوازہ شد اندرین کہن فرش کالسلطنت استوی علی العرش
 آواز یا آوا، جو آواز ہی کی ایک شکل ہے، بجائے آوازہ مستعمل ہوا ہے: شنیدی
 بہ نام و آواز شان "شاہنامہ" ص ۵۲ "ہمانا شنیدی آواہی سام" ایضاً ص ۶۳۔
 غالب نے بے تکلف لکھ دیا ہے کہ آواز کا جس طرح ویس وراہین میں استعمال
 ہوا ہے خلافت عقیدہ جمہور ہے، مگر اس کی مطاق ضرورت متصور نہیں کی کہ کسی ایک
 شخص کا قول بھی اثبات دعویٰ کے لیے پیش کریں۔ "بلند آواز گشتن" کا مقابلہ
 کثیر الاستعمال ہونا اسے ثابت نہیں کرتا کہ آواز یا آواز گشتن صحیح نہیں (رجوع)۔

غ م ہں (۴۳۷)

۲۱۔ الف لام عربی کا غلط استعمال: ”مع الزاء الہوز“ (قاطع ص ۱۱۷) مؤید میں اعتراض ہوا ہے کہ الف لام غلط ہے۔ غالب نے اس کا جواب نہیں دیا۔

۲۲۔ الف لام عربی چاہیے مگر غالب کے یہاں نہیں: ”مع الواو عاطفہ“ (قاطع ص ۱۲۹) ”مع الواو عاطفہ“ چاہیے۔

۲۳۔ ”العلمۃ عافۃ“ شیونراتن نے دستور اشاعت اول کے سرورق میں باجائزت غالب لکھا تھا (خطوط غالب ص ۴۸۳) العلمۃ کوئی لفظ نہیں۔

۲۴۔ احد اللغین (تیس ص ۲۹۲) احدی اللغین چاہیے۔

۲۵۔ ”اصلاح بین الذاتین“ (دعویٰ ص ۱۶۳) نظم طباطبائی کا اعتراض ہے کہ ”اصلاح ذات البین“ چاہیے۔

۲۶۔ ”اجلہ بدیہات“ (ماثر غالب ص ۲۸ و ص ۶۸) اس سے قطع نظر کہ میں نے اس سلسلے میں کیا لکھا تھا، ”اجلا سی بدیہات“ چاہیے۔

۲۷۔ ”اغراب“ فارسی زبان اعراب کی نوٹڈی“ (مکتوب بنام ضیاء الدین) عبارت قاموس ۱، ص ۱۲۰: ”الغرب... موزت“ وہم سلطان الامصار اور عام ولا اعراب منہم سكان البادية، لا واحدہ غالب اعراب کو جمع عرب سمجھتے تھے، اور یہ غلط ہے۔

۲۸۔ استفہار (قاطع ص ۱۶۳) بجائے اعتذار یہ غلط ہے۔

۲۹۔ ”استفسار“ بجائے استفہار (ماثر غالب، ص ۱۳)

۳۰۔ اداس پنچ آہنگ کی فرست مفردات فارسی میں ہے مگر یہ ترکی یا مغلی ہے۔

۳۱۔ الدش مثل اداس ہے

۳۲۔ اردو دستور میں ہے اور یہ ترکی یا مغلی ہے، حالانکہ غالب نے التزام کرنا چاہا تھا کہ اسمائے خاص سے قطع نظر اس میں کوئی غیر فارسی لفظ نہ آنے پائے،

۳۳۔ ”آریش“ اور زبان پہلوی قدیم لغتیں... بمعنی تعظیم و تکریم، ”قاطع ص ۱۶۔ یہ لفظ بمعنی مذکور

ایران کی کسی زبان میں نہیں۔ میرا خیال ہے کہ متن و سائیر یا ترجمہ و تفسیر و سائیر میں بھی

نہیں۔ عجب نہیں اگر شہنامہ فردوسی ص ۴ ص ۱۳۸ کے مصرع ”بزرگی و ددیش پیش من است“ میں، ددیش کو آدیش سمجھ کر اسے ایک لغت بمعنی مذکور قرار دیا ہو۔

۳۴۔ اجنہ جمع جنین ہے، مگر غالب نے اُسے بطور جمع ”جن“ استعمال کیا ہے قاطع ص ۱۳۳۔ یہ اردو والوں کی بولی ہے۔ اور ممکن ہے ایران کی عوامی زبان میں بھی داخل ہو۔

۳۵۔ الف وصل ”سپید و شکم دو لغت جابد ہیں“ ان پر الف وصل لاتے ہیں، چاہو عکس یعنی شکم و اسپید کو لغت اصلی اور شکم و سپید کو مخفف کہو تیغ ص ۶۹، یعنی یہ کہ کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہ کہو یا وہ کہو، یہ بات بالکل غیر محققانہ ہے۔ ہر لفظ کی اصل کو دیکھنا پڑے گا، اور اس سے یہ معلوم ہوگا کہ الف اصلی ہے یا بعد کو بڑھا ہے۔

۱۔ بالفعل کی جگہ غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر میں یا الفعل (مکاتیب غالب)

۲۔ بالکل کی جگہ غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر میں بالکل (مکاتیب غالب)

۳۔ باللہ کی جگہ غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر میں باللہ (مکاتیب غالب)

۴۔ پیپیر ظاہر کسی نے غالب کو لکھا تھا کہ یہ لفظ جلال اسیر کے یہاں آیا ہے۔ وہ

اس کے متعلق اردو سے معنی کے ایک خط میں لکھتے ہیں:-

”تورانی بچہ ہائے ہندی نژاد کا تراشا ہوا ہے، جب اشعار اردو میں اپنے شاگردوں

کو باندھنے نہیں دیتا تو تم کو شعر فارسی میں کیونکر اجازت دوں گا؟ اسیر کا کلام مند

ہے، میری کیا مجال ہے کہ ان کے باندھے ہوئے لفظ کو منطکوں لیکن بہت تعجب ہے

کہ امیرزادہ ایران ایسا لفظ لکھے۔“

یہاں بحث اس پیپر کی ہے جو بطور مرکب مستعمل ہوا ہے اس طرح کا استعمال بھی نہیں

جیسے مرغوب القلوب کے اس شعر میں ہے:

اگر بے سپیر کاری پیش گیرد ہلاکت راز بہر خویش گیرد

نجلہ اسناد غم ص ۴۰۹ (ص ۱۴۹)

۱۔ مرکبیت اے کو دک بے پیر پیرت کو (ص ۱۴۹)

(دیوان طالب آملی)

- ب۔ اختلاط ماوا میں بے پیر برہم میشتود (دیوان صائب ص ۴۴۵)
- ج۔ دشمن جان جو انا نند میں بے پیر ہا (دیوان خالص)
- د۔ جہاں باب محمود بے پیر شد۔ (دیوان اشرف ورق ۶۴)
- ۴۔ آن نختیں پیرے پیر کلان شمشیر را اوجید و نگردن مدبر ار مغان
- ۵۔ ”بوسیدن بد و بد معنی“ عدم صراحت کے باوجود ظاہر ہے کہ دو معنی کیا ہیں، بوسیدن بابت عربی، فارسی میں صرت چومنے کے لیے آتا ہے۔ دوسرے معانی کے واسطے بابت فارسی ہے۔ اتفاق سے دونوں مصادر دیوان کمال خجندی مکتوبہ ۱۶۶۶ء جس کا کتاب عجب نہیں کہ ایرانی ہو، آگئے ہیں:

سالم بوسیدن پایش مراد دیدہ بود آن نشد بوسیدہ اما دیدہ بوسیدن گزنت

(ورق ۳۰)

دیوان کے ایک اور نسخے میں بھی جو مآۃ دہم کا ہے، اسی طرح ہے۔ زمانہ مال کے ایک ایرانی شاعر صبری کے ایک شعر میں جو ار مغان جلد ۱۲ میں ہے: بوسیدگان و بوسیدگان جمع ہو گیا ہے،

ہمہ استخوان ہائے بوسیدگان زسرتا بپا خاک بوسیدگان

(ص ۳۲۷)

یہ بات کہ بوسیدن و بوسیدن مختلف ہیں، صاحب غیاث اللغات تک کو معلوم ہے، وہ بوسیدہ معنی کہنہ و فرسودہ و قدس کو باب بابت عربی میں درج کر کے ناظرین کو متنبہ کرتے ہیں: دراصل بابت عربی است، و بابت عربی شہرت گرفتہ ”شرح الشعرا“ (رجوع بہ غم ص ۴۱۵)

۶۔ بوسید و بوسیدن از مختصرات برہان دق طبع ص ۵۳۔ برہان میں بیوس و بوسد ہے، بوسیدہ بابت نہیں، ہاں، بوسیدن بیوس بابت فارسی اور نابوساں ہیں اور ان سب کے اسناد ملتے ہیں۔ منجد اسناد غم ص ۴۲۰۔

۱۔ ”بیوس طبع و انتظار کہ دن بچیزی“ ”فرہنگ اسدی بحوالہ شعر غنصری۔

ب "ادل بہو سیدن" کتاب روزنی متعلق مصادر عربی

(ج) "مختی نابوسان" مرزبان نامہ ص ۲۶۵ - فردینی نے اس جگہ یا کسی اور جگہ اسی کتاب میں بحوالہ برہان نابوسان کے معنی "غیر متوقع" لکھے ہیں۔

۷۔ پر پروشان بمعنی است جو برہان میں ہے۔ غالب کے نزدیک جہیان اقصای ملک
بکن کی زبان ہے۔ دراصل "برساں" بمعنی است ہے مگر بے مضاف الیہ نہیں آتا۔
یعنی "برساں فلان نبی" بمعنی علی، سان، بمعنی طرز و اسلوب۔ یہ قاطعاً میں تھا، حرق
میں دقتی کی طرف شعر ذیل کا انتساب دیکھ کر زبان جہیان سے متعلق عبارت نکال
دی اور بغیر اس کے کہ حذف و اضافہ کا ذکر کریں، یہ عبارت بڑھادی:

"ضرورت وزن نظم لغت را صورت دیگر نمی تواند بخشید چنانکہ پاداش (پاداشت چاہیے)
و بالت ہمان پاداش و مآش است و تبدل سین... و سین با ہمدگر اصلیت محکم در
ضوابط ایران۔ لاجرم، بر پروشان ہماں برساں است باضافہ حرفے چند در وسط....
و تبدل سین... بشین" قاطع ص ۴۷، ۴۸، شعر دقتی "بکہ مصطفیٰ بردار بر پروشان
را" ایک لغت کی مختلف شکلیں نہ صرف فارسی میں ملتی ہیں بلکہ دوسری زبانوں میں
بھی، تصرّف شاعرانہ اس سے مختلف ہے۔ غالب کی رائے میں بر پروشان ضرورت
وزن نظم سے آیا ہے، فارسی زبان اس کی کوئی مثال نہیں پیش کر سکتی کہ شاعر نے کسی
لفظ کے وسط میں ۳ حروف کا اضافہ کر دیا ہو۔ شعر دقتی فرہنگ اسدی میں ہے اور
لغت بر پروشان بمعنی است بھی۔ محققین ایران کا خیال ہے کہ یہ دراصل 'بر پروشان'
(پہوی) ہے اور یہ ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ معیار جمالی کی رو سے مرتب کی بھی یہی
رائے ہے۔ واضح رہے کہ بر پروشان اس کتاب میں بھی مولف کے شعر میں بمعنی
است نظم ہوا ہے (غام ص ۴۲۵)

۸۔ "برساں بمعنی است آمد" ایا لے مضاف الیہ نیارند یعنی برساں فلان نبی، و آن خود
پیدا است کہ بمعنی علی و سان بمعنی طرز و اسلوب است" قاطع ص ۴۸۔ برساں فرہنگوں
میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کوئی مستقل لغت نہیں کہ فرہنگوں میں جگہ پائے غالب

کو اس پر اعتراض کرنا تھا۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں: شیفۃ برسان غالب شعر میگوید:۔
عجب نہیں اگر فرنگوں میں شمول منو چہری کے شعر ذیل (نسخہ کا زمسکی) یا ایسے ہی کسی
دوسرے شعر کی وجہ سے ہوا ہو۔

۹۔ در کسی گوید کہ در گیتی کسی برسان دوست گریہ پیغمبری باشد بود یا نہ درای
ہائے زائد مصادر کے ساتھ: نوشتن مصدر بافرانش ہائے موحده از ائمہ فن کلام کہ روا
داشتہ است؟ (قاطع ص ۴۴) مگر اس سے قبل بیچ آہنگ ہیں ان کے قلم سے
یہ عبارت نکل چکی تھی:

”استعمال ہر صیغہ از ماضی و مضارع و امر با آوردن بای زائدہ در اول آں رواست،
لیکن مصدر از بی حکم مستثنیٰ است و آوردن بای زائدہ در اول مصدر جز بضرورت شعر
روایت“

انھوں نے خود بھی ہائے زائدہ مصدر کے ساتھ باد مخالف میں استعمال کی ہے ”خیرہ
بگذاشتن بد اوریم“ بہار نے اپنی کتاب متعلق اسلوب ہائے نشر فارسی میں لکھا ہے:
”بای تاکید کہ آں را صاحبان فرنگ بای زینیت نامیدہ اند، و بعضی از فضلہ بای زائدہ
نام دادہ اند، و ما آں را بای تاکید و انیم... در دورہ اول گاہ بر تمام صیغ جز اسم فاعل و اسم
مصدر (یعنی حاصل مصدر) داخل می شدہ است مثالی آن بگردن، بکند، نکند، بکن“
بکن“ ص ۳۳۲

غ م ص ۴۲۸ - ۴۲۹ - میں بلغمی در اوندی و بلخی کی کتابوں اور
کشف المحجوب، حد در بندہش، نفحات الانس، قابوسنامہ وغیرہ سے اس کی مثالیں
دی گئی ہیں کہ بای زائدہ مصدر کے ساتھ نشر میں آتی ہے۔ غ م میں یہ بھی بتایا گیا
ہے کہ روزنی، لستی، بہتی کی کتابوں میں جو عربی مصادر سے متعلق ہیں بہت کثرت
کے ساتھ مصادر بیای زائدہ ہیں۔

۱۰۔ غالب بخش کو بمعنی برج تسلیم نہیں کرتے (قاطع ص ۴۴) منجملہ اسناد غ م ص ۴۴:
۱) آفتاب آید ز بخشش زمی برہ دوست گیتی سبز گرد و دیکیرہ (رودکی)

(۲) جو پیدا شد آن چادر عاصیگون خور از بخش دو یک برآمد بدون

(شاهنامہ)

یہ دونوں فرہنگ سروری (ایرانی فرہنگ نگار) میں ہیں اور صاحب فرہنگ خود
بمعنی برج لکھتا ہے۔

(۳) "زیر بن طارم دوازده بخش" جام جم ص ۵۰

۱۱۔ بزرگ غالب کے نزدیک بمعنی مزارع غلط ہے (قانع ص ۴۸) منجملہ اسناد غم
ص ۴۷۸

(۱) بزرگبری گشت بہ راستان بکر دار فرزانہ باستان
(بزرگ نامہ از ملحقات شاہنامہ)

(۲) جو بزرگبران گشت میساختند "شاهنامہ

(۳) جو بگری ہم بزرگبران ... مرزبان نامہ ص ۲۹۶

فرہنگ شیرازی سپروصال (یہ غم میں نہیں) "چنان بزرگبریوں مفضل" (جمع الفصول ص ۳۸۵)
۱۲۔ بسم "مختار فقہائے اہل اسلام نیست بغیت باستانی ... چنانکہ خرد خرد گواہست
کہ وضع لفظ بسم پیش از ظهور حلوۃ بسم اللہ است۔ لاجرم پارسیان از عمد کیو مرث
تا عصر نزد جود چون اسم ذبح و گفتن بسم اللہ نبود، چناندار خستہ و گلو بریدہ راجبہ
میگفتہ باشند؛ اگر گویند بسم لفظ مستحدث است گویم مسلم، لیکن ... لفظ آفرینندگان را
ہرگز این وجہ تسمیہ در ضمیر نگذشتہ باشد" (قانع ص ۵)

بسم بمعنی خستہ برہان میں نہیں، یہ اضافہ غالب ہے اور یہ معنی کہیں اور نظر نہیں آتے۔
غائب کے پہلے قطعیست کے ساتھ اس کا انکار کیا تھا کہ بسم نیا لفظ ہے، لیکن اس کے
معا بعد اس کے مستحدث ہونے کا اقرار کیا تھا، صاحب مزید نے اس پر لکھا تھا کہ اقرار
ہے تو بنیانات نخستین کو کتاب سے محو کیوں نہیں کر دیا کہ تناقض نہ ہو، ص ۱۵۔
غالب نے تیغ تیریں اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ قدامت بسم کی یہ دلیل سخت کمزور
ہے کہ لفظ کی شکل قدامت کی شاہد ہے، عمد کیو مرث کی زبان کا ذکر لا حاصل ہے اس

لیے کہ وہ اساطیری شخص ہے۔ غالب نے کسی جگہ یہ نہیں بتایا کہ بسمل کا بسم اللہ الخ سے کچھ سروکار نہیں، تو اس کی اصل کیا ہے، اور ایک جگہ دستنبو میں اسے استعمال کیا ہے۔ ”اے نو بہار چون تن بسمل بخون....“ ص ۱۲ جو اس پر مشعر ہے کہ اُن کے نزدیک لفظ فارسی ہے۔ اس کی بحث غم ص ۵۰۰ تا ۵۰۴ میں دیکھی جاتی ہے۔ یہاں صرف فرہنگ اسدی کی یہ عبارت نقل کی جاتی ہے:

”بسمل یعنی کشتہ و گویند بسمل کن یعنی بکش، و این لفظ تازی است“

بسمل عربی ہے تو ظاہر ہے کہ بسم اللہ سے اس کا تعلق ہے۔

۱۳۔ باختربہرہاں میں بمعنی مغرب و مشرق برود، غالب لکھتے ہیں:

”باخترا از اصداد شمردن... علت غائی وضع لفظ را کہ حصول علم و یقین است از میان برد“ و اعتراض صاحب مرید کہ برد کی جگہ بردن چاہیے، غالب نے محرق میں باختربمعنی مغرب کے اسناد دیکھے تو جواب دیا: تین شعر میں باختربمعنی مغرب ہے، معاصرین محمود کی یہ روش بھی۔ سنائی، ناصر، خسرو، خاقانی، انوری وغیرہ اور اُن کے بعد رومی و سعدی، نظامی وغیرہ کے یہاں یہ ڈھنگ نہیں۔

ساں انچم کے یہاں بمعنی مغرب ہے۔ فارسی جدید کا آغاز ہوا تو دو تین صاحبوں نے فاور و باختر کو مخلوط کر دیا مگر چند دنوں کے بعد یہ بدعت اٹھ گئی اور معنی حقیقی میں مستعمل ہونے لگا۔ قول دکنی مردود ہے۔ لطائف۔ یہ تسلیم بھی کر لیا جاتے کہ عہد محمود کے بعد سے باختربمعنی مشرق مستعمل نہیں ہوا جب بھی بحیثیت فرہنگ نگار برہان کا فرض تھا کہ دونوں معانی کا ذکر کرتا، ہاں اگر اُس کے نزدیک یہ متحقق تھا کہ اُس کے عہد میں بمعنی مشرق مطلقاً مستعمل نہیں تو یہ لکھ دینا تھا۔ مگر برہان تاطع میں اس قسم کی تفصیلات عموماً نہیں۔ یہ اعتراض کہ یہ لفظ بمعنی مشرق و مغرب مستعمل ہوا، دراصل فارسی زبان پر ہے جس میں ایسے الفاظ جو معانی متضادہ کے حامل ہوں موجود ہیں اور یہی حال عربی کا ہے۔ فرہنگ نگار کا فرض زبان کی اصلاح نہیں۔

وہ تین اشعار جن کا ذکر آیا ہے ان میں سے ایک سکندر نامہ نظامی میں ہے۔ اگر غالب کے تحقیق کی زحمت گوارا کی ہوتی تو ہرگز یہ نہ کہتے کہ نظامی معنی مشرق نہیں لاتا:

چو خورشید سر بزرگ از باختر سیا ہی بخاور فرد و بر دسر
غم ص ۵۰۵ تا ۵۰۹ میں باختر و خاور کی بحث ہے اس میں باختر معنی مشرق کے جو اسناد ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) چو خورشید بر کشیدی بخاور فرد سوئے باختر رفتی آن ژرف رود

چو از باختر باز بر تافتی سوئے خاور آن آب بشتافتی

گر شایب نامہ ۳۰۷ - اس مثنوی میں ہر جگہ باختر = مشرق

(۲) شعر از رقی بحوالہ مجمع الفصحا، جلد ۱، ص ۱۴۳

(۳) شعر شمالی دہستانی

(۴) فخر کن یاد کردن شروان کہ مہا بات خور یا ختر است

دیوان غازی ص ۲۳۶

(۵) بس کافابیح تو طالع شود ز من گردوں تمی خطاب کند باختر مرا

و مال

۱۴۔ برہان میں بشکونہ = شکونہ ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ اسم پر بائے زائدہ دیر انگی ہے

فردوسی کے یہاں جو "بہنگام بشکونہ گلستان" ہے یہ کاتبوں کی غلطی ہے دراصل

اشکونہ یا صافہ الف زائد متضاد قاطع ص ۵۱) شایبہ میں یہ ایک جگہ اور آیا ہے۔

اور کل مشہورہ اور خطی نسخوں میں جویریہ نظر سے گزرے ہیں شکونہ یا لبشکونہ ہے۔

اور غالب بھی یہ نہیں کہتے کہ کسی نسخے میں اشکونہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ پارسی میں شکونک

ہے۔ واو پہلوی فارسی میں بکثرت ب سے بدل جاتا ہے جیسے و بیمار و بیمار

اور کات آخر پہلوی کی جگہ بائے مختفی معمول فارسی میں آتی ہے جیسے کندک و کندہ

فارسی میں و شکونک بشکونہ ہو گیا۔ دیوان منوچہری میں یہ تو نہیں مگر اس کا مخفف

بشکفہ آیا ہے۔ ”برشاخ نار بشکفہ سرخ شاخ ناز“

۱۔ پیدائش پر موبد میں اعتراض ہوا تھا، تیغ میں اس کا جواب یہ ہے: ”آخر حاصل مصدر بنانے کے لیے یہ دو ہی حرف موضوع ہیں، یا آخر میں شین یا تھانی؟“
 موافق مولوی جی کے اجتہاد کے سیکڑوں لفظ متروک و مطرود ہو جائیں گے۔ ہم کہتے ہیں کہ.. پیدائش.. کو.. پیدائی، بھی کہہ سکتے ہیں۔ مگر آرائش و آسائش و کامش و ریش کے آگے بے ترکیب شین کی جگہ یا تے حطی نہیں لا سکتے اور یہ مقدمہ نہ دلائل کا محتاج ہے نہ نظائر کا جائزہ۔ ص ۲۶۹۔ مگر اس کے باوجود کہ غالب کے نزدیک ثبوت کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ انھوں نے پیدائش کے وجود کی تصدیق شیفہ اور حالی وغیرہ سے کرائی۔ یہاں بحث حاصل بالمصدر کے بنانے کے مختلف طریقوں سے نہیں، سوال یہ ہے کہ پیدائش جامد سے پیدائی تو پیدا ہو سکتا ہے، پیدائش کس طرح وجود میں آ سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مصدر پیدائیدن ہو، اگر یہ خلاف قاعدہ لیکن صحیح ہے تو شیفہ وغیرہ کی جگہ ایرانوں کی سند دینی تھی۔ یہ تو صریحاً اقرار شکست ہے۔ وہ چاہتے تو عبارت ”سود ب ساسان نجم سند میں پیش کر سکتے تھے: پیدائش را کنار نباشد“ دساتیر ۱۳۔ صاحب دساتیر کے یہاں اس نوع کے اختراعات بہت ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے ابو الفضل کا تتبع کیا ہے جس کے یہاں پیدائش ملتا ہے۔ اس سے پیشتر کی سند خواہ ہندی خواہ ایرانی میرے علم میں نہیں، بعد کے اہل قلم کے یہاں یہ لفظ موجود ہے اور ایران حاضر میں مستعمل ہے۔ اسناد: ”نژاد مرا جائے پیدائش است“ عارت کی معاصر صاحب میخانہ، میخانہ ص ۴۲۲۔ مقصود تر پیدائش (اس جگہ پیدائی بھی ہو سکتا ہے) ایں کون و مکان چیست“ دیوان مخفی ص ۴۰۔ احمد نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس کی بنا پر کوئی لفظ باستان پیدائش و زیباائش متروک ہو سکے۔ غالب نے اس عبارت ”مگر آرائش.. لا سکتے“ پر غور نہیں کیا۔ عجیب مطلب نکلتا ہے۔

۲۔ پارسی الاصل (قاطع ص ۶۷) فارسی الاصل چاہیے۔

۳۔ پرچم مغلی یا ترکی ہے، مگر دستنبو میں ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ غالب اسے فارسی سمجھتے ہیں۔

۴۔ پرشاد، فارسی قدیم اور ہندی دونوں میں ”ترجمہ تبرک“ قاطع ص ۱۶۹، میرے علم میں یہ نہیں کہ پارسی قدیم میں یہ لفظ ہے اور اس کے یہ معنی ہیں۔
۱۔ ”تومان .. ترکیست .. تومان نو لیسند و قمن خواتند .. و قمن در ترکی بیست را گویند“ (قاطع ص ۶۳، ۶۴) قزوینی نے مقدمہ جہانگشاہی جوینی میں بحوالہ قاموس عدن لکھا ہے: ”تومان تبرکی بمعنی عدد دہ ہزار است“ انھیں نے تسلیمۃ الاخوان، مصنفہ جوینی سے یہ عبارت نقل کی ہے ”شش صد تومان را کہ شش ہزار ہزار وینار باشد“ کسی ترکی لغت میں یہ لفظ مل سکتا ہے۔
۲۔ ترخان پنج آہنگ کی فہرست مفردات فارسی میں ہے، مگر یہ ترکی یا مغلی لفظ ہے۔

۳۔ تمغا، دستنبو میں آیا ہے، مگر یہ ترکی یا مغلی ہے۔
۴۔ تیمور کا مغلی تلفظ تمر ہے اور اس بنا پر غالب نے اپنے ایک شاگرد کے مصرع:

رشک کھانے لگے مرقد میں امیر تیمور

کو نظری کر دیا ہے (مکاتیب غالب)

اصل چیز رواج ہے اور اردو میں تمر کہنے یا بولنے والا غالب سے قطع نظر شاید ہی کوئی ہو۔ فارسی میں دونوں طرح مستعمل ہے ”رسانید بر خود تیمور تیغ“ قدسی پر قود و دمان تیموری دیوان اثرن۔

۵۔ ”در خطیہ حقیقت یک لفظ“ قاطع ص ۵۳، تخطیہ غلطی کرنا نہیں، کسی کی غلطی کی گرفت کرنا ہے۔

۶۔ ”تقریظ، عبارتے را تقریظ نام منند کہ کتاب را بدان انجام دہند۔ آنچہ من بنشتہ ام تقریظ است نہ دیا چہ“ (پنج آہنگ) غالب نے قاطع کے آخر میں جو

عبارات کہے ہیں، انہیں بھی تقریباً کہہ ہے۔ تقریباً کا مدار ہرگز اس پر نہیں کہ وہ اول کتاب میں ہے یا آخر میں۔

۷۔ تلمی کے معنی غالب کے جا ہی تہائے میں رقاط ص ۳۳، موید میں اس پر اعتراض ہو کہ اس کے معنی انگریزی میں، جا ہی نہیں۔ غالب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔
۸۔ ترہات بروزن اُمّات برہان میں لغت عربی ہے، غالب کہتے ہیں، پناہ بخدا، ترہات لغت فارسیست، مرکب از ترہ و آت کہ لغتیت یعنی مثل مانند از ترہ پورہ گندنا و امثال این ہا را گویند کہ بطریق تغنی خوردند، لاجرم کلمات نشاط انگیز را ترہات گویند، یعنی جز انبساط خاطر مدعاے دیگر در ضمن آن نیست“ (ق) غالب نے اس پر اعتراض نہیں کیا کہ برہان میں ترہات بالغنم کیوں ہے، حالانکہ ترہ جو ان کے نزدیک اس کا ایک جزو ہے بالاتفاق مفتوح الٹا ہے۔ ترہ کی ہفتی ہے۔ اگر ترہات کا یہ ایک جزو ہوتا، تو ہ تلفظ میں نہ آتی۔ خود غالب نے بھی قادیانہ میں کہا ہے: سیر لسن، ترہ مولیٰ، ترہ ساگ، آت ہرگز فارسی میں نہ مانند نہیں۔ ترہ بقول اُصمعی ترہتہ الطریق الصغار تنشعب عن الطریق الاعظم ثم لعود الیہ جمرة صحاح جوہری میں قول اُصمعی کے بعد یہ لکھا ہے ”ترہتہ فارسی معرب ثم استعربی ابابطل“ صحاح اور تعریب کی بحث خ م ص ۴۹۵ میں دیکھی جائے، جس میں سان العز تاج العروس، قاموس، المزہر، فقه اللغة تعالیٰ کے حوالے ہیں۔

میر خیال ہے کہ اس کا معرب ہونا ثابت نہیں، اور مان بھی لیا جائے کہ اصلاً فارسی ہے، تو یہ خبر نہیں کہ فارسی میں کس طرح تھا۔ غالب کا دعویٰ صریحاً بے بنیاد ہے۔ فارسی میں خرافات و مہملات شطیبات مشائخ وغیرہ کے لیے مستعمل ہے کلمات نشاط انگیز کہیں سے ثابت نہیں، یہ دوسری بات ہے کہ بعض مہملات نشاط طبع کا سبب ہو سکتے ہیں۔ منجد اسادخ م: اکاذیب و ترہات، مرزبان نامہ ص ۶۲۔ این ترہات از اجملاست دہائے جواب قرآن از میلہ، ہفت آئیم مطبوعہ ص ۵۴۔ دنیا و آخرت بر او ترہات بود۔ دیوان احوالی ورق ۱۸۴۔

۹۔ نہم کی بحث غم ص ۴۹۱ تا ۴۹۲ میں ہے۔ غالب کے نزدیک اصلاً بفتح تین ہے۔
 سکون ہا اگر آیا ہے تو بضرورت شعری۔ غالب کا قول ہے کہ یہ پارسی قدیم میں بمعنی فلک
 نہم ہے۔ نہم کی جو اصلی شکل ہے وہ نہم ہے اور یہ سکونِ خاص ہے 'و' جو اس کا بدل ہے
 ساکن ہونی چاہیے۔ فارسی میں نہم سکون ہا و فتح ہا دونوں طرح ملتا ہے۔ غالب
 کے پاس یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں کہ سکون ہا بضرورت شعری ہے۔ فلک نہم کے
 متعلق ان کا قول ظاہر افرنگ۔ دساتیر پہ مبنی ہے، مگر عبارات منسوب بہ ساسان عجم
 میں نہم اس طرح آیا ہے: 'سراسر جہاں یک کس است' 'تسخن دار داز ہمت نہا و آن را نہم
 گویند' ظاہر ہے کہ یہ فلک نہم نہیں ہو سکتا۔

۱۰۔ 'تسخیر مستعملہ' غالب پر محرق میں اعتراض تھا، لطافت میں جواب یہ ہے کہ یہ باب تفضل
 سے ہے، جو شاذ ہے، بحوالہ منشعب۔ مگر اس کتاب میں ہے:

ان هذا الباب شاذ من قبيل الغلط على تو هلم الميم اصلاً ص ۱۵۱
 مصادر عربی سے متعلق جو وزن، بیہقی اور لستی کی کتابیں ہیں، ان میں مصدر کے اس
 وزن کا ذکر نہیں، مگر بعض مصادر تسکین، تہذیب وغیرہ عربی میں ہیں جو مسکین اور مذہب
 سے بترتیب بنے ہیں۔ تسخیر عربی میں مطلقاً نہیں آیا۔ فارسی میں اس کے استعمال کی قدیم
 ترین مثال طبقات ناصری میں ملتی ہے، جو سائیس صدی ہجری کی تصنیف ہے 'برمن
 تسخیر میکنید' دوسری مثالوں کے لیے رجوع بہ غم ص ۴۶۰

۱۱۔ 'تان نشستید رویا ہی من' 'من چناں تان چنین دریغ دریغ' ہر دو بار مخالفت
 'از غم کہ دوں بنایا' 'توید میں اس پر اعتراض ہے کہ لفظ صحیح، لیکن محل استعمال
 غلط ہے، تیغ میں اس کا جواب نہیں۔

۱۲۔ 'تھوڑا، گھوڑا... یہ دونوں ترکیبیں' تیغ ص ۲۸۶۔ ترکیب کے لیے کم از کم دو
 لفظ ضروری ہیں۔

۱۔ جرگہ دستبویں ہے، مگر یہ ترکیب یا مغلی ہے۔

۲۔ جلو کا بھی وہی حال ہے جو جرگہ کا ہے

۳۔ جمع عربی، باضافہ علامت جمع فارسی: آمالہا یہ کھلی شہرت ہے... اغلاط میں۔
 سند کیوں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں؟.. فقیر گوارا نہیں رکھنے کا جمع الجمع کو اور برا نہ کیجے گا
 حضرت صاحب کو "خطوط غالب ص ۷۷، ایرانی بکثرت اسے روار کھتے ہیں تو غالب
 کی ناپسندیدگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ جن مجموعوں کے ساتھ علامت
 جمع کی ایرانی سند نہیں ملتی ان پر اضافہ نا جائز قرار پائے گا۔ مصرع آمالہا صاحب کے یہاں
 ہے۔ غم ص ۴۹۷-۴۹۸ میں بلعمی، سنائی، عنصری، فرخی، منوچہری، رومی
 ناصر خسرو، خاقانی، رومی، عطار، بہار اللہ، جمال الدین اصفہانی، جامی، ناصر الدین
 تاجار وغیرہ کے اسناد ہیں۔

۴۔ جامک = جام + ک ظہوری وغیرہ کے یہاں نہیں، اس کی جگہ ساغر میا ہے (مکتوب
 اردو بنام قدر) غم ص ۵۱۷ تا ۵۲۲ میں دکھایا گیا ہے کہ کس کثرت کے ساتھ
 ہر عمد کے ایرانی الفاظ کے آخر میں کاف زائد کا اضافہ کرتے ہیں۔ جامک بھی کلیات
 طغراورق ۲۷۶ میں موجود ہے:

جامک در دست و مینا در بغل مستکی در کار خود ہنشیار کی

۱۔ چین چین گردیدہ، کا مضحکہ اڑایا ہے قاطع ص ۴۷، اسناد: قتادہ زلف
 چین چین تابا پائش تندویوان واعظ قزوینی سے مرید ص ۱۲۶ میں منقول تاقانی
 کی ۳ سندیں غم، میں ایک یہ: چین چین قتادہ کیسوش از فرق تا قدم دیوان ص"
 "روی چین چین .. بروی ہم افتادہ، رموز حمزہ ص ۱۰۲۹۹ اس میں دو جگہ اور، وصال،
 مازندرانی، سامانی پسر تاقانی کے اسناد بھی غم، میں ہیں، ص ۴۰۵

۲۔ خاور آجکل بمعنی مشرق پہلے بمعنی مشرق و مغرب ہر دو مستعمل تھا، غالب اس پر مصرحتے کہ صرف
 مشرق کے لیے ہے۔ بعد کو جب مغرب کی سند مخالفین نے پیش کی تو یہ کہنے لگے
 کہ بہت تھوڑے دن کے لیے بمعنی مغرب آیا تھا، مگر جلد ہی صرف اصل معنی میں مستعمل ہونے
 لگا۔ غم، میں اس کی بحث بھی باختر کے ساتھ ہے۔ اسناد از انجملہ شعرا مشعرا معاصر
 غالب ہے جو مجمع الفصحا جلد ۲ ص ۱۳۷ میں ہے۔

آں می کہ چون ز مشرق ساغر کند طلوع از شرمش آفتاب گریبان بخاورد است
 ۳- خم خم پر بھی غالب کا اعتراض قاطع دال میں تھا، مگر طبع ۱۲ میں مخدوم ہے مگر یہ اقرار
 نہیں کہ اعتراض غلط تھا۔ خم خم، چین چین، شکن شکن سرزلفش، دیوانی قافیہ ص ۸،
 دیگر اسناد مخم ص ۲۰۵ - ۲۰۶

۴- خم و خم نظم و نثر فارسی میں غالب نے نہیں دیکھا، کہتے ہیں کہ جو اپنے پیشواؤں سے
 نہ شاہو اس کو کیونکر صحیح مانوں؟ "دارد دے سلی" خم و خم و خم و خم دونوں فارسی
 میں ملتے ہیں: فرہنگ رشیدی میں تحت چام ظاہر سامانی کی عبارت نقل ہوئی ہے:
 "بواسطہ حرکت دوری گویا خم و خم دارد ہر چند فلک تازہ ناید خم و خم را دیوان طغرا: ورق ۱۳۰،
 زمانہ حال کے ایک ایرانی شاعر کا شعر ارمغان جلد ۱۲ ص ۱۵۱ میں ہے: "پہناں کینم با خم و خم
 عیب خویش را" رجوع بہ خم ص ۲۰۶،

۵- غالب نے قاطع میں چین چین کے ساتھ خم خم پر بھی اعتراض کیا تھا، لیکن اشاعت ۲ سے
 وہ عبارت جو خم خم سے متعلق ہے، اس پر اعتراض کے بغیر کہ اعتراض صحیح نہ تھا، نکال
 دی ہے: سند زلف خم خم رسیدہ تا بکر دیوان قافیہ ص ۱۰۸ - دیگر اسناد مخم ص ۲۰۵، ۲۰۶ -
 ۶- خمیازہ صرٹ انگڑائی ہے، جہاں نہیں، قاطع ص ۳۳، مگر برائے ہر دو خم ص ۳۹۹،
 سند قفانی و عرفی، موخر الذکر کے ۱۲ اشعار میں سے ایک یہ:
 "..... لیم را دشمن خمیازہ گردان"

(دیوان ص ۵۱)

۱- دستان بر بان میں بفتح دال، غالب کے نزدیک بضم دال مرکب از دشت: زشت و
 نجس، والف نون حالیہ قاطع ص ۱۰۰ - دشت بمعنی نجس نہیں، دستان بالفتح اوستائی
 دشت بفتح دال سے نکلا ہے۔

۲- دالان لغت ہندی ہے، قاطع ص ۷۰ - غالب کے سوا کسی نے اسے ہندی نہیں لکھا،
 منجملہ اسناد مخم ص ۲۶۶، "در پشت دالان رنگی بہت" اور مدہوش نمودہ روز جزو
 ص ۱۵۵ -

دالان لا ابد رنبر درہ پہنچ سو گمر بردی بجادۃ الادرا آریا

دیوان قیاض، ورق ۱۔

۳۔ دوسیدن "اگر غلط نہ کنم مصدر آفریدہ صاحب برہان است، تادریکلام سخنوران یا فرہنگ دیگران از نظر نگذر دباور نتوان کرد" قاطع ص ۸۲۔ دوسیدن کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں، کچھ غم ص ۴۵۲، ۴۵۳ میں ہیں، انہاں جملہ شعر جام جم مصنفہ اودھی:

آب گندیدہ خاک پوشیدہ در تو چون نفس و روح دوسیدہ
(ص ۷۹)

۴۔ دانشگر لفظ غریب ہے، خدا کے سوا کسی پر اس کا اطلاق روا نہیں، قاطع ص ۷۹۔ کبھی 'گر' وارندہ و صاحب کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے 'توانگر' جسے غالب انترانا تو نگر لکھتے ہیں، دانش گر = وارندہ یا صاحب دانش، فرہنگ جہانگیری میں طیان مرغزی کا شعر اس کی سند میں موجود ہے غم ص ۸۸۔

۱۔ دال تارسی۔ فارسی میں دوحرف متحرک المخرج یکا قریب المخرج نہیں، سن ہے، ت و ص نہیں، ت ہے ط نہیں، الف ہے عین نہیں، بکہ غ و ق نہیں۔ ز ہے ت و ض و ظ و ذ کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اور دوحرف متحرک المخرج کا ہونا کیونکر روا ہو سکتا ہے؟ ویران پارس کا قاعدہ تھا کہ دال کے سر پر نقطہ دیا کرتے تھے، متاخرین کو گمان ہوا کہ ذ ہے۔ اس طرح د معدوم ہوا جاتا تھا، لہذا اکا بر عرب نے دال و ذال میں تفرقے کے لیے قاعدہ بنایا۔ یہ بات میں نے عبد الصمد سے سنی تھی (قاطع ص ۱۵) قریب المخرج حروف کے وجود سے انکار بدیہیات کا انکاب ہے۔ اکا بر عرب کو قاعدے سے کیا سروکار، یہ بات غالب کے سوا کسی نے لکھی بھی نہیں۔ یہ لکھ کر کہ دال و ذال میں تفرقے کے لیے قاعدہ بنا، غالب نے خود ہی اپنے دعویٰ کی جڑ کاٹ دی، ذال ہی نہیں تو صرف یہ کہنا کافی ہوتا کہ فارسی میں کوئی نہیں آتا۔ غالب نے جو دال کے سر پر نقطہ دیا جانا لکھا ہے، اس کی تفسیق کسی عہد کے مخطوطات سے نہیں ہوتی، ترجمان میں دال کے نیچے البتہ نقطہ آتا ہے۔ اس کتاب میں جس کا عکس چھپا ہے، ذال فارسی کے سر پر انترانا نقطہ ملتا ہے۔

راقم کا مقالہ ”غالب و ذال فارسی“ مجلہ آجکل دہلی میں شائع ہو چکا ہے، جس میں اسناد موجود ہیں۔ ایک سند جو اس میں درج نہیں حافظ شیرازی کی ہے، جس نے ایک مادہ تاریخ میں جو دیوان مرتبہ قزوینی و عبدالغنی میں ہے ”امید“ کا ۵۵ء لیا ہے۔ اگر یہ بدل مملہ ہوتا تو صرت ۵۹ لیا جاسکتا تھا۔

۱۔ رشتا و رشتاں کے مضموم الٹا ہونے کو غالب قبول نہیں کرتے (قاطع ص ۸۷) اسناد غم ص ۴۹۳ میں ہیں، ازاں مجلہ سند تاریخ گزیدہ نسخہ نوشتہ ایران۔

۲۔ روشنائی بمعنی مداد، متفرقات غالب کے ایک خط میں آیا ہے ”امروز.. فرصت نامہ و سالی و انصاف کا غد و روشنائی و مہلت انشا آرائی بخود یانتہ ام“ ص ۴۷۔ یہ لفظ معنی مکرر میں اردو والے استعمال کرتے ہیں۔ اور بعض ہندی فارسی دانوں کے یہاں بھی ملتا ہے۔ کسی ایرانی کی نظم و نثر میں مداد کے لیے نہیں آیا۔

۳۔ زیبائش بجائے زیبائی پر موبد میں اعتراض ہے، غالب نے تیغ میں اس کا جواب دیا ہے۔ لیکن محض فضول، اس کی اور پیدائش کی بحث یک جا ہے، زیبائش کی کوئی ایرانی سند موجود نہیں۔

۴۔ زہر کشیدن۔ تفتہ غالب کے عزیز تلامذہ میں تھے اور وہ اُن کی تربیت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ ایک خط میں انھیں لکھتے ہیں: یہ نکات سوائے تمھارے میں کسی کو نہیں بتاتا دخطوط غالب ص ۲۲۔ ظاہر تفتہ نے ”سم در کشیدہ ایم“ نظم کیا تھا۔ غالب کے اعتراض پر تفتہ نے شرف قزوینی کا مصرع ”پیما نہ ملے زہر تم در کشیدہ ایم“ سند میں پیش کیا تھا، غالب اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور انھوں نے تفتہ کو لکھا: ”در کشیدن کو ربط پیما نہ کے ساتھ ہے یا زہر کے ساتھ؟ اگر زہر در کشیدن جائز ہوتا تو وہ سم کے قافیے کو کیوں چھوڑتا؟... کیا زہر پانی ہے؟ اگر بشل زہر پانی ہوتا تو روا تھا۔ شرف زہر کیا در شہد بلکہ پیما نہ زہر در کشیدہ۔ خیر رہنے دو ہند میں اسے کون سمجھے گا؟“ واضح رہے کہ یہاں بحث ”کشیدن و در کشیدن“ کی نہیں ہے۔ اور محض کشیدن کے ساتھ زہر یا سم ہو تو یہ سند کافی ہے، غم ص ۳۹۷ میں متعدد اسناد ہیں،

ایک جہاں میں نہیں ہے، یہ ہے:

در کشیدم نہ ہر این پیمانہ خوش

(دیوان نظیری ۱۸۸)

۱۔ شاد (ماضی)، مخفف تاند ہے۔ غالب اس سے منکر ہیں۔ قاطع ص ۸۸۔ غم میں اسناد

رومی و نقی کمرہ و حبیب اللہ خاتانی۔ اس کی ایک شکل ستیدن ایک زمانے میں کثیرا استعمال

تھی۔ غم میں اسناد دیوان مسعود سعد سلمان و نفحات الانس۔

۲۔ سندن، ستادن و ستاندن کی ایک شکل ہے۔ غالب کے نزدیک 'س' و 'ت' مفہوم

قاطع۔ باتفاق فرہنگ نگاران 'س' مکسور اور 'ت' مفتوح ہے اور تاریخ گزیدہ

ص ۷۷ میں انھیں حرکات کے ساتھ ہے۔ ظاہر ہے کہ کسرۃ سین کی شد شعر سے نہیں

دی جا سکتی۔ منجملہ اسناد غم ص ۴۱۳:

'یکے دستخطی پاید ستند کہ سر باز گرداند از راہ بد'

شابنامہ ۲۔ ص ۲۷۵

۳۔ ستر مخفف استرس و ت ہر دو مفہوم قاطع ص ۳۶۶۔ قطعہ پور لہای جابی سے جو

فرہنگ سروری میں ہے، فتح ثابت ہے، ظاہر ہے کہ حرکت 'س' کی شد شعر سے

نہیں دی جا سکتی۔ سروری ستر کو مفتوح 'سین' لکھتا ہے، غم ص ۴۳۷ (رجوع

یہ بحث استر)

۴۔ ستور بضم تیں مزید علیہ، ستر مخفف استر، شد میں قطعہ ذیل سعدی:

آن شنیدستی کہ وقتی تا جبرے در بیا بانی بفتاد از ستور

گفت چشم تنگ دنیا دار را یا تناعت پر کند یا خاک گور

قاطع ص ۳۲۔ اس قلعے سے ہرگز ثابت نہیں کہ ستور ستر کا مزید علیہ ہے اور ستانی

زبان میں ستور (س ساکن) ت، مفتوح، ہمزہ بضمہ کوتاہ، مفتوح، چار پایان

بزرگ مثل شتر و استرو اسپ و گاد و خر کے لیے آتا ہے (بشتیا ص ۳۷۲)۔ یہ فارسی

میں ستور اور استور ہو گیا، مقدم الذکر زیادہ اور موخر الذکر کم مستعمل ہے۔ شعر ذیل غفری

سے ثابت ہے کہ خرد و اسب پر ستور کا اطلاق ہو سکتا ہے، دوسرے چار پایوں سے
اس شعر میں بحث نہیں:

اگر بجنس ستوری کی بُود خرد اسب باسب تازی ہرگز چکونہ ماند خضر

(دیوان ص ۶۱)

فردوسی کے شعر ذیل سے جو داستان رستم و سہر اسب میں ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے
کہ ستور سے مراد استر نہیں۔ اس لیے کہ استر کے بچہ نہ ہونا مسلمات شعر سے ہے۔
بھی بچہ ظ باز داند ستور چہ ماہی بدریا چہ دردشت گور

(ص ۲۰۱)

بزر و نامہ (شال طمحات شاہنامہ میں اس کے اشعار) کے شعر ذیل میں استور سے
رخش رستم کی طرٹ اشارہ ہے، رخس کا ذکر اس سے قبل آچکا ہے:
بدگفت کاین مایہ جنگ و سور چہ تازی بریں دشت ہرزہ ستور
یہ ہرگز ستر کا مزید علیہ نہیں، غم ص ۲۳۔

۵۔ سرشار، غالب کے نزدیک شارب کو نہیں کہہ سکتے۔ (عود، غم ص ۲۲۱-۲۲۲)
میں دکھایا گیا ہے کہ یہ لفظ فارسی میں کس کس طرح آتا ہے۔ کلیات حزین کی یہ سند
ملاحظہ ہو: "زین ساغر مردانگن سرشار نباید شد" ص ۲۰۱۔ ممانہ حال کے ناول 'ہما'
میں ہے۔ "حسین علی خان از جام نشاط سرشار بود" ص ۱۶۸ اور بہت سی مثالیں جن
سے دعویٰ غالب کی تردید ہوتی ہے۔

۶۔ سدا ب عربی الاصل ہے (اردو کے معنی ص ۲، ۳) جہزۃ العرب جزء ص ۲۵۰ میں
ہے کہ سدا ب معرب ہے۔ سیوطی کی المنزہر میں بھی یہ قول بدون اظہار اختلاف
نقل ہوا ہے۔

۷۔ سر تراش صفت جلاد ہے، نہ صفت حمام، عبارات "بلنا" میں ایک دو جگہ بمعنی تو تراش
منا ہے اور اس میں 'غرا بت' تمام ہے۔ قاطع ص ۲۹۔ یہ فارسی میں کثیر الاستعمال ہے۔
بلعی سے لے کر غارت تک کے اسناد غم ص ۲۸۰-۲۸۱ میں موجود ہیں "حضرت وصال

پناہ۔۔۔ سر مبارک تراشید، ترجمہ طبری از بلخی ص ۴۱۷۔

۸۔۔۔ سرخاریدن کے متعذر معانی برہان میں ہیں جن میں سے ایک معنی 'معاجز شدن در جواب خضم' نہیں، غالب کے نزدیک اس کے صرت یہ معنی ہیں "انسان در آن حالت کہ فرومانده باشد و بیچ کا، نتواند کرد، کار سے پیش گیرد" سند شعر عرفی غم، میں اسناد ص ۴۸۱ تا ۴۸۴ جن سے دعویٰ غالب کی تغلیط ہوتی ہے۔ ازاں جملہ:

پردستان بگو آنچه دیدی ز کار بگویش کہ از آمدن سرخار

شاہنامہ ص ۱۲۳۰

۹۔۔۔ ساچمہ مستعلیٰ غالب (دستنبو، مغل یا ترک کی ہے، فارسی نہیں۔

۱۰۔۔۔ سر پر بقول غالب ہندی و فارسی قدیم میں بمعنی جسم، قاطع ۱۷۱، فارسی نظم و نثر میں میری

نظر سے نہیں گزرا، حتیٰ کہ برہان میں بھی نہیں۔ یہ متن دساتیر میں البتہ ہے، جو خود غالب کے قول کے مطابق آسمانی زبان میں ہے، جو کہیں دنیا میں نہیں بولی جاتی۔

۱۱۔۔۔ مسپیذ غالب کے ہاں تحریروں میں بضم باء، لیکن صحیح بفتح باء ہے (غم ص ۴۰۳)

۱۲۔۔۔ صندوق یا سکی اسد الغالب (لطائف)، حرث ندایا، کے ساتھ صندوق، صیغہ واحد غائب غلط ہے۔

۱۔۔۔ فرید مضارع فرستادن و فریس امر پنج آہنگ میں ہے اور غالب نے فرید کو

برعایت قافیہ اور بدون رعایت قافیہ دونوں طرح استعمال کیا ہے اور یہ ہندوستانی فادس ہے

مویہ میں اعتراض ہوا تو جواب دیا: سنا، لیکن اگر برعایت قافیہ... منشی یا شاعر لکھ جائے تو ایسی

قباحت لازم نہیں آتی "تیس ۲۷۰۔ قباحت اس وقت تک رہے گی، جب تک

ایرانی دعوائے غالب کی تصدیق نہ کریں اور غالب نے مستعلات ہند کو نشانہ تعریف نہ بنایا

ہوتا۔ اگر فرید نوید کا قافیہ آسکتا ہے تو اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ فرید

صحیح مضارع، کا قافیہ فوستند آئے؟ اسی پر کیا موقوف ہے، جس لفظ کو برعایت

قافیہ جس طرح چاہیے استعمال کیجیے۔ نہ زیادہ مفصل بحث مع ۱ مثلاً غم ص ۳۹۵۔

۱۳۹۶ میں لکھے گئے۔

۲۔ غالب کو اصرار ہے کہ "فراز" بسترہ ہے، کشادہ کے لیے نہیں آتا اور بمعنی بسترہ کے استعمال کی دوسریں دیکر دجن میں سے ایک کشادہ بھی ہو سکتا ہے، مطمئن ہو جاتے ہیں کہ اثبات دعویٰ ہو گیا۔ قاطع ص ۱۰۲، ۱۰۳، غم ص ۲۶۶ تا ۲۷۱ میں اس کی طویل بحث دیکھی جاتے۔ اس جگہ محمد حاضر کے ایک ایرانی شاعر، رشید یاسمی کا ایک شعر پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں فراز کشادہ آیا ہے۔

بہ از بہشت ہماناز دوری معشوق بروئے عاشق باشد در جیم فراز

۳۔ فاژہ، زائے فارسی سے بالاتفاق ہے۔ غالب نے اُسے الترانازا سے عربی سے لکھا ہے، قاطع ۱ و ۲ میں اسی طرح لیکن قاطع برہان و رسائل متعلقہ میں ہزائے فارسی۔ معیار جمالی ص ۱۲۶ میں فاژہ۔ دوسرے اسناد کے لیے غم ص ۲۴ دیکھا جاتے۔

۴۔ فسوس بضم سین افسوس سے اصل و معنی میں بالکل مختلف ہے، یہ فارسی ہے اور معنی استنزاء قاطع ۱۰۶۔ یہ افسوس کا مخفف ہے اور ہم معنی۔ غم میں اس کی بحث افسوس کے ساتھ ہے۔ انوری: آسمان ہر ساعتے گوید کہ آو خ اے فسوس "باب الالباب" ص ۲۰۰۔ ہدایت "اے فسوسا عزیز چوں شد خوار" مجمع الفصحا ۲ ص ۵۰۵۔

۵۔ قرآن۔ کسی نے یہ مصرع "از خواندن قرآن تو قاری چہ فائدہ" خسرو کی طرف منسوب کیا ہے۔ جس غزل میں یہ مصرع ہے اس کی نسبت غالب نے لکھا کہ کسی گدھے کی ہے۔ عیاذاً باللہ۔ خسرو قرآن لکھیں (اردو سے معنی ص ۲۱۹) غالب جس نوع کے تصرفات شاعرانہ کے قائل ہیں اس کے مقابلے میں یہ کچھ نہیں۔ یہ فحول اساتذہ کے یہاں آیا ہے۔ غم ص ۵۰۴-۵۰۵ میں اسناد بیبی و فرخی و منوچہری و ابوالفرح رونی و قطران و ناصر خسرو و سنائی و داوری و پروصال و بند قائل "بہشت و قرآن خواند و بختیاند ہمہ سر"۔

۱۔ کیو مرث غالب کے نزدیکی کیو مرث ہے۔ معنی بزرگ شکوہ (مہر نیمروز) خدا جانے یہ معنی غالب کہاں سے لائے۔ اوستائی و پہلوی دونوں میں بکات فارسی

اس کی اوستائی شکل گنیہ مرتین ہے، گنیہ = جان، مرتن = مردنی (رخ م ص ۳۵۳)
 ۲۔ کرگدن - غالب کی رائے میں گگدن ہے۔ ہر دوکات فارسی قاطع (اضافہ ۲) ص ۱۱
 غالب کے سوا کسی نے ہر دوکات فارسی نہیں لکھا اور یہ غلط محض ہے، کتب
 مطبوعہ ایران جن میں دوکاتوں میں فرق کیا جاتا ہے، الزاماً بکات اول عربی و زنگ
 سروری میں یہ تحت کات غربی ذیل کرگ میں ہے (رخ م ص ۱۵۱۳)

۱۔ گرفت کو ایک گروہ بموجب اجتہاد مولف کشف اللغات بکسرۃ کات و راصح سمجھتا
 ہے اور شعر سعدی سے جس میں بہ قافیہ شگفت (متعجب) آیا ہے، استناد کرتا
 ہے۔ یہ اس سے بے خبر ہے کہ فردوسی اسے شاہنامہ میں سو جگہ قافیہ خفت اور
 ہزار جگہ قافیہ شگفت کا قافیہ لایا ہے۔ یہ ”تغایر حرکت ماقبل روی ہے، جو فردوسی و سعدی
 اور بعض متاخرین نے روا رکھا ہے، واصل‘ بفتح ہر دو حرکت ہے، شعر فردوسی
 جس میں گرفت قافیہ برفت شعر فانی جس میں رفت قافیہ گرفت۔ اگر کوئی شخص
 یہ کہے کہ شعر شگفت و گرفت کی طرح یہ بھی جواز اختلاف حرکت ماقبل روی کی کیا
 مثال ہے، تو وہ تحقیق سے بہرہ نہیں رکھتا اور مجھے اس سے بحث نہیں (قاطع
 ص ۱۶۷-۱۶۸) معیار جمالی میں گرفت ان الفاظ سے جن میں حرکت ماقبل فا
 مفتوح یا مضموم ہے، علیحدہ ہے، جس سے یہ ثابت ہے کہ یہ اس کے نزدیک
 مکسور الراء تھا۔ جامی اور ان کے معاصرین کے کلام میں را مکسور و مضموم، لیکن
 مفتوح نہیں۔ اس کے بعد سے صرف مکسور مستعمل ہے اور زبان حال یہی ہے
 گرفت و امتی و عذرا تے عنصری میں قافیہ گفت ربا مکسر، ارمغان جلد ۱۲۔
 معیار میں یہ لفظ شگفت کے ساتھ ہے، سروری نے اسے بکسرۃ کات و رکھا
 ہے۔ کشف اللغات کو کوئی مجتہد نہیں سمجھتا اور شعر سعدی موجود ہے تو اس
 کی رائے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

۲۔ مہ حرز، نفی نہیں، قاطع ص ۱۲۵ ”علامت نفی و دعای نفی متقدمان مانند فخر

گورجی... آوردہ اند۔ سنائی

”باچنین ظلم در ولایت تو مر تو و مر سپاہ وراثت تو“
 اسکندر نامہ و نشرہ زمانہ بہار کی رائے میں اواسط ماہ پنجم، مکرر آورده است
 (کتاب متعلق نثر فارسی) شاہنامہ خطی نسخہ رکھجوا میں یہ بکثرت آراں جملہ کہ مر تاج
 اادت مر انگشتی“ ورق ۳۹، کہ مر نام شاں باد و مر کام شان، ورق ۴۲ ۱۳۲ رجوع
 بہ غم ص ۲۷۴ - ۲۷۵

۳۔ مندل نوے از دہل بنیان ہندی (برہان، ہندی نہیں، فارسی الاصل ہے۔ ہندی
 میں بکھاوج۔ قاطع۔ ا سے بمعنی بکھاوج غالب کے سوا کسی نے فارسی نہیں
 کہا۔ شیکسپیر، فوربس، پلیٹس، فیلن وغیرہ اسے ہندی بتاتے ہیں۔ ظہوری کے
 ساقی نامے میں آیا ہے۔ مگر اس کے میاں متعدد ہندی الفاظ ہیں۔ ہندوستان
 کی قدیم ترین فارسی کتاب جس میں یہ ہے برہان کی تاریخ ہے ص ۲۱۶۔

۴۔ مایاں، ہند کے متصدیان عامی کی زبان ہے، سوالات عہد اکرم ص ۱۸۲۔
 مایاں، تزک جہانگیری میں ہے (مرتبہ سید احمد خاں ص ۸۹)
 ”آفتاب مایاں رامی سوزد“ (ترجمہ طبری ص ۱۶۸)

۵۔ ماتم دستنبو میں ہے، مگر یہ عربی ہے،
 ۶۔ معترض بفتحہ را بجائے معترض علیہ (مآثر غالب ص ۲۶)
 ۷۔ طیبہ مخفف مالیدہ قاطع ص ۵۲۔ اس پر اعتراض ہوا تھا۔ غالب خاموش رہے۔
 یہ خود غالب کا قول ہے کہ مخففات سماجی ہوتے ہیں۔ قاطع ص ۳۳۔ سند پیش کرنی
 تھی، ورنہ غلطی کا اعتراض کرنا تھا۔ طیبہ اردو والوں نے بنایا ہے۔

۸۔ ماریاں کس فرہنگ میں ہے؟ برہان اشعار سند اس لیے نہیں دیتا کہ لغات اپنے قیاس
 کے مطابق درج کرتا ہے، سند کہاں سے لائے؟ قاطع۔ فرہنگ جہانگیری میں مار =
 بیمار ہے اور ماریاں = بیمارستان اور شعر ذیل منسوب بہ جامی:

بروش از فقر چوں نگارستان بچو دیرانگاں بیمارستان

السامی فی اللامی میں بیمارستان بیمارستان ہے۔ ورق ۲۰۰ اور صراح میں اُسے

صراحتہ معرب بیمارستان لکھا ہے، فارسی میں مار = بیمار کی کوئی قابل قبول سند میرا
نظر سے نہیں گزری۔ عربی میں مارستان اور اس کی جمع مارستانات کے استعمال
کی مثال رحلت ابن جبیر دگب میوریل سیرنی، ص ۲۲۵ وغیرہ میں ملے گی۔ فارسی
کی ایک محبوب المصنف کتاب سیرت فیروز شاہی (کتب خانہ خدابخش) میں آیا ہے: دارشنا
و مارستان بیمارستان، ورق ۱۹۱-۱۹۲ مارستان کا ساں ہو جانا۔ فردوسی کہتا ہے۔

بے شارساں گشت بیمارساں بے پوشتاں نیرشد خارساں

مختارنامہ ص ۲۲۷ غم ص ۲۲۵-۲۲۶

- ۹- میا مار = مشمار، امار و مارحہ = حساب (برہان) اور داوارحہ ہے۔ امار و امارحہ اس
اس کا بدل ہو سکتا ہے۔ میا مار کہاں سے آگیا؟ اس کے لیے مصدر چاہیے اور
لفظ غیر منصرت ہے (قاطع) فرہنگ سروری میں میا مار = در حساب
میا ربند شعر سوزنی دیو دیوان میں ہے۔ میناں ہمہ افعال من و بیچ میا مار اس
میں آمار بمعنی استقصا و حساب وغیرہ بند فرہنگ نگار ایران حسین دہلوی بھی ہے۔
فرہنگ رشیدی میں امارہ لبند شعر لیبی۔ اصل امار و شمار ایک ہے (رجوع بہ غم)
۱۰- ماہی شور نام کے ازبغبران ہند برہان میں ہے۔ نعوذ باللہ یہ ہمیشہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ
سکرت میں ہمیشہ ہے (قاطع ص ۱۱۹) غالب اس کے شمول پر معترض ہو سکتے تھے لیکن
یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ اصلی شکل میں کیوں درج نہیں ہوا۔ تاریخ بناکتی میں ماہیشور کے
ازبغبران ہند ہے۔ ورق ۱۹۰ (غم ص ۲۹۵-۲۹۶)

- ۱۱- برہان مہرود میں سوخ شہان یا ہودار برائے حضرت موسیٰ ہے۔ غالب نے قاطع ۱ میں
اظہار حیرت کیا تھا کہ یہ کس طرح ہے اور التجا کی تھی کہ لوگ اس کی حقیقت بتائیں اور میں
زندہ نہ ہوں، تو حاشیہ قاطع میں لکھتے ہیں: شامک، میں خود ہی یہ اصرار کیا نہ کیا ہو۔
چوبدست شہانان ہے، برہان نے اسے یا ہو کر دیا۔ غالب نے فارسی دانان ہند پر
بہت جگہ اعتراض کیا ہے کہ یہ لوگ کاتب کی غلط نویسی کی وجہ سے مضحکہ خیز غلط فہمیوں
میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن اس سے آگاہی کے باوجود کہ حضرت موسیٰ کا عصا سے کیا تعلق

ہے۔ ان کے ذہن میں مدت و راز تک یہ بات نہ آئی کہ 'یا ہو' ماہو ہو سکتا ہے۔ یہ مان بھی لیا جائے کہ 'ماہو' معنی مذکور میں ہے۔ جب بھی فطنی تفہیم کے مسئلہ قاعدے کے مطابق اسے باہر پڑھنا تھا۔ فرہنگ اسدی میں شعر رو دکی... چوں گرد بماند ستم تنہا من و این با ہو بمعنی چوب سطر شبا ناں (خ م میں ص ۴۹۹ اس کے اور اسناد بھی) یہ الزام بھی بے اصل ہے کہ برہان میں یا ہو ہے۔ کتب خانہ خدائیش کے دو خطی نسخوں ۸۰۲ و ۸۰۳ ص ۸۰۳ 'یا ہو' لکھا ہوا ہے۔ ۱۲۔ نیز بیانے مفتوح مشدد غالب کے یہاں کئی جگہ بطور قافیہ آیا ہے، اور کسی جگہ اصل شکل میں جو کبھی یا تے مشدد بے نہیں آیا۔ (خ م ص ۵۲۶) یہ ان الفاظ میں نہیں، جن میں ایرانیوں کا تصرف ہوا ہے۔

۱۳۔ "اگر دھند فرہنگ بینم کہ پی بمعنی مصحت مجید است، باور سخا ہم داشت، قرآن... بزبان عربی نازل شد است، ہر آئینہ روا نباشد کہ آزاد در زبان درسی نامی بودہ باشد، ظہور... دین میں... در عہد خسرو پرویز است و سر آغاز زبان پارسی بدانت پارسیان با آفرینش نام توام است، و مورخین اسلام نیز از عصر کیومرث گیرند۔ وجود اسم پیش از شہود مسمیٰ چوں تواند بود؟ مگر گفتہ آید کہ پی پارسی... گفتار خدا را گویند آری پارسیان نیز دساتیر و زند (صحیح زند) داستان کلام الہی گویند لیکن آن را نامہ آسمانی و فرائین نواد نامند نہ پی۔ ہا ای ہمہ پندیر فقیم کہ کلام الہی را پی گویند... چنانکہ سوال را پی میر گفتند، قرآن را پی چرا گفتند؟ مگر گویند کہ اگر غالب نداند چہ زبان و اگر ساسان پنجم در ترجمہ دساتیر نیارذ چہ پاک، و اگر زبان زد خلق نباشد چہ غم، چوں و کنی بنشتہ است صحیح خواہد بود۔ گویم ای قول فیصل است و مارا محال گفتار نیست۔ راستی ایں است کہ ایں فارسی مستحدث است۔ فارسی مستحدث آنست کہ چوں عرب و عجم با ہم آمیخت اہل عجم مقاصد اہل عرب را در زبان خویش ناہا نہادند ہر مینہ متاخرین را باید کہ... بہ مستحدث بودن ایں الفاظ اشارت کنند، قاطع ۱۲۹، ۱۳۰۔ یہ تسلیم ہے کہ پی فارسی مستحدث ہے تو اس سے قبل جو کچھ لکھا تھا، محض فضول ہے۔ اعتراض صرف یہ رہا کہ برہان نے یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ پرانا نہیں، یا لفظ ہے۔ برہان کی جو عام روش ہے۔ اس کے پیش نظر، یہ اعتراض بیکار نہیں ہوتا۔ مستحدث کی تعریف

غلط ہے۔ خود غالب نے لکھا ہے ”در ہندی چھاگل.... چگل با فارسی مستحدث است یا مفرس“
 قاطع ص ۱۶۹ ”فرائین نواد“ دساتیر ہی زبان میں آسمانی زبان ہے، نامہ آسمانی نہیں۔
 نبی باپنی، ایرانی نظم و نثر میں بہت ملتا ہے اور سب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
 مراد قرآن سے ہے، غم ۲۵۹ میں اسناد شہید معاصر رودکی و کمال اصفہانی و
 رومی وغیرہ۔ بلعہ کی تاریخ میں بھی آیا ہے۔

۱۔ واؤ معدولہ ”ائمہ فن برین اتفاق دارند کہ ماقبل واؤ معدولہ مکسور نمی باشد“
 مگر در دو جا: یکے در لفظ خویش، دوم در لفظ خویشہ ”ر قاطع ۷۶“ مگر خود پر بوزن
 عید اشعار عمارہ و کسائی و از رقی و منوچہری و انوری وغیرہ میں آیا ہے۔

غم ص ۲۱۶، ۲۱۷

- ۱۔ مہربن و مستنویں آیا ہے مگر عربی ہے۔
- ۲۔ پشتن جو فتح یا سے ہے، غالب کے نزدیک دراصل پشتن ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ
 اس کی ایک شکل پوشتن بھی ہے، جس کا مصدر مضارعی پوزیدن ہے۔ انہیں
 اعتراض ہے کہ دبستان مذہب میں پشتن بیا ہی ہے مگر وہ مدعی ہیں کہ یہ غلط کاتب
 ہے۔ پشت، بیا و ستا کا ایک جز ہے۔ اور زردشتیوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔
 کہ یہ ’می‘ سے ہے، پوزیدن کا اس سے سروکار نہیں، غم ص
 ۳۔ بیغا و مستنویں ہے مگر مغلی یا ترکی ہے۔
- ۴۔ یام۔ و مستنویں ہے مگر یہ مغلی یا ترکی ہے۔

(سہ ماہی اردو: جنوری۔ مارچ ۱۹۷۰ء)

دساتیر

دساتیر طبع اول کے ترتیب و ناشر ملا فیروز لکھتے ہیں :-

کتاب مستطاب دساتیر یعنی حکام ربانی ... کہ درین بالا نقل و اجمل صحابہ و غیر ذہبن مرحوم ملا کاوش بمعادنیت ... صاحب
عائن شان ... مستزو کیم ارسکین صاحب جلیل المناقب بزبان انگریزی ترجمہ و در طبع خانہ بندر معمرہ بمبئی معروف بر کور پر مشہور و منتشر
میکردند ... زبان اصل صحیفہ مندرجہ اصلاً و قسماً مناسبت بزبان زند و پہلوی و درمی بلکہ بجمیع السنہ مشہورہ ... این زمان ندارد و در
عصر خسرو پر پیرو حضرت ساسان خیمہ این صحف را بزبان فرس در غایت سلاست و فصاحت و بلاغت ... ترجمہ فرمودہ و ہر چہ از
آیات بیانات کہ محتاج بزیاوت شرح و بسط است بعد ترجمہ الفاظ آیات شرحی واضح مرقوم تا طالبان را دریافت بسہولت میسر گردد ...
این صحیفہ مقدسہ تا بعد شاہ بہمان ... کائناتش فی الصلحی ظاہر و ... مہیاد بعد ازاں ... محضی و ناپیدا بود تا آنکہ قبل ازین عجبی و چہار سال
در اوتانی کہ والد ماجد ... سفر ایران اختیار و اقل نیز ہزار ہا ہندوستان کی منت غنی ... انصیب والد ماجد گردید و مصنف کتاب شارستان
چہارچہن فرزاد بہرام بن فرہاد کہ در فرقہ زرتشتیہ از انائم نکا در عہد اکبر و جہانگیر پورہ غایت عقیدت و نہایت رسوخیت باین صحف
مقدسہ داشتہ و حکیم برہان تبریزی جامع ... بریان قاطع کہ فی الواقع اشکل و اکمل سائر فرہنگہائے لغات فرس ... بودہ شاید بغیر ... مثالی
کتاب نادر ... گشتہ ... چہ اغلب لغات این صحیفہ بانام نامیش کہ در فرہنگہائے دیگر مفقود الذکر است آوردہ ... و مؤلف ... دبستان
المدابیبہ کہ بظن غالب این حقیر میرزا و الفقار علی نام دار و ... از دساتیر کیشہائے جداگانہ ایانی ایران ... و با اکثر ابواب اس مطلق نیز لغات
و مرقوم فرمودہ ... و سراج ولیم جونس ... اگرچہ دساتیر ... با و نرسیدہ ... اما در یکے از تالیف معتبرہ خود از ... دبستان ... ذکر می چند منتخب و
مرقوم فرمودہ ... دچوں اس کتاب بفرود واحد منحصر و ثانی آن مفقود الاثر ... این اقل را اکثر اوقات با اصحاب حمل و در باب عمل فرمودہ نگریز
مجاہست و ... مکالمت میسر و فطرت ... این گردہ تحقیق ... و تجسس ... ببول ... بعد اطلاع بر وجود این صحیفہ ترغیب و تحریص بنرم
آن در زبان انگریزی سے نمودن تا آنکہ نواب مغفرت مآب امین الملک گورنر ڈکن فرمان فرمائے بندر ممبئی ہا متبداً و تمام بنرم جمہ مشغول و
بذل جہد و اتمام و انتشار اس مبذول میداشت ... اماں از اجل امان نیافت ... بعد ازاں ... ہجرزل سر جان مالک بہادر
از انگلستان میروشان ... تاکید اختتام ترجمہ ... و خود نیز در کتابی کہ مشتمل بر احوال ایران بزبان انگریزی تالیف فرمودہ شدہ از اوصاف
این صحیفہ ... مندرج ساختہ ... این حقیر نیز مدتی صرف اوقات در دریافت زبان اصل کتاب و مضامین اس بالغات فارسیہ غیر مستعمل
زمانہ ہذا مصروف و ... تبصیح سہو و تصحیف لغات و تحریف عبارات کہ از کاتب و صحیفہ واقع شدہ بود پر داختر و ... فرہنگی مملوہ مساوی
لغات متداولہ و غیر متداولہ این صحیفہ مرقوم ... مگر سہ چہار غلط کہ معنی اس در حجاب اختفا محبوب در ذہن اس الفاظ مکتوب کہ معنی

۱- ملائے انگریزی میں اسے DESATIR لکھا ہے۔ ۲- یعنی ولیم ۳- طبع خانہ = مطبع ۴- ممبئی بالیم بمبئی ۵- COURIER ۶- زند
یعنی اوستائی زبان مگر اوستائی کو زند کہنا نہیں چاہیے۔ ۷- یہاں پر فعل حذف ہے۔ یہ درست نہیں مگر ملا سے یہ غلطی کئی جگہ سرزد ہوئی ہے۔ ۸- انگریزی میں چاہے
میں ہے کہ آغا محمد ظاہر کتاب فروش سے دساتیر لکھی اور اس پر کتاب گبری مرقوم تھا۔ ۹- نہ جانے حکمت کا کیا تصور ذہن میں تھا کہ برہان کو حکیم کہنا۔
وہ اپنی کتاب سے حکیم درکنار فریبہ شخص بھی معلوم نہیں ہوتا۔ ۱۰- کوئی اس طرح اور کوئی دبستان مذاہب لکھا ہے۔ ۱۱- کتا

معلوم نگر دیدہ ۱۰۰۰ اصل اس سچفہ ۰۰ در یک جلد علمیہ و ترجمہ آن در زبان انگریزی و فرہنگ بخط فارسی در جلد دیگر مطبوع و بنام نامی ۰۰ جنر صاحب مشہور و مشہور دانیہ و قیمت اس ہر دو جلد معاً سی و پنج روپیہ مقرر است۔

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے: دساتیر کی زبان عہد حاضر کی کسی مشہور زبان سے یا ادنیٰ و پوری و دہری سے کچھ نہایت نہیں رکھتی۔ جد خسرو پر دیزیں ساسان پنجم نے اس کا ترجمہ فارسی میں کیا۔ عہد شاہ جہان میں یہ کتاب سورج کی طرح ظاہر ہوئی۔ لیکن اس کے بعد محض ہو گئی۔ اس کا ایک نسخہ ملا کا دس کو احمد خان میں ملا۔ انگریزوں کو جب اس کے وجود کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کے ترجمہ انگریزی پر غور ہوئے۔ یہ کام گورنر بمبئی نے شروع کیا۔ لیکن قبل اتمام راہی عدم ہوئے۔ اس کے بعد جنرل سرجان مالک نے خود ملا فیروز سے ترجمہ کی تحریک کی اور ملا نے یہ کام مسٹر اسکن کی امانت سے انجام دیا۔ ہر دو جلد کی قیمت ۳۵ روپے تھی۔

فہرست مندرجات جلد ۱: نامہ شت ۱۰۰ آباد۔ نامہ سچی افرام، نامہ شامی کلید، نامہ یاسان، نامہ گلشاہ، نامہ سیامک، نامہ ہوشنگ، نامہ تہمورس، نامہ حبشیہ، نامہ فریدون، نامہ منوچہر، نامہ کیخسرو، نامہ زرتشت، پند نامہ سکندر، نامہ ساسان تخت، نامہ ساسان پنجم، اصل کتاب ۲۰۰ سطروں میں ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد ۳۰۵ تا ۳۱۶ ملا فیروز کی عبارات ہیں جن کے اقتباسات اوپر درج ہو چکے ہیں۔ آخر میں ۴ صفحوں کا غلط نامہ ہے۔

جلد ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ۱۸۱۸ عیسوی میں شائع ہوئی تھی۔ ملا نے سب سے پہلے سرجان مالک سے خطاب کیا ہے جن کے نام یہ کتاب معنون ہے۔ دیباچے (اصل نامہ) میں سرولیم جونس نے دساتیر کی نسبت دبستان کے حوالے سے جو کچھ لکھا تھا وہ اور مارکوس ہیٹنگس نے ترجمہ ملا کے متعلق وابستگان فورٹ ولیم کالج سے ۱۸۱۶ء میں جو کچھ لکھا تھا نقل ہوا ہے۔ ترجمہ ڈکن کے بارے میں دیباچے سے یہ اطلاعات ملتی ہیں: ڈکن تقریباً ۵ سال ملا کی مدد سے ترجمہ کرتے رہے۔ لیکن نامکمل تھا کہ صحت خراب ہو گئی اور وہ ملا کو ساتھ لے کر ISLE OF FRANCE جاتے اور تعلیمیں ترجمہ کو ملکہ وکٹوریہ کی نذر کرنا چاہتے تھے لیکن قصداً نے ملت نہ دی اور وہ بمبئی ہی میں فوت ہو گئے۔ ان کا ترجمہ ان کی دوسری چیزوں کی طرح انگلستان بھیج دیا گیا۔ ملا نے یہ بھی لکھا ہے کہ انگریزوں کے ہندوستان فتح کرنے کے موضوع پر ان کا روزنامہ منظوم موسوم بہ جارجنامہ قریب الاختتام ہے۔ انگریزی ترجمہ ۲۰۳ صفحوں میں آیا ہے، اور فرہنگ دساتیر نے ۸۱ صفحے لئے ہیں۔ جلد ۲ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کم ۴۰۰ نسخوں کے خریدار اشاعت سے قبل ہی پیدا ہو گئے تھے۔ ۱۰۰ نسخوں کی خریداری حکومت بمبئی نے کی تھی اور ۵۰ باشندگان انگلستان نے جن کے نام درج نہیں۔ وہ خریدار جن کے نام کتاب میں ہیں ان میں سے ۱۱۹ اپنے ناموں سے زرتشتی معلوم ہوتے ہیں۔ ۲ مسلمان اور باقی عیسائی جن میں سے بعض کے سوا ظاہر اسب یورپی ہیں۔ خریداران ذیل علی الخصوص قابل ذکر ہیں۔ ہنر وٹل مانی نس پرنس ریحیت (۲ نسخے ہمارے کونسل ہیٹنگس گورنر جنرل (۶) بورڈشپ چھلکنڈہ مسٹر اسکن (۳) ٹرنر میکین

(۱) فیروز ۱۱۲۷ یزدگردی میں بروچی میں پیدا ہوئے۔ ۸ سال کے تھے کہ ان کے والد ملا کا دس اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے سورت آ گئے اور ۲ سال فیروز کو ساتھ لے کر ایران گئے۔ فیروز نے وہاں علوم مذہبی کی تحصیل کی اور زندہ پوری وادتا و فارسی سیکھی۔ اور مراتب موبدائی کو اتمام پر پہنچایا۔ ملا نے اس کے بعد نجوم، منطق، فلسفہ، حکمت، الہیات و صرف و نحو کی طرف بھی توجہ کی، اور آخر میں بغداد وغیرہ میں سہ سال اقامت کے بعد ۱۱۴۹ یزدگردی میں سورت واپس آئے مگر حضور نے ہی زمانے کے بعد بمبئی میں وطن نہیں ہو گئے۔ حکومت انگلستان نے چار سو روپے ماہانہ ان کی مدت عمر کے لئے ان کے واسطے مقرر کر دیئے تھے۔ ملا کی وفات تاریخ ۱۸۳۳ عیسوی واقع ہوئی۔ یہ حالات آٹا سے رشید شہر دان کی کتاب فرزانگان زرتشتی سے ماخوذ ہیں

(۲) آذرکیوان کا نسب نامہ یمنان مذہب میں یوں درج ہے: آذرکیوان ابن آذرکشپ ابن آذرزدشت ابن آذربرزین

۱۲۔ شت تعظیمی لفظ، دساتیری فہرست میں آباد کی طرح ہریمیر کے نام سے قبل ۱۳۔ یعنی کیومرث۔

۱۴۔ نامہ شامہ فرودسی۔ ۱۵۔ میرے کرم فرما ہیں اور باوجود زرتشتی ہونے کے نقشبندی سلسلے میں مرید ہیں۔

ابن آذر خورین ابن آذر آیین ابن آذر بہرام ابن آذر نوش ابن آذر منتر ابن منتر آذر ساسان کہ اور باہم ساسان گویا بن بہتر آذر ساسان کہ چہارم ساسانش میفرانند بن کہیں آذر ساسان کہ مشہور بسوم آذر ساسان است ابن۔ دوم آذر ساسان۔۔۔ ابن۔۔۔ آذر ساسان تخت ابن خرد و ارباب ابن بزرگ و ارباب ابن بہمن ابن اسفندیار۔۔

آقائے ڈاکٹر محمد معین نے آذر کیوان و پیروان اور مجملہ و اشکدہ ادبیات شمار ۳ سال ۴ میں آذر منتر کی تصحیح آذر منتر سے کی ہے اور کلمہ ہے تمام پیران آذر کیوان تا آذر ہر ہمد نامہائے آتشکدہ است کہ در فرہنگ پائے پاری بعنوان ہفت آتشکدہ یاد شدہ اند و ابن ہفت آتشکدہ بصورتی کہ نقل کردہ اند وجود خارجی نہ داشتہ ص ۲۔

واضح رہے کہ اس نسب نامے میں مسلسل ۵ ساسان آئے ہیں۔ آقائے محمد معین اس سلسلے میں لکھتے ہیں :-

مؤلف و سابقہ ساسان را از خود نساختہ است و این امر سوابقی دارد از جملہ در فارنامہ ابن البلیخی میخوانیم

”... اور شیر بن بابک بن ساسان بن بابک بن ساسان بن بہمن بن اسفندیار“ مؤلف مجمل التواریخ والقصص گوید ”بہمن را پسری بود نام دے ساسان چون بہمن پادشاہی دختر را و او تنگ آمدش ازین کار و بدو در جلسے رفت۔۔ و از وی پسری ماند ہم ساسان نام بود تا پنجہیں پس ہم چنان ساسان نام ہی نہادند“ یہ صحیح ہے کہ ۵ ساسان پہلے سے کتابوں میں چلے آتے تھے۔ لیکن ان کا تعلق تاریخ سے نہیں اساطیر سے ہے۔ مزید یہ کہ ان کا مفروضہ زمانہ خسرو پرویز سے بہت پہلے ختم ہو گیا تھا۔ اس عہد میں کوئی گنام شخص ساسان نام کا ہو تو ہو، لیکن کوئی ایسا شخص جس کا اس زمانہ کی کتابوں میں ذکر آیا ہو اور اس عہد کے اہم معاملات سے اس کا سروکار رہا ہو، نہ تھا۔ ڈاکٹر محمد معین کا قول ہے کہ ”ناگفتہ خود پیدا است کہ ابن شجرۃ النسب معمولت او شاید نام پیدا اور اصحی نقل کردہ باشد“ ساسانوں سے قطع نظر یہ کب تک ہے کہ آذر کیوان اور ساسان پنجم کے درمیان ۸ ہی پشتیں ہوں۔ دبستان میں جو نسب نامہ ہے وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو با احتمال قوی خود آذر کیوان اس کا ذمہ دار ہے۔

دبستان میں آذر کیوان کے متعلق مرقوم ہے : ۵ سال کی عمر سے نم خواردی اور شب بیداری شروع کی اور رہا صنت کے وقت اس کی غذا کا وزن ایک درم رہ گیا تھا۔ ۲۸ برس ختم نہیں دیا۔ اور دواخر عمر میں ایران سے ہند آیا۔ اور کچھ دن یمن میں میفرم کر ۱۰۲ھ میں فوت ہوا۔ ۵ سال کی عمر ہوئی۔ ابتدائے سلوک میں حکمائے ہند و ایران و یونان نے خواب میں ”اقسام حکمت“ اس کے سپرد کئے۔ ایک دن مدرسے گیا جہر کچھ پوچھا گیا اس نے اس کا جواب دیا۔ لوگ ذرا تعجب نہ کئے۔ پھر صاحب نے ایک سید صوفی کو ہدایت کی کہ آذر کیوان کو بڑا نہ کہو۔ وہ ایک خدا رسیدہ شخص ہے۔ اس کا مرید یہ سن کر کہ پھر صاحب آذر کیوان کے مداح ہیں۔ اس سے غصے گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حال ہی میں اسطرح سے آیا ہے۔ آذر کیوان کو یہ سب معاملہ پہلے ہی معلوم تھا۔ وہ گوشت کھانے اور پاندار کو مارنے اور آزاد مینے سے مانع تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کی روح اس کے جسم سے جب چاہتی ہے۔ باہر نکل آتی ہے۔ اس نے اپنے بعض مشاہدات کو منظم کیا ہے :-

چو ز ابد امما برگز شتم رواں رسیدم سوی پاک فرج رواں

اکبر کے زمانے میں آذر کیوان ہندوستان طلب کیا گیا لیکن اس نے عذر کیا اور اپنی کتاب بھیج دی۔ ”درستانش واجب الوجود و محفوظ و نفوس و سموات و کواکب و عناصر و در نصائح بادشاہ مشفق بر چہارہ جزو۔ ہر اول سطر آں پاری بخت درمی بود و تصحیف آں عربی شد چوں تلب میگردند تری بود چوں تصحیف آں میخواندند ہندی میگشت“ ابوالفضل کو اعتقاد تمام آذر کیوان سے تھا۔ اس کے دوسرے مسلمان معتقد بھی تھے۔ از انجملہ ابوالقاسم مندر سکی۔

۱۶۔ فارنامہ اور مجمل التواریخ والقصص کا بیان ایک نہیں۔

۱۷۔ کیا اسطر آذر کیوان کے زمانے میں موجود تھا ۱۸۶۔ دبستان (فرکشتور ۱۸۸۸) میں ابتدائے تہذیب و دراصل ابتدا مہا بھیم ہے اور آذر کیوان

کی نظم میں اسی غرض ہے۔ اس نظم میں میر سادات کا ذکر ہے۔

آذریہان کا حال و بہتان کے علاوہ چہار چہن میں تھا لیکن اس کتاب کا چوتھا چہن جس میں یہ تھا نا پید ہے۔ اس بات کا کوئی قابل قبول ثبوت نہیں کہ عہد اکبری میں اس سے ہندوستان آنے کی استدعا کی گئی تھی، یا فخر علی اس کے معتقد تھے۔ صاحب دہستان یا دوسرے دساتریوں کی شہادت کا عدم وجود برابر ہے۔ ۱۴ جز کی ایسی کتاب کہ عربی فارسی، ترکی، ہندی سب میں پڑھی جائے نہ کبھی لکھی گئی نہ لکھی جاسکتی ہے۔

ڈاکٹر محمد معین کا قول ہے کہ آذریہان اواخر قرن دہم ہجری میں اپنے عزیز کے ایک گروہ کے ساتھ ہندوستان میں مقیم ہوئے۔ جانا مسلم، لیکن اس کا ثبوت وجود نہیں کہ وہ اواخر قرن نہ کو میں ہندوستان آئے۔ آذریہان نے بہت سی کتابیں لکھی ہوں گی لیکن اس نظم کے سوا جس کا ذکر آچکا ہے کوئی چیز جو خود اس کے نام سے ہو موجود نہیں

اس کا قطعی طور پر ثابت کرنا ممکن نہیں لیکن قرآن قوی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خود آذریہان دساتیر کا مصنف ہے۔ نامہ ساسان پنجم میں یہ عبارت ملتی ہے:-

”در تہذیب تو پیغمبری ہمیشہ ماند“ دساتیر ص ۳۱

آذریہان کے معتقدین نہ صرف اسے بلکہ اس کے بیٹے کو بھی نبی لکھتے ہیں۔ یہ پیشگوئی کہ ساسان پنجم کی نسل سے نبی آئے گا بھی برتنے رہیں گے۔ اس غرض سے تھی کہ دعویٰ کا موقع مل سکے۔

۱۳، فرزند بہرام آذریہان کے قیام پٹنہ کے زمانہ میں شہر آئے۔ اور ریاضت میں مشغول ہوا۔ پارس و پہلوی و عربی سے جیسا چاہئے وقف تھا اور منطق و طبیعیات و ریاضیات و الہیات سے بخوبی آگاہ۔ چہار چہن میں وہ کہتا ہے: ”ہیادری حضرت کیوان ملک و ملکوت و جبروت و ملائکت ربیدم و تجلیات تباری و فعلی و صفاتی و ذاتی و صول یا فہم“ فرزند بہرام تاجر پیشہ تھے۔ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کیمیا کرتے تھے۔ تجارت اسے چھلنے کی غرض سے تھی۔ بمقام لاہور ۱۰۳۴ میں وفات پائی (دہستان ص ۱۱۱)۔

۱۴، دہستان مذہب کے مصنف نے اپنے حالات قریبے میں کہیں کسی جگہ اپنا نام نہیں لکھا۔ ملا فیروز نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میر ذوالفقار علی اس کے مصنف ہیں۔ مآثر الامرائے ذوالفقار اردستانی نمبر ۱ کو اس کا مصنف لکھا ہے۔ یہ قول بھی کہ کیمیا و سپر آذریہان اس کا مصنف ہے، میں اس سے متفق ہوں۔ یہ بخوبی ممکن ہے کہ اس نے کبھی اپنے کو میر ذوالفقار علی اور کبھی صرف ذوالفقار کہا ہو۔ موبد تخلص کے ایک شاعر دیوان فارسی کتابخانہ خدابخش میں موجود ہے اور اس کتاب خلسے کی طرف سے شائع ہوگا۔ میرے نزدیک اس میں شبہ کہ بہت کم گنجائش ہے کہ یہ موبد خواہ وہ آذریہان کا بیٹا ہو یا نہ ہو۔

۱۵، برہان قاطع پہلی فرہنگ ہے جس میں خاص دساتیری الفاظ ملتے ہیں۔ لیکن دساتیر کا حوالہ ایک آدھ جگہ ہو تو ہو۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ بیشتر دساتیری الفاظ اس میں موجود ہیں۔ اس فرہنگ میں ان لغات کے ثبوت کا قیام یہ ہوا کہ یہ بعد کی فرہنگوں میں بھی داخل ہوئے اور ان کی خاص تعداد نظم و نثر فارسی میں ایران و ہند دونوں ممالک میں مستعمل ہوتے لگی۔ علی اکبر دہخدا کے لغت نامہ تک میں دساتیری الفاظ مثل آرش و آرش بیغیر حوالہ دساتیر آگئے ہیں۔ ایرانی شعرا مثل فرست ہدایت وغیرہ کے یہاں بھی دساتیری الفاظ ملتے ہیں اور غالب کی دستیوان سے ملو ہے۔

۱۶، یہ بات کہ عہد شاہجہان تک دساتیر ایک بہت مشہور کتاب تھی غلط محض ہے۔ دساتیریوں نے جو کتابیں قرن یازدہم میں لکھی ہیں ان سے اور برہان قاطع سے قطع نظر دساتیر کا نام تک کہیں نہ آیا۔ اور نہ اس کے خاص الفاظ و مطالب کہیں ملتے ہیں۔ اس کی اشاعت کے بعد ہی مشہور ترین مغرب نے اس کی محبوبیت کا بالاتفاق اعلان کیا۔ زردشتی اہمتر دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ اس کی اصلیت کا قائل تھا اور دوسرا اسے جعلی قرار دیتا تھا۔ بالآخر ادنیٰ ریشیل کا لکریں کے اجلاس جنوا میں شہر یار جی دادا بھائی بروچانے اپنا مقالہ اس کے خلاف پڑھا اور اس کے بعد سے شاید ہی کوئی زردشتی ہو جو اس کی اصلیت کا قائل ہو۔ ان کے مقالے کا ایک اقتباس آقا ثانی شہر دان

۱۷۔ ان بزرگوں میں انکسار کی کمی نہیں! چہار چہن کے ۳۴ چپ چکے ہیں۔ مگر وقت تحریر پیش نظر نہیں۔

کے الفاظ ہیں یہ سب سے۔

تیس از مطالعات دقیق دساتیر با این نتیجه میرسم کہ این کتاب بچھ وجہ نمیتوان جزو کتاب مذہبی مزدیسنا بشمار آورد زیرا کہ در این کتاب نہ بامندرجات اوستا برابر است نہ بامندرجات کتب پہلوی دورہ ساسانیان و یقیناً محصول دورہ بنیاد خیرمی باشد۔ ہر چند تعلیمات این کتاب با تعلیم زرتشت نیز شباهت ندارد بلکہ تعلیمات ہنود و بودا و مذہب افلاطونی قنایں است۔ چنانچہ خوردن گوشت حرام و ریاضت و زہد و فاقہ کشی و تخر و ترک دنیا و موعظہ نمایاں۔ دساتیر از نقطہ نظر تعلیم و اساطیر و تاریخ و کتب مذہبی مزدیسنا مغایرت تامی دارد و زبان آسانی آن تحریری است نہ اسپیہلوی پارسی و ہندی۔

(۷) زردشتیوں کے کتب مقدس میں زردشت سے قبل کے پیروں کی حرف اشارہ جو لیکن کسی کو بصراحت پیغمبر نہیں بنایا، اور نہ یہ زردشتی عقیدہ ہے کہ زردشت کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔ زردشتی مذہب میں زردشت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور دساتیری پیروں میں اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں۔ زردشتی و دساتیری عقائد بھی مختلف ہیں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ زردشتیوں کے ایک گروہ نے اسے اپنی کتاب مقدس تسلیم کیا ہے اس کا راز اس کی فرضی قدامت میں مخفی ہے۔ جس پر مولیٰ جوئس نے بت زور دیا تھا۔ دساتیر کے مطابق آبادیوں کی حکومت اس کے بعد چلی افرامی وغیرہ آئے اسوزا و سال رہی اور سوزا و سال تیس ہزار ہا سالگ برس ہوتا ہے دساتیر صحت کے ایک طرح ممکن تھا کہ تلافیر و زور وغیرہ دنیا کی قدیم ترین کتاب کے مصنف ہونے کے فحشے زردشتیوں کو محروم کر دیتے۔ رہی دساتیری اور زردشتی عقائد کے احکام کے اختلافات تو صاحب دستان نے اس کے باوجود دساتیر کو قبول کرنے کے لئے زمین بھرا کر دی تھی۔ دساتیری فن ناویل میں بڑی مہارت رکھنے والے۔ لفظوں کے الٹ چیرے وہ کوئی دشمنی البتہ نہیں جسے ثابت کر سکتے ہوں دستان میں ہے۔

آبادی کہتے ہیں کہ زردشت کا مدار مزدانشات پر ہے۔ حقیقت کو صرف خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عوام سے ایسی باتیں کہنی چاہئیں جو ان کے فہم کے ماوراء نہ ہوں۔ بعض آبادیوں کا قول ہے کہ زردشت قسم کی تھی۔ ایک صحیح اور بے مزج سے مزدک کہتے تھے اور دوسری مرفد جسے صرف زند کہتے ہیں۔ پہلی نامہ آباد کے مطابق تھی لیکن یہ تسلط بیگانگان مثل ترکان و رومیوں کے بعد غائب ہو گئی اور زند کا بھی ایک بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ بعد ایشکانیاں میں زند پر عمل تھا لیکن ارویشیر ساسان دوم کا مطیع تھا اور مزدک پر عامل۔ نوہر و ان کے عہد میں بھی اس پر عمل تھا۔ آبادیوں کا عقیدہ ہے کہ اگرچہ دیں زردشت از گشتا سپ تا یزدگرد و ابی تمام داشت، اما بادشاہان تاویل کر دہ آں را با شریعت آذرہوشنگ یعنی نہ آباد مطابق سے ساختند۔

(۸) آج کل زردشتیوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک دساتیر کو ائمہ اکبری سے قبل کی کتاب نہیں مانتا۔ وہ مزایہ سمجھتا ہے کہ جعلی ہونے کے باوجود یہ اس قدر جدید نہیں اور واقعی خسرو پرویز کے عہد یا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ اس گروہ کے دلائل بہت کمزور ہیں۔ یہ مقالہ بہت سرسری طور پر لکھا گیا ہے۔ موضوع کا حق ادا کرنے کے لئے پچاسوں صفحات کی ضرورت ہے۔

کچھ دساتیر کے بارے میں

دساتیر طبع اڈل کے مرتب و ناشر ملا فیروز لکھتے ہیں :

کتاب مستطاب دساتیر یعنی کلام ربانی ... کہ درینولا اقل و اچھل عباد فیروز بن مرحوم ملا کادس بمعاونت ... صاحب عالی شان ... مستر ولیم اسکین صاحب جلیل المناقب بزبان انگریزی ترجمہ و در طبع خانہ محمودہ ممبئی معروف بہ کوریئر مطبوع و منتشر میگرداند ... زبان اصل صحیفہ مندر اصل و قطعاً مناسبت بزبان زند و پہلوی و دری بلکہ بحجج السنہ مشہورہ ... این زمان ندارد و در عمر خسرو پرویز حضرت ساسان بنیم این نعمت را بزبان قرص در غایت سلاست و فصاحت و بلاغت ... ترجمہ فرمودہ و ہرچہ از آیات بینات کہ محتاج بزبان شرح و مبسطت بعد ترجمہ الفاظ آیات شرحی واضح مرقوم تا طالبان ہمداد دریافت بسہولت میسر گردد ... این صحیفہ مقدسہ تا عہد شاہ جہاں ... کاشمیر فی لفظی ظاہر و ... ہویدا و بعد از ان ... مخفی و ناپیدا بود تا آنکہ قبل ازین پچھل و چہار سال در اوقاتی کہ والد ماجد ... سفر ایران اختیار و اقل نیز ہمراہ بودہ در اصفہان این نعمت عظمیٰ ... نصیب والد ماجد گردید و مصنف کتاب شادستان چہار چمن فرزاد بہرام بن فرہاد کہ در فرقہ زرتشتیہ از اعظم حکما در عہد اکبر و جہانگیر بودہ غایت عقیدت و نہایت رسوخیت باین صحف مقدمہ داشتہ و حکیم برہان تبریزی جامع ... برہان قاطع کہ فی الواقع اثل و اکمل سائر فرہنگہای دیگر منقود الذکر است آوردہ ... و مؤلف ... دبستان للذہاب کہ بظن غالب این حقیر مصیب زدو الفقار علی نام دارد ... اند دساتیر کیشہای جداگانہ اہالی ایران ... و با اکثر

- ۱۔ ملا نے انگریزی میں اسے DESATIR لکھا ہے۔ ۲۔ یعنی ولیم۔ ۳۔ طبع خانہ = مطبع
- ۴۔ ممبئی بالیم، ممبئی ۵۔ COURIER۔ ۶۔ زند یعنی اوستائی زبان، مگر اوستا کو زند کہنا نہیں چاہئے۔
- ۷۔ یہاں پر فعل حذف۔ یہ درست نہیں، مگر ملا سے یہ غلطی کئی جگہ سرزد ہوئی ہے۔ ۸۔ انگریزی دیباچے میں ہے کہ
- آغا محمد ظاہر کتاب فروش سے دساتیر ملی تھی اور اس پر کتاب گبری مرقوم تھا۔ ۹۔ نہ جانے حکمت کا کیا تصور
- ذہن میں تھا کہ برہان کو حکیم لکھا۔ وہ اپنی کتاب سے حکیم درکار فہمیدہ شخص بھی معلوم نہیں ہوتا۔ ۱۰۔ کوئی
- اس طرح اور کوئی دبستان مذہب لکھا ہے۔
- ۱۱۔ کچھ

اربابِ آن ظل نیز ملاقات و مرقوم فرمودہ - و سرولیم جوس .. اگرچہ دسائیر .. با و نہر سیدہ .. اما نہ
 یکی از تالیفات معتبرہ خود اند .. دبستان .. ذکر ی چند منتخب مرقوم فرمود .. و چون آن کتاب بفرد
 واحد منحصر و ثانی آن مفقود انارش، این اقل را اکثر اوقات با اصحابِ عمل و اربابِ عمل فرقہ انگریزیست
 و مکالمت میسر و فطرت .. این گروہ تحقیق .. و تجسس .. مجبول .. بعد اطلاع بر وجود این صحیفہ ترغیب
 و تحریص بترجمہ آن در زبانِ انگریزی می نمودند تا آنکہ نواب مغفرت آباد این الملک گرز دکن فرمانفرما
 بندر بنی باستبداد تمام بترجمہ شغول و بذل جہد و راتما و انتشار آن مبذول میداشت - اما انجل مان
 نیافت ... بعد ازان .. جزل سرجان مالکم بہادر از انگلستان مینوشان ... تاکید اختتام
 ترجمہ .. و خود نیز در کتابی کہ شتمل بر احوال ایران بزبانِ انگریزی تالیف فرمودہ شمر از اوصاف این صحیفہ
 .. مندرج ساختہ .. این حقیر نیز مدتی صرف اوقات در دریافت زبانِ اصل کتاب و مضامین آن بالغات
 فارسیہ غیر مستعمل نداننا ہذا مصروف و .. تبسیج سہو و تصحیف لغات و تحریف عبارات کہ از کاتب در
 صحیفہ واقع شدہ بود پر داخہ و .. فرہنگی علیحدہ مساوی لغات متداولہ و غیر متداولہ این صحیفہ مرقوم
 ... مگر سہ چہار لفظ کہ معنی آن در حجاب اختفا محبوب در ذیل آن الفاظ مکتوب کہ معنی معلوم نگردیدہ ...
 اصل این صحیفہ .. در یک جلد علیحدہ و ترجمہ آن در زبانِ انگریزی و فرہنگ بخط فارسی در جلد دیگر مطبوع
 و بنام نامی .. جزل صاحب مشہور و شہر گردانید و قیمت این ہر دو جلد معاسی و خراج روپیہ مقرر است
 ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے : دسائیر کی زبان عہد حاضر کی کسی مشہور زبان سے یا او تالیف
 دیہلوی و دری سے کچھ "مناسبت" نہیں رکھتی - عہد خسرو پر دیز میں ساسان پنجم نے اس کا ترجمہ فارسی
 میں کیا - عہد شاہ جہاں میں یہ کتاب سورج کی طرح ظاہر تھی - لیکن اس کے بعد مخفی ہو گئی - اس کا ایک نسخہ
 ملا کاؤس کو اصفہان میں ملا - انگریزوں کو جب اس کے وجود کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کے ترجمہ انگریزی
 پر مصروف ہوئے - یہ کام گورنر بمبئی نے شروع کیا - لیکن قبل اتمام راہی عدم ہوئے - اس کے بعد جزل
 سرجان مالکم نے خود ملا فیروز سے ترجمہ کی تحریک کی اور ملا نے یہ کام مسٹر اسکین کی اعانت سے انجام
 دیا - ہر دو جلد کی قیمت ۲۵ روپے تھی -

فہرست مندرجات جلد ۱ : نامہ شت آباد ۱ - نامہ حاجی افوام ۵ ، نامہ شامی کلیو ۴۲ ،
 نامہ یاسان ۹ ، نامہ گلشاہ ۱۰۶ ، نامہ سیباک ۱۱۵ ، نامہ ہوشنگ ۱۲۲ ، نامہ تہورس ۱۲۹ ، نامہ

۱ - شت تعظیمی لفظ ، دسائیر فہرست میں آباد کی طرح ہر پیر کے نام سے قبل - ۲ - یعنی کیورث

جمشید ص ۱۳۸، نامہ فریدوں ص ۱۵۶، نامہ منوچہر ص ۱۶۲، نامہ کینسر و ص ۱۶۹، نامہ زرتشت ص ۱۷۶، پند نامہ
سکندر ص ۲۲۳، نامہ ساسان نخست ص ۲۲۶، نامہ ساسان پنجم ص ۲۹۸؛ اصل کتاب ص ۳۰۵ سطر ۲ میں ختم
ہوتی ہے۔ اس کے بعد ص ۳۰۵ تا ص ۳۱۶ مظلوم فیروز کی عبارات ہیں جن کے اقتباسات اوپر درج ہو چکے ہیں۔
آخر میں ۴ صفحوں کا غلط نامہ ہے۔

جلد ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ۱۸۱۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ مٹانے سے پہلے سر جان مالکم
سے خطاب کیا ہے جن کے نام یہ کتاب معنون ہے۔ دیباچہ (ص ۱ تا ۱۱) میں سر ولیم جونسن نے دسائیر کی
نسبت دبستان کے حوالے سے جو کچھ لکھا تھا وہ اور مارکوس ہیسناس نے ترجمہ ملا کے متعلق داستان
فورٹ ولیم کلج سے ۱۸۱۶ء میں جو کچھ کہا تھا نقل ہوا ہے۔ ترجمہ ڈنکن کے بارے میں دیباچے سے یہ
اطلاعات ملتی ہیں: ڈنکن تقریباً ۵ سال ملا کی مدد سے ترجمہ کرتے رہے۔ لیکن نامکمل تھا کہ صحت خراب
ہو گئی اور وہ ملا کو ساتھ لے کر ISLE OF FRANCE جانے اور بعد تکمیل ترجمہ کو ملکہ وکٹوریہ
کی نذر کرنا چاہتے تھے لیکن قضا نے مہلت نہ دی اور وہ بمبئی ہی میں فوت ہو گئے۔ ان کا ترجمہ ان کی دوسری
چیزوں کی طرح انگلستان بھیج دیا گیا۔ مٹانے سے یہ بھی لکھا ہے کہ انگریزوں کے ہندوستان فتح کرنے کے
موضوع پر ان کا رزم نامہ منظوم موسوم بہ جادو جہانہ قریب المآخراں ہے۔ انگریزی ترجمہ ۲۰۳ صفحوں میں آیا ہے
اور فرنگ دسائیر نے ۸۱ صفحے لے لیے ہیں۔ جلد ۲ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کچھ کم ۱۱ نسخوں کے خریدار
اشاعت سے قبل ہی پیدا ہو گئے تھے۔ ۱۱ نسخوں کی خریداری حکومت بمبئی نے کی تھی اور ۵۰ باشندگان
انگلستان نے جن کے نام درج نہیں۔ وہ خریدار جن کے نام کتاب میں ہیں ان میں سے ۱۹ اپنے ناموں سے
زرتشتی معلوم ہوتے ہیں۔ ۲ مسلمان اور باقی عیسائی جن میں سے بعض کے سوا ظاہر اسب یورپی ہیں۔ خریداران
ذیل علی الخصوص قابل ذکر ہیں۔ ہزر وائل ہائی سنس پرنس ریجنٹ (۲ نسخے)، مارکوس ہیسناس گورنر
جنرل (۶)، لورڈ بشپ کلکتہ مسٹر اسکین (۳) ٹرنر میکن۔

(۱) فیروز ۱۱۲۷۔ یزدگردی میں بروچ میں پیدا ہوئے۔ ۸ سال کے تھے کہ ان کے والد ملا
کا دس اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے سورت آ گئے اور ۲ سالہ فیروز کو ساتھ لے کر ایران گئے۔ فیروز
نے وہاں علوم مذہبی کی تحصیل کی اور زندہ پہلوی و اوستا و فارسی سیکھی اور "مراتب موبدی" کو اتمام پر
پہنچایا۔ ملا نے اس کے بعد "نجوم، منطق، فلسفہ، حکمت، الہیات و صرف و نحو" کی طرف بھی توجہ کی اور

آخر میں بغداد وغیرہ میں سالہ اقامت کے بعد ۱۱۴۹ ینہ گزردی میں سورت واپس آئے۔ مگر تھوڑے ہی زمانے کے بعد بحبی میں توطن کرین ہو گئے۔ ”حکومت انگلستان“ نے چار سو روپے ماہانہ ان کی مدت عمر کے لئے ان کے واسطے مقرر کر دیئے تھے۔ ملا کی وفات تاریخ ۸ اکتوبر ۱۸۳۰ء واقع ہوئی۔ یہ علالت آقای رشید شہر دان کی کتاب فرزندگان زرتشتی سے ماخوذ ہیں۔

(۲) آذر کیوان کا نسب نامہ دبستان مذہب میں یوں درج ہے: ”آذر کیوان ابن آذر گشیپ ابن آذر زردشت، ابن آذر برزین، ابن آذر خورین، ابن آذر امین، ابن آذر ہرا، ابن آذر نوش، ابن آذر ہتر ابن کہتر آذر ساسان کہ اور انجیم ساسان گویند ابن ہتر آذر ساسان کہ چہارم ساسانش میخوانند ابن کہیں آذر ساسان کہ مشہور بسوم آذر ساسان است۔ ابن ... دوم آذر ساسان ... ابن ... آذر ساسان نخست ابن خرد داراب ابن بزرگ داراب ابن بہمن ابن اسفندیار ...“

ڈاکٹر محمد معین ص ۳۳ — ”آذر کیوان و پیردان او“ (مجلہ دانشکدہ ادبیات شمارہ ۳ سال ۳) میں آذر ہتر کی تصحیح ”آذر ہر“ سے کی ہے اور لکھا ہے: ”نام پیردان آذر کیوان تا آذر ہر ہمہ ناچہای آتشکدہ است کہ در فرهنگ ہای پارسی بعنوان ’ہفت آتشکدہ‘ یاد شدہ اند و این ہفت آتشکدہ بصورتی کہ نقل کردہ اند وجود خارجی نہ داشتہ“ ۲۔

واضح رہے کہ اس نسب نامے میں مسلسل ۵ ساسان آئے ہیں۔ آقای محمد معین اس سلسلے میں لکھتے ہیں: ”مؤلف دساتیر پنج ساسان را از خود نسخہ است و این امر سوا بقی دادہ، از جملہ در فارسنامہ ابن البلیخی میخوانیم:

”... اردشیر بن بابک بن ساسان بن بابک بن ساسان بن بہمن بن اسفندیار“ مؤلف مجمل التواریخ والقصص گوید ”بہمن را پسری بود نام وی ساسان چون بہمن پادشا کی دختر اداو، ننگ آتش ازین کادہ و بدور جامی رفت ... و از وی پسری ماند ہم ساسان نام بود تا پنجین پسر، چنان ساسان نام ہی نہادند۔“ یہ صحیح ہے کہ ۵ ساسان پہلے سے کتابوں میں چلے آئے تھے۔ لیکن ان کا تعلق تاریخ سے نہیں، اساطیر سے ہے۔ مزید یہ کہ ان کا مفروضہ زمانہ عہد خسرو پر دیز کر

۱۔ میرے کرمفرامیں اور بادیہ وجود زرتشتی چونکہ نقش بندی سلسلے میں مرید ہیں۔ ۲۔ فارسنامہ اور مجمل التواریخ والقصص کا بیان ایک نہیں۔

بہت پہلے ختم ہو گیا تھا۔ اس عہد میں کوئی گناہ شخص ساسان نام کا ہو تو ہو، لیکن کوئی ایسا شخص جس کا اس زمانے کی کتابوں میں ذکر آیا ہو اور اس عہد کے اہم معاملات سے اس کا سرور کار رہا ہو، نہ تھا۔ ڈاکٹر محمد معین کا قول ہے کہ ”ناگفتہ خود پیدا است کہ این شجرۃ النسب جھولست“ و شاید نام پدر اور صحیح نقل کردہ باشند۔ ساسانوں سے قطع نظر یہ کب ممکن ہے کہ آذرکیوان اور ساسان پنجم کے درمیان آٹھ ہشت ہوں۔ دبستان میں جو نسب نامہ ہے، وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو، با احتمال قوی خود آذرکیوان اس کا ذمہ دار ہے۔

دبستان میں آذرکیوان کے متعلق مرقوم ہے : ۵ سال کی عمر سے کجیاری اور شب بیداری شروع کی اور ریاضت کے وقت اس کی غذا کا وزن ایک درم رہ گیا تھا۔ ۲۸ برس ختم نشین رہا اور ادھر عمر میں ایران سے ہند آیا اور کچھ دن ٹپنہ میں مقیم رہ کر ۱۰۲۷ء میں فوت ہوا۔ ۸۵ سال کی عمر ہوئی۔ ابتداء سلوک میں حکماء ہند و ایران و یونان نے خواب میں ”اقسام حکمت“ اس کے سپرد کئے۔ ایک دن مدرسے گیا جو کچھ پوچھا گیا اس نے اس کا جواب دیا۔ لوگ ”ذوالعلوم“ کہنے لگے۔ پمیر صاحب نے ایک سید صوفی کو ہدایت کی کہ آذرکیوان کو بڑا نہ کہو، وہ ایک خدا رسیدہ شخص ہے۔ اس کا مرید یہ سن کر کہ پمیر صاحب آذرکیوان کے مدح ہی اس سے ملنے گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ حال ہی میں اسطرح سے آیا ہے۔ آذرکیوان کو یہ سب معاملہ پہلے ہی معلوم تھا۔ وہ گوشت کھانے اور جاندار کو مارنے اور آزار دینے سے مانع تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اس کی روح اس کے جسم سے جب چاہتی ہے باہر نکل آتی ہے۔ اس نے اپنے بعض مشاہدات کو منظوم کیا ہے :

پہو زابد اجہا برگزشتہ رواں رسیدم سوی پاک فرخ رواں

اکبر کے زمانے میں آذرکیوان ہندوستان طلب کیا گیا۔ لیکن اس نے غدر کیا اور اپنی کتاب بھیج دی، ”درستائش واجب الوجود و عقول و نفوس و سماوات و کواکب و عناصر و در فصاح بادشاہ مشغل بر چہار دہ جزو۔ ہر اول سطر آن پاریسی بھیت دری بود و تصحیف آن غریب میسر، چون قدب میگردند ترکی بود، چون تصحیف آن میخوانند ہندی میگشت“ ابو الفضل کو اعتقاد تمام آذرکیوان سے تھا۔ اس کے دوسرے مسلمان معتقد بھی تھے، انہی میں ابو القاسم فندرسکی۔

۱۔ دبستان (نول کشور ۱۸۸۸ء) میں ابدانہا (جنون)

لیکن دراصل ابدانہا بھیم ہے اور آذرکیوان کی نظم میں اس طرح ہے۔ اس نظم میں یہ مواد کا ذکر ہے۔

آذرکیوان کا حال دبستان کے علاوہ چہارچمن میں تھا، لیکن اس کتاب کا چوتھا چمن جس میں یہ تھا نابینا
ہے۔ اس بات کا کوئی قیاسی ثبوت نہیں عہد اکبری میں اس سے ہندوستان آنے کی استدعا کی گئی تھی، یا فدرک
اس کے معتقد تھے۔ صاحب دبستان یا دوسرے دسائتروں کی شہادت کا عدم وجود برابر ہے۔ ۳۴ ہجری
ایسی کتاب کہ عربی، فارسی، ترکی، ہندی سب میں پڑھی جاسکے، نہ کبھی لکھی گئی، نہ لکھی جاسکتی ہے۔
ڈاکٹر محمد معین کا قول ہے کہ آذرکیوان ادا ستر قرن دہم ہجری میں اپنے مریدوں کے ایک گروہ کو
ساتھ ہند گیا اور پٹنہ میں مقیم ہوا۔ پٹنہ جانا مسلم، لیکن اس کا ثبوت وجود نہیں کہ وہ ادا ستر قرن مذکور
میں ہند آیا تھا۔ آذرکیوان نے بہت سی کتابیں لکھی ہوں گی، لیکن اس نظم کے سوا جس کا ذکر آچکا ہے کوئی
چیز جو خود اس کے نام سے ہو، موجود نہیں۔

اس کا قطعی طور پر ثبوت کرنا ممکن نہیں۔ لیکن قرآن قوی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ خود آذرکیوان
دسائتر کا مصنف ہے۔ نامہ ساسان مجسم میں یہ عبارت ملتی ہے :
”در تذکرہ قوم مغیری ہمیشہ ماند“ دسائتر ص ۳۰۴

آذرکیوان کے معتقدین نہ صرف اسے بلکہ اس کے بیٹے کو بھی نبی لکھے ہیں۔ یہ پیشینگوئی کہ ساسان
یہ نجم کی نسل سے نبی آئندہ بھی ہوتے رہیں گے اس غرض سے تھی کہ دعویٰ کا موقع مل سکے۔

(۳) فرزانہ بہرام آذرکیوان کے قیام پٹنہ کے زمانہ میں شیراز سے آیا اور ریاضت میں مشغول
ہوا۔ پارس کی دیہیوی و عربی سے جیسا چاہیے واقف تھا اور منطق و طبیعیات و ریاضیات و الہیات
بخوبی آگاہ۔ چہارچمن میں وہ کہتا ہے ”بیادری حضرت کیوان بملک ملکوت و جبروت و لاہوت
سیدم و تجلیات اناری و افعالی و صفاتی و ذاتی وصول یافتیم فرزانہ بہرام تاہم پیشہ تھے۔ لوگوں کا
عقیدہ ہے کہ کیا کرکھے۔ تجارت اسے چپانے کی غرض سے تھی۔ بمقام لاہور ۱۰۳۴ھ میں وفات پائی (دبستان ص ۱۴۴)

(۴) دبستان مذہب کے مصنف نے اپنے حالات خود بیان کیے ہیں، لیکن کسی ترجمہ اپنا نام نہیں لکھا۔ مثلاً
فرزد نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میر ذوالفقار علی اس کے مصنف ہیں۔ مآثر الامرانہ ذوالفقار اردوستانی
موبد کو اس کا مصنف لکھا ہے۔ یہ قول بھی ہے کہ بخسر و پسر آذرکیوان اس کا مصنف ہے میں اس سے منفق
ہوں۔ یہ بخوبی ممکن ہے۔ اس نے کبھی ایسے میر ذوالفقار علی اور کبھی صرف ذوالفقار کہا ہو۔ موبد تخلص

۱۔ چہارچمن طبع ہو چکی ہے۔ لیکن اس میں چوتھا چمن الحاقی ہے اصل غائب ہے۔ میں نے بمبئی اور یونان میں بہتوں سے اس کے
متعلق دریافت کیا، کسی کے پاس موجود نہیں پایا گیا۔ ۲۔ ان بزرگوں میں انکسار کی کمی نہیں۔

کے ایک شاعر کا دیوان فارسی کتابی ذخیرہ بخش میں موجود ہے اور اس کتاب خانے کی طرف سے شائع ہوگا۔ میرے نزدیک اس میں شیعہ کی بہت کم گنجائش ہے کہ یہ مکتبہ ہی درستان مذہب کا مستند جزو ہے اور وہ اذکیوا کا بیٹا ہو۔

(۵) برہان قانع پہلی فرنگ ہے جس میں خاص دساتیری الفاظ ملتے ہیں۔ لیکن دساتیر کا حوالہ ایک آدھ جگہ ہو تو ہو۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ بیشتر دساتیری الفاظ اس میں موجود ہیں۔ اس فرنگ میں ان لغات کے شمول کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بعد کی فرنگوں (۱) میں بھی داخل ہوئے اور انکی خاصی تعداد نظم و نشر فارسی میں ایران و ہندوؤں ممالک میں مستعمل ہونے لگی۔ علی اکبر دہخدا کے لغت نامہ تک میں دساتیری الفاظ مثل آرش و آرشنی بغیر حوالہ دساتیر آگئے ہیں۔ ایرانی شعر مثل فرصت و ہدایت وغیرہ کے یہاں بھی دساتیری الفاظ ملتے ہیں اور غالب کی دستنبو تو ان سے مملو ہے۔

(۶) یہ بات کہ عہد شاہجہاں تک دساتیر ایک بہت مشہور کتاب تھی غلط محض ہے۔ دساتیر نے جو کتابیں قرن یازدہم میں لکھی ہیں ان سے اور برہان قانع سے قطع نظر دساتیر کا تمام تک کہیں نہ آیا اور نہ اس کے خاص الفاظ و مطالب کہیں ملتے ہیں اس کی اشاعت کے بعد ہی مستشرقین مغرب نے اس کی مجموعیت کا بالاتفاق اعلان کیا۔ زردشتی البتہ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ اس کی اصلیت کا قائل تھا اور دوسرا اسے جعلی قرار دیتا تھا۔ بالآخر اور ٹیل کانگریس کے اجلاس میں جو اس مشہور جرجی دادا بھائی بردی نے اپنا مقالہ اس کے خلاف پڑھا اور اس کے بعد سے شاید ہی کوئی زردشتی ہو جو اس کی اصلیت کا قائل ہو۔ ان کے مقالے کا ایک اقتباس آقای شہردان کے الفاظ میں یہ ہے:-

”پس از مطالعات دقیق دساتیر باین نتیجہ میرسم کہ این کتاب بہمچ وجہ نخبیوں ان جزو کتاب مذہبی زردشتی بشمار آورد زیرا مندرجاتش نہ با مندرجات اوستا برابر است و نہ با مندرجات کتب پہلوی دورہ ساسانیان و یقیناً محصول دورہ اخیر می باشد۔ ہر چند تعلیمات این کتاب با تعلیم... زرتشت نیز شبہت ندارد، بلکہ تعلیمات ہنود، بودا و مذہب افلاطونی متماثل است۔ چنانچہ خوردن گوشت حرام و ریاضت و زہد و فادکشی و تجرد و ترک دنیا را موعظہ مینماید۔ دساتیر از نقطہ نظر تقویم و اساطیر و تاریخ و کتب مذہبی مزدیسنا معاصر تاجی دارد و دہان آسمانی آن تحریری است از السنہ پہلوی پارسی و...“

(۷) زردشتیوں کے کتب مقدس میں زردشت سے قبل کے پیروں کی طرف اشارہ ہو، لیکن کسی کو بہر اہمیت پیر نہیں بتایا اور نہ یہ زردشتی عقیدہ ہے کہ زردشت کے بعد کوئی نبی آئیگا۔ زردشتی مذہب میں زردشت کو مرکزی حیثیت حاصل

ہے اور دسائیری پیمبروں میں اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں۔ زردشتی و دسائیری عقاید بھی مختلف ہیں۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ زردشتیوں کے ایک گروہ نے اسے اپنی کتاب مقدس تسلیم کیا ہے اس کا راز اسکی فرضی قدامت میں مخفی ہے جس پر سر ولیم جونس نے بہت زور دیا تھا۔

دسائیر کے مطابق آبادیوں کی حکومت (ایکے بعد جی افرامی وغیرہ آئے) "سوزاو" سال رہی اور سوزاو سال ۳۰ ہزار مہاسنگ برس ہوتا ہے (دسائیر ص ۵۲)۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ مٹلایہ فرود وغیرہ دنیا کی قدیم ترین کتاب کے مصنف ہونے کے فخر سے زردشتیوں کو محروم کر دیتے۔ یہ دسائیری اور زردشتی عقائد کے احکام کے اختلافات کا صاحبِ دبستان نے اس کے باوجود دسائیر کو قبول کرنے کے لیے زمین ہموار کر دی تھی۔ دسائیری فنِ تادیل میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ لفظوں کے الٹ پھر سے وہ کوئی دعویٰ ایسا نہیں جسے ثابت نہ کر سکتے ہوں جو دبستان میں ہے۔ آبادی کہتے ہیں کہ زردشت کا مدار رمز و اشارات پر ہے۔ حقیقت کو صرف خواص سمجھ سکے ہیں۔ عوام سے ایسی باتیں کہنی چاہئیں جو ان کے فہم کے ماوراء نہ ہوں۔ بعض آبادیوں کا قول ہے کہ زرد دو قسم کی تھی۔ ایک صحیح اور بے رمز جسے ہم زندہ کہتے تھے اور دوسری مرموز جسے صرف زندہ کہتے ہیں۔ پہلی نامہ آباد کے مطابق تھی۔ لیکن یہ تسلط بیگانگان مثل ترکان و رومیان کے بعد غائب ہو گئی اور زند کا بھی ایک بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ عہد اشکانیہ میں زند پر عمل تھا، لیکن اردشیر ساسان دوم کا مطیع تھا اور مہند پر عامل۔ نو شیردان کے عہد میں بھی اسی پر عمل تھا۔ آبادیوں کا عقیدہ ہے کہ "اگرچہ دین زردشت از گشتاسپ تا یزدگرد درواجی تمام داشت، اما بادشاہان تادیل کردہ آن را با شریعت آذر ہوشنگ یعنی مہ آباد مطابق می ساختند۔"

(۸) آجکل زردشتیوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک دسائیر کو عہدِ اکبری سے قبل کی کتاب نہیں مانتا۔ دوسرا یہ سمجھتا ہے کہ جعلی ہونے کے باوجود یہ اس قدر جدید نہیں اور واقعی خسرو پر ویز کے عہد یا اس کے کچھ بعد کی ہے اس گروہ کے دلائل بہت کم ہیں۔

غالب اور ذال فارسی

۱۔ غالب پر شکستہ میں جو اعتراض ہوئے تھے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ وہ جگہ اشتیاق، گدشتن اور پند پریشی کو زائیسے لکھتے ہیں۔ اس اعتراض سے واقف ہونے کے بعد غالب نے جو خط مرزا احمد بیگ خاں طپاں کو بھیجا تھا، اس میں انہوں نے اعتراض کیا ہے کہ ان غزلوں کو زائیسے لکھتا ہوں، مگر وہ اسے قطعی اطلاق تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔

۴۰۰
۱۔ دیگر ہم در آن مجتہد مدد و کمک گزشتن و گزشتن پذیرفتن به ذرات
بروز زشتن فعلی آمده است. نکته شناسا فعلی است و حق تعالی آن گفت که کاتب و
بدل باشد و هم در تحریر افتد. حال آن که تحقیق ما بر آنست که کاتب و نویسند
است. تاثر غایب است

اس خط میں صرف تین فقروں سے بحث ہے، اور غالب نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ فارسی میں کسی خط کو ذلت سے دیکھنا چاہیے، لیکن اس کے کم و بیش میں برس بعد طالع برہاں میں ذال سے متعلق یہ الفاظ ان کے قلم سے نکلے۔

جگر متعلقان میں سے راہِ شمع خارجہ میں میسرابی یعنی پانی و دھڑی باؤ کو در
خارسی و حرف شدہ الحرجہ، بل کہ قریب الحرجہ نیز قیامہ، ہمیں بعض و ثنائے شفعہ و
اماء ہلغیت، ثنائے قرشت بہت و طائے دست و ادرغیت، الف است
میں نیست، بل کہ فین بہت و قاف نیست، ہر آئینہ چون نہائے ہوز بہت
فنا و خندیت و طائے تالغیت، قال ذلت چرا باشد و ہون و حرف
شدہ الحرجہ چون و دوا باشد، آ آرسے، دہیران پارس را قلعہ چنان بود کہ بر
وال ابجد نقطہ بناؤند، پسیناں ان میں رسم الخط بہ وجود قال منقطعہ در گمان
آقاوند، چون و میں اندیش و جود وال بے نقطہ ان میں سے رفت، وہی ذال
منقطعہ سے مائدہ اکابر عرب قاعدہ قرادہ آوند و تقرقہ وال و ذال و ابجد
قاعدہ اساس بناؤند، و اس کہ من سے گریہ گفتار من است، بل کہ خزان آختر
من است، آں شت ہر مزد تمام پارس، نژاد خرد ان بود، و فیش کاویانی سے
اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے، (۱) ذال سے متعلق غاب کا بیان ہر مزہ

کے قول پر مبنی ہے۔ (۱۲) فارسی میں دو حرف متحدہ الفزح یا قریب الفزح ہوتا ہے۔ اس مسئلے میں علامات و مختلفات ذیل تسلسل ہوئے ہیں۔ ۱۔ ص و صو سے دو قبا ۲۔ ۳۔ یہ شعر یا اشعار نوید پر بات میں ہیں۔ ۴۔ م و کتب خانہ مشرقیہ پٹنہ طرہ مطبوعہ ۵۔ فارسی میں یا سے زائد بیت ہے۔ لیکن غلط کی جگہ غلطی ایرانیوں کے یہاں اب تک نہیں ملتا۔ یہاں نے ابطال فرو رفتہ میں اس کی شدہ غلطی کن نگارہٗ مانتا کے کلام سے دی ہے۔ مگر اس میں یا سے معروف نہیں، یا سے بھول ہے اور "زائد نہیں" کا تب تاثر غالب میں نہیں، مگر نوید پر بات میں ہے (غالب کے خط کا ایک نمونہ اس میں نقل ہوا ہے) تاثر میں ناواقفیت کی غلطی ہے۔

یہ بات احمق نے فرنگیوں کی جاسوسی کا حال دے کر اس سے نصیحت کی تھی، لیکن مانیہ نے نتیجہ تیز میں ان پر سرتے کی جہت لٹکا دی ہے اور لکھا ہے کہ یہ بات باطل و تہی ہے جو میں نے بیروز سے سنی تھی کسی قدیم فرنگیوں میں نہیں مل سکتی۔

قبیل (۳۰) فارسی میں جب ذنب سے توجیس ملے متقد المخرج حروف مضاعفہ و ان کا قبیل
ہیں، وہ بھی نہیں ہے (۳۱) زمانہ قدیم میں کتاب ذوق ذائق میں کچھ فرق ذکر کرتے
تھے اور ذوق بھی فقط دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کا دو دو خطہ میں تھا۔
(۳۲) ان کا برحوبہ نے یہ دیکھ کر ایک قاعدہ بنایا کہ دونوں حرفوں میں تیز تر ہو جائے
اس سلسلے میں اسرویل توجہ طلب ہیں، (۳۳) ہر مزد کے دستور فارسی
کا کوئی ثبوت موجود نہیں، اور یہ مان بھی لیا جائے کہ اس نام کا ایک ایرانی
نائب کا استاد رہا تھا اور غالب کا بیان اس کے قول پر مبنی ہے، تو فارسی
میں ذائق کے ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں اسے کچھ اہمیت حاصل نہیں، اس لئے کہ
ہر مزد ایک بھول اٹھائی شخص ہے جس کی یہ کوئی تخریر موجود ہے۔ اور جس سے غالب
کے علاوہ کوئی شخص واقفیت کا مستحق ہے۔ (۳۴) فارسی میں قریب المخرج حروف کا
ہونا یہ بات سے ہے پ پ ف و قریب المخرج ہیں۔ ل و ایک دوسرے کے
قریب سے نکلتے ہیں، اور یہی حال ک د خ کا ہے۔ خود غالب نے بھی قاطع میں
ایک دوسری جگہ اس کا اعتراف کیا ہے کہ ت و قریب المخرج ہیں۔

در استناد غلط است بیج ز ستاد است که مرکب از رستی و واد است.
چون و و و حرف ترسب المخرج براکت کن اعداد انتخابیست برهم است رستاد
مانند: و رشت و

(۳) من لا ڈاؤں، ذمہ دار المخرج نہیں، اگر ایران کے مرد و بے تعلق کی بنا پر یہ حروف شدہ المخرج قرار دیئے گئے ہیں، وجہ یہی من کا معاملہ مشکوک ہے۔

سعدی کے ایک شعر میں مدل فیض کا تائید آیا ہے۔ (۴) غالب کو یہ بتانا تھا کہ کن قدیم کتابوں میں دو ذوالالترام یک ساں لکھے گئے ہیں۔ یہ بات قرینگی چنان گیری میں بھی ہے، مگر اس کا جامع ہیں غالب کی طراح ان شہنوں کا ذکر نہیں کرتا جن سے یہ دعویٰ ثابت ہو سکتا ہو۔ (۵) اس دعوے کا کہ الکابر عرب نے دو ذویں تفرقہ کے لئے ایک قاعدہ بنایا۔ کوئی ثبوت موجود نہیں، اسوہ جلت لکھی ہوئی نہیں معلوم ہوتی۔ (۶) غالب نے یہ کہہ کے کہ دو ذویں تفرقہ کے لئے قاعدہ بنا تھا قرینگی میں آیا ہے کہ فارسی میں ذائقہ۔ یہ دوسری بات ہے کہ انھیں اس کا احساس نہ ہو

غالب نے قاضی میں آذر (آتش) تھا اور تندر و صحت کو دے اور آذر
(نام مادہ و روئے) تھا پذیرفتن و پذیرفتن، غلظت گذشتن و گذاردن تھا
سپندارند اور اسپندارند، اگڑے سے نکلنے کا حکم دیا ہے (بعض نامائیں
لفظ اس کے پاس سے بھی غالب نے اسے خارج کر کے ہے، مگر میں ان سے بحث
نہیں کرتا) اس کا قاضی نہیں کہ ہر مزدوم عہدہ اعلیٰ و درجہ عالی رکھتا تھا۔ اس
موضع پر میرزا اسحاق علی گڑھ میگزین کے غالب فہرستہ میں شائع ہو چکا ہے۔
اسحاق علی گڑھ میگزین کے غالب فہرستہ میں شائع ہو چکا ہے۔

نہیں کرتا۔

لکھی گئی۔ غالب نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی کہ کچھ الفاظ دوست اور کچھ
دوست کیوں لکھے جائیں۔

۱۱۔ ذیل میں کچھ وہ باتیں جو فارسی میں وجہ و ذال کے ثبوت میں پیش
کی جاسکتی ہیں اور جگہ جگہ جاتی ہیں، ان میں سے بعض غالب کے علم میں بھی نہیں۔
(۱) یہ بات عام طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ ایران کی قدیم زبانوں میں
ایک حرف موجود تھا جس کا تلفظ وہی تھا جو عربی ذال کا ہے۔ لیکن جیسے
اب تک یہ چنانچہ تسلیم کیا کہ یہ بات پائے ثبوت کو کس طرح پہنچی۔ اوستائی
زبان میں ذال کا قائم مقام چ کھا جاتا ہے۔ مگر یہ صرف وسط کلمہ میں آتا
ہے۔ اس کے متعلق زیادہ تفصیل کے ساتھ میں کسی اور موقع پر لکھوں گا۔

(۲) شبید یعنی کے یہاں تائید کا قافیہ پائیدہ ہے (باب ۱۱)۔
۱۲۔ ص ۲۰ لیکن ابوطاہر خسروانی کے یہاں رسیذ کا قافیہ قویذ آیا ہے۔
(باب ۳ ص ۲۰)۔ یہ دونوں شعراء مجوسانی میں تھے، شعراء آل سبکتگین
میں کسائی مردزی (باب ۳ ص ۲۰)۔ چکیدہ و شبید کا قافیہ قافیہ عربی تلفظ
میں لاتا ہے، اور شاہنامہ فردوسی میں بنید چکیدہ کی قبیل کے الفاظ کا قافیہ
قائم ہے، لیکن اس کے سچاس ساٹھ ہزار اشعار میں تائید کی قسم کا تلفظ
وال پر ختم ہوتا ہے، ایک جگہ بھی چکیدہ رسیذ وغیرہ کا قافیہ نہیں آیا۔
بیا رید کس گفت جام بنید بیا دہشتن بلب و کشید

شاهنامہ نگار محمد علی
(۳) کتاب الا بیہ من صفاتی الادویہ معتقدہ موقوف ہر دی کا ایک نسخہ
جسے اسدی طوسی شاعر مشہور نے شمس کے حرم میں لکھا تھا اور پ میں موجود ہے
اور مطبوعہ نسخہ اسی پر مبنی ہے، اس خطوط کے ایک صفحے کا عکس بیت مقدار
قرنیہ جزو اول میں موجود ہے جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ فارسی والی
و ذال کے مطالعے میں اس قاعدے پر عمل ہے، جسے فہرست وغیرہ نے نظم کیا ہے، پتہ پتہ
اس میں باذ، ایزد، ایزد، واو اور دروز کی والوں پر بہ اشتنائے والی ذال
واو دروز نقطہ دیا ہوا ہے، اور وال اول واو دروز اور وال گستر وند
پر نقطہ نہیں ہے۔

(۴) اسدی طوسی کی فرہنگ فارسی ایک بار یورپ میں اور ایک بار
ایران میں طبع ہو چکی ہے۔ اس میں الفاظ بہ ترتیب حروف تہجی جمع کئے گئے ہیں۔
لیکن پہلے حرف نہیں، آخری حرف (یا بعض صورتوں میں حرف ماقبل آخر)
کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، اس میں وال و ذال کے باب الگ الگ ہیں،
تار و نیر، آسفہ، فرزد، ازوند، ترقند وغیرہ والی کے باب میں۔
ادبنا نید، سوید، پدید، بنفاذ، رافہ وغیرہ ذال کے باب میں ہیں۔

(۵) ابوعبد اللہ حسیں نطنزی کی ہسترا الفہم میں (جو پانچویں صدی
ہجری کے آخر کی تالیف ہے) یہ عبارت ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ
نطنزی ث۔ ص وغیرہ کے برخلاف ذکو ایک فارسی حرف سمجھتا ہے اور لکھتا ہے
لا تدخل الفارسیۃ تانیۃ جمیعہا ص حط نط قفس و سٹ
(۵) فرہنگ جہانگیری کے دیباچے میں سنائی کے اشعار نقل کئے ہیں۔
جن میں سے ایک یہ ہے۔ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف کی تعداد
۱۔ یہ غالب فارسی کا قدیم ترین خطوط ہے جو محفوظ رہا ہے۔

۱۲۔ آغاز احمد علی، احمد نے مؤید برہان میں فارسی میں وجہ دیا عدم ذال
سے متعلق مختلف فرہنگ نگاروں کے اقوال نقل کئے تھے، اور صراحت کے
ساتھ یہ دکھایا تھا کہ فارسی میں قریب الحرف حروف نہ ہونے کے بارے
میں غالب کا دعویٰ کس قدر غلط ہے۔ غالب نے تیغ تیز میں جو اس کا جواب
دیا ہے، درج ذیل ہے۔

۱۳۔ میں نے اتنا مزید مزید موافق تلفظ کہا ہے نہ موافق قرات کہ ۱۱ خاص کلام مجید
کی نکات کے واسطے موضوع ہے، گنبد کو بہ ذال نقطہ وارہم نے لڑکوں اور غریبوں
لوگوں کے سوا کسی سے سنا بھی نہیں جو اس کی اطلاع داخل دیں۔ ہاں، کا غندورہ
والی ابجد سے ہے، مگر خاص و عام کے تلفظ میں اور ہر کتاب میں عموماً ذال نقطہ
سے ہے، اور اس کتابت اور تلفظ کی وہ قسم ہے کہ اگر کوئی خلاف اس کے لکھے
یا بولے تو دیکھنے اور سننے والے اس کو مسخرہ بنائیں۔ اس تلفظ اور اس اطلاق
کے احاطے سے نکلا نہیں جاتا، میں ذال سے لکھوں گا اور اس پر نقطہ دوں گا،
اور تلفظ میں ذال نقطہ دار لاؤں گا۔ خلاصہ میری تحقیق کا یہ ہے کہ پزیرفتن،
گزشتن، گزشتن، گزادون اور ان کے مجموعہ مشتقات اور اسمائے مشہورہ
ایام مثل آرزو اسفند امر وغیرہ سب ذلکے ہونے سے ہیں، اور تدر و اور
کا غند اور گنبد یہ تین لغت بھی بہ ذال ابجد میں اور یہ فارسی قدیم کے موافق
ہے۔ گنبد کی والی پر ذال خلاف نقطہ دیتے تھے نہ اختلاف دیتے ہیں۔ تدر و
کی والی پر نقطہ دینے والے لغو اور پرہیز اور بے خبر ہیں۔ کا غند کا نقطہ دینا
اور پڑھنا چار قبیل کرنا پڑا اور مرگ انہو کو حسن سمجھا پڑا۔ ص ۲۰

توجہ طلب امور: (۱) عرب ث۔ ص۔ م۔ ا۔ ت۔ ط وغیرہ کے تلفظ میں
فرق کرتے ہیں، یہ قرآن کے لئے مخصوص نہیں، ایرانی بھی اگر م۔ ا۔ ت۔ ط کے تلفظ
میں فرق کرتے تو جب نہیں، (۲) احمد نے فارسی میں قریب الحرف حروف کے
وجود کے بارے میں تفصیل کے ساتھ لکھا تھا، غالب نے اس کا کچھ جواب نہیں
دیا (۳) غالب اس دعوے کے باوجود کہ فارسی میں مطلقاً نہیں، کا غند کے
مروجہ تلفظ و اطلاق سے تعرض نہیں کرنا چاہتے، خوف یہ ہے کہ لوگ کہیں مسخرہ زاد
بنائیں۔ یہ جرات کی کمی ہے، غالب اگر تلاش کرتے تو بڑے ایرانی شاعروں کے
یہاں کا غذا ایسے الفاظ کا قافیہ مل جاتا جو درختم ہوتے ہیں، اسرار نامہ نظام
م و م ۵۵ میں کا غند، قافیہ خود آیا ہے، اور ردی کی مشنری میں ہے
مگر توہم شرح میں ہے درخند مشنری ہفتاد و تہ کا غند شود

(۴) فارسی میں وجہ و ذلکے جو شواہد مؤید برہان میں تھے، غالب نے
ان کی طرف مطلق توجہ نہیں کی، اور انہیں کا عدم قرا و دے کر وہی بات جو
قابل میں کہی تھی دہرا دی ہے، ان کے پاس جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں،
عبد الحمید کے قول کے سوا اپنے دعوے کا کچھ ثبوت نہیں، اور یہ بات کہ کسی
لفظ کو ذلکے اور کسے ذلکے سے لکھنا چاہیے، لہذا اس کے حوالے سے نہیں
۱۔ گنبد تدر وغیرہ کی طرح نہیں کہ اب بھی ذال سے لکھا جاتا ہو، لیکن ہندوستان
میں بہت سے لوگ جن میں اچھے فارسی دان بھی شامل تھے ذال سے لکھتے تھے، چنانچہ
بہ کثرت کتابوں میں اسی طرح ہے، اس کا ایک ثبوت گنبد کی تصغیر گزی کا وجود ہے،
(ایسی کتابوں کے نام جن میں گنبد ذال کے ساتھ ہے، میں کسی دوسرے موقع پر پیش کروں گا)

لہذا رکھنے والے موجود تھے۔ شریک و شیرازی کہتے ہیں۔
 یہیں نظم و نثر ژرف ہر آنکس کو گشت کہ پنج از ان فصیح کہ وہ وہ ازین عید
 مراجع وال و ذال نباشد پسند یک ہی را چہ فرض گشت نیارست از ان عید
 یہ وہی بات ہے جو اردی کی زبان قلعہ اور خیر کے قلعے میں ہے۔ مہروری کا شعر
 "دہشت یا بجام جم از ارفاں و جید گودال باش قانیہ امر و زو حدیث"

ہم ۱۰ قافیہ کلام یہ ہے کہ ایرانی "ذ" کو فارسی حروف میں شمار کرتے رہے
 ہیں۔ گزاردن اور گذاردن دونوں صحیح ہیں۔ مگر مختلف معانی میں اویہی
 بات ہندوستانی فارسی وال کہتے آئے ہیں و گنبد کج کل دسے کھا جاتا۔
 بے باقی تمام الفاظ جن کا ذکر میں نے کیا ہے دسے ہیں اور ایران میں
 "دسے" ہی لکھے جاتے ہیں۔ اس کی تصدیق ایران کی جدید فرہنگوں اور
 دیاں کی چھاپی ہوئی دوسری کتابوں سے ہو سکتی ہے۔ آذر (اسم ماہ و روز)
 اور آذرہ (آتش کا اطلاق) ہے، اور اسپندارند و اسپندارند دوسری
 میں جیسا کہ مذکور شدہ موضوعات پر آقاخان پور داؤد کی کتابوں سے جو روشنی
 موضوعات پر ہیں معلوم ہو سکتا ہے۔ اردو میں غالب کی وجہ سے گزشتہ
 پذیرا وغیرہ کا جو غلط اطلاق ہو گیا ہے وقت آگیا ہے کہ اس سے اقتراز
 کیا جاسکے۔

۱۔ میراجال ہے کہ مشہور ایرانی شاعر سپہر معاصر غالب نے ہی اپنی کتاب
 براہین المہم میں جو فن قافیہ میں ہے، ذال و فارسی کے وجود کا اقرار کیا ہے،
 لیکن مجھے یہ یاد نہیں کہ اختلاف قوافی وال و ذال کی نسبت کیا دئے ظاہر
 کی ہے۔

۲۔ شریک و مہروری کے اشعار طہرائی کے مشہور ماہنامے ارمغان سے
 ماغذ ہیں، جس کے بانی و مدیر مسٹر گدی تھے۔

• • •

بعضے از شعر ادا و دودلو (قلمی نسخہ میں اوز) و دید و نظائر آں و در قافیہ وال
 ہل ایراد کردہ اندہ شاہد کہ در (کرم خوردہ) این رسالہ بندرت مثل آں
 سادہ اتفاق افتد اما اگر قفرتہ شود ادنی باشد ششہ۔ اس کے بعد قاعدہ
 نثر میں لکھا ہے اور ابن سین کا ایک قلعہ نقل کیا ہے۔ فرہنگ چیاگیری وغیرہ
 میں یزدی کی طرف ایک قلعہ بھی منسوب کیا ہے جس کا معنوں وہی ہے جو
 مستور القفۃ نظری میں ہے، مگر یہ قلعہ محل میں جہاں اس کے ہونے کی توقع
 ملتی، موجود نہیں۔

(۱۸) شرف نامہ نسخہ میں شہاب الدین کرمانی کا قلعہ میں قاعدہ نظم
 ہوا ہے نقل کیا ہے

(۱۹) مجمع الفریس کا ایرانی مؤلف سرودی بھی ذال و فارسی کا قائل ہے۔
 (۲۰) ابومن فرہانی شاعر قصائد و قطعات الفریس نے شرح قطعات
 شہ میں وال و ذال میں فرق کرنے کا قاعدہ اور ابن سین کا ایک قلعہ دیا ہے۔
 (۲۱) ایران کے نامور محقق محمد بن عبدالمہاب قرطبی مقدمہ تاریخ چیاگیری
 جوبھی میں لکھتے ہیں

• در بلاد فارسی زبان باستفائے بعضے اوصیٰ تا فرق ششم و ہفتم
 ہجری ماہین وال و ذال فارسی تیز پیدا و در حق میگذاشتہ اندہ ہم در قفۃ
 (ظاہر) ہم در کتابت (قطعا)۔ در اغلب نسخ فارسی کہ اکثروں بدست است،
 قبل از قرن ششم استنساخ شدہ است، ذال ہائے فارسی عموماً با نقطہ مسطور
 است۔ اسے از حد و قرن ششم ہجری بعدیجات نامعلوم بدرجہ این تمیز از
 میادیرہ اشتہ شد۔ ذال ہائے ہجرتہ چاہے ذال ہائے بعد بدل شدہ و اکثروں
 در ایران صحیح ذال ہائے فارسی را وال حملہ خوانندہ فریستہ بہ اشتنائے طبع
 از کلمات چون گذشتن، گزشتن و پذیرفتن و آذر و آذر بایجان وغیرہ
 (۲۲) قرطبی کا قول صحیح ہے، مگر ان کے دئے میں بھی ایران کے نامی
 شاعروں میں وال و ذال کے قدیم فرق کو ماننے والے اور قوافی میں اس کا

() آجمل دہلی نائب نمبر فروری ۱۹۵۷ء

غالب اور ذال فارسی کتاب اور ذال فارسی (زوج کل فرد و ششہ) میں کچھ ایسی باتیں میرے قلم سے نکل گئی ہیں جن کی تصحیح یا مین میں اٹھانے کی ضرورت ہے: وغیرہ
 ہی بہت ہیں، لیکن ان میں سے بیشتر نظر انداز کر دئے گئے ہیں: (۱) مسطور و مستور و نابعد غالب نے پنج آہنگ کے باب دوم میں لکھا ہے کہ پذیرفتن، گزشتن اور
 گذشتن اور ان کے مشتقات دسے ہیں، انہیں دسے لکھنا صحیح نہیں۔ اس کتاب کے بعض فقرے غالب کے سفر ہنگ سے پیدا ہوئے تھے، لیکن اس کا اظہار اس کے بہت بعد ہوا
 باب ۲ کا زمانہ متعین ہو سکتا ہے جس میں ہر توہ نہیں کہ جاسکتا کہ اس کے بعد اس میں تعریفات نہیں ہوئے۔ (۳) صلیبہ سدا بہمزد و صلیبہ چاہیئے۔ (۴) صلیبہ سدا
 مگر نہ ہوں چاہیئے۔ (۵) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ خود آیا ہے یہ عبارتہ صدف کی ہائے۔ صلیبہ کا شعر شمال میں پیش کرنا عجیب ہے، اس لئے کہ اس میں "خود" ذال ہے۔
 (۶) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۷) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۸) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۹) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۱۰) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔
 پوچھنے کے معنی اس بنا پر کہ ان کے یہاں کبھی بھی وال و ذال کے قوافی کا اختلاف پایا جاتا ہے، یہ لازم نہیں کہ وہ فارسی میں وجہ ذال کے قائل ہوں، قوافی کا اختلاف
 ہو سکتا ہے۔ (۱۱) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۱۲) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۱۳) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۱۴) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۱۵) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔
 ہے جو ذال پر ہوتا ہو۔ نوٹ کیجئے اس بارے میں وہی بات کہ جو میں نے پہلے لکھی تھی، اور اس کے پیش نظر مقدمہ قدیم قطعات تھے۔ کچھ عجیب نہیں اگر شعر مذکور کی توجیہ میں
 کا تب کی تعریف ہو۔ (۱۶) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۱۷) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۱۸) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۱۹) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۲۰) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔
 رباعی مذکور ہے۔ (۲۱) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۲۲) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۲۳) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۲۴) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۲۵) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔
 سنہ اس میں قلمی نسخہ کے حوالے چاہیئے۔ (۲۶) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۲۷) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۲۸) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۲۹) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔ (۳۰) صلیبہ سدا و صلیبہ سدا۔

تحقیق برپروشان

توراہ بتائے، استاد ہوتا تو شر کے معنی سمجھائے۔۔ فرہنگ
لویوں کا قیاس معنی لغات فارسی میں نہ مرا مرغلط ہے
البتہ کمتر صحیح اور بیشتر غلط ہے۔

دسائیر غالب کا ایمان اور حرز جاں ابھی اس کا خدا ہے
کہ جو احکام ہمہ آباد برنازل ہوئے، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے
ہیں، اذل کے فرمان میں تیز نہیں ہوتا۔ غالب قاطع برہان کی
اشاعت ثانی کے دیباچے میں جو محرق قاطع برہان و غیرہ کی
اشاعت کے بعد تحریر ہوا تھا، لکھتے ہیں "حاشا کہ در سبب
از عقیدہ خویش رجوع کردہ باشم"

غالب کی تحقیقات کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

برپروشان برہان میں یعنی امت ہے، غالب فرماتے ہیں کہ
ایک معتقد برہان سے دریافت کیا کہ یہ کس ملک کی زبان ہے۔ اس
نے جواب دیا کہ "اقتصادی ملک دکن" کے جنوں کی زبان ہے۔ میں
نے کہا کہ یاد رکھ برہان یعنی امت آیا ہے، اگر بے مضامین الیہ نہیں
آتا یعنی برہان فلاں بنی، برہان علی، شان = طرز و اسلوب۔

کسی مترض نے برپروشان = امت کی مندرجہ شد قہمی جس
کا معرعہ آخر کہ مصطفیٰ پر داد اور برپروشان را ہے پیش کیا،
تو غالب نے قاطع برہان کی اشاعت ثانی میں اشاعت اول کی وہ
عبارت جس کا تعلق جنوں کی زبان سے ہے، حذف کر دی اور سبیل
کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا، اس میں کہ لہذا کیا، حروف و ذل
نظم تحت کو دوسری صورت نہیں دے سکے، پاداش زپاد است
چاہیے، وبالشت دی پاداش و بالش ہیں۔ مضوابط زبان ایران
میں سین و شین کا ایک دوسرے سے بدلا جانا ایک محکم قاعدہ

سے واضح ہے کہ خود غالب جن کا استاد ہر مزدحم عبدالصمد تھا، اپنے
خیال میں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

سے ہمہ آباد دسائیر کا پہلا ایرانی پتھر ہے اور دسائیر کا پہلا غمیفہ
اسی کے نام کا ہے۔ اس کا زمانہ بقول دسائیر ۲۲ ہزار ہائیک سال
سے بھی زیادہ ہے۔

لہذا دسائیر کے مطابق عالم ابدی ہے، یہ احکام بھی ابدی ہوئے۔ صاحب
دسائیر کی فرض و سرمد اسب کے احکام پران کی برتری دکھاتا ہے۔
سے پاداشت و بالشت مشرا کے تصرقات نہیں۔

غالب کو اپنی فارسی دانی پر ناز تھا، فرماتے ہیں کہ
"مبدی قیاس سے مجھے وہ دستگاہ ملی ہے کہ اس زبان کے قواعد
و مضوابط میرے ضمیر میں اس طرح جاگزیں ہیں جیسے فولاد میں
جوہر" بعض اوقات وہ اس سے ایسا کرتے تھے کہ وہ اپنا شمار
اہل زبان میں کرتے ہیں، لیکن یہ الفاظ بھی انھیں کہے ہیں کہ
"ہندو ہندی مولد و پارسی زبان ہے" دوسرے ہندوستانیوں
پر اپنی فوقیت کے درجہ جو انھوں نے قاطع برہان کے فائدہ اول
میں بیان کیے ہیں وہ مجنبہ و ربح قیل ہیں،

"زبان دانی من بفرہ سہ فروزہ خدا آفرید و گوہرازل
اور داست، نخت سلامت طبع کہ غلط را نیز میرد و
جز برستی آرام نیگیرد۔ دوم مناسبت آل طبع غلط
پسند چن بر استی پیوند با پارسی زبان۔ سدیگر احراز
دولت تیمار ہر فرد، فرداں کمال و دانش اندوختن
از وی تا دوسلی۔ سپس گذشتن بر پاستانی نامہ"

دشاد در زمین از ان شورائیکز شوراہما

قاطع برہان کی نسبت ان کا دعویٰ تھا کہ اس کا پایہ تحقیق اتنا
بلند ہے کہ "اس سے بڑھ کر متصور نہیں"

غالب ہندوستانیوں کی فارسی دانی کے قائل نہیں، ان
کا ارشاد ہے،

"اشعار قدما آگے دھریے اور اپنے قیاس کے مطابق
چل دئے وہ بھی کوئی ہم قدم نہ کوئی ہمداد... رہنما ہو

لہذا فائدہ اول کے آغاز میں ہے: "خود ہندوستانز ابودن و
ہندوستانز زبان دگر با ہم در فرہنگ و ہم در نظم مسلم نداشتند و
خود علم پندار زبان دانی افراشتن چہ معنی دارد؟"

سے فروزہ یہ صفت فارسی نہیں، دسائیری ہے،

میں کتب لکھی لفظ فارسی نہیں، دسائیری

لہذا شعرا و اختراعات غالب سے ہے۔ لطائف غیبی میں اہل پارسی
کا ایک زمزمہ ہندوستان کے ٹپے اور ٹھری کی طرح بتایا ہے، لیکن
فارسی لغات و کثرت دسائیر میں بھی نہیں

(۱) غالب "اصلیت محکم" ہے۔ برپروشان قومی برساں ہے وسط میں چند حروف بڑھ گئے ہیں، افسوس سبب سے بدل گیا ہے۔
۱۔ غالب نے اشاعت ۱ میں برپروشان کو جنوں کی زبان بتایا تھا اشاعت ۲ میں یہ برساں کی ایک ایسی شکل قرار پایا جو ضرورت وزن نظم سے پیدا ہوئی تھی اور بجائے خود ایک لغت سمجھے جاتے کی سزاوار نہیں۔ یہ مرصعاً تبدیل رائے ہے گو غالب نے اس کا اقرار نہیں کیا۔

۲۔ غالب کو اپنے قیاس پر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہوتا اور وہ مجمع الفرس سروری کی طرف رجوع کرتے تو انہیں یہ معلوم ہوتا کہ اس میں برپروشان بمعنی امت بحوالہ تحفہ (تحفہ - الاحباب حافظ ادبھی) موجود ہے اور اس میں بطور سند صاحب میارجمالی اور حقیقی کا شعر مرقوم ہے۔ اس سے قطع نظر کہ برپروشان لغت صحیح ہے یا نہیں، انہیں اسے جنوں کی زبان کہنے کے بعد تبدیل رائے بغیر اقرار کی ضرورت نہ پڑتی۔
شعردقیقی یا برپروشان 'فرہنگ جہانگیری' دم کتابیں اتنی غلط چھپی ہیں جتنی یہ (مطبوعہ میں نہیں۔ سروری کا قول ہے کہ اس میں برپروشان نہیں، پرودشاں ہے اور شعردقیقی اس اختلاف کے ساتھ ہے کہ فرہنگ جہانگیری میں 'بر' کی جگہ 'مر' ہے۔ لغت غالب ص ۲۴ میں اس فرق کا ذکر نہیں۔
۳۔ تبدیل سین و شین سے اگر غالب کی یہ مراد ہے کہ شاعر مختار ہے کہ ضرورت نظم سے سین کی جگہ شین اور شین کے عوض سین استعمال کرے تو یہ قطعاً غلط ہے۔ بس کا قافیہ کن رکش (شکل اصلی) اور کش کا قافیہ کش (بس شکل اصلی) اگر کسی کے یہاں آئے تو وہ شاعر غلط گو سمجھا جائے گا۔ قافیہ کا شعرا سے سروکار نہیں، زبان شناسوں، زبان کے مرد و عاقل کو دیکھ کر یہ بتایا ہے کہ فارسی میں ایسے الفاظ ملتے ہیں جو سین و شین دونوں سے صحیح ہیں، یہ نہیں کہ شاعر جس لفظ کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔

۴۔ لفظ 'سان' ان الفاظ میں نہیں ہونی الحال سین و شین دونوں سے مستقل ہوں، یا کسی زمانے میں ہوئے ہوں۔ لغت فرس سدی میں صرف سین سے آیا ہے، اور ڈاکٹر محمد حسین نے اپنی مرتبہ برہان قانع میں سان پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں بھی کسی ایسی شکل کا ذکر نہیں جو شین سے ہے۔

۵۔ برساں بمعنی امت کا لغات میں شمار قرہنگ نگاروں کی غلطی ہے، یہ اگر لغت قرار پا سکتا ہے تو 'برطرز' اور 'براسلوب' نے کیا گناہ کیا ہے؟ یہ بھی نہیں کہ صورت مذکورہ

میں اس قدر کثیر الاستعمال ہو کر محض اس بنا پر اس قابل سمجھا گیا کہ فرہنگوں میں بالاستقلال جگہ پائے۔ میرا خیال ہے کہ کسی فرہنگ نگار نے منوچہری کے شعر ذیل یا کسی دوسرے شاعر میں برساں ادیکھ کر اسے ایک خاص لغت تصور کر لیا، اور بعد کو اس کی تطبیق ہوتی رہی۔
در کسی گوید کہ در گیتی کسی برساں ادست

مگر ہمہ پتھیری باشد بود یا نہ درای

۶۔ غالب خود مقرر ہیں کہ برساں بدون مضاف الیہ نہیں آیا اور یہ قانع برہان کی دونوں اشاعتوں میں ہے۔ مصرعہ حقیقی میں بدون مضاف الیہ ہے، اس سے لازماً یہ نتیجہ نکلنا چاہیے کہ اس مصرعہ میں برپروشان برساں کی کوئی شکل نہیں۔

۷۔ شعردقیقہ کے حدود میں ہیں، میرے علم میں کوئی ایرانی شاعر ایسا نہیں جس نے ضرورت نظم سے سین کو شین کر دیا ہو۔ رہا ۳۳ حروف کا وسط کلمہ میں اضافہ تو یہ شاید ہی دنیا کے کسی شاعر نے کیا ہو۔

۸۔ میارجمالی لمج روس میں برپروشان بمعنی امت ہے۔ لغت میارجمالی جو ایرانی ہے اور میرا حافظہ دھوکا نہیں دیتا تو میں نے اس کا معاصر حافظ شیرازی ہونا نہیں دیکھا ہے، عموماً خود اپنے شعر میں لغات مندرجہ میارجمالی کو استعمال کر کے بطور مثال پیش کرتا ہے۔ اس میں مؤلف کا یہ شعر ہے:

گرد عوی احمد رالیش نبوت

شود خورشید و ماہش برپروشان

۹۔ میارجمالی کے روسی مرتب کا قول کہ برپروشان پہلی لفظ سے بنا ہے، لغت غالب ص ۲۵ سے نقل ہوا ہے۔

۱۰۔ لغت فرس اسدی لمج اول ایران ص ۳۵ میں برپروشان (کذا) یہ میری طرف سے نہیں، امت بود، دقیق گوید شفیح باشش برشمرا بریں، ذلت چو مصطفیٰ بردار برر ثنائی اس کے متعلق مرتب کا حاشیہ سس (ایک نسخہ) برودشنان، دن در دوسرا نسخہ، در حاشیہ پرستان - بنظر ناشر: صحیح .. برودشنان است .. ظاہر این است کہ اسدی کے معانی بیشتر لغات کتاب خود را از فوای کلام گویندگان ایران استنباط میکرده در نسخہ خطی از شعردقیقی برودشنان را برودشنان خواند و آنرا بمعنی امت یا خداست است - جز و دوم این لغت یعنی

۱۱۔ لغت غالب میں جو کچھ لکھا گیا تھا یاداشت متعلق میارجمالی پر مبنی تھا

۱۲۔ پہلے یورپ میں چھپی۔ ایران میں ایک زائد مرتبہ طبع ہوئی ہے۔

اسدی کے قول متعلق برروشتان کی تردید۔ درخاشہ متعلق
برروشاں نوشتہ ڈاکٹر محمد معین
اضافہ

(۱) لغت فرس اسدی لہجہ یورپ ہستان میں بھی برروشتان
لغت اور شہر و قبیہ بطور سند برروشتان کے ساتھ درج
ہے۔ آقائے سید نفیسی نے احوال رودکی جلد ۳ میں
یہ رائے ظاہر کی ہے کہ برروشتان صحیح ہے۔

(۲) برساں کے استعمال کے لیے مصرع رودکی ملاحظہ ہو
"تابید لوبی نہد برساں دار لوبی"
لغت فرس اسدی لہجہ ایران ص ۱۵۵

روشن و روشن است۔ جزء اول علی القاعدہ باید بر
حرف اضافہ باشد و این قسم مرکب دیدہ نشد۔

۱۱۔ "این کلمہ تصحیف برروشتان دقیقہ است" اس کے
بعد شہر و قبیہ بحوالہ فرہنگ اسدی ۱۰۰۔ اس کلمہ در پہلوی
Warwishnikan ۰ معنی مومنان دگر و ننگانست

برودی سکے کہ در دارا بگریذ فارس بنام عبداللہ بن زبیر
۰۰ ضرب شدہ این جلد پہلوی ثبت شدہ (پہلوی اور

انگریزی) اپدولا امیر دروشینکان ۰۰ یعنی عبداللہ
امیر المومنین ۰۰ در اسناد پہلوی تورقان اسم مصدر

Warwishn ۰ و گروشن آمدہ دبرولیشینکان صحیح
دبرولشینک (و گروشی = مومن) است ۰۰ معنی فرہنگ

(آجکل، دہلی - دسمبر ۱۹۶۵ء)

استر اور غالب

فارسی میں استر خچر کو کہتے ہیں، محمد بن مولیٰ برہان قاطع نے
استر کو کفر رک (ت منفرج) کا ہوزن بتا کر لکھا ہے کہ یہ فرعون
کا تصرف ہے (ایں تصرف را فرعون کردہ است) اس کا بیان ہے
کہ یہ "بغداد ہمارے" کو بھی کہتے ہیں۔

غالب نے قاطع برہان میں جو برہان قاطع کی تفسیر کی، تحریر کیا ہے
کہ فرعون نے استر (فر استر) تصرف کیا ہے۔ "لکن" اعراب میں
تصرف کیا ہے۔ یہ لفظ "بغبتین" نہیں، بہر دو قسم "بروزن" پر ہے
ستر استر کا مخفف اور ستور فرید علیہ۔ قف، سوری

اں شیرستی کہ وقتی صاحب
در بیابانی بیفتاد از ستور
گفت چشم تنگ دنیاداد را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

برہان کی عبارت (ایں تصرف را فرعون کردہ است) مبہم ہے
مولف نے یہ فرض کر لیا ہے کہ خچر کا گھوڑی اور گدھ کی پیدا ہونا
اس کی کتاب کے پڑھنے والوں کو معلوم ہے، حالانکہ یہ مطلقاً غلط
نہیں۔ غالب نے اس ابہام پر اعتراض نہیں کیا۔ آغا احمد علی نے
مولف برہان میں شرف نامہ کی عبارت نقل کی ہے جو اس پر مشعر ہے
کہ اس کے مولف کو یہ سب کچھ ایک ایرانی سے معلوم ہوا تھا۔

آغا احمد علی نے تصرف کے متعلق لکھا ہے کہ اس مرد بندہ نے (یعنی)
فر استر میں طرد تصرف کیا ہے اور تصرف پر یہ "سی" اسے ستور بنا دیا ہے
انوس ہے کہ غالب نے استر (= اونٹ) کو جس کا مخفف "شر" یعنی
ہے اور تیدیل سین دشین فارسی کا ستور، استر کا تبدیل نہیں بتایا
حالانکہ یہ بھی خچر کی طرح ستور میں داخل ہے۔ لہٰذا قاطع القاطع
میں اس کا ثبوت دینے کے بعد کہ استر مفتوح الف داتا ہے جنس لمجوں
ہے استدہاکی ہے کہ وہ خدا کے لئے یہ جہاںیں کہ متبع فرعون کون ہے

اور تصرف فرعون کی کیا ہے۔ غالب کی عبارت فرعون در استر
تصرف کردہ۔ میرزا نزدیک ٹھیک نہیں، لیکن ان کے مخالفین میں کہ
کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا

"بغبتین" کہنا اس صورت میں صحیح ہوتا کہ استر کا حرف اول
دو دم دونوں مفتوح ہوتا، اس شکل میں کہ پہلا اور تیسرا مفتوح
ہے اور دوسرا ساکن، یا تو "بغبت" اول و ثانیہ لکھا تھا، یا بغبتہ الف
وتا۔ بہر دو قسم "بغبتین" کے بعد آیا ہے "بغبتین" کا بدل
سمجھا جائیگا جو اس جگہ درست نہیں۔ مخالفین غالب نے اسے نظر انداز
کیا ہے۔ لیکن مجھے یاد آتا ہے کہ آغا نے کسی اور جگہ غالب کو
بغبتین کے غلط استعمال پر نوکا ہے۔ رحیم صاحب ساطع برہان اور
راہین صاحب قاطع الکامل نے بغبتین و بغبتین کو غالب کی طرح
برتنا غلط سمجھتے ہوئے۔ رحیم نے استر کے متعلق لکھا ہے۔ ایں غلط
بغبتین است، و بغبتین "ایں" کو یہاں یہ عبارت ملتی ہے، استر
بغبتین بروزن کمتر بعضی خچر است۔"

غالب نے استر کا مخفف ستر اور سترید علیہ (یہ صراحت
کہ ستر کا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہی مراد ہوگی) ستور لکھ کر سبب اسی طرح
ہے جیسا غالب کا دعویٰ ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو سکتا ہے
کہ ستور کی ت کی طرح ستر استر کی ت بھی مضموم ہے، سین ستر اور
الف استر کے مضموم ہونے کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں۔ تجویز ہے
کہ غالب نے استور (برہان قاطع میں بغبتہ الف داتا) کا جو ستور کی
ایک شکل ہے، نام نہیں لیا۔ وہ استور کو استر یا ستارہ داد کہہ سکتے
تھے، اور اسے استر کے الفاظ کے مضموم ہونے کی بناء پر غلطی پر پیش کر سکتے
تھے۔ اس سے اس دعویٰ کو بھی کہ ستر مضموم السین ہے تقویت

ملتا۔ آخر میں خواجہ جناب عبد الواسع دیہارر وغیرہ پر اعتراضات اور توائف مسائل کی بحث اور کچھ اور باتیں ہیں
ملا برہان کے مولف نے اپنی یا پ کو شیریز کا لکھا ہے، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ خود کہاں پیدا ہوا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ
اس کے کتاب دکن میں تالیف ہوئی تھی، غالب کو اس پر اصرار ہے کہ وہ دکنی المولد تھا

نہیں پتی اس لئے کہ حرف ادل کی تخفیف ہو، اور حرف ثانی ساکن
تو سکون لازماً حرکت سے بدل جاتا ہے اور یہ حرکت اکثر وہی
ہوتی ہے جو حرف ادل کی تھی۔

قطع مسد کا گلستان کے باب سوم میں ہذا اور اس کے ایک
مہندستان کے نسخے میں قطع کا مصرع ادلیوں پر۔ اُن شیدی
کہ در صحرائی غور، یہ مصرع خواہ کس طرح ہوا، قطع مسد جس
طرح آیا ہے، اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ مسد کی مراد
خچر ہے، وہ کوئی بھی جانور نہیں ہے سوا ہی کا کام لیا جاتا ہے
جو قطع ہے بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ گاڑی کی لڑکی یا ہر ستور
جیسا کہ ایرانی محقق ڈاکٹر محمد معین کو حواشی برلمان قاطع
میں ہے، پہلوی میں یہ قطع ہے کہ اور ادستی میں یہ قطع ہے کہ
ہے، میں نے غالباً یہ تحقیق "دند غائب" میں اس کے
بحث کی ہذا دیکھا ہے کہ اس کا اطلاق اگر خچر پر ہو سکتا ہے
تو اسی طرح گھوڑے، گدھے وغیرہ پر بھی ہو سکتا ہے، ہر جانور
جسے استر کہیں، ستور ہے، لیکن ہر جانور جسے ستور کہیں استر نہیں
ساطع برمان میں ہے کہ مویہ الفضلاء مدار الافاضل، فرنگ رشیدی
اور فرنگ چانگیر میں استر بفتح الف دہا ہے (اس سلسلے میں
رحیم نے کچھ اور کہا ہے، جس کا مطلب واضح نہیں) آغا خان فتح تاجی
سند میں خاقانی کا یہ شعر دیا ہے =

تا قفل زد از تو قرح استر
یا جبرہ لعل گردن قر

اور یہ بتایا ہے کہ مرقعہ غائب (یہ اس لئے کہ غالباً
قاطع برمان میں کئی جگہ اس کی عبارتیں ہیں، اعتراض نقل کی ہیں)
ہے میں بھی یہ شعر بحث استر میں نقل ہوا ہے۔ آغا کا بیان ہے کہ تجلہ
ارباب لغت نے استر کو بردن دفتر اور استر کو بفتحین بردن
شعر لکھا ہے قطع پورہا کی جاہ

د عامل نہ ز اہل نہ رند

د آشی نہ تھشی نہ مادہ نہ تر !!
جو خراشہ در حاقہ چو گادو !
ز بونہ بچو اشتر حردن جوں ستر
منو دیں دیا میں منصفہ فخر گرافی یہ بیت ہے،
جو برسد از تو قرح آری : مادر
تو از گوہر بھی مالی با ستر
آرت "محقق استر" : برلمان قاطع میں با قطع غائب ہے
اس کے ذکر سے احتراز کیا ہے، برون دست ہے، شعر طیاں
اُن خیس حرام زادہ چو است !
مثل خر خری کسند پو است !

آغا نے بحث استر = خچر کا خاتمہ یوں کیا ہے، مرقعہ شمال
اور تحقیق اہل لغات سے معلوم ہوا کہ استر دست خاص ہے ستور
دستور عام اور یہ بونہ "بجید ہے۔

امین نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ غالب نے اپنی دعویٰ کی کوئی
سند نہیں پیش کی، ستور کا ذکر اس سلسلے میں اس کی بیکار ہے کہ وہ
لغت مختلف ہے۔ امین نے مدار الافاضل مویہ الفضلاء فرنگ چانگیر
اور فرنگ رشیدی سے اسناد کیا ہے۔ مگر فرنگ چانگیر کی کتاب
ستر کے مفتوح ہونے کی سند میں خاقانی کا شعر نقل کیا (قوافی زر،
ہند وغیرہ)

بیشب دگیوی و شاقان دتیاں باز کبند
لوت د دستار چہ از اسبے ستر بگشا نید

میں نے غالب کی بحث تحقیق "کئی شعر دیے ہیں جو استر کے مفتوح اتا
ہونے پر مشعر ہیں، لیکن کئی اشعار میں یہ بطور قافیہ کیوں نہ ہو
اس کو قافیہ الف ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ
حرکت الف داخل قافیہ نہیں، استر بفتح تا آخر د اہتر ہی کا
قافیہ نہیں ہو سکتا، پرورد اور دلبر کا بھی قافیہ ہو سکتا ہے۔

۱۔ شرفنامہ میں یہ بحث غائب دیکھی ہوگی، ان کا فرض تھا کہ خاقانی کے اس شعر کی طرف اشارہ کرتے اند تباستکہ وہ کیوں اسے قطع نہ
شیرت نہیں مانتے سا کئی خربگوں میں استر کا ذکر نہیں اور یہ تو اس کے حرکات و سکنات سے بحث نہیں۔

۲۔ غالب بر ۵ قاطع کی بالاسٹیاب مطالعو کی مدعی ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے جملہ غلط محروہ واقف ہیں
اگر وہ سب کا ذکر نہیں کرتے، تو محض غلط کی کثرت اس کا باعث ہے۔ ناظرین اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ "است" کا
ذکر ضروری تھا یا نہیں۔

۳۔ اس وقت فرنگ چانگیر کی کلیات خاقانی پیش نظر نہیں۔

کلی ہذا ستر کو سین کی حرکت داخل قافیہ نہیں، مگر خوش قسمت
 کو 'است' مختلف ستر دست کا قافیہ آیا ہے اور یہ بشرطیکہ
 شاعر اقرا کا ترتیب نہ بجا ہو، قطعی ثبوت اس کا ہے کہ ستر کا
 الف مفتوح ہے۔ سین ستر بھی یہ ظہور جاتی کہ بعد کہ ستر
 مفتوح الالف ہے، مفتوح بکھا جائیگا، اور کوئی اس کا مخالف
 ہو، تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہوگا۔

میرا حاتمہ دھوکا نہیں دیتا تو آقا چودہ واڈی لفظ
 ستر کو اپنی ایک مقامی میں مفصل بحث کی ہے، ان کے کتاب
 جس میں یہ مقالہ ہے بد قسمتی سے اس وقت پیش نظر نہیں، حواشی
 برلمان نوشتہ ڈاکٹر محمد معین سے یہ نقل کیا جاتا ہے کہ پہلوی
 میں یہ لفظ ASTAR ہے یہ کچھ ضروری نہیں کہ ہر فارسی

ہر معانی میں، پہلوی کی تابع ہو، لیکن، حیب ضمہ الف و تا کو
 مدعی کہ پاس اس کی کوئی سند نہ ہو تو فتحہ الف و تا کا دعویٰ
 مگر خود المون کو پہلوی میں مفتوح الالف داتا ہونی کی بڑی قوت
 ملتی ہے۔

استر بمعنی بھانہ جامہ اردو میں تو عام ہے، ملکہ کوئی دوسری
 شکل اردو والوں کی زبان پر بھی نہیں، لیکن فارسی کا معاملہ
 مجرا گاہ نہ ہے، ایرانیوں کی زبان پر آستر بالی محدود ہے،
 آستر بالی مقصورہ بھی صحیح ہے یا نہیں، اس وقت میں اس
 بحث نہیں کروں گا۔

(اشارہ پٹنہ "آزادی نمبر" اگست ۱۹۶۳ء)

غالب کے عروضی اعتراض

قبل اس سے کہ غالب کے اعتراض کا ذکر ہو، کچھ باتیں بطور تمہید دیج
کی جاتی ہیں : (۱) فارسی عروض کی بنا صرف عروض پر ہے، لیکن ایرانیوں
نے عربوں کا غلامانہ تیج نہیں کیا، نئی بحر میں نکالیں اور پرانی بحروں سے نئے
اوزان مستخرج کئے۔

(۲) عروض فارسی پر ساتویں صدی ہجری سے بیشتر کی کوئی کتاب اب
موجود نہیں، بہرام سرخسی وغیرہ کی کتب میں ضائع ہو چکی ہیں۔ سب سے
قدیم کتاب جس میں عروض فارسی کی بحث ہے، المعجم فی معایر اشعار العجم
ہے۔ قرطبی نے اپنے مقدمہ المعجم میں بعد کی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے:
”ہیچ کہ ام قابل ذکر محمل اعتنائست، وغالباً موجزات و مختصرات
است، اختلاف و کسالت انگیز، خالی از تحقیق و جاری از تہ قیق۔“ فقط
کتاب محتویہ ہدیکہ مقارن، عصر صنعت تالیف شدہ و بواسطہ اہمیت
قدامت آن نمی توانیم کہ آن را تحت اسکوٹ بگذرانیم، کتاب عربیہ
معیار الاشعار است۔“

(۳) عہد سامانی و غزنوی کے فارسی شعرا کا بہت کم کلام باقی ہے
اس لئے اس باب میں کہ ان کا کلام کن کن اوزان میں تھا، کوئی فیصلہ کن
بات نہیں کہی جاسکتی۔

(۴) معیار معیار الاشعار کا قول ہے :
بیاید دانست کہ این بحر یا مولف از اصول مذکور است، و شاید کہ اصل بحر
دیگر غیر آنچه گفتہ آمد، تالیف کنند، و از آن اہل بحر یا مولف شود کہ
در لغات دیگر مستعمل باشد، یا بروز جگہ دیگر مستعمل شود، چنانچہ
بنامہ در لغت پارسی رکن ثنائی یافتہ می شود، مولف از دو و تدریج
بروزن متفاوحت، و شعرے دیدہ ام از تکرار این رکن چہار بار کہ
عین آن شعر بر یاد ندارم، اما بر این سوال پردہ : اگر بدانی کہ
علما جانی کا رسالہ عروض میں بھی ناقابل اعتنا نہیں، اسی میں بعض
اوزان جو المعجم و معیار میں موجود نہیں ملتے ہیں۔
علما شیرازی کی تحقیقات کے مطابق معیار کے مصنف نصیر الدین طوسی ہیں۔

ترجمہ مراد میں غم رواعداری و از مستغفلن نبیوں مرفل برای وزن
باشد، و از متغافلن موقوف مرفل ہم چنین۔ و نیز از بحر کہ اورا میں
بزبان پہلوی براں بحر میگردد، و شیبہ استہ یہ بجز سدس سالم
مشائش، ”خرداگر عرض ہے لشکر وژن ہے“ و غرض از ایراد این سخن
انست تا دانشد کہ اصول بحر و در آنچه گفتیم تصور راست، نہ فرغ
و غیرات میں، آنچه ایراد کردیم، موجود است، بحسبہ غالب
(۵) ایران میں پرانی بحروں سے نئے اوزان مستخرج کرنے کا سلسلہ
کبھی بند نہیں ہوا۔ بحر کمال میں عہد خسرو سے بیشتر کا ایک شعر بھی آیا
نہیں ملتا، جو ہشت رکنی ہو، علی جوینے فائز کہ ایک خط میں لکھا ہے:
”بحر غزل سامی میں بحر بزرگست، لیکن، بنائے آن برونج رکن گشتہ
شدہ،“ و ایں خلاف وزن مقرر مؤثر دان و استادان این فن است،
گر آن کہ یک دو کس از شعرا سے معاصر اویدہ بحد کم یک دو وژن در
بحر یک ارکان مدرس چہار مستغفلن است، ایشان نیز رکنی قرار دادہ
گفتہ بودند، و سلیقم از قبولش ابائی گذر دیگر، صاحب اختیار
(معیار ص ۱۲)

حزبائے اوزان میں شعر کہنے سے ملنے نہیں، یہاں بات ہے کہ بعض
خاص اوزان انھیں پسند نہ آئیں۔

(۶) عبارت معیار الاشعار : ”در پارسی بسیار وزن ہماست کہ در شعر
آن شعر گفتہ اند و نزدیک متاخران متروک است، و بسیار
وزن ہماست کہ متاخران بنوی استعمال کردہ اند، و آن را اصول و
قواعد بروچہ دیگر است۔“

۱۵۱ ایک زمانے میں جو چیز پسند ہو قسبے، وہ لازماً وہ سرے
نہلے میں پسند نہیں کی جاتی اور یہی حال ناپسندیدگی کا ہے۔

میر جلتے ذیل جو المعجم و معیار اشعار سے ماخوذ ہیں، عروض کے مطابق
نقطہ قابل اعتراض نہیں، لیکن ہمیں مطبوع نہ ہونے کے بلکہ عہد حاضر
کے وہ اصحاب جو عروض سے ناواقف ہیں، عجب نہیں کہ انہیں ناموزن

مستار دیں۔

آغا محمد علی نے مویہ برہاں میں جو قاطع برہاں کے رد میں لکھی
گئی تھی، آژندن کی سند میں یہ مصرع پیش کیا تھا۔

”چشم مخالفان بسیار زن یہ تیر“

غالب نے تیغ نیز میں جو مویہ کے جواب میں لکھا، اس کے متعلق
طنز لکھا۔

”مصرع..... کا وزن..... پوچھتا ہوں، جس طرح
حکم ہو، اسی طرح پڑھوں۔ ہانتا ہوں کہ کاپی نگار کی شامت آگئی
اور غلطی اس سے منسوب ہو جائے گی، لیکن مجھے مدرس صاحب
د آغا محمد علی سے استفادہ منظور ہے۔ مدرس صاحب سے
کو استاد فرخی..... کا بتاتے ہیں“

شمسیر تیر میں جو آغا کا جواب لکھا ہے، مرقوم ہے کہ
مصرع زب بکت کا مصرع آخر یہ ہے۔ ”بھوکھ دے بزر آژندہ“
اور شعر شہینچند، بہار کی، نوادہ المصادر سے، فرخی کی
طرف اس کا انتساب بہار کا غلط ہے۔ آغانے اس پر قناعت نہیں کی،
مستند کتب عروض سے ثابت کیا ہے کہ ”چشم الخ“، مفتعلن مفتعلن
فاعلان کے وزن پر بحر سریع میں ہے، اور اس پر کوئی عروضی اعتراض
وارد نہیں ہوا۔ طنز کا جواب طنز سے دیتے ہوئے، انھوں نے خاتمہ
بحث اس طرح کیا ہے۔ ”از اعتراض در وزن این شعرا معلوم
می شود کہ جناب غالب ر علم عروض..... بہارت تمام وارد“
آغا کا یہ بیان صحیح ہے کہ بہار کی نوادہ المصادر میں چشم الخ (پورا
شعر) فرخی کی طرف منسوب ہے۔ یہ ایک قصیدے کا شعر ہے کلیات
فرخی (طبع جدید) میں موجود ہے، اور کسی قدر اختلاف کے ساتھ
ہے۔ اس قصیدے کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں۔

تارل من دست من بستدی پسر لے فکر دیگر شادی
چارہ دراه خورش گم کردہ ام پتا تو براہ پیش آمدی
دل بتو دادم و دست بستدم پسر مردم تو دیدی بایں بے بدی
چشم مخالف را بسیار زن بستر پے چون کف یاران کہ بزر آژندی
چشم الخ جس طرح کلیات میں ہے، مفتعلن مفتعلن فاعلان کے وزن
پر ہے، مگر، مصرع ”دل بتو الخ“ کا وزن مفتعلن مفتعلن
فاعلان ہے، اور یہی چشم مخالفان الخ کا وزن ہے، اس کا قابل اعتنا
اختلاف کے ساتھ کہ فاعلان کی جگہ فاعلان آیا ہے۔ عجیب نہیں اگر چشم الخ
مے شیخہ بھی چشم الخ کو نامزدوں سمجھتے ہیں اور عالی وغیرہ ان کے ہنوا
ہیں دیشخ نیز،

زندگانی تیغ کردی مرا

از مردمان دل نخواہ اسے ستری

چہ کنم کہ جز بمراد خود تروہ دل

اسے بہتر سے کہ بہتر از خود بہتری

مرا غم تو اسے دوست ز خان و ماں بر آورد

گردور باشم از تو چون باشم بصور

کار خویش را ز چاکر خود از چہ داری راز

و نخواہ من بر من ستمکار شد

(۶) اردو والوں کے یہاں ایسے اوزان ملتے ہیں جن سے
ایرانی قطعاً بے خبر ہیں۔ سراج دعا جز کا ایک ایک شعر جو نکات شعرا
سے لیا گیا ہے، ملاحظہ ہو۔

نمودہ چشموں کی تیرید کرنے کو چشم ہے سر و آبشور ملکے اند
رو پہلی خالی سفیدی ہے زنگس کی زردی ہے ترے کے کٹور و کماند
مینے کے برسنے کی باؤ چلی ہے، اب آنکھوں سے جان بن آنسو چلیں گے
درو کے نیالے کے گوہر غلطان تو مٹی میں کنکروں سے آہ رلیں گے
میرے بکثرت غزلیں فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن
کے وزن پر لکھی ہیں، اور دوسرے ریختہ گوئیوں بشمول سودا کی غزلوں
بھی اس وزن میں موجود ہیں، لیکن یہ وزن نہ قافیہ پرانی شرا کا مستعمل
ہے اور نہ ایران کے کتب عروض میں ملتا ہے۔ بعض ریختہ گوئیوں نے
مثلاً فراسو، دوسرے کے وزن (فعلن فعلن فاعلن فعلن فعلن فعلن فعلن) میں
بھی شعر کہے ہیں، ایرانی اس سے بھی ناواقف ہیں۔

اردو والوں کا مسلک ناسخ کی عبارت ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے
سید محمد خان، رند شاگرد آتش نے ایک ”بحر نو“ کا شعر ناسخ کے
پاس انہار رائے کے لئے بھیجا تھا۔

دست بختی نہیں دیکھا دلدار کو قیامت ہے

تدبیر کچھ نہیں بنی کیا موت سے ندامت ہے

ناسخ کی رائے دیوان رند ص ۲۷۷ سے منقول ہے۔

”از قرائن معلوم می شود کہ بحر نو از قوت فکر و طبع رسا

پیدا گشتہ ارکان و افراد کامل را بکار بردہ، اصناف و عصب را

آوردہ و اند، و اگر نہ از دو آثر خارج است۔ مفتعلن از متفعلن

با ضم و مفاعلین از متفعلن با عصب گرفتہ مستفعلن و مفاعلین کردہ

اند، سبحان اللہ“

دو وزن طرح ہو۔

بیان ذیل المعجم، معیار اور رسالہ جامی پر مبنی ہے۔

فارسی میں بحر سرلیح کے معنی سر رکنی ہوتے ہیں اور غمر آواز استغراق کا
مستعمل ہوتے ہیں مارکانی سالم بہ تکلف "تشیبہ بعرب" کی جہت سے لائے
جائیں تو اور بات ہے۔ مستغنی مستغنی مقولات کی جگہ تو اس سے فارسی
میں عموماً مستغنی مستغنی فاعلن یا فاعلان آتا ہے۔ اس صورت
پر رکن اول یعنی صدر و ابتدا مطوی ارکی وسطی یعنی حشو بھی یہی اور
رکن آخر یعنی عروض و حزب مطوی موقوف یا مطوی مکشوف ہیں، مگر
مستغنی کے مسلم زعمانات مستغنی کے علاوہ اور بھی ہیں، از اس قبل
مناعلن رقیون، اور کوئی، مرمانع نہیں کہ صدر و ابتدا و حشو اس
وزن پر نہ ہوں کتب مذکور میں ایسے معرے موجود ہیں، جو فاعلن
مناعلن فاعلن یا فاعلان کے وزن پر ہیں۔
دو غمرہ چون دو تاج شکر (المعجم)
چراغ مردی کنی باری (معیار)

نکار من بکار من در نگر (در سار جامی)

یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو گئی حشو مخبون (بر وزن فاعلن) آتا ہے،
اور یہاں محتاج ثبوت تھا ورنہ معرے زیر بحث کے صدر کے بر وزن
مستغنی اور عروض کے بر وزن فاعلان ہونے پر تو شاید غالب بھی
معتز عن نہ ہو سکتے۔ رہی یہ بات کہ کتب مذکور میں کوئی ایسا معرے جو
بر وزن مستغنی فاعلن یا فاعلان ہو، موجود ہے، یا نہیں، تو ایسا معرے
واقعی نہیں ملتا، لیکن صاحب معیار کا یہ فقرہ جو اس نے فاعلن مستغنی
فاعلن کی وغیرہ کی مثال دینے کے بعد لکھا ہے، یاد رہے۔

"و دیگر ہا پر مثال آورده اند و لیکن ناخوش و مشکف باشند"
سوال مطبوع و نامطبوع کا نہیں، جائز و ناجائز کا ہے، اور حشو کے مخبون
ہونے پر اعتراض عروض سے ناواقفیت کی دلیل ہوگی۔ اگر وہ معرے جو
موجود ہیں، موزون نہیں، تو ذی ترداد و دولت مستعد" بھی
جو کلیات مطبوعہ ایران میں ہے، غلط ہے۔

(ندیم ڈھاکا جنوری ۱۹۶۰ء)

غالب اور تئیں

غالب نے ایک خط میں لکھا ہے: "تئیں... متروک....
مردود، قبیح، غیر فصیح۔ یہ پنجاب کی بولی ہے... میرے لڑکپن میں
ایک اہیل ہمارے یہاں نوکر رہی تھی، وہ تئیں بولتی تھی، تو سبیا
اور لوندیاں سب اس پر ہنستی تھیں" (خطوط غالب ص ۵۴)
غالب نے ایک شاگرد کو ہدایت کی تھی کہ "کو" کی جگہ "تئیں" نہ لکھا
کرو۔" (مکاتیب غالب ص ۹۹)

غالب کی ولادت ۱۲۱۸ھ کی ہے، ان کے لڑکپن کا خاتمہ
۱۲۲۴ھ میں سمجھنا چاہیے۔ اس زمانے کے دہلی و آگرہ میں "تئیں"
کا مطلقاً غیر فصیح و قبیح تصور ہونا، یاد کرنے کی بات نہیں بلکہ
ہے کہ غالب کا حافظہ دھوکا دے رہا ہو اور حور تئیں "تئیں" کے
کسی خاص استعمال پر ہنستی ہوں، یا جو لفظ قابل اعتراض سمجھا
جاتا تھا "تئیں" نہیں "تیں" تھا۔ بہر حال تئیں اردو میں
کم از کم دسویں صدی ہجری سے مروج ہے، اور اب بھی کچھ لوگ
اسے برتتے ہیں۔ قدما کے یہاں اس کی ایک شکل "تائیں" بھی ہے۔
دیوان محمد قلی قطب شاہ: "بہی خاتمہ تائیں آساں سے"

۲۷ "سب نبیاں کو مینا نے دیئے ہیں تین تئیں باج" ص ۱
(دونوں مصرعے مطابق نسخہ مطبوعہ)۔ قصہ بے نظیر از صنعتی:-
"تراناؤں عزت ہے آدم کے تئیں ترا اسم ہے درد عالم کے تئیں" وہ
طوطی نامہ غواصی "فرح بخش بیج دل کی زاری کے تئیں" ص ۱
صدیف الملوک غواصی "زبان دیوسے تو سبے زبانوں کے تئیں" ص ۱
پھولیں بن نشا طی: "دیا توں سمع کے تئیں نور ہو تاب" ص ۱
قطب مشتری از وحشی: "سمند کے تئیں" ص ۱

مکہ حج تائیں اسے شاہ میں آئی ہو۔ خیر ایک مہتاب کی لیا لی ہوں مگر
"سو پوچھا کہ حج تئیں لے گئے تھے کہ ہجر" (ضمیمہ ایضاً ص ۱)
دیوان ولی میں تین غزلوں کی ردیف "تئیں" ہے۔

دیوان آبرو: "دینے کے تئیں شہادت انگشت آہ بس ہے"
دیوان خانہ دہلوی: "چیر کر اثر در کے تئیں حیدر ہوا" ص ۱
سجاد شاگر: آبرو:-

دیکھیں طیب در پے دارو ہے کب تئیں

مرا ہوں میں تو عشق میں جیتا ہوں جب تئیں

دیوان زادہ حاتم: "پھر آخر کے تئیں کینا کے ہم سے دوستی کٹ کی"

دیوان گیر: "تیر فلک پکار کے الاماں کے تئیں"

(غزل کی ردیف "تئیں")

(آبیاں کے تئیں)

کلیات سودا: "شیخ نے کام بزرگی کے تئیں فرمایا" ص ۱۲
دیوان تاباں: "گوئی دم کے تئیں" ص ۱

"جیتا ہے جب تک تب تئیں" ص ۱۲

"کہ جس حال تئیں جس کی یاں مرگ ہو" ص ۲۹۹

"صبح کے ہوتے تئیں" ص ۱

میں دل کوں ٹھیک تئیں کشتی لڑا کروں

دیوان سودا: "جس کے تئیں" (غزل کہہ دیق ب: قوافی جام غلام فرید)

دیوان یقین: "دل عاشق کے تئیں کب لگنی ہے غلٹ نظر سے لگنا"

دیوان جرات: "یہ زور اس کے تئیں بخشا ہوا ہے شیریں داں کا"

دیوان قصائد محفی: "سودا کے تئیں کہتے ہیں تھا شاعر مطلق"

دیوان یحییٰ رنگین: "ہر ملاقات میں کہ کب تئیں میں تجھ سے لڑوں"

انشا زبان ساکنان مغلیہ ورہ دہلی کے متعلق دیا ہے لفظ

میں کہتے ہیں: "جائے میرے تئیں، تیرے تئیں، ہمارے تئیں"

اس کے تئیں، آپ کے تئیں کہ زبان اردو دست و نصیحتان

جائے آن، مجھے و تجھے، ہمیں.. اسے.. آپ کو گویندا

مجھ تئیں و تجھ تئیں، ہم تئیں، اس تئیں.. آپ تئیں و بکلیے

میری طرف، تیری طرف، ہماری طرف.. مجھ طرف، تجھ طرف

.. گویندا از زبان میرزا مظہر اپنے نکوں (تئیں کوں) بھی

بد و طفلی سے ص ۱ "مجھ تئیں اس رات کی کیا خبر.. جس

پر چوری ثبوت ہو.. مشکاں باندھ کر جھانک لگاؤ" (دردی

عبادت جہ میں بجائے مجھے ثبوت بجائے ثابت: مشکاں بجائے تھیں

... و جھانک بجائے کڑا پنجابی است، چوں لہجہ مشکم دست است

پنجابی تہیتراں گفت" ص ۱

"اسخ کے شہادت نامہ مطبوعہ میں ہے: کہ جلد ہی اپنے تئیں کو فہ

کو پہنچا" ص ۱ مگر دیوان و فتویٰ سراج نظم میں "تئیں" نہیں ملتا۔

تاسخ کے لکھنوی معاصرین از استاد سرور کے دیوان میں ہے "پہنچے

مطلب کے تئیں کب سے مجھ مہدی (پراکھ تھو) تاریخ وفات کا

مصرع ہے)

تاریخ صحافت اردو ص ۱۴ میں ۱۸۶۷ء یا ۱۸۶۸ء کے اردو

اخبار کے حوالے ہے جو محمد حسین آزاد و محبت ذوق نکالا کرتے تھے

بہادر شاہ ظفر کا مقطع ذیل نقل ہو رہے یقین ہے کہ ردیف "اپنے تئیں"

ہو: شعلہ رخسار پر اس کے ظفر پر دانہ وار

محبوئے کے ہی دینی ہے جان نا صبور اپنے تئیں

اخبار مذکور کے شمارہ ۹ ستمبر ۱۸۶۷ء کا ایک اقتباس جو تاریخ صحافت

کے ہاں میں درج ہے اس کی "مخزن" میں "تئیں" ہجڑ آیا ہے
دیوان غفر مطبوعہ میں ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے
یا کیا تم نے کیا شب اپنے گھر میرے تئیں
ہچکیاں آئی رہیں یاں تا سحر میرے تئیں
فراق دہلی کے استادوں میں تھے، ان کے بیٹے وصال کی
"دو مخزن" مصنف: ۱۳۵۷ھ میں ہے۔

"بے اختیار اپنے تئیں ڈبوئی تھیں" ص ۹
صہبائی کی قرا عداد کی عبارت ہے "مغول کی ضمیر میں ...
اس کے اس کے تئیں" ص ۹۰، صہبائی نے ص ۹۰ میں یہاں
تئیں = یہاں تک کہ صراحتہً غیر صحیح کہا ہے، لیکن وہ اس کے
تئیں پر معترض نہیں۔ کریم الدین نے گلہ سہ ناز فیماں کے دیباچے
میں لکھا ہے: فن شاعری کو گمانی کہتیں (۱۰۰ کے تئیں) پہنچایا،
"تئیں" پنجاب میں زبانوں پر ہوگا، لیکن یہ خاص پنجابی
لفظ نہیں۔ انشائی اسے اردو کہتا ہے، یہ دوسری بات ہے کہ
وہ میرے تئیں، تیرے تئیں، اس کے تئیں پر مجھے سمجھے اور اسے
کو ترجیح دیتے ہوں۔ تجھے تئیں، تجھے تئیں، اس تئیں میں "تئیں"
نہیں بلکہ تیرے، میرے اور اس کے کی جگہ تجھ، مجھ اور اس کے
استعمال کا سوال ہے۔ یہ بھی خاص پنجابی بولی نہیں، کلیات سبدا
میں ہے "تجھ قید" ص ۱، تجھ قید، تجھ سخت دلی۔ دیوان میر میں ہے
"تجھ دے خوشاں" ص ۲، دیوان یحییٰ ص ۲۲ میں تجھ دل ہے۔
"تئیں" لکھنؤ میں رفتہ رفتہ متروک ہو گیا، لیکن میرا حافظہ دیکھو

نہیں دیتا تو اردو لکھنؤی نے نظام اردو میں یا تو اسے استعمال کیا ہے
یا اس کی سفارش کی ہے گریبان تئیں، تجھے تئیں اور اس قبیلہ کی دوسری
شکلیں نہیں، "اپنے تئیں" اور اس طرح کی دوسری شکلیں وہ
قابل استعمال سمجھتے ہیں۔

دہلی میں پہلے ان تئیں، تجھے تئیں وغیرہ متروک ہوئے،
بعد کو خاص خاص شعرا نے تئیں کو مطلقاً متروک قرار دیا۔ غالب
نہیں ہیں میں۔ اور تئیں ان کی نظم و نثر غیر حاضر ہے۔ دیوان میر
بھی اس سے مثال ہے، اور ظاہر اور کبھی غالب کے ہم عقیدہ ہیں۔
ذوق کے دیوان مطبوعہ میں بھی نہیں ہے، لیکن چونکہ دیوان ظفر
میں ہے۔ اور مزوجہ دیوان ذوق ان کے اشعار کا ایک نہایت
مختصر حصہ ہے، قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے "ارک
تھے یا نہیں۔" داغ نے غالب اسے بالکل ترک کر دیا تھا، لیکن
آزاد بے تکلف استعمال کرتے ہیں۔ مسخداں فارسی حصہ ۲ ص ۵
میں ہے "ہندوستان کے آریا بھی اپنے تئیں" یہی حال
حالی کا ہے، یادگار غالب میں ہے "اپنے تئیں" صہبائی الاصل
قرار دیا ہے، ص ۱۱۵، اس کتاب میں غالب کے زمانہ قیام لکھنؤ
کا ایک لطیفہ درج ہے، جو اس پر شعر ہے کہ وہ اپنے تئیں "کو
آپ کو" پر ترجیح دیتے تھے۔ انھوں نے اس کی کوئی سند نہیں
پیش کی، اور مجب نہیں کہ مستوعی ہو۔ سید احمد خان بھی اس کے
تارک نہیں۔ زمانہ حال کے دہلوی انشا پر داغ خواجہ ناصر مزور
فراق کے یہاں "اپنے تئیں" ملتا ہے (میں خانہ اردو ص ۱۲۹)

خطوط غالب

خطوط غالب پہلی جلد: مرتبہ ہمیشہ پرشاد صاحب و معتمد ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب صفحات ۲۴۰+۲۴۱ تقطیع ۱۶x۱۶ اینچ قیمت: مجلد غیر مجلد ۱۰/- شائع کردہ ہندوستانی اکیڈمی صوبہ متحدہ الہ آباد۔ غالب کو یہ احساس تو ضرور تھا کہ انہوں نے اردو میں خط لکھنے کا ایک نیا طرز ایجاد کیا ہے۔ لیکن وہ اس کے قائل نہ تھے کہ اردو میں انشا پر داری کا کام دکھایا جاسکتا ہے۔ اسی بنا پر وہ اپنے اردو خطوط کی شہرت اپنے ادبی شکوہ کے منافی سمجھتے تھے۔ اردو کی خوش قسمتی تھی کہ انہماک کا نثر اور غالب کے انکار پر غالب آیا اور آخر عمر میں وہ اس پر راضی ہو گئے کہ ان کے ناری خطوط کی طرح اردو خط بھی شائع کر دیے جائیں۔ خطوط غالب: نخ کی اشاعت سے قبل صورت حال یہ تھی: ۱) بہت سے خط غالب کی ہدایات کے مطابق یا مکتوب: بہوں کی بے پروائی سے پیشہ کے یہ مضامین ہو چکے تھے (۲) عود ہندو: ۱) غالب کی زندگی بھی اس شائع ہو چکا تھا اور اسے غالب نے ناپسند کیا تھا۔ پہلی اشاعت ۱۸۶۸ء ہی کی جب یہ حالت تھی، تو بعد کی اشاعتوں کا جو عالم ہوا ہوگا وہ ظاہر ہے (۳) اردو سے منسلک بدھتوں میں غالب کے سامنے ہی مرتب ہو گیا تھا، پہلا حصہ ان کی وفات کے کچھ بعد ۱۸۶۹ء میں شائع ہوا۔ اس کا متن کسی حد تک بھروسے کے قابل تھا، لیکن بعد کی اشاعتوں میں اظہار ذہن روز بروز زیادہ ہوتے گئے (۴) کا دوسرا حصہ ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا اور تب نہیں کہ وہی جو جس کا ذکر حصہ اول کے دیباچے میں ہے اگر وہ نہیں۔ دوم جو غالب کی زندگی میں مرتب ہوا تھا غالباً ناپید ہے (۵) غالب کے جو خطوط آرام پور میں محفوظ تھے، ۱۹۲۷ء میں کتابت غالب: م کے نام سے شائع ہوئے۔ م کے متن پر کامل اعتماد کیا جاسکتا ہے (۶) غالب کے کچھ خطوط جوان محو عوں میں شامل نہ تھے، مختلف اصحاب نے مختلف طریقوں سے شائع کیے تھے، اور ان کو جمع کرنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی تھی (۷) غالب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کچھ خطوط موجود تھے جن میں ایسے بھی تھے جو کبھی شائع نہ ہوئے تھے (۸) بعض اصحاب نے ذاتی مصالح کی بنا پر کچھ خطوط خود لکھ کر غالب کی طرف منسوب کر دیے تھے۔ (خواجہ فخر الدین کے نام کا مجموعہ جس کا ذکر مہر صاحب نے کیا ہے اور جواب ناپید ہے، ایسے ہی خطوط پر مشتمل تھا انہیں جنس کا فیصلہ مشکل ہے۔)

۱۹۲۴ء میں جب ہمیش پرشاد صاحب نے خطوط غالب کا نائن سو مرتب کرنے کا ارادہ کیا تو کئی سال کی لگاتار محنت اور دوردھوپ سے خطوط سے متعلق وہ تمام مواد جو انسانی کوشش سے مہیا ہو سکتا تھا جمع کیا اور غالب اور ان کے مکتوب ایہوں کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرنے کی ہر ممکن سعی کی۔ خوش نصیبی سے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب نے ان کی اعانت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ موصوف سے جو مدد انہیں ملی ہے۔ ہمیش پرشاد صاحب نے بڑی فراخ دلی کے ساتھ اس کا اعتراف کیا ہے۔

”اگر وہ میرے کام کی نگرانی نہ رکھتے، مواد کی فراہمی کے علاوہ تمام تن کی تصحیح و نظر ثانی نہایت ہی جاں فشانی کے ساتھ نہ کرتے، میری غلطیوں کو دور نہ کرتے اور بعض ضروری حاشیے نہ بڑھاتے تو یہ مجموعہ جس صورت میں پیش ہو رہا ہے اس صورت میں ہرگز نہ پیش ہو سکتا۔“

خطوط غالب کی اشاعت ایک کارنامہ ہے جس پر اس کے مرتب، صحیح اور ناشر مبارکباد کے مستحق ہیں کتاب کے کل پہلوؤں سے بحث کا وقت وہ ہو گا جب کل جلد میں شائع ہونے لگی، فی الحال محض چند اشاروں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پہلی جلد میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا مقدمہ ہمیش پرشاد صاحب کا دیباچہ، ۲۵۲ خطوط اور چند خطوں اور دو لفظوں کی دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مجموعے میں صرف غالب کے خطوط ہی نہیں بلکہ تقریظیں اور دیباچے وغیرہ بھی ہیں، اس بنا پر اگر کوئی ایسا نام رکھنا چاہتا جس سے اس کی جامعیت کا اندازہ ہو سکتا تو بہتر تھا۔ یہ نہیں تو سرورق پر نام کے بعد جو توضیحی عبارت ہے اس میں اس کا لحاظ رکھا جاتا مرتب نے ”مرزا اسد اللہ خاں غالب کے خط رقعے وغیرہ لکھتا ہے، لفظ رقعہ سے معنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا صرف خط کافی تھا غالب اور مرتب دونوں کے نزدیک یہ لفظ خط کا مرادف ہے (ملاحظہ ہو دیباچہ صفحہ ۱۵۱ اور خط ۲۸۸) مقدمے میں اردو سے ملنے والی اور عود ہندی کے مختلف مطبوعہ نسخوں کا ذکر ہے اور غالب کے اصول ۱ ملا سے بحث ہے۔ دیباچے میں انتخاب خطوط غالب کے ایک قلمی نسخے کا ذکر ہے، مجھے یہ یاد ہے کہ تعجب ہوا کہ مقدمے میں اس کے متعلق کوئی اطلاع موجود نہیں۔

غالب کو املا کی صحت کا خیال تھا لیکن املا کے متعلق کوئی مکمل ہدایت نامہ انہوں نے ہمارے لیے نہیں چھوڑا۔ چند امور ہیں جن کی نسبت انہوں نے اپنے خطوں میں تصریح لکھا ہے، اور کچھ باتوں کا پتا ان تحریروں سے چلتا ہے جو خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ اور جن کا بیشتر حصہ رام پور میں محفوظ ہے۔ مگر ان کا غالب خود غالب کے املا کے مطابق ہے، لیکن ان کی اشاعت بول کی نسبت اس دعوے کا قبول کرنا مشکل ہے۔ مقدمہ رخ سے معلوم ہوتا ہے کہ رخ کے متن کے قائم کرنے میں ان تمام اصول کا لحاظ رکھا گیا ہے جنہیں غالب مانتے تھے۔ اور جو صحیح ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جن اصول سے مرتب یا صحیح کو اتفاق نہیں ہے۔ ان کی پابندی نہیں کی گئی۔ مقدمے سے مزید اطلاع یہ ملتی ہے کہ غالب کی

طرز کتابت کی پیروی میں بعض الفاظ (جیسے بات، ستارہ، وغیرہ) رواجِ حال کے خلاف بھی لکھے گئے ہیں۔ میری رائے میں یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔ ساری کتاب میں کل الفاظ کا املا رواجِ حال کے مطابق ہونا تھا، مقدمے میں غالب کے اصول املا سے متعلق ایک جامع بیان ان اصحاب کی ضروریات کے لیے جو املا کے مسائل سے دل چسپی رکھتے ہیں کافی ہوتا مقدمے میں املا سے متعلق جو قاعدے غالب سے منسوب کیے گئے ہیں ان میں کئی ایسے ہیں جن کے وہ پابند نہ تھے، کہا گیا ہے کہ غالب "مسواریہ" راجہ لالہ وغیرہ کے تو گوراء علم ہیں، کبھی کوئی بدستالی لفظ ایسے رکھتے تھے، ایسے عقول میں وہ نہ لکھتے، اگر ہمارا جو ردی یا عربی ہیں، اور جو... ہندستان میں پیدا ہوئے ہیں جیسے، افکار، نقشا وغیرہ۔ اس سے آگے بڑھ کر وہ ان فارسی عربی لفظوں کو بھی جو اردو میں بہت گھل مل گئے ہیں، یا جو اردو سے آگے ہیں، اکثر الف ہی سے لکھتے تھے جیسے روانا، مزاد وغیرہ غالب کے ہاتھ کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عمل کبھی کبھتھا کبھی کچھ لفظ رواج سے خاص طور پر مثال میں پیش کیا گیا ہے م میں بہت آیا ہے اور زیادہ تر اس سے لکھا گیا ہے ح میں م سے جو خطوط دیے گئے ہیں ان میں ابدال دیا گیا ہے، م میں تھانہ ۲۴، دینہ، کیوڑہ ۲۵، بھی موجود ہے جناب مہر کی کتاب "غالب" میں غالب کے ایک خط کا عکس چھپا ہے اس میں نقشا کو نقشہ لکھا ہوا ہے۔ خود بخ میں ریختہ ۱۱۱ روزمرہ ۳۴۴، زمانہ پایخانہ تکیہ ۱۲، تھانہ ۲۰۹، دوشالہ ۱۶۲ (یہ الفاظ اور الف دونوں سے لکھے گئے ہیں) اکدمہ ۴۱، بھروکڑویشن پرچہ، ہندووی، ۱۱، گل تکیہ ۳، آگوشہ توشہ درازہ ۲۸، تولہ ۲، پرزہ ۲۲۸، چھوڑہ ۱۶۲، دو ورقہ ۸۹، جولہ ۳۱۳ بے چارہ ۲۳۵ وغیرہ موجود ہیں۔

الف اور ہائے مختلف پر ختم ہونے والے اسمائے مذکر کے الف اور ہ کو یاے مجہول سے بدلنے کا جو قاعدہ ہے اس کے بھی غالب پابند نہیں تھے۔ خ میں تفتہ کے نام کے خط کا جو عکس ہے اس میں گرایہ کے واسطے "لتا ہے جسے تن میں گرائے کے واسطے" بنا دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ خ میں زندقہ کو ۳۴۵ روزمرہ میں ۱۹ ریختہ کے دیوان ۲۰۱، تھانہ دار ۲۰۹، توشہ خانہ علمِ تعلیم کے نذر ۳۶۳ موجود ہیں۔ اس سلسلے میں اس کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خ میں مطلع کی جمع مطلع ہے۔ اگر ع الف کا ہم آواز سمجھا گیا ہے تو ہر صورت میں اسے الف کا قائم مقام قرار دینا تھا ص ۹ پر جو مطلع ہیں، اور ص ۶ پر جو مصرع میں ہائے مطلع ہیں، اور مصرعے ہونا چاہیے تھا۔

خ میں ایک لفظ یا ایک قسم کے لفظ جو ایک قاعدے کے ماتحت ہونے چاہئیں، مختلف شکلوں میں ملتے ہیں:-

۱۔ راقم کی رائے میں املا کو مذکر استعمال کرنا چاہیے اور اس صورت میں آخر کے الف کو یاے مجہول سے بدلنا نہیں چاہیے۔
 ۲۔ خ صدوائے لوار ۵۵ م میں اس قاعدے سے اسراف کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، خ میں م سے جو خطوط نقل ہوئے ہیں ان کا ابدال دیا گیا ہے جسے طالباً ہند کی پیداوار۔

مثلاً: بنیاد ۲۹، تیلو ۳۱، پلاو ۳۳، واو ۱۱۸، واو ۰۲، اچھاو ۱۰۶، کھادی بہوید ۱۹، متوید ۵۵، موقر ۳۵، وزن ۱۰۲، موثر ۱۲،
 موثر ۹۲، گاو ۳۲، گاو ۱۷، اچھڑا دھوا ۲۶۵، گھاو ۲۸۵، بناو ۳۰۷، او ۲۸، پاو ۱۶۸، و مرتب کا مسلک بدھا ہر پہ ہے کہ
 ہر خصوص میں ہرہ نہیں چاہیے لیکن، یہ قائل قبول نہیں، خوشنود ۱۲۲، خوشنودی، رائیگاں، رائیگاں ۲۷، گنجائش ۵۷،
 گنجائش ۱۱۲، اعتنا ۱۰۱، اعتنا ۱۲۲، استفادہ ۱۹۶، بلغا، ۱۲۱، مضائقہ ۵۲، مضائقہ ۱۲۵، معائنے ۳۵۸، پائے ۲۳۲، پائے
 ۱۲۲، معائنے ۱۰۶، سایے ۱۹۳، پائے ۱۹۱، پائے ۶۰، جایے ۳۱۵، جائے ۲۶۸، جاوے ۰، یکجے ۲۰۱، یکجے ہوئے
 ۲۶۵، تنقیہ توطئہ ۳۵۸، پیپان ۲، بچان ٹھہرنا ۳۳، ٹھیرنا (غلط نامے میں ٹھہرنا، کی تصحیح کی گئی ہے) کپنی ۱۲
 کپنی ۱۳۹، کپ ۲۶، کپ ۲۱۶، کنواں ۸، کنویں کنوے ۰، سوچ ۱۳۸، سوچ ۱۲۷، مانوں ۱۳۶، مانوں ۲۸۱، گورنمنٹ
 گورنمنٹ ۲۰، ڈارھی ڈارھی ۱۲۲، مسل ۱۵۷، مثل ۳۹، سکرٹر ۲۰، سکرٹر ۲۶۰، بھجوا ۲۹۶، بھجوا ۱۶۰،
 بٹھانا ۱۹۲، بٹھانا ۱۲۳، سارنی نلٹ ۲۰۱، رت ۲۹۲، رتھ ۲۲۳، معنی ۳۰۵، معنی ۲۵۰

مرتب کا سب سے اہم کام متن کو صحیح طور پر پیش کرنا ہے اور اس میں انہیں نمایاں کامیابی ہوئی ہے کچھ مقامات
 پر ایسے بھی ہیں جن کی صحت کے متعلق کچھ شبہ ہے، لیکن یہ کہ غلطیاں ابتدائی سے چلی آئی ہیں اور غلطیاں نظر انداز ہو گئیں یا
 دراصل غلطیاں نہ ہوں انہیں صحیح سمجھنے میں نامل میری سمجھ کا تصور ہو۔ اس قسم کے مقامات کی فہرست دینے سے پیشتر میں
 یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اقتادات نسخ کی نشان دہی کا جو طریقہ مرتب نے اختیار کیا ہے، اس سے اکثر یہ نہیں پتا چلتا کہ
 متن میں جو الفاظ ہیں وہ کس نسخے کے مطابق ہیں:

- (۱) ص ۱۱۱ موجب فرمایا۔ شا۔ جاکوب بہادر کے (کسرہ نہیں چاہیے) (۲) ص ۱۱۱ تلوار (د) (۳) ص ۱۱۱ ترک تازی
- آں نازیں سوار ہوز (نازیں سوار، بے معنی ہے غالباً یار نے سوار، (۳) دس برس سے اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں
- غلط نامے میں دس کی جگہ دس دس، لیکن محل دس ہی کا ہے (۴) ص ۱۱۱ سرشتہ دار لہر یہ ص ۱۱۱ پر بھی ہے جسے استدراک
- میں سرشتہ دار بنادیا گیا یہاں پر واقعی کس طرح ہے ۹، (۵) ص ۱۱۱ انصار عجائب (نام توفسانہ عجائب ہے) (۶) ص ۱۱۱ میر امیدگاہ
- (امیدگاہ مونس ہے) ص ۱۱۱ پر بھی مونس (۷) ص ۱۱۱ بذر بیابان کے (ہمزہ نہیں چاہیے) (۸) ص ۱۱۱ ملکہ کی نذر، ص ۱۱۱
- ص ۱۱۱ وغیرہ پر بھی کی نذر، لیکن ص ۱۱۱ پر جو کی ہے اسے غلط نامے میں ان کے بنادیا گیا ہے۔ خ کے ص ۱۱۱ ص ۱۱۱ پر کے
- نذر یا تمہارے نذر اس سے قطع نظر غالب کا مصرع ہے، نج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی کی ردیف ہے (۹) ص ۱۱۱
- آخر کتاب (میں چھوٹ تو نہیں گیا) (۱۰) ص ۱۱۱ ناپسند را پسند (۱۱) ص ۱۱۱ گھر میں بانی کلام اہل زبان نہیں؟ (بانی؟

۱۔ اس فہرست میں کچھ ایسے مقامات بھی ہیں جس کی نسبت محض یہ اطمینان کرنا ہے کہ طباعت کے اغلاط تو نہیں۔

(۱۲) ص ۹۳ ڈکیے (یہ غلط نامے میں ڈاکی ہے۔ ڈاکی سنا نہیں گیا۔ (۱۳) ص ۱۱۹ کے سلامت حال کی چاہیے سلامت کی رعایت سے (۱۴) ص ۱۲۵ پیالی (پیلے) (۱۵) ص ۱۲۹ ان صاحبان (یا صاحبوں)؟ خ ص ۱۲۵ پر بخشی صاحبوں، (۱۶) ص ۱۱۴ اب ہی نہ ہو (آب کے ہی)؟ (۱۷) ص ۱۱۸ ”تنگے پاؤں“ واو کے ضمتے کو اتباع کے ساتھ؟ یہ تو ترجمہ یا ہم کہے (پاؤں ہونا چاہیے ورنہ اعتراض کس پر ہے؟) (۱۸) پاؤں کی یہ املا غلط یہاں پر پانو، چاہیے (۱۹) ص ۱۲۱ املا ص ۱۱۸ پر املا مونث (۲۰) ص ۱۲۱ اول رجب میں نوازش نامہ آپ نے کب بھیجا؟ آخر میرے پاس پہنچ ہی گیا (مطلب واضح نہیں) (۲۱) ص ۱۲۱ بذریعہ اس خط کے (۲۲) (۲۳) ص ۱۵۲ آج دو شنبہ ۶ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی... کل شنبہ ۶ فروری (۶) کو شنبہ ہو گا نہ کہ شنبہ (۲۴) ص ۱۵۲ میرے مرگ درگ بالاتفاق مونث، (۲۵) ص ۱۵۲ تمہاری پنشن ۵۳ برس کا پنشن (پنشن ایک ہی خط میں مذکور بھی ہے اور مونث بھی) یہ خط جیسا کہ ابتدائی جلوں سے واضح ہوتا ہے، غالب نے دوسرے شخص سے لکھوایا تھا۔ اس نے غالب کے دستور کے خلاف ایک جگہ مونث لکھ دیا، (۲۶) ص ۱۵۲ پوری دو سو روپے کے پنشن کی منظوری (پورے؟) (۲۷) ص ۱۵۹ بہ موجب تعلیم میر تقی علی کے (اکسپریس؟) ص ۱۵۹ اوہ اور ان کے متعلق (یا متعلقین جیسا کہ پر ہے) (۲۹) ص ۱۶۱ ذوالفقار الدین حیدر بولوی (موسوی) صحیح ہے) (۳۰) ص ۱۶۳ مظفر الدین میر ناصر الدین۔ اس طرح لکھا ہے کہ پڑھنے والا لازمی طور پر مظفر الدین نو میر ناصر الدین کا خطاب سمجھے گا لیکن یہ دو مختلف شخص تھے۔ ملاحظہ ہو خ ص ۳۳۶ مظفر الدین کا نام سیف الدین حیدر تھا سوانح سلاطین اودھ جلد ۲ ص ۲۵۵ (۳۱) ص ۱۶۲ امر کے ازواج و اولاد (۳۲) ص ۱۵۲ ابہر کا پتر .. مر گیا۔ باپ اس کا شیوجی رام (باپ شیوجی رام تھا تو برہما کا پتر کیوں کر ہوا؟ برہما کون ہے؟) (۳۳) نصف میں مفلسوں کا مدار حیات خیالات پر ہے مگر اسی خیالات سے ان کا حسن طبیعت معلوم ہوتا ہے (مفلسوں کا کے بعد غائب کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے۔ بعد کا جملہ یوں ہے: مدار حیات خیالات پر ہے۔ خیالات کے لیے اسی صحیح نہیں، نہ یہ بتا چلتا ہے کہ ان سے کس کی طرف اشارہ ہے) (۳۵) ص ۱۷۸ جاگ کیا؟ مگر یہ پیروی قتل کی ہے ’جاگ‘ پیروی قتل کی جاگ میں ہے (۳۶) ص ۱۸۰ احباب سے خط لکھنے کو (کو؟) (۳۷) ص ۱۸۲ تیس۔ متروک۔ قبیح۔ یہ پنجاب کی بولی ہے۔ میرے رُکین میں ایک اصل۔ تیس بولتی تھی تو۔ سب اس پر ہنستی تھیں (تیس غالب کے یہاں نظر نہیں آتا، لیکن ان کے زمانے میں بلکہ اس کے بعد بھی فصیحائے دہلی کی زبان پر تھا اور اب بھی متروک نہیں ہوا مجب نہیں کہ تیس کی جگہ دتین ہو) (۳۸) ص ۱۸۴ ہزار پائی (ہزار پلے؟) (۳۹) ص ۱۹۳ اب ان سے ہے (آپ؟) پنشن جاری ہو گئی (خط قدر کے نام کا ہے، اگر اس کی اصل موجود ہے تو فیروزہ نقل میں تحریف کا گمان ہے۔ کا کو کی، کر دیا، (۴۱) یہ سطور.. لکھے ہیں فعل مذکر کی وجہ؟ (۴۲) ص ۱۹۵ شکریہ (کیا واقعی یہ لفظ؟) (۴۳) خطوط بہ نام نواب یوسف علی فاں ان خطوط میں متعدد مقامات پر ہم کے مطابق رد یہ ہے خ میں

روپے ۲۲۵ (۲۲۸) وہ بھی ایسے ہیں (یا ایسے ہی ہیں؟) (۲۶) ص ۲۵۶ بنیے سے سیانا سو بوانا زیادہ وانا؛ خزینۃ الامثال صفحہ ۵۰۰ حقیقت میں دوا، (۲۴) ص ۲۶ میرے عادات (میری) (۲۸) ص ۲ گیارہ رپے خرچ راہ دیے مگر.. اپنے جد کی نیاز کا زوپیہ راہ ہی میں اپنے ہارو سے کھول لیں گے اور تم سے صرف پانچ، بپے ظاہر کریں گے (پانچ یا گیارہ؟) (متقدر کی تیاری؟) (۵۰) ص ۲۵۵ ڈگری دو ڈگری (۵۱) ص ۲۳۲ رخصتی اپنے گھر کیلئے رخصت؟ (۵۲) ص ۲۲۲ تمہاری طرز لیکن متا پر طنز مذکور (۵۳) ص ۲۹۱ یہ خرافات مکہ دی ہے پہلے ص ۲۹۱ پر اس خرافات اور ص ۲۹۹ پر زری خرافات میرے قول کا مؤید ہے (۵۴) ص ۲۸۱ ان بارہ رپے میں برکت دی لڑکوں کا مکمل ہے (۵۵) ص ۳۱۵ مغلچہ مغل بچہ پر ترجیح دی گئی ہے کیا غالب کے سوا مغلچہ کسی اور نے بھی استعمال کیا ہے؟ مغل بچہ کی قسم کی اور ترکیبیں افغان بچہ وغیرہ رائج ہیں، (۵۶) ص ۳۲۵ موید (یا مؤید؟) (۵۸) ص ۳۳۵ حبوب بن گئے ہیں (جمع کی حالت میں بھی غالب نے مؤنث استعمال کیا ہے ص ۲۶ حبوب جو.. مجھ کو دی تھیں) (۵۹) ص ۳۳۵ انداز وادار (لیکن ص ۳۳۳ پر انداز وادار ص ۹۳۲ طبیعت امکان (؟) (۶۱) ص ۳۴ جہاز سے اتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا (اتار کر چلا ہے) (۶۲) ص ۳۴۲ بہ حوالہ میری تحریر کے (بحوالہ) (۶۳) ص ۳۴ وہاں کے اوضاع، کی (۶۵) کے وجوہ (کی وجوہ) (۶۶) ص ۳۵ مصری شاعر (مصری) ورنہ مصری ناموزوں (۶۷) ص ۳۶ علی حسین خاں نجم الدین بھی تشریف لایا دیکھا یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں (۶۸) ص ۳۶۳ یک فنہ ہوں ص ۳۱۴ پر یک فنی ہے اور یہی صحیح ہے، (۶۹) ص ۳۶۲ اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ مہی جس شہر میں ہوں اس شہر میں تو بھوکا نہنگ نظر نہ آؤں (آؤں، مرتب کی اصلاح ہے، ورنہ بقول مرتب کل سنجوں میں آئے ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس کے قبل کا جملہ آئے کا مؤید ہے نہ وہ دست گاہ کہ ایک عالم کا میرزا بن جاؤں) (۷۰) ص ۳۴۴ اجڑی ہوئی تلک روہند (لیکن ص ۳۹۴ پر تلک روہند، (۷۱) ص ۳۲ بذریعہ ان کے (؟) (۷۲) ص ۳۱ اصوات ہیں تار کے ڈکی ہونا چاہیے۔ دہلی میں کوئی ایسا قاعدہ نہ تھا جس کی رو سے عربی اسمائے مؤنث کی عربی جمع بذکر استعمال کی جائے۔ محض چند الفاظ اس طرح استعمال ہوتے تھے، صوت جب وضع، وجہ، سطر بھی ایسے ہی تھے اس کا ثبوت مرتب کو پیش کرنا چاہیے، (۷۲) غلط نامہ ص ۲ قوہ (یا قوۃ؟) نہ معلوم کس کی بدعا کا اثر ہے کہ ایسا ہی اہتمام کیوں نہ کیا جائے اردو کی کتابیں اغلاط طباعت سے نہیں بچتی۔ امیرالغلات بھی جس کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے اس میں غلطیاں ڈھونڈے نہیں ملتیں اس سے مستثنیٰ نہیں۔ خ میں اس کی ضمانت کے لحاظ سے اغلاط زیادہ نہیں، غلط نامہ ص ۲۸ صفحوں کی کتابت کے لیے صرف دو صفحوں کا ہے۔ لیکن کچھ غلطیاں ایسی بھی ہیں جو غلط نامے میں مندرج نہ ہو سکیں۔ وہ یہ ہیں؛ صفحہ ۲ سطر ۱۲ = ۱/۲ ماہا العجب ۵ یک شنبہ ۱۹ انفوراست (؟) ۱۹ بازار؛ بازار ص ۲ اناقت ص ۲ آمیزش ص ۲ نام کے بعد لکھ عبد الرحمن ص ۲۱ و ۲۳۱: احیاناً ص ۲۲: مبداء ص ۵۵: بہ کار آمدنی؛ کسرہ نہیں

(۱) دیوان تفتہ جو اس مطبع میں چھپتا ہے رُبع سے زیادہ چھپ چکا وہ بھی اس موسم سرما میں انشاء اللہ تعالیٰ تمام ہوگا۔ اس کی ضخامت ۴۵ جزو کے قریب ہے، اور قیمت چار روپیہ، بعد اتمام کے پانچ ہو جائیں گے اکثر شائقانِ سخن نے اس کی درخواست مع زرِ شمن داخل مطبع کی ہے، کیوں کہ وہ دیوانِ عجب فصاحت و خیر اور لطف انگیز ہے۔ اکثر اشخاص اس کے طبع ہونے کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے ہیں خصوصاً اسد اللہ خاں غالب دہلوی تو اس کے بہت شائق ہیں۔ اسد لاہور ۲۰ اگست ۱۸۴۹ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۲۶۵ھ۔

(۲) ان دلوں دیوان تفتہ سکندر آبادی اس مطبع میں چھپنا شروع ہوا ہے اور یہہ .. وہی دیوان ہے جس کا اشتہار اخبار ہذا میں ۱۰ اواخر ۱۸۴۷ء میں دیا گیا تھا، یہ سبب عدمِ افرستی کے اب تک ملتوی رہا، اب اس کی تدبیر کی گئی ہے۔ اسد لاہور ۱۸ دسمبر ۱۸۴۹ء مطابق ۲۱ محرم ۱۲۶۵ھ۔

(۳) تفتہ کے دو دیوان ہیں۔ ان میں سے پہلے کے شروع میں مرزا صاحب کی تقریظ ہے، اس کا چھاپا ۱۰ اواخر ۱۲۶۵ھ میں شروع ہوا، اور اوائل ۱۲۶۷ھ میں انجام کو پہنچی۔ تقریظ میں کوئی تاریخ نہیں دی جس صفحے پر یہہ فتم ہوتی ہے اس کی باقی ماندہ جگہ میں۔ حقیقہً قطعہ آغاز طباعت ہے جس سے ۱۲۶۵ء برآمد ہوتے ہیں خط۔ ان اقتباسات سے حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں: دیوان اور اس کی تقریظ غالباً ۱۰ اواخر ۴۷ء میں صاحبِ مطبع کے پاس پہنچ گئی تھی، اگر یہہ قیاس صحیح ہے تو تقریظ ۴۷ء یا اس سے بھی قبل کی لکھی ہوئی ہے۔ ۲ دیوان تفتہ کا چھاپا اوائل ۱۲۶۵ھ (۱۰ اواخر ۴۷ء) میں شروع ہو گیا تھا۔ (جنابِ عرشی نے ۱۰ اواخر ۴۷ء لکھا ہے) ۳۰ - ۲۰ اگست ۴۹ء تک ۱۲ جزو کے قریب چھپ چکا تھا۔ ۴۔ تقریظ آغاز دیوان میں ہے اور اس کے آخری صفحے میں حقیقہً قطعہ تاریخ، اس لیے دیوان کا یہہ حصہ سب سے پہلا چھپا، اور اس کا ناز انطباع ۱۰ اواخر ۴۷ء ہے۔ یہہ متحقق ہو جانے کے بعد کہ تقریظ کا زمانہ انطباع ۱۰ اواخر ۴۸ء ہے قطعاً طور پر معلوم ہو گیا کہ غالب نے اسے ۱۰ اواخر ۴۸ء سے پیشتر لکھا ہوگا۔ اس کے بعد یہہ تسلیم کرنا ممکن ہے کہ خط ۱۰ اگست ۴۹ء میں تحریر ہوا خط ۲ بہ بنام تفتہ، اگست ۵۰ء ۱۱۸۵۰ قطعہ کو اپنے دیوان میں شامل کر دیجے۔ جب تمہارا دیوان چھپا جائے گا یہہ قطعہ بھی چھپ جائے گا غالب کے ان الفاظ سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ خط آغاز انطباع دیوان سے قبل کا ہے۔

خط ۳۴۔ بنام مجروح: دسمبر ۱۸۶۲ء اس خط سے یہہ ثابت ہے کہ جس وقت یہہ لکھا گیا ہے کپتان الکنز نڈر (ہیڈرلی) زندہ تھے لیکن خط ۳۵ سے جو ۲۶ جولائی ۱۸۶۱ء کا تحریر کیا ہوا ہے کہ اس سے قبل ہی الکنز نڈر ہیڈرلی کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہہ خط ۳۵ سے قبل کا ہے۔

خط ۴۹ بہ بنام ملائی: خط ۴۸ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۸۶۵ء اور خط ۵۰ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۸۶۵ء ملائی کے نام رام پور سے بھیجے

گئے ہیں خط ۵۵ کا کوئی زمانہ صراحتہ مرتب نے مقرر نہیں کیا، لیکن، چوں کہ خطوط تاریخی ترتیب سے پیش کیے گئے ہیں مرتب کے نزدیک یہ ظاہر یہہ خط بھی رام پور سے "بہتر و برکے درمیان کسی تاریخ میں کیا گیا ہے۔ خط کا یہ ٹکڑا ملاحظہ ہو، بھائیوں سے پھر نہیں ملا، بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جو اہر خبردار بر اسلام اخوین کو اور ان کا سلام مجھ کو پہنچا دیتا ہے، اسی کو عنایت جانشا ہوں تاب لائے بنے گی غالب واقعتاً سخت ہے اور جان عزیز" اخوین سے امین الدین احمد خاں اور ضیاء الدین احمد خاں، اد میں، خط دہلی سے زمانہ غدر میں لکھا گیا ہے۔

حواشی جس قدر ہیں کارآمد، قابل قدر ہیں کہیں متن صحیح نظر نہیں آیا تو اس کی طرف توجہ دلائی ہے کہیں کوئی تاریخ غلط ہے تو اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہیں کسی نام انوس لفظ کی تحقیق کی ہے۔ کہیں کسی شعر کے مصنف کا نام بتایا ہے کہیں غالب نے کوئی شعر غلط نقل کیا ہے تو اس کی تصحیح کی ہے۔ لیکن کتاب کے مرتبے کا لحاظ رکھتے ہوئے، یہہ کہنا پڑتا ہے کہ حواشی بہت کم ہیں اور سیکڑوں مقامات ایسے رہ گئے ہیں جو مرتب کے عدم التفات کے شاکی ہیں۔ میں محض چند مقامات کا ذکر کرتا ہوں: (۱) صفحہ ۱۹ پر اسیر کی جن بتوں کی طرف اشارہ ہے انہیں نقل کرنا تھا (۲) صفحہ ۹ وغیرہ پر جو اشعار ہیں یہہ بتانا تھا کہ کس کے ہیں (۳) صفحہ ۱۵ پر راجا مرارانی (نہیں) مری "نہیں" اضافہ، مرتب ہے، ممکن ہے کہ رانی نہ مری ہو، لیکن یہہ امر تحقیق طلب تھا (۴) یادگار زمانہ میں ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ میں ہم لوگ یہہ شعر دراصل منتظر کا ہے، اور غالباً یاد رکھنا، کی جگہ سن رکھو تم، ہے۔ اس کا ذکر ضرور تھا (۵) صفحہ ۹۷ سکھ لبر ۲۴ سکھ لبر تحقیق کا محتاج تھا، نامانوس ہے اور لغات میں نہیں ملتا، جناب عرشی فرماتے ہیں کہ "یہ دراصل میک نمبر، فوجی اصطلاح ہے" ممکن ہے رام پور میں اب بھی رائج ہو (۶) صفحہ ۱۳۷ اسطر آخر میں کس وزیر مظہم کی طرف اشارہ ہے؟ (۷) صفحہ ۱۸۸ چابی کو غالب نے لغت انگریزی لکھا ہے یہہ انگریزی لفظ نہیں اور نہ اس طرح اردو میں رائج۔ عجیب بات یہہ ہے کہ اس صفحے پر لفظ چابی بمعنی کلید بھی آیا ہے پہلا، چابی نہ معلوم کس طرح آگیا؟ (۸) صفحہ ۲۰۷ اذرا بقا کیا کسی محلے یا عمارت کا نام ہے؟ (۹) صفحہ ۲۹۵ ثنوی کا شعر تشریح طلب تھا، (۱۰) صفحہ ۳۳۵ خط ۸ کی بعض عبارتیں، تشریح طلب (۱۱) صفحہ ۳۶۳ چھوٹی ہے و بڑی ہے کا قصہ تشریح طلب (۱۲) صفحہ ۳ مدبر کون ہے اور بنارس کون شخص ہے؟ (۱۳) صفحہ ۳ ذکر بہہ بہہ جہت پسند تشریح طلب۔

حواشی میں کچھ باتیں ایسی بھی ہیں جن سے مجھے اختلاف ہے، (۱) صفحہ ۲ "یہہ لفظ (یعنی فرمیرے ہاں) دس ہزار جگہ آیا ہوگا" حاشیہ ذیل جو اردو کے معنی حصہ دوم سے ماخوذ ہے اور دراصل حالی کا لکھا ہوا ہے، غالب سے منسوب کر دیا ہے، دس ہزار کا لفظ محض ظرافت لکھا ہے یعنی تم ہمارے قدیم شاگرد اور ہمارے کلام کے درد (یا درد) رکھنے والے اور پھر تم کو یہہ خبر نہیں کہ ہماری فارسی شریں یہہ لفظ متعدد دطور پر اور متعدد جگہ استعمال ہوا ہے، پس تمہاری غفلت

نادرات غالب

مرتبہ جناب آفاق حسین آفاق صفحات ۱۷۰ + ۱۷۹ تقطیع

۵۷۷ پانچ قیمت ہر شاخ کردہ ادارہ نادرات

نیشنل بارک کرچی پاکستان۔

نادرات غالب غالب کے ۴ خطوط کا مجموعہ جو جن میں سے ۲ نئی بخش حقیقہ اور ۲ ان کے بیٹے عبداللطیف کے نام ہیں۔ حقیقہ کے نام کے ۲ اور عبداللطیف کے نام کے کل خطوط مکتوبات غالب کے مطلوبہ مجموعوں میں موجود ہیں اور مقدمہ ان کے نام کے دو چار خط کلی یا جزویہ کار غالب یا بعض رسائل میں طبع ہو چکے ہیں۔ جناب آفاق کی تہذیب کے علوم ہوتا ہے کہ یہ خطوط مجموعہ اور میر صاحب نے ان کے کئی نسخے لیکن چاہتیں چلتا کہ جناب آفاق کو اصل خط ملی ہیں یا ان کی نقلیں یہ بھی ملاحظہ انھوں نے نہیں کیا کہ سچ آہنگ اور اردو کی معنی میں جو خطوط موجود ہیں وہ کتنی انھیں ملی ہیں یا ان مجموعوں کو یہ گویا ہیں جس کتاب کی تہذیب سرنامی اور مقدمہ مرنی ۱۷۹ تصنیف ہے اس میں آخر ضروری اطلاعات کا نام ہوتا ہے تائید نادرات غالب کو بہت سے خطوط کی تکلف غالب کے بہترین خطوط میں شمار ہو سکتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کی اشاعت کو اردو ادب میں ایک گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ خطوط کی ادبی خوبیوں کی قطع نظر یہ بات بھی نظر انداز کر دے کہ قابل نہیں کہ ان خطوط کو غالب کو باری میں بہت سی نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں کئی پرانی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے اور غالب کی کچھ شعائر بعض خطوط اور کتابوں کے زمانہ تحریر پر روشنی پڑتی ہے۔ مقدمہ اور حواشی محنت کے ہم گویا ہیں لیکن کچھ مطالب مکرر آگئے ہیں اور کچھ قطعاً ہی محل ہیں (مثلاً تلامذہ غالب کی بحث ۱۳۵ تا ۱۷۹)۔ جابجاء واقعات اور استدلال کی غلطیاں کبھی نظر آتی یا اور اس کو بڑھ کر یہ کہ خطوط کو سن کی صحت کا کما حقہ اہتمام نہیں کیا خطوط کے زمانہ تحریر کی نیا سی تصحیح میں کبھی دو جگہ غلطی ہوئی ہے۔ مقدمہ متن خطوط کے زمانہ تحریر اور حواشی کی متعلق الگ الگ کچھ باتیں لکھی جاتی ہیں۔ یہ فرض نہ کر لیا جائے کہ کسی امر کا مقدمہ اندراج اس کے اتفاق کا مرادف ہے۔

(۱) ص ۱۱۱ حقیقہ شہ ۱۸۴۳ء میں دہلی گئے تھے اور غالب کے یہاں جہان رہ گئے۔ اس کا کیا ثبوت ہے؟
تفتہ کے نام کا خط جس میں حقیقہ اور غالب کی ملاقات کا ذکر ہے ۱۰ فروری ۱۸۴۹ء کا لکھا ہوا ہے خود حقیقہ
کے نام کا کوئی خط ۲۱ فروری ۱۸۴۹ء کو پہنچا نہیں۔ (۲) ص ۱۱۲ حقیقہ کے ایک لڑکی کا نام ذکی النساء
ہو گیا تھا۔ لیکن خطوط میں زکیہ ہے یا سلیم یا زکیہ سلیم۔ (۳) ص ۱۱۳ ذکی النساء سلیم ۱۸۴۳ء میں حقیقہ
کے ساتھ دہلی گئے تھے اور غالب کو بہت مانوس ہو گئی تھی۔ جب سائیکس نے اوپر لکھا آیا ہوں حقیقہ شہ
میں دہلی جاتا ثابت نہیں رہی زکیہ تو اس زمانہ میں شایر پیدا بھی نہ ہوئی ہو یا چوٹی ہو تو محض چند
ہفتیوں کی ہو۔ ۳ رمضان ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۸۵۴ء کو خط میں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو سلیم
کو اب کہ سال آپ روزہ رکھو میں ابھی اس کی عمر تو کیا ہے نویں دسویں برس روزہ رکھونا یعنی
یہ کہ ۵۵ء میں اس کی نوواں برس کہتی شروع تھیں ہوا تھا۔ غالب زکیہ کو بڑی دلی چسپی کا اظہار کرتے
ہیں لیکن یہ اس امر کا قطع ثبوت نہیں کہ غالب نے کسی کبھی دیکھا تھا۔ ۸ جنوری ۱۸۵۵ء کو ایک خط
میں اس کی نسبت لکھتے ہیں ”حق تعالیٰ اس کو جیتا رکھو اور مجھ کو اس کی صورت دکھلا دو ورنہ
اب اگر بڑھ کر جب وہ بی جا جانا جترادی بن جائے گی تو ہم کو چھوڑ گی۔ میں سچ سچ کا چچا تو ہوں نہیں۔“
اس کی نوے منتر شمع ہوتا ہے کہ اس کی پلٹ دیکھو کا اتفاق نہیں ہوا۔ (۴) غالب نے حقیقہ کی سخن فہمی کی
بڑی تعریف کی ہے اور اس کو حساب آفاق کو آفاق معلوم ہوتا ہے لیکن وہ غالب کے بہت معمولی
اشعار کا مطلب دریافت کرتے ہیں اور وہ ہرگز اس ستائش کے مستحق نہیں کہ جس طرح دنیا کا نصف
حسن حضرت یوسف کے حصے میں آیا تھا اور نصف دنیا کا اور تمام لوگوں کو ملتا تھا اسی طرح ادھی سخن
فہمی حقیقہ کے حصے میں آئی تھی اور ادھی اور لوگوں کو ملتی تھی۔ (۵) ص ۱۱۴ ”پلنگ کے پاؤں کی فرمائش
۹ اکتوبر ۱۸۵۵ء کا ہے اور زکیہ کی شادی دسمبر ۱۸۵۶ء یا اس سے کچھ ہی پہلے ہوئی ہے۔ خط نوشتہ ۹ دسمبر
۱۸۵۶ء میں حسن اتمام شادی کی مبارک باد دی ہے۔ غالب کو کسی خط میں یہ نہیں کہ پائی بھیج دیجیے
۹ اکتوبر کے بعد کا خط ۴ جنوری ۱۸۵۶ء کا ہے ان دو تاریخوں کے درمیان بہت سے خط غالب نے لکھے ہوں گے
لیکن وہ تلف ہو گئے۔ اگر ۹ اکتوبر ۱۸۵۵ء اور نومبر ۱۸۵۶ء تک کو کل خطوط ہوتے اور ان میں کچھ نہ
ذکر نہ ہوتا تو نتیجہ نکالا جاسکتا تھا کہ غالب نے پہلو تھی کیا۔ پلنگ کے پاؤں کوئی قیمتی چیز نہیں ان کی
خریداری بھی کچھ دشوار نہیں پھر یہ سمجھنے کی وجہ کہ غالب نے ایک عزیز دوست کی معمولی سی فرمائش پورے
تہین کی ہے؟ (۶) ص ۱۱۶ یہ صحیح نہیں کہ زکیہ کی شادی جنوری ۱۸۵۶ء میں ہوئی (دیکھیے (۵)۔ (۷) ص ۱۱۷

پاکھن کو متعلق لکھا ہے کہ مختلف لغات میں پاکھن یا پاکھڑ گولر کا درخت حرقہم ہے لیکن آئین الگری
جلد ۱ (حرتیہ سید احمد خاں) میں گولر کا ذکر شیریا ہندوستانی پھلوں کے ساتھ ہے اور اس کا موسم گرمی
لکھا ہے ص ۵ اور پاکھڑ کا لکھٹ مٹھی ہندوستانی پھلوں کے ساتھ ہے اور اس کا موسم برسات لکھا
ہے ص ۵ اس کے ظاہر ہے کہ یہ دونوں مختلف پھل ہیں۔ سید احمد خاں نے پاکھڑ کو اور پاکھن بھی لکھ
دیا ہے۔ (۸) ص ۱۴۹ "غالب نے صرف طب کی بہت سی کتابیں پڑھی تھیں، بلکہ انھیں بہت سی نسخے
بھی زبانی یاد تھے اور ان کی ترکیب استعمال پر بہتر اور غذا کی مناسبت کو بھی اچھی طرح سمجھتے تھے۔
مریض کو دیکھ کر بغیر عوارض کی تفصیلات پڑھ کر مرض کی تشخیص کر سکتے تھے، یہ سب باتیں ایک طبیب
حاذق ہی کو حاصل ہو سکتی ہیں۔" غالب عربی کے واقف محض اور طب کی کل اہم کتابیں اسی زبان
میں غالب کی تحریروں میں ایک دو کتابوں سے زیادہ کا نام نہیں آیا، ذخیرہ دولت شاہی کا دیکھنا بہت
مشکوٰۃ مگر میں اس وقت اس معاملہ کو مفصل بحث کرنی نہیں چاہتا، غالب کا حالات دور رسن کر مرض
کی تشخیص کا کوشش اور نسخہ کی تجویز مسلم، لیکن کیس طرح معلوم ہوا کہ تشخیص صحیح تھی اور مجوزہ نسخہ
استعمال میں آیا اور ان کے فائدہ ہوا۔ مرزا ابوالقاسم قاسم کے سوا کسی شخص کا حال مجھے نہیں معلوم ہے
غالب کی دوا کے فائدہ ہوا ہوا اور قاسم کو رفع قبض کی دوا دی تھی۔ (۹) ص ۹ غالب نے اپنی بعض
خطلوں میں لکھا ہے کہ ظفر کو دلی عہد انھیں ۲۰۰ روپے دیا ہوا ہے، دیا کہڑ تھے جناب آفاق بھی، یہ تسلیم کرتے ہیں
لیکن دلی عہد کے مرتبہ کے بعد انھوں نے ۲۰ سالانہ کا غم نہیں کیا، اس روپے دیا ہوا کا غم کیا جو وہ عارف کی
بیٹیوں کو میوہ کھانے کی یاد تھے۔ مجھ یقین ہے کہ یہ ۲۰ سالانہ افسانہ محض ہے یوں قصائد پر وہ کچھ انجام
دے دیا کرتے ہوں تو اس کا امکان ہے۔ (۱۰) ص ۹۲ غالب کا اردو دیوان سب سے پہلے ۱۲۳۵ھ مطابق
۱۸۲۰ء میں فخر المطابع کے شائع ہوا، یہ صحیح نہیں۔ دیوان اردو پہلی بار ۱۲۵۴ھ = ۱۸۴۱ء میں
سید محمد خاں کو مطبعہ نے چھاپا تھا (۱۱) ص ۹۵ یہ بھی صحیح نہیں کہ غالب کی زندگی میں دیوان اردو کا
کوئی نسخہ مطبعہ نظامی کے نسخہ کے بعد شائع نہیں ہوا، شیو ترائن نے اگرہ میں اس کو بعد طبع کیا تھا۔ دیوان
اردو کے مطبوعہ نسخوں کی بحث انتخاب غالب کے حواشی میں دیکھیے ص ۳۳۹ و ۳۴۰ (۱۲) ص ۱۲۱ یہ بیان
کے معیار الشعر مفتوح میں دوبار شائع ہوا تھا، خلاف واقعہ ہے۔ (۱۳) ذوالفقار علی خاں کے مجلس آذر ہے
آذر نہیں ص ۱۳۶ (گلستان سخن دیکھیے)۔ (۱۴) ص ۱۵۵ احباب کا سال ولادت ۱۸۶۳ء بتایا ہے اور
انہیں غالب کا شاگرد لکھا ہے۔ اگر یہ سال صحیح ہے تو غالب کے اصل رجحان کا موقع کہاں ملتا؟ غالب نے
۱۸۶۹ء میں وفات پائی ہے۔ (۱۵) ص ۱۵۱ از کی کا سال وفات ۱۹۳۰ء لکھا ہے، حال آنکہ یہ سن ۱۹۳۰ء

بہت تباہ اور خراب ہے۔ ص ۲ ہرزہ گوش ص ۲ سطر ۱۱ و ۱۲ میں نقطوں کا کیا مطلب ہے؟ ص ۳۹
 اول ص ۲۸ ۲۹ تاریخ مقصود ہے ص ۳ رسوم جس پر لکھی تھیں۔ ص ۴۱ ہوتا نہ تھا یہ
 فنی العزائم ص ۴۵ ص ۴۵ لکھا پھر تم کو مل جائی اور تم دلی میں آؤ، ص ۴۴ ذی شعل ص ۴۹ بکریہ
 ص ۵ حرقی گیری۔ ص ۵ میرا مومن کا بیٹا بھائی ہے۔ ص ۵ چٹخا۔ ص ۵ اس ذمیرہ حقیقی سال۔ کو دام
 میں لا کر ان کو گھڑ بیٹھی ہے۔ ص ۵ عیاشی و بد معاشی۔ ص ۶ ایک مجلد اس تاریخ کا تمام کر کر وہ تذکرہ کیا۔
 ص ۶ منحصر۔ میں ہے۔ ص ۶ اچھا ہو گیا مگر صلابت معدہ اودھم مندہ کی ہاں ورم باقی ہے۔ ص ۶۹

اس کا حقیقی داد یعنی قرین المعایین تھاں کو والدہ۔ مرگئی۔ ص ۶ پڑھو دیا میں یہ رسم لکھی ہے۔ ص ۶ اور
 شاید جیسے عید السلام اور سیم ہے ان کو دیا ہے۔ ص ۶ ذکر شعل ص ۶ چشک چلے۔ ص ۶ بقدر عید۔ ص ۵
 بھائی اس غریب کو بند تانیں، ص ۶ ان رطکوں کو کسی سو کہوں کہ تو اپنی رطکوں کو سنبھال۔ ص ۶
 اب وہاں رطکوں۔ ص ۶ تین آدمی سولم کام نہ چلے۔ ص ۶ ناچار میں ذیہ مشنوی کو روش پر۔ ص ۶ وہ ہی تم
 ڈکھا۔ ص ۶ عمر سالہ داسا کے سال بھر۔ ص ۶ ویا کم اور بہت۔ ص ۶ پیر د آج تیسہ اردن ہے۔
 ص ۶ سول دھار ص ۶ چار باید زیستن ناچار باید زیستن (اس مصرع میں چار کی جگہ شاد
 اور ناچار کی جگہ ناشاد ہے) ص ۶ مسہل سنا مگر کچھ نہ ہے۔ ص ۶ تو کڑ بھاؤ گا۔

(۳) خط ۶ کا زمانہ تحریر (ستمبر ۵۱ تا مارچ ۵۲) لکھا ہے، لیکن اس میں یہ عبارت ہے:
 ”یہاں لڑکیاں سب شیر و عافیت ہو ہیں، تم کو بندگی اور پرتو بھائی بہنوں کو دغا کہتے ہیں“ یہ خط امرتسری اس
 دماغ کا ہے جب باقر علی خان مجھی غالب کو یہاں آئے ہیں، اودھ ۲۸ رمضان ۱۲۸۵ھ (مطابق جون ۱۸۵۵ء)
 یا اس کے کچھ ہی بعد کی بات ہے، جیسا کہ خط ۵۹ سے ثابت ہے۔ خط ۶ کا تاریخ تحریر اکتوبر ۵۱ء لکھی ہے۔
 اس خط میں یہ شرتی اور ذوق نواہی باز م بچر دوش اور الخ ”شاں ڈا اور اس کی باری میں مرقوم کردہ رات
 کو۔ لکھی ہے“ غالب کو ایک اور خط میں جو غلطو غائب میں ہے (ص ۱۳) یہ غزل ہے اور اس میں بھی غزل
 کی باری میں ہی لکھی ہے۔ اور تاریخ تحریر ۴ اکتوبر تائی ہے۔ خط ۶۵ بھی ۴ اکتوبر کا ہے، ۳ اکتوبر کا نہیں۔

(۴) (۱) حکیم صاحب (امام الدین خاں) ۱۲۸۵ھ میں انتقال۔۔۔ نیر خشاں کی تاریخ کہی:
 ”درجنت رفت چون امام الدین خاں تاریخ وفات ہم ازاں گشت عیاں“ ص ۹۵، مگر یہ سمجھ میں نہ
 آیا کہ ۱۲۸۱ اس بیت کے شعر سے اس کس طرح مستخرج ہو سکتا ہے۔ (۲) غالب ذی ایک شاعر و میں ریستن
 ردیف والا قصیدہ پڑھا تھا، حالی نے لکھا کہ حاضرین پر بڑی وقت طاری ہوئی تھی اور بارش پڑھوئی
 لگی تو عجیب سماں بندھ گیا۔ آزرده نے کہا کہ ابرم گریست۔ اس کی حالی کا حوالہ دیکر بغیر نقل کیا ہے۔ شاعر کی

میں قصیدہ کا پڑھنا درست لیکن اور باقی غالب کی کسی معنی کو اختیار نہیں۔ اس کا خیال یقیناً
 ہو کہ غالب کو ایک خط کی پیدا ہوا ہو جو کلیات نشر (طبع سال ۱۳۰۷ء) کے صفحہ ۲۰۲ میں ہوا جس کے مکتوب الہ
 شیفہ ہیں۔ غالب اس قصیدہ کی مشاعرے میں پڑھ جانے کا حال لکھ کر تحریر کرتے ہیں: ہنگام نماز پیشانی
 بود کہ سجانی و قیام بہم آمدند آن ناگریہ در استیلا و این را نگلدستہ در دست۔ بریدہ فرخندہ نامہ بمن
 سپرد و در وقت و ایربارین آغاز کرد ابرقطرہ می رخت و من از روی نامہ گہری چیدم (۳) مشاعرہ مذکور
 کی باری میں لکھا ہے کہ مکتوب کی کیا تھا۔ مکتوب کا ذکر غالب کی اس خط میں ہے جس کی عبارت اور نقل ہو
 مگر ان کے متعلق صرف اتنا ہے کہ بیماری کی وجہ سے شریک مشاعرہ ہو سکی۔ یہ بات کی کوئی وجہ نہیں کہ وہی مشاعرہ
 مشاعرہ تھی (۴) ص ۱۰۵ جانی بانگور کی باری میں مرقوم ہے کہ مرزا کا ایک انگریز دوست جابج جوزف
 تھو انجینس کہاں ۱۸۵۱ء میں ملاقات ہوئی۔ یہ نئی بات ہے یہ بتانا تھا کہ کہاں کی ہے۔ (۵) ص ۱۰۵
 غالب کی اردو دیوان ہمارا جہر جو پور کو بھیجا تھا۔ دیوان بھیجا مسلم لیکن کسی طرح معلوم ہوا کہ
 فارسی نہیں اردو دیوان تھا؟ (۶) ص ۱۰۶ غالب کی برادر سببی علی بخش کا تخلص رنجور لکھا ہے یہ غلطی
 اوروں کی بھی ہوئی ہے مگر ان کا ایک مصرع نکلتا بھی ثابت نہیں۔ تخلص کی بنیاد غلط فہمی ہے جو غالب
 کی عبارت ذیل کی سمجھتی میں ہوئی ہے: ”دیں روز ہاؤں پر چاؤں۔ تدارم عوائق ابتوہ است۔ علی بخش
 خان بہادر رنجور رنجور پور آمدہ و یکا شائہ نامہ نگار طرح اقامت آفتندہ۔۔ اوقات در بیمار داری
 ضائع“ کلیات ص ۱۰۹ رنجور یعنی بیمار آیا ہے تخلص کی حیثیت سے نہیں۔ (۷) ص ۱۰۵ عارف کو
 ایسا بیٹا بنایا تھا یہ بالکل بی بنیاد بات ہے۔ (۸) ص ۱۰۶ داغ ’انور اور ظہیر کو عارف کا شاگرد لکھا ہے۔
 ظہیر کے معاملے میں تو وہ منفرد ہیں داغ ’انور کی شاگردی کا ثبوت طالب کی یاد، کوسو اور کچھ نہیں۔
 میرا خیال ہے کہ طالب نے آزاد کو اس کا انتقام لیا ہے کہ انھوں نے ان کو دالہ کی حیا معروف کو ذوق کا
 شاگرد لکھ دیا تھا اور اس کی کچھ اصل نہیں۔ (۹) ص ۱۰۸ غالب عارف کی وفات کو وقت موجود
 تھی ’مرکز وقت یہ شعر کہا تھا: ”آنکھوں میں دم ہر شل چرخ سحر ہوں میں لو لگ رہی ہے جان کو کیا اختیار
 ہے“ غالب ممکن ہے کہ موجود رہے ہوں لیکن اس کا ثبوت موجود نہیں۔ یہ بھی بی بنیاد بات ہے کہ شعر بالام
 وقت کہا تھا۔ (۱۰) ص ۱۱۱ حسین علی خان شادان کی نسبت لکھا ہے کہ ”چھوٹی سی عمر میں ہر شاعر
 خورشید فلک سخنوری رطب لسان اور شاعر معجز بیان کے خطابات سے سرفراز کی گئی تھی“ یہ خطابات
 کہاں ہیں تفسیری الفاظ ہیں جو شادان کی وفات کو بہت ہی سری رام نے اپنی تذکرہ میں ان کی استعمال

کہو ہیں: "رثب اللسان" سے پہلے لفظ ناظم جناب آفاق نے حذف کر دیا ہے (۱۱) ص ۱۱ شیخ نصیر الدین تہجد
 شیخ فخر الدین کی باری میں لکھا ہے کہ انھیں اندر میں پھانسی ہوئی۔ یہ صحیح نہیں ان کی وفات شورش مشہور
 سے کئی سال پہلے ہوئی تھی؛ قطعہ تاریخ وفات میری نظر سے گزرا ہے، مگر اس وقت سامنے نہیں۔
 (۱۲) غالب کی یہاں "میاں محمد حسین دہلوی" کو ایک یاد دہار علی گڑھ جاذب کا ذکر ہے جناب آفاق
 کہتے ہیں کہ "اکثر علی گڑھ جاذب رہتے تھے" اس کا ثبوت موجود نہیں۔ یہ یاد رکھنے کی بھی کوئی وجہ نہیں
 کہ یہ محمد حسین خان، مانک مطیع احمدی ہیں۔ ان کا نام کے آخر میں لفظ خان ہے اور یہ غالب کی یہاں
 نہیں۔ یہ نام بہت عام ہے اور دہلی میں اس نام کو بہت سے آدمی ہوں گے۔ (۱۳) ص ۱۳ غالب نے صدیقی
 حسن خان سے امرت علی کا نام شیفہ کو معاملے میں سفارشی خط لکھوایا تھا۔ صدیقی حسن خان نے سفارشی
 خط لکھا تھا۔ لیکن غالب کی کہنے سے نہیں خود شیفہ کی کہنے سے۔ تفصیل شمع زجین مصنفہ صدیقی
 حسن خان میں موجود ہے۔ (۱۴) ص ۱۴ عطار اللہ خان نامی اور قطاب عطار اللہ خان پدر میر
 غلام عباس کو خلط ملط کر دیا ہے۔

نادر خطوطِ غالب

راقم کا ارادہ ہے کہ تصانیف غالب کی جدید اشاعتوں اور غالب کے متعلق نئی کتابوں پر مفصل تبصرہ کیا جائے لیکن اس کے لیے ایک مضمون نہیں سلسلہ مضامین درکار ہے ق - ع - د جناب سید محمد اسماعیل، رسالہ ہدائی گیارہوی کے بیان کے مطابق ان کے جد اعلیٰ سید شاد کرامت حسین کرامت ہدائی بہاری (۱۱۹۸ھ تا ۱۲۹۹ھ) غالب کے مشہور شاگردوں میں تھے۔ ان کے بیٹے عالی مرحوم (جد جناب رسا) نے ۱۹۱۲ء میں غالب کے چند غیر مطبوعہ خطوط جو ان کے والد... کے نام سے آئے تھے ایک خوش خط کاتب سے صاف کر کے کتابی صورت میں ایک جامع کیے تھے، اور ان کا تاریخی نام "نادر خطوط غالب" رکھا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں جناب رسا کو ان خطوط کے شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور ندیم اور ساقی کے ادیٹرز نے بڑے اصرار سے دو چار خطوط ان سے لے کر اپنے رسالوں میں چھاپے۔ ۱۹۳۹ء میں جناب شاکر میرٹھی کے مجبور کرنے سے جناب رسا نے اس عایت سے کہ ۱۹۱۲ء و سال ترتیب نادر خطوط غالب، اور ۱۹۳۹ء میں ۲۰ سال کا تفاوت ہے غالب کے ۳ خط انتخاب کیے اور اس انتخاب کا نام بھی وہی رکھا جو عالی مرحوم نے اپنے مجموعے کا رکھا تھا۔ انتخاب میں (جسے آئندہ نادر خطوط غالب ہی کہا جائے گا) ۲۳ خط کرامت ہدائی کے نام کے، ایک صوفی میری کے نام کا اور تین صغیر بلگرامی کے نام کے ہیں۔

مقدمہ کتاب میں جناب رسا نے غالب کی شاعری اور شنگاری سے متعلق محض دوسروں کی رائیں نقل کر دینے پر اکتفا کیا ہے جس کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مقدمہ امور ذیل پر مطلقاً روشنی نہیں ڈالتا: (۱) اصلی خطوط کیا ہوئے؟ (۲) خطوط کی تعداد کیا تھی؟ (۳) فارسی کے خط موجود ہیں یا نہیں؟ (۴) خط و کتابت کی ابتدا کب ہوئی اور اس کا سلسلہ کب تک جاری رہا؟

۱۹۳۸ء میں کرامت کے نام کا ایک خط میری نظر سے گزرا تھا۔ میں اس کے متعلق اپنی رائے سے ہمیشہ پرشاد صاحب کو اسی زمانے میں مطلع کر دیا تھا۔ نادر خطوطِ غالب میں کرامت کے نام کے دوسرے خطوں کے بارے میں بھی میری وہی رائے ہے، صاف لفظوں میں اس کے اظہار سے قبل میں یہہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ جناب رسا سطور ذیل کے پڑھنے کے بعد کیا فرماتے ہیں۔

۳۲ صفحات، ۲۱ قطع، ۵۰۰ پیج۔ غالب کی ایک تصویر بھی جو مکاتیب غالب میں شائع ہو چکی ہے شامل کتاب ہے ۲۵ صفحات کا مقدمہ ہے۔ اس صغیر صوفی اور کرامت کے مختصر حالات بھی ہیں۔ کرامت کے متعلق جناب رسا کا بیان ہے کہ ان کے "مفصل حالات بیان ہدائی میں شائع ہو چکے ہیں۔" (۱) ان کا غیر مطبوعہ دیوان اور غالب مرحوم کی اصلا میں وہ میرے پاس محفوظ ہیں۔ انشاء اللہ بہت جلد شائع ہوں گی۔"

عہد کرامت نے یہ قول جناب رسا سو برس سے زیادہ کی عمر پائی مدتوں غالب سے اصلاح بھی لی، لیکن ان کا حال اور کلام کسی کتاب کسی رسالے کسی اخبار میں نہیں پایا جاتا (خود جناب رسا نے ان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے بحث نہیں) میرزا غالب کی یا ان کے کسی شاگرد کی تصنیف میں ان کا مطلق ذکر نہیں حالانکہ یہ غالب کے عرف شاگرد ہی ہیں جس میں بھی تھے۔ نادر خطوطِ غالب میں دو بار سو سو روپے پچھین کا ذکر ہے۔ کرامت کے متعلق ایک عزیز نے بہار شریف میں کرامت کا وطن ہر تھپتا کی ان کا بیان جو کہ دہاں شاعر کی حیثیت سے انھیں کوئی نہیں جانتا۔ نہ معلوم کن حلقوں میں ان کی شہرت تھی۔

(۱) یہ پہلا خط ہے جو میں تمہیں اردو زبان میں لکھ رہا ہوں۔ زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا آج سے متروک ہے۔ میرا سالی اور ضعف کے صدموں سے محنت پڑھی اور جگر کا دی کی قوت مجھ میں نہیں رہی ہے مضمحل ہو گئے تو فی غالب اب عناصر میں اعتدال کہاں خط ۱ مورخہ یکم جنوری ۱۸۵۷ء

جناب رسائی میں کہ یہ پہلا خط ہے جو اردو میں غالب نے لکھا ہے۔ اُن کے دعوے کی بنیاد امور فیل پر ہے: (۱) خود غالب کا قول اس کا مؤید ہے (۲) حالی کہتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء تک غالب ہمیشہ فارسی میں خط و کتابت کیا کرتے تھے۔ اس سال وہ بادشاہ کی طرف سے تاریخ نویسی پر مامور ہوئے۔ چوں کہ اس کی عبارت وہ بڑی محنت سے لکھتے تھے، قیاس چاہتا ہے کہ انھوں نے غالباً ۱۸۵۷ء کے بعد سے اردو زبان میں خط لکھنے شروع کیے ہیں (۳) اردو سے معلوم ہوتا ہے جو خطوط شائع ہوئے ہیں ان میں سب پہلا خط براہ اعتبار تاریخ کے ۱۸۵۷ء کا ہے جو ۱۸۵۷ء کے نام سے ہے۔

حالی نے ہمیشہ کا لفظ بے احتیاطی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ اُن کا مطلب وہ نہیں جو بظاہر نظر آتا ہے۔ غالب کی مادری زبان اردو تھی، اُن سے تعلق رکھنے والے رہے استثنائے بعض، بھی یہی زبان بولتے تھے۔ اُس زمانے میں فارسی زبان کا علم بہت عام تھا، لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ۱۸۵۷ء تک کسی ایسے شخص سے جو فارسی نہ جانتا ہو غالب کو واسطہ ہی نہیں پڑا، یا اگر واسطہ پڑا تو اسے خط لکھنے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ اردو سے قطع نظر، غالب کی لیبی امراؤ بیگم غائباً ناخواندہ تھیں، غالب نے انھیں کلکتہ یا اور مقامات سے جو خط لکھے تھے وہ اردو ہی میں ہوں گے۔ یہ بات کوئی شخص پسند نہ کرے گا کہ محض اس لیے کہ وہ اردو میں انشا پر دازی کا کمال نہیں دکھا سکتا، اُس کی لیبی کو اس کا اصلی خط نہیں بلکہ اُس کا ترجمہ سنایا جائے۔ خط زیر بحث کو چھڑ کر غالب کا کوئی بیان ایسا موجود نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ ۱۸۵۷ء تک فارسی کسی کو اردو میں خط لکھا ہی نہیں۔ حالی کا مطلب ہمیشہ سے بیشتر ہے۔ ابنا میں غالب کا یہ حال تھا کہ وہ خطوط بڑی محنت سے لکھتے تھے اور اس کو اظہار کمال کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ اُس نے ان کے خط زیادہ تر فارسی میں ہوا کرتے تھے، جو ان کے نزدیک اردو کے مقابلے میں اس کے لیے زیادہ موزوں تھے۔ بعد کو جب وہ محنت سے گھبرانے لگے تو اردو میں زیادہ اور فارسی میں کم خط لکھنے لگے۔ ۱۸۵۰ء کے بعد کے بھی ان کے فارسی خط موجود ہیں۔ قطعی طور پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ صورت حال کب بدلی، لیکن اس کا زمانہ یقیناً ۱۸۵۰ء سے پہلے ہے۔ اردو سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کے خط ملتے ہیں ان میں سے کسی پر ۲ جنوری ۱۸۵۷ء سے پہلے کی تاریخ نہیں، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہ ہو گا کہ اس سے پہلے کا خط بھی موجود نہیں۔ ہمیشہ پر شاد صاحب مرتب خطوط غالب کی تحقیق کے مطابق تفتہ کے نام کے خطوط میں سے

۱۸۵۷ء غالب یکم غلام نجف خاں کو جو اُن کے شاگرد تھے رام پور سے لکھتے ہیں: ”تم اس اپنے نام کے خط کو ڈیوڑھی پر جانا اور اپنی استانی جی رام راؤ بیگم مراد ہیں، کو پڑھ کر سنا دینا اور خیر دعا فیت کہہ دینا“ خطوط غالب جلد ۱ ص ۲۷۷ اُس نے اپنے میں پشور فاکے بیٹاں عورتوں کی تعلیم عام نہ تھی۔

۱۸۵۷ء اردو سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کا نام ایک خط غائباً فاکے کے بعد کا ہے، اس میں یہ عبارت ملتی ہے: ”فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے، میرا سالی اور ضعف کے صدموں سے محنت پڑھی اور جگر کا دی کی قوت مجھ میں نہیں رہی، حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے، مضمحل ہو گئے تو فی الزہر کے بعد تو ضعف کی شکایت صحیح ہو سکتی ہے لیکن ۱۸۵۱ء میں جب غالب کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی، شکایت کا کیا محل ہے؟

ایک خط ۱۸۴۱ء کا لکھا ہوا ہے، لیکن دراصل یہ خط اس سے بھی پہلے کا ہے جیسا کہ تبصرہ خطوط غالب (معارضہ ۱۹۲۲ء) میں قطعی طور پر ثابت کر دیا گیا ہے۔

(۲) ”عدہ اور بیٹھے آموں کا پارسل اگر آئے گا تو میں خوش ضرور ہوں گا، اور اگر نہ آئے گا تو میں طلب بھی نہ کروں گا“ خط ۱۸۵۱ء میں چٹنہ سے دہلی تک ریلوے نہ تھی۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آم بھیجے جانے کی کون سی صورت غالب کے ذہن میں تھی۔ جنوری میں آموں کا بہار میں ہونا بھی کم حیرت انگیز نہیں۔

(۳) ”یہ دن مجھ بھرے گزرتے ہیں میرا حال جینہ وہ ہوتا ہے جیسا زبان سے پانی پینے والوں جانوروں کا خصوصاً اس تموز میں کہ غم و الم کا ہجوم ہے“ خط ۵ موزہ ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۹ء

خطوط غالب میں شفق کے نام کے بارہویں خط میں جو ۱۹ جولائی ۱۸۵۹ء کا لکھا ہوا ہے، یہ عبارت ”اس فرق کے ساتھ کہ خطوط میں میرا حال کی جگہ ”گرمی میں میرا حال“ ہے، موجود ہے۔ ”تموز گرام مدت اندر آفتاب در برج سرطان روینا یک ماہ شمرند و تموز ماہ خوانند“ مؤید الفضل۔ اکتوبر سے اسی کا کیا علاقہ؟

(۴) ”برسات کا حال کیا پوچھتے ہو خدا کا قہر ہے۔ قاسم خاں کی گلی سادات خاں کی نہر ہے، میں جس مکان میں رہتا ہوں عالم بیگ خاں کی طرف کے کمرے کا دروازہ گر گیا، مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا، میرا چپا گرا چاہتی ہیں صبح کے سینے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چیتیں چھلنی ہیں، مینہ گھڑی بھر رہا ہے تو چھت گھٹا بھر رہا ہے۔ کتابیں قلم دان سب توشہ خانے میں فرش پر کہیں لٹن رکھا ہوا ہے کہیں چلچلی دھری ہوئی ہے۔ خط کہاں بیٹھ کر لکھوں؟“ خط ۸ موزہ ہفتم اکتوبر ۱۸۵۳ء

خطوط غالب میں مجروح کے نام جو اکتوبر ۱۸۵۳ء کا لکھا ہے، اس میں بہت ہی خفیف لفظی فرق کے ساتھ جو ناقابل اعتنا ہے یہ عبارت موجود ہے۔ کل تفصیلات دونوں خطوں میں یکساں ہیں، زرا فرق نہیں۔

(۵) ”ایک بی بی دو بچے، تین چار آدمی گھر کے۔ کلو، کلیاں، ایاز یہ باہر۔ مداری کے جو روئے تھے بہ دستور گویا مداری چڑھ رہی تھیں گئے گئے مہینا بھر سے آگے کہ بھوکا مڑتا ہوں۔ اچھا بھائی، تم بھی رہو۔ ایک پیسے کی آمد نہیں، بیس آدمی روٹی کھانے والے موجود۔ مقام معلوم سے کچھ آئے جانا ہے وہ بہ قدر سدا رتی ہے۔ محنت وہ ہے کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے۔ ہمیشہ ایک فکر برابر چلی جاتی ہے۔ آدمی ہوں، دیو نہیں، بھوت نہیں، ان رنجوں کا تحمل کیوں کر کروں۔ بڑھاپا، ضعف قوی، اب مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے۔ صاحب فراش ہوں، نہ کہیں جانے کا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنے والا“ خط ۱۰ موزہ نہم جنوری ۱۸۵۴ء

خطوط غالب میں یوسف مرزا کے نام کا جو ساتواں خط ہے موزہ ۲۸ نومبر ۱۸۵۳ء، اس میں جینہ ہی عبارت موجود ہے عجیب بات ہے کہ گھن جنوری ۱۸۵۳ء میں بھی ایک ماہ قبل آیا تھا اور نومبر ۱۸۵۳ء میں بھی آئے ہوئے اس سے زیادہ مدت نہ گزری تھی۔ یہ بیان کہ ”نہ کہیں جانے کا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنے والا“ ۱۸۵۳ء میں صحیح ہو سکتا ہو لیکن ۱۸۵۴ء میں صحیح نہیں۔ اس وقت تک غدر کا ایسا اثر باقی نہ تھا کہ دہلی بالکل ویران ہو

(۶) ”سنو صاحب، ایک لطیف لکھتا ہوں، رات میں پلنگ پر پڑا ہوا کراہ رہا تھا، میرا ہدی پاس بیٹھے تھے، اٹھ کر

لے لے یہ خطوط غالب کا پہلا خط ہے اور اردو سے متعلق میں موجود ہے ۱۸۵۳ء میں جب سدا رتی دہلی تک ریلوے متعلق تیار کر دیا گیا تھا، کھینچنے کی ممانعت کرتے ہیں، اس لیے کہ راہ میں بہت مناجات ہو جائیگی اور کھینچنے میں خرچ بہت پڑے گا۔ ۱۸۵۳ء بعد کو مقابلے سے معلوم ہوا کہ خطوط غالب میں صاحب فراش کی جگہ گویا صاحب فراش ہے۔

پاؤں دا بنے لگے۔ میں نے کہا بھی، تو سید زادہ ہے مجھے کیوں گنہگار کرتا ہے، انھوں نے نہ مانا اور کہا کہ آپ کو ایسا ہی خیال ہے تو میرا بننے کی اجرت سے دیکھیے گا۔ میں نے کہا، اس کا مضائقہ نہیں، جب پیر ذاب چکے تو مجھ سے اجرت طلب کی۔ میں نے کہا، بھیا، کیسی اجرت؟ تم نے میرے پاؤں دا بنے، میں نے تمھارے پیسے دا بنے حساب برابر ہوا، خط ۹ مؤرخہ ۲۷ دسمبر ۱۸۶۱ء

میر جہری، مجروح کے نام بنو غالب کے خطوط ہیں ان سے یہ اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ نذر کے بعد مجروح کا قیام پانی پت میں تھا۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۶۱ء کو ان کا دہلی میں ہونا بعید از قیاس ہے۔ خطوط غالب کا خط ۲۸ اٹھارویں دسمبر ۱۸۶۱ء کا لکھا ہوا موجود ہے۔ اگر مجروح دہلی آکر پانی پت واپس گئے ہوئے تھے، تو اس خط میں اس کی طرف اشارہ ضرور ہوتا کسی اور خط سے بھی اس زمانے میں مجروح کا دہلی آنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ خط ۲۸ بہ نام مجروح کی عبارت ذیل کسی حد تک اس کی مخالفت ہے: "میرن صاحب کو جب تک تم نہ کہو میں دلی نہ بلاؤں، تو یا ان کے عاشق تمہیں ہو میں نہیں..." یہ مفروضہ مجھ میں نہیں کہ ان کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں... اے میر جہدی تو دروازہ دعا جز پانی پت میں پڑا ہے، میرن صاحب دلی دیکھنے کو ترسائیں، سر نواز حسین نوکری ڈھونڈتا پھرے اور میں ان غم ہائے جان گداز کی تاب لاؤں؟

(۷) "بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ ایک مصور کے پاس ایک تصویر، ہر وہ بیس روپے سے کم کو نہیں دیتا۔ کہتا ہے، تین تین اشرفیوں کو میں نے صاحب لوگوں کے ہاتھ پہنچی ہیں، تم کو دو اشرفی کو دوں گا۔ ہاتھ دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے، میں نے چاہا کہ اس کی نقل کا فخر اتار دے اس کے بھی بیس روپے مانگتا ہے۔ اتنا صرف بے جا کیا ضرور ہے۔ میں نے دو ایک آدمیوں کو کہہ رکھا ہے اگر کہیں سے ہاتھ آجائے تو لے کر تم کو بھیج دوں گا" خط ۱۲ مؤرخہ بستم جولائی ۱۸۶۱ء

یہی عبارت خطوط غالب میں شیونرائن کے نام کے چھ خط میں جو ۲۲ اکتوبر ۱۸۶۱ء کا لکھا ہوا ہے موجود ہے، فرق صرف یہ ہے کہ خطوط غالب میں کچھ الفاظ زیادہ ہیں اور سطر اول کے بیس روپے، اس میں بیس روپے ہیں۔ نام و خطوط غالب میں ۲ کی جگہ ۲۰ غالباً طباعت کی غلطی ہے۔ زمانے کے تفاوت کے باوجود تصویر کا اسی طرح ملنا اور ہی قیمت ہونا حیرت انگیز ہے۔

۲۸ تمھارے اشعار کی کاپی دیکھی۔ اے کیا بری کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کر تم یہاں ہوتے اور بیگمات قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہ در ہفتہ کی سی اور کپڑے پیلا، پانچے پیرسبر، جوتی ٹوٹی۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ تمھاری مثنوی ایک محشوق خوب رو ہے، مگر لباس خط ۱۳ مؤرخہ بستم اگست ۱۸۶۱ء

خط ۸۸ بہ نام تفتہ مؤرخہ ۱۹ اپریل ۱۸۶۱ء میں یہ عبارت موجود ہے فرق اتنا ہے کہ تفتہ کے نام کے خط میں تمھاری مثنوی کی جگہ سنبلستان ہے، اور واقعہ ہے، کی جگہ بے تکلف۔ خط ۸۲ میں "انطباع سنبلستان" کی طرف اشارہ ہے۔ کاپی سے مراد چھپی ہوئی کتاب ہے۔ کرامت نے ۱۸۶۲ء میں کون سی مثنوی چھپائی تھی؟ کیا یہ مثنوی پیش کی جاسکتی ہے؟

(۹) جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان بنائے گا۔ دکانیں حویلیاں ڈھادی جائیں گی، دارالافتا

فنا ہو جائے گا۔ یہ نام اللہ کا۔ خاں چند کا کوہ شاہ بولا کے بڑے گاہے گا۔ دونوں طرف بچاؤ ڈال چلا رہا ہے۔
باقی خیر و عافیت ہے۔ خط ۲ مؤرخہ، مئی ۱۸۵۹ء

یہی عبارت مجروح کے نام کے انیسویں خط میں بھی ہو جوہ نومبر ۱۸۵۹ء کا لکھا ہوا ہے۔ دونوں خطوں کے زمانہ کتابت میں ۶ مہینوں کا فرق ہے۔ مئی سے نومبر تک پچاؤ ڈالے چلتے رہے، لیکن ہر چیز اپنی جگہ پر برقرار رہی۔

(۱۰) ”نہار منہ آم نہ کھاتا تھا، کھانے کے بعد میں آم نہ کھاتا تھا۔ رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں بین الطعائن“
اس آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا، بے تکلف عرض کرتا ہوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا تھا اور دم پیٹ میں نہ سماتا تھا۔ اب بھی اسی وقت کھاتا ہوں مگر دس بارہ، اگر بیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات سے دریا کہ عہد جوانی گزشت، جوانی مگو زندگی گزشت“ خط ۱ مؤرخہ یکم جنوری ۱۸۵۹ء

یہ عبارت مع شعر عبدالغفور سرور کے نام کے ایک خط میں پائی جاتی ہے۔ خط میں کوئی تاریخ نہیں، لیکن قدر کے بعد کا ہے اس میں تباہی سلطنت مغلیہ کا ذکر ہے سوال یہ ہے کہ جو کیفیت ۱۸۵۱ء کے لگ بھگ غالب نے لکھی ہے کیا وہ ۱۸۵۱ء میں بھی صحیح تھی؟

(۱۱) ایسی بہت سی عبارتیں جو جنبہ یا خفیف فرق کے ساتھ نادر خطوط غالب اور اردوے معلیٰ دونوں میں پیش کی جا چکی ہیں۔ دو مثالیں اور ملاحظہ ہوں یہ عجیب بات ہے کہ غالب سا انشا پرداز ایک خیال کو مختلف مواقع پر ایک ہی طرح ظاہر کرے۔ اردوے معلیٰ اور عہد ہندی میں اس کی مثالیں شاید ہی ملیں۔

والفؑ ”آصف الدولہ نے افغانی تلاش کر کے منگوایا اور قطعات زمرہ اس کے مجازی چشم رکھے، کچھ اثر ظاہر ہوا ایران دروم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں پھیلائے، مسکا بھی نہیں خط ۶

دبؑ ”بھائی میں غزل کا ڈسنگ بھول گیا، معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آئے۔ راقصہ، ممدوح کون ہو؟“
اے، انوری گویا میری زبان سے کہتا ہوں اے دریا نیست ممدوحے سزاوارندیر اے دریا نیست معشوقے سزاوار غزل خط ۲۱ ستمبر ۱۸۵۹ء

(۱۲) اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ غالب کو حالی سے تو اند ہوا ہی نادر خطوط غالب کی عبارتیں جنسبہ یا خفیف اختلاف کے ساتھ یادگار غالب (الف) مجروح کو متعلق چو لطیفہ (۶) میں مندرج ہو وہ یادگار غالب (۶) مطلب اور یہ لکھنؤ، میں اس طرح شروع ہوتا ہے: ”ایک روز میری مجروح بیٹھے تھے اور مرزا پلنگ پر پڑے ہوئے کراہ رہے تھے میری مہدی پاؤں اپنے لگے“ اس بعد کی عبارت میں صرف اتنا فرق ہے کہ یادگار میں ”کی“ مقام پر ”میں“ کی جگہ ”میرزا“ ہے اور ”سیر دابے“ کی جگہ ”پاؤں دابے“

دبؑ ”مدت رات کو سوتے وقت مجھے کسی قدر پینے کی عادت تھی، جو مقدار میں ستر کر لی تھی اس سے زیادہ کبھی پیتا تھا، جس کب میں بولیں رہتی تھیں اس کی کبھی دادرغہ کے پاس رہتی تھی اور اس کو سخت تاکید تھی کہ اگر رات کو نہ سوئی کے عالم میں مجھ کو زیادہ پینے کا خیال پیدا ہوتا میرا کہنا ماننا اور کبھی مجھ کو نہ دینا۔ اکثر ایسا ہوا کہ میں رات کو کبھی طلب کی اور دادرغہ کو بہت برا بھلا کہا، مگر اس نے کبھی کبھی نہیں ہی ادل تو مقدار میں بہت کم پیتا تھا دوسرے اس میں دو تین حصے گلاب ملا لیا کرتا تھا جس کے اس کی حدت اور تیزی کم ہو جاتی تھی، چنانچہ میں خود کہتا ہوں۔
آسودہ بلو خاطر غالب کہ غصے اور ستائش میں بہادہ صافی گلاب یادگار غالب (۱۱) میں ”مجھے“ کی جگہ ”میرزا“ یا ”میرزا کو“ اور ”جنسبہ یا خفیف اختلاف“
رجؑ ”کون ہوتا ہو حریف سے مردا لگن عشق ہے مکر لب ساتی میں صلا میرے بعد“

اس شعر کا جو مطلب نادر خطوط غالب (خط ۱۶) میں درج ہے وہ بغیر کسی اختلاف کے یادگار غالب (۱۱) میں موجود ہے۔

صہ خطوط غالب میں ”ہو جائے گی“۔ صہ اردوے معلیٰ ”مہضم معدہ“
صہ خط بہ نام سرور اردوے معلیٰ صہ خط بہ نام سرور۔ اردوے معلیٰ

مکاتیب غالب

میرزا غالب اور نواب یوسف علی کے تعلقات کی ابتدا اُس وقت ہوئی جب نواب دہلی میں تحصیل علم کر رہے تھے، اور کارکنانِ قضا و قدر کے سوا کسی علم میں نہ تھا کہ وہ آگے چل کر دہلی ریاست ہوں گے جناب عرشی مرتب مکاتیب غالب فرماتے ہیں:

”نواب فردوس میاں اپنے والد کی تحت نشینی سے پہلے دہلی میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ طلب علم کا زمانہ تھا، ان کے چچا نواب سید عبداللہ خان بہادر اور نواب سید عبدالرحمن خان بہادر میرزا صاحب کے محب تھے، ان دونوں کے حسب الارشاد نواب نے میرزا صاحب کی فارسی کی تعلیم پائی۔ مکاتیب کا یادگار غالب رشائع کردہ دائرۃ ادبیہ لکھنؤ میں حالی کا بیان ہے:

”جب تحصیل علم کے لیے دہلی میں آئے تھے، اُس وقت میرزا صاحب سے بہت ربط تھا۔ مفتی صدر الدین خاں مرچ سے عربی پڑھتے اور مرزا صاحب کی فارسی“ لیکن میرزا یا نواب کے کسی خط میں فارسی کی تعلیم پانے کی طرف اشارہ نہیں۔ میرزا بے خبر کو لکھتے ہیں:

”۱۵۵۷ء میں نواب یوسف علی خان بہادر.. کہ میرے آشنا سے قدیم ہیں اس سال.. میرے شاگرد ہوئے“ اور ۱۵۶۱ء میں میرزا نے تفتہ کو تحریر کیا:

”نواب.. تیس تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں“ خطوط غالب جلد اول

میرزا اور نواب کی عمروں میں انیس بیس سال کا تفاوت تھا، میرزا سے نواب کے بزرگوں کے دوستانہ تعلقات تھے مالی کا قول زمانہ قیام دہلی میں شاگردی کا سوتیلہ ہے لیکن، میرزا کا دو زمانوں میں صریح فرق کرنا، ایک شہرت آشنا یا دوست لکھنا اور دوسرے میں شاگرد بتانا کھٹکتا ہے، اور جب تک کوئی تشفی بخش ثبوت نہ ملے میرے نزدیک نواب کا میرزا سے فارسی پڑھنا مشتبہ ہے۔ نواب کی فارسی طرز تحریر پر بھی جس کے نمونے مکاتیب کے دیباچے اور

سقاہ کتاب بڑی آب و تاب کے ساتھ ۱۹۲۳ء میں منسلک فرما دی گئی تھی۔ نسخہ نامہ میں نہایت عمدہ کاغذ پر ۱۹۲۸ء میں ایچ جی پی کے اور سلسلہ مطبوعات کتاب خانہ ریاست رام پور کی پہلی کتاب ہے۔ نہرست مضامین و تصاویر کے بعد ۵۵ صفحوں کی تقریباً جناب بشیر حسین زیدی، چیف منسٹر رام پور کے قلم سے ہے۔ مرتب، جناب عرشی کا مقدمہ ۵۵، ۱۵ صفحوں میں آیا ہے، اور اصل کتاب ۱۲۱ صفحوں پر ہے، اس کے بعد چند صفحوں میں غلط نامہ وغیرہ ہے۔ اسی کتاب میں میرزا، نواب یوسف علی خاں اور نواب کلب علی خاں کی تصویریں ہیں۔ غالب کی تصویر کلیات فارسی کے اُس نسخے سے لی گئی جو مولیٰ کشور نے غالب کی زندگی میں چھاپا تھا۔ غالب کی تحریر کا عکس بھی شامل کتاب ہے۔ عمدہ یعنی نواب یوسف علی خاں سے مرتب مکاتیب غالب نے بھی ان فقرات کو نقل کیا ہے۔ للہ سال ولادت نواب ۱۸۱۷ء

حواشی میں موجود ہیں، میرزا کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا۔ چشمداشت کہ بعد اصلاح غزل ہائے مذکور مع کدیم طرح جدید بطف فرمودہ شدہ (حاشیہ مکاتیب)۔ میرزا کے کسی شاگرد کے قلم سے نہیں لکھا جاسکتا۔ یہ ہر حال جب ۱۱ اپریل ۱۸۵۵ء کو مسند نشین ہوئے، تو میرزا نے تجویز تعلقات چاہی اور ایک قطعہ تالیف جلیوس ارسال کیا۔ خباب عرشی کا بیان ہے:

”معلوم ہوتا ہے کہ... اس کا کوئی جواب نہ گیا۔ مولانا فضل حق خیر آبادی رام پور میں فروکش تھے۔ انہوں نے... دنیائے فنا... میرزا صاحب کی اس قدر تعریف و توصیف کی کہ سرکار اُن کے کلام کے مشتاق ہو گئے۔ جب حالات سازگار نظر آئے تو مولانا نے میرزا صاحب کو لکھا کہ سرکار کی خدمت مبارک میں ”نامہ بندگی“ اور قصیدہ مدحیہ ارسال کریں“ دیا چہ ۶۴

مولانا نے جو خط میرزا کو لکھا تھا وہ تو غالباً محفوظ نہیں، لیکن اس کے بعض مطالب کا ذکر میرزا نے اپنے خط مورخہ ۲۸ جنوری ۱۸۵۶ء (خط نمبر ۱) میں اس طرح کیا ہے:

”امیر الدولہ مولوی حافظ محمد فضل حق خان بہادر... فرماں فرستند کہ غالب پرستش گری مکر بند و در مشاطگی شاہان افکار حسن خدمت عرضہ دید“

اس میں ”نامہ بندگی“ آیا ہے اور نہ قصیدہ مدحیہ لکھنے کی تحریک ہے۔ ”در مشاطگی الخ“ کو اوپر کے فقرے سے حاکر پڑھے تو یہ مطلب نکلتا ہے کہ میرزا نواب کے اشعار کی اصلاح کے لیے تیار ہیں۔ نواب نے خط نمبر ۱ کا جواب ۵ فروری کو دیا۔ اور اس کے ساتھ اصلاح کے لیے چند غزلیں اور مستزادات کے مطابق ”بہ تقریب شیرنی“ ۲۵ روپے کی ہنڈی بھیجی۔ نواب کے خط میں یہ الفاظ آئے ہیں:

”ہر چند کہ کاتب را اتفاق موزونیت یک مصرعہ ہم اتفاق نہ شدہ بود لیکن محض بہت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب الوصف دلم خواست کہ طریقہ رسل و رسائل جاری شود چون سبیلے بہ ازیں بہ نظر نہ رسید لہذا چند ابیات و آیات موزون نمودہ بہ ترصد اصلاح پیش آں گجائے آفاق مرسل گشت“ مکاتیب ص ۶۴

امیر مینائی نے انتخاب یادگار ص ۶۹ میں لکھا ہے کہ پہلے مومن خاں صاحب دہلوی سے مشورہ رہا، پھر مرزا... غالب کے تلمذ ہوا۔ خباب عرشی نے نواب کی عبارت کے ظاہری معنی لیتے ہوئے مومن کی شاگردی سے انکار کر دیا۔ دیا چہ ص ۶۴ و ۶۸) امیر کے قول سے انکار دراصل نواب طلب علی خاں کے قول سے انکار ہے، اس لیے کہ انتخاب یادگار اُن کے حکم سے لکھا گیا ہے۔ اور اس کا ایک ایک لفظ اُن کے ایما کے مطابق ہے۔ امیر دیا چہ میں لکھتے ہیں:

”اس غم کا سر انجام ہونا محض نتیجہ تو چہ سرکار ابد قرار ہو، اس بے حقیقت کی سعی مانند حرکت خامہ بہ دست نمرنگار ہے... جتنا مادہ تاریخ ہے سب نم فیض و نظر ارشاد والا ہے“

امیر کا قول جب تک یہ نہ بتایا جاسکے کہ نواب طلب علی خاں کی کئی مصلحت اس کی مقتضی تھی کہ خلاف واقعہ مومن نواب یوسف علی خاں کے استاد قرار دیے جائیں، نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں نواب کا بیان اس کی تاویل اس طرح ہو سکتی

لے اسی خط میں نام آیا کہ مولوی صاحب خدمت محمد فضل حق صاحب... لکھا کہ امیر مینائی نے اپنی کتاب امیر مینائی دہم میں یادگار غالب صفحہ ۱۱ کا ایک اقتباس دیا ہے جو تلمذ مومن کا سود ہے، لیکن یہ الفاظ حکیم مومن خاں مرحوم کی رحلت کے بعد فردوس مکان مرزا صاحب نے اپنے کلام میں اصلاح بھیجی تھے۔ یادگار غالب کے اُس نسخے میں جس پر اس وقت پیش نظر ہے لکھا کہ اسی قسم کے الفاظ امیر نے نواب کو ایک خط کے خط میں لکھے ہیں

ہے کہ زمانہ طلب علم میں کچھ غزلوں پر اصلاح کی ہوگی اور پھر شعر گوئی ترک کر دی ہوگی۔ نواب اُس زمانے کے شعر کہنے کو قابل ذکر نہ سمجھے، اور میرزا کو یہ لکھ دیا کہ اسے پہلے ایک مصرعہ موزوں کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جناب عرشی امیر کے اس قول کو بھی تسلیم نہیں کرتے کہ ”آخر آخر۔ منشی منظر ملی خاں صاحب کو۔ کلام دکھانے لگے۔“ انتخاب یادگار ۱۳۱۵ء۔ گو وہ یہ مانتے ہیں کہ نواب کے ”آخری کلام میں تصدیق پائی جاتی ہے“ (دیباچہ صفحہ ۱۷۱) اور اسے بھی دائرہ امکان سے خارج نہیں سمجھتے کہ نواب نے ۱۳۱۵ء میں جب کہ میرزا نے ”ضعیف پیری اور غلبہ امراض کے باعث۔“ استدعا کی تھی کہ مجھے اصلاح سے معاف رکھا جائے۔ دیگر درباری شعرا کے ساتھ۔ اسیر سے بھی کسی وقت وہ چار الفاظ میں مشورہ کر لیا ہو، لیکن ”یہ مساویانہ مشورہ سنن“ تلمذ نہیں، امیر کا اسے شاگردی سمجھنا ”در بار رام پور سے اپنے رشتہ استادی کو قدیم“ بنانا ہے اور اس۔ اگر یہ قول صرف امیر کا ہوتا تو ممکن ہے کہ نیچے جناب عرشی سے اتفاق ہوتا، لیکن، نواب کلاب علی خاں کے متعلق تو یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے جان بوجھ کر بے سبب، ایک غلط بات امیر سے لکھوائی۔ نواب کا جواب جس کا ذکر تلذذ کی بحث سے قبل آچکا ہے، ابھی میرزا کو ملا بھی نہ تھا کہ انھوں نے ایک فارسی قصیدہ نواب کی مدح میں لکھ کر نواب کے پاس بھیج دیا تھا۔ نواب کا خط اور اُس کے ساتھ سنہ ۱۲۱۱ھ فروری ۱۸۹۶ء

”کرم در بندہ پروری بہانہ می جوید، در نہ اس افتتاح بر شیر خانی نیاز نہ داشت“ (نمبر ۳ ص ۱)

نواب ابتدا میں اپنے نام یا اس کے سبب اہم جزو صفت سے تخلص کا کام لیتے تھے، میرزا نے خط نمبر ۱۳۱۵ء فروری میں چند الفاظ پیش کیے اور یہ تحریک کی کہ ان میں سے جو پسند آئے اُسے تخلص قرار دیا جائے۔ نواب کو پیش کردہ الفاظ میں ناظم مرغوب ہوا اور یہی تخلص قرار پایا۔ ۱۳۱۵ء کے دو خط جو میرزا نے ۸ مارچ اور ۱ اپریل کو بھیجے تھے میرزا کی ہدایت کے مطابق چاک کیے گئے۔ جناب عرشی کا قیاس کہ ان دونوں میں دہلی کے سیاسی حالات کا ذکر ہوگا صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اس سال کے صہت صہت دو خط اور محفوظ ہیں، ایک اپریل کا ہے اور دوسرا جولائی کا، اس کے بعد بہ قول جناب عرشی غدر کی وجہ سے مراسلت نہ ہو سکی ”رویا چہ منشا، لیکن صحیح یہ ہے کہ میرزا نے خط لکھے، (خط، ملا) لیکن انھیں جواب نہیں ملا۔ خط، مورخہ ۱۴ جنوری ۱۳۱۵ء میں میرزا نے انگریزوں کے ساتھ کینے تعلقات کی مفصل کیفیت رقم کی ہے۔ ممکن ہے کہ میرزا نے نواب کی خاموشی کو اس پر محمول کیا ہو کہ نواب انھیں انگریزوں کا معتوب سمجھتے ہیں اور یہ خط اس لیے لکھا ہو کہ نواب پر انہی حقیقت واضح ہو جائے اور انھیں خط و کتابت میں قائل نہ رہے۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ خط کا جواب دیا گیا یا نہیں، لیکن خط ۸ (۲ نومبر ۱۳۱۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ نومبر سے قبل رام پور سے خط آنا شروع ہو گیا تھا۔ اسی مہینے میں نواب نے ایک خط میں اشتیاق ملاقات ظاہر کیا اور رام پور بلایا، میرزا نے جواب میں لکھا کہ پنشن کا معاملہ طے ہوئے تو آؤں۔ جناب عرشی نے دیباچے

کہ امیر نے انتخاب یادگار میں تو نہیں، لیکن، نواب کلاب علی خاں کی وفات کے بعد امیر اللغات جلد کے دیباچے میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ نواب یوسف علی خاں میر سے بھی شاگرد تھے۔ آہ ایتھوی اس سے کی تاکید کرتے ہیں اس کے متعلق ان کی کتاب پر جو تبصرہ میں نے لکھا ہے، ملاحظہ ہو، لیکن جب تک کوئی تشفی بخش ثبوت نہ پیش کیا جائے اسے قبول نہیں کیا جائے۔ یہ خوبی ممکن ہے کہ نواب نے دو بار نقلوں کے متعلق مشورہ کیا ہو، امیر نے اسے تلمذ قرار دیا ہے۔ نواب کے برادر عم زاد اصغر علی خاں مومن کے شاگرد تھے ۱۳۱۵ء اس مضمون کا کوئی خط سکا تیب میں نہیں، لیکن، غالب نے خط لکھا ہے کہ میں نے سال گذشتہ ۱۳۱۵ء میں ابی سلام دینے کے قابل نہیں رہا۔ یہ خط ۱۴ دسمبر ۱۳۱۵ء کا لکھا ہوا ہے (خطوط غالب جلد ۱ ص ۱۵۵) یہ بھی ممکن ہے کہ نواب آخری زمانے میں پہلے اپنا لھم اسیر کو دکھلا دیتے ہوں اس کے بعد میرزا کو بھٹکتے ہوں۔

میں نواب کے ایک خط مؤرخہ ۸ جولائی ۱۷۵۹ء کا اقتباس دیا ہے (صفحہ ۱۷۱) اس سے پتا چلتا ہے کہ نواب نے
 جولائی ۱۷۵۹ء سے میرزا کی تنخواہ سو روپے ماہوار مقرر کر دی تھی۔ اس سال بھی نواب رام پور بلا تے رہے
 لیکن پنشن کا معاملہ نہ ہوا تھا۔ میرزا دہلی نہ چھڑ سکے۔ نواب کے ایک خط کے اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ
 نواب نے میرزا کی سفارش انگریز حکام سے کی تھی اور انھیں یقین تھا کہ کامیابی ہوگی۔ لیکن اس کے باوجود جنوری ۱۷۶۰ء
 کے اوائل میں پنشن کا معاملہ میرزا کے خلاف طے ہوا۔ ۱۹ جنوری ۱۷۶۰ء کو میرزا دہلی سے رام پور چلے اور
 اسی جیسے کی ستائیسویں کو وہاں پہنچے۔ نواب نے تنظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، ملاقات بھی دوستانہ ہی
 لیکن یہ ظاہر اس کے سوا کہ قیام رام پور کے زمانے کی تنخواہ دو فی ملٹی، میرزا کو اس سفر سے کوئی فائدہ ہوا
 نواب کی ملاقات کے علاوہ سفر رام پور کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ان کے ذریعے انگریزوں سے صفائی کی کوئی
 صورت نکل آئے۔ جناب عرشی کا خیال ہے (دیباچہ صفحہ ۱۷۵) کہ میرزا کی پنشن اپریل ۱۷۶۰ء میں جاری ہوئی
 ہے نواب کی سفارش کا اثر تھا۔ میرزا نے خط ۱۲ میں نواب کو یہ لکھا بھی ہے کہ جس طرح عالم شہادت میں آپ میری
 دست گیری کر رہے ہیں عالم غیب میں آپ کا اقبال مجھ کو مدد بخیا رہا ہے، لیکن دوسری جگہ میرزا نواب تحریر کرتے ہیں کہ
 ”والی رام پور کو اس پنشن کے اجرا میں کچھ دخل نہیں۔ علی ابن ابی طالب علیہ السلام (خط غالب بہ نام یوسف میرزا
 خطوط غالب ۱۶۱)۔ جناب عرشی اسے حقیقت حال کے اظہار سے اعراض قرار دیتے ہیں، لیکن غالب کا تقسیم
 بیان کیوں غلط سمجھا جائے اس کی کوئی وجہ انھوں نے نہیں بتائی۔ خط کا جو اقتباس اور نقل کیا گیا ہے اس سے ہرگز
 مافیہ طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ میرزا کے نزدیک پنشن کا اجرا نواب کی سفارش کی وجہ سے ہوا۔ نواب نے بھی جو خط ۱۲
 جواب دیا ہے اس میں اپنی کوششوں کی طرف اشارہ نہیں کیا۔ میرزا کا قیام رام پور میں ۱۱ مارچ تک رہا اور ۱۲
 مارچ کو دہلی واپس پہنچ گئے۔

خط ۲۳ جولائی ۱۷۶۰ء معلوم ہوتا ہے کہ میرزا نے علی بخش خاں دھان ساہن نواب، کوئی مقدمے کے تعلق لکھا
 جو بہ ظاہر رام پور کی عدالت میں پیش تھا۔ نواب کے خط کا اقتباس جناب عرشی نے نہیں دیا، لیکن میرزا کے خط سے مترشح
 ہوتا ہے کہ نواب نے اسے پسند نہیں کیا میرزا لکھتے ہیں:

”اسی کو میں سپارش نہ سمجھا تھا، مخبر بنا، اور آپ کے اہل کاروں کو اس بات کی خبر دی کہ جس کا تدارک صاحبان ملک
 و مالکان عہد پر لازم ہے، سو بہ مقتضائے نصیحت و عدالت وہ مقدمہ فیصل ہو گیا“

میرزا نے پھر از حسین اور میرن صاحب کی تعریف علی بخش خاں کو لکھی تھی، غرض یہ تھی کہ مقدمہ ان کے ہاتھ لکھا
 کو توالی یا اسی قسم کی کوئی دوسری نوکری مل جائے، اور مؤخر الذکر محرم میں مرثیہ خوانی کا کام بیا جائے۔
 نواب نے یہ ظاہر اسے پسند نہیں کیا، میرزا اسی خط میں لکھتے ہیں کہ ”در حقیقت سپارش نہ تھی، صرف معرفت
 ہونا تھا۔ سپارش کرتا تو میں کیا آپ کو نہ لکھ سکتا تھا؟ میری طرف سے خاطر خاطر جمع ہے“

۱۷۶۰ء کے اواخر میں نواب مرغن سلطان میں مبتلا ہوئے صحت کے بعد میرزا نے ایک فارسی خط (۲۲ مؤرخہ
 ۲۲ مارچ ۱۷۶۰ء) بھیجا جس میں از روئے علم نجوم یہ لکھا کہ ”گماں نہ دارم کہ از خسران پارس و سلاطین عرب

۱۷۶۰ء دیباچہ صفحہ ۱۷۵۔ یہ خط میرزا کے خط مؤرخہ ۲ نومبر ۱۷۶۰ء کے جواب میں ہے۔ ۱۷۶۰ء میں میرزا کو لکھنؤ گورنر
 بنجائے عدالت دیا، میرزا نے نواب کلب علی خاں کی بخشش معنوی قرار دیتے ہیں۔ مکاتیب صفحہ ۱۷۵

ایک شخص اس کمال کا پیدا ہوتا ہے، اہم بہ محنت و عنایت طول عمر کرے، اور تا دیر گاہ اہل جہاں آپ کی ذات سے مستفید ہوا کریں (مکاتیب کتب)۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اگر موقع اس کا مقتضی ہوتا ہے تو میرزا فرمالینش کا انتظار کیے بغیر مادہ تاریخ نگاشتے ہیں اور اسے نظم کر کے نواب کو بھیجتے ہیں، حالانکہ اس سے ان کی طبیعت بہت گریز کرتی تھی۔ میرزا کے تعلقات نواب سے خوشگوار رہے، اگر کوئی بات ایسی ہوئی بھی کہ وقتی طور پر تنگدہ خاطر کا موجب ہو تو اس کا مستقل اثر رہنے نہ پایا۔ میرزا خط ۲۶ (۵ ستمبر ۱۸۶۲ء) میں لکھتے ہیں: چند روز سے تفقہ و الثقات قدیم میں، خدانہ خواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ہوں۔ اگر غلط ہے میرا گمان، تو بہ شرف اطلاق مشرف فرمائیے، اور اگر میرا دل دیوانہ سچ سمجھا ہے تو متوقع ہوں کہ سبب عقاب آگہی پاؤں۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ نواب نے اس کا کیا جواب دیا، لیکن بعد کے خطوں سے یہ مترشح نہیں ہوتا کہ نواب مرزا سے خفا تھے۔ یا الثقات میں کمی تھی۔

نواب یوسف علی خاں نے غائب کے پاس اصلاح کے لیے کیا کیا اور کب کب بھیجا۔ میرزا نے نواب کے کلام کے متعلق اور نواب اپنے اصلاحوں کی نسبت میں کیا رائے ظاہر کی، اس کے بارے میں مکاتیب سے ذیل کی معلومات حاصل ہوتی ہیں: (۱) ۱۵ فروری ۱۸۶۲ء کو غزلوں کے دو ورق مکاتیب طے نواب نے اصلاح کو دیکھ کر لکھا: "الخطۃ لہ تغیر و تبدل الفاظ نادرہ در اشعار مذکور چوں نقش بر گیس زینت ماند گرفت و طلاے طبع خام بر محک فیض عام جلوہ پذیرفت" ص ۵۔

(۲) ۳ اپریل ۱۸۶۲ء کو بند غزلیات مرسلہ رام پور پہنچا، یہ اصلاحی غزلیں تھیں جیسا کہ خط ۵ سے معلوم ہوتا ہے ص ۹ (۳) ۱۸۶۲ء کے ایک اردو خط میں میرزا نے غزل پاسے اصلاحی کارسید نہ ملنے کا ذکر کیا ہے ص ۴ (۴) خط ۱۰ مورخہ ۲ نومبر ۱۸۶۲ء "مخمس اور غزلوں کے پیچھے کی اطلاع پائی۔ یہ بھی ایک بخشش کا بہانہ پیدا کرنا ہے، ورنہ حضور کے کلام کو اصلاح کی احتیاج کیا ہے؟" (۵) خط ۱۰ مورخہ ۲ دسمبر ۱۸۶۲ء "حضور نے یہ کیا تحریر فرمایا ہے کہ ان بارہ غزلوں کی اصلاح میں کلام خوش مطلوب ہے، اگلی غزلوں کی طرح نہ ہوں۔ مگر اگلی غزلوں کی اصلاح پسند نہ آئی اور ان اشعار میں کلام خوش نہ تھا؟ حضرت کا تو ان غزلوں میں بھی وہ کلام ہے کہ شاید اوردوں کے دیوان میں ویسا ایک شعر بھی نہ ملے گا، میں بقدر اپنی فہم و استعداد کے کبھی اصلاح میں قصور نہیں کرتا" "کلام خوش" سے نہ معلوم کیا مراد ہے۔ دو تین سال ہوئے جناب عرشی نے مجھے نواب کی متحدہ غزلیں جن پر غالب کی اصلاحیں تھیں، دیکھائی تھیں۔ اصلاحیں محض برائے نام تھیں۔ ان غزلوں میں نواب کی وہ مشہور غزل بھی تھی جس کی روایت غلط اور توانی اثر، خبر وغیرہ ہیں۔ بیچ ثانی میں ان اصلاحوں کا شامل ہونا ضروری ہے، میرزا نے ان بارہ غزلوں کی اصلاح میں تاخیر کی ۱۸ اپریل ۱۸۶۲ء تک صرف دو غزلیں اصلاح دے کر واپس کی تھیں ص ۶ (۶) خط ۲۴ یہ نام نواب کا لب علی خاں بعد وفات نواب یوسف علی خاں حضرت فردوس علی کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین مہینے پہلے سلام پانچ سات لکھتے تھے اور فردا میرے پاس بھیجا کرتے تھے۔ جب وہ فراہم ہو جاتے تو محرم سے دو چار دن پہلے میں اصلاح دے کر بھیج دیا کرتا تھا۔ اب برس ایک ہی سلام بھیجنے پائے۔ بس آج وہ سلام اس مراد سے... بھیجتا ہوں کہ حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان میں

شامل ہو جائے" (۱) جناب عرشی کا بیان ہے کہ نواب کا آخری کلام جس پر میرزا نے اصلاح فرم کر ان کی حیات میں واپس کیا، اس سوخت تھا دیباچہ منہ
میرزا نے نواب یوسف علی خاں کے عہد میں اپنی تصانیف کے نسخے، مدحیہ اشعار وغیرہ جو بھیجے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- (۱) قطعہ تاریخ جلوس مل اس کے متعلق حاشیہ مکاتیب میں لکھا ہے کہ اس کا پتا نہیں چلتا۔ نواب کی مطبوعہ تصانیف میں نہیں۔
- (۲) قصیدہ فارسی "ہانا اگر گو ہر جاں فرستم" یہ دارالانشا میں پہنچ نہیں، مکاتیب میں بھی نہیں۔
- نقل ہوا ہے۔ میرزا نواب کلب علی خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں: "فردوس مکاں کا دستور تھا کہ جب میں قصیدہ بھیجتا اس کی رسید میں خط تحسین دآفریں، شرم آتی ہے کہتے ہوئے، مگر کہے بغیر نہ تھی نہیں، دوسو پچاس کی ہنڈی اس خط میں ملفوف عطا ہوا کرتی تھی۔ دو قصیدہ مدحیہ میرے دیوان فارسی میں مرقوم اور وہ دیوان حضرت کے کتاب خانے میں موجود ہے، خطوں کی تصدیق از روئے دفتر ہو سکتی ہے۔ ۵۳۔ خبر نہیں کہ یہ قصیدہ رام پور کے نسخہ کلیات فارسی میں ہے یا نہیں۔ اس کی رسید میں نواب نے جو خط بھیجا تھا اس کا اقتباس حاشیہ منہ میں موجود ہے، ہنڈی کا ذکر نہیں۔ غالب یہ ہے کہ اس کا صلہ نہ ملا ہو، اس لیے کہ اس کے وصول ہونے سے محوڑے ہی دن قبل نواب ۲۵ کی ہنڈی بہ تقریب شیرینی" بھیج چکے تھے۔ میرزا کو یہ ہنڈی قصیدی روانہ کرنے کے بعد ملی
- انھوں نے نواب کلب علی خاں کے خط میں اسے صلہ قرار دے دیا (۳) میرزا نے دیوان اردو کا ایک قلمی نسخہ ۵ ذی الحجہ ۱۲۸۷ء سے بھیجا تھا ملک جناب عرشی کا بیان ہے کہ اس کے آخر میں میرزا کی تقریب ہے اور میرزا کا دیوان اردو مطبوعہ ملی اس کی نقل پر مبنی ہے۔ اس وقت دیوان غالب کے جنم اور میں شائع ہو چکے ہیں وہ سب نسخہ رام پور کی نقل اور نقل نقل ہیں حاشیہ منہ ۱۴ دستنبو کا ایک نسخہ، نومبر ۱۲۸۷ء سے قبل میرزا نے رام پور بھیجا تھا۔ مکاتیب ۱۵ (۵) والدہ نواب کی وفات پر دو شعر دن کا فارسی قطعہ تاریخ خط ۱۱۲۱۲ اپریل ۱۲۸۷ء میں ہو
- لیکن کلیات میں نہیں (۶) چون نیت مرا خربت آجے ز تو حاصل دامن کہ تو دریائی دمن سبزہ ساحل غالباً دیباچے میں کلیات سے نقل ہوا ہے۔ جناب مہر کی رائے ہے کہ ماہوار ذلیفہ اسی قصیدہ پر مقرر ہوا۔ اسے مانا جائے تو زمانہ تصنیف جولائی ۱۲۸۷ء یا اس کے کچھ قبل ہے۔ جناب عرشی کے نزدیک اس قصیدہ کو ذلیفہ سے کسی کا تعلق نہیں۔ اس لیے کہ اس میں علاقہ بریلی کے ملنے مبارک باد اور دہاں کے داخل سے سالانہ امداد کی درخواست ہے اور یہ علاقہ اپریل سنہ ۱۲۸۷ء میں ملا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ سالانہ امداد کی درخواست ماہ ذلیفہ کے تقرر کے بعد کی گئی ہے۔ قصیدے کے لیے اور اس کے متعدد شعرا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ میرزا نواب کی بد توجہی کے تحت شاکر تھے ۱۲۸۷ء میں یہ قصیدہ جو تین یا دو مالی امانت کیا معنی نواب نے خط و کتابت بھی بند کر دی تھی صرف ایک زمانہ ہے جس پر یہ باتیں صادق آسکتی ہیں اور وہ زمانہ قدر اور کچھ بعد کا ہے۔ یادگار غالب میں اس قصیدہ کے ساتھ شاکر کا ایک کدوا بھی ہے جو غالباً میرزا کا لکھا ہوا ہے، شکوہ تحافل... نواب... در زمانہ ہنڈی و بے ایگی کے بعد از فتح دہلی روزہ چند روزہ بود ۱۲۸۷۔ اس کا پتا چلتا ہے کہ یہ قصیدہ فتح دہلی ۱۲ ستمبر ۱۲۸۷ء کے بعد تصنیف ہوا ہے۔ جس میں نہیں بتا سکتا کہ بریلی اس میں کسی جگہ آیا، لیکن یہ تسلیم کرنا بھی شہادہ ہے کہ قصیدہ ایک ایسے زمانے میں لکھا گیا جب خط و کتابت جاری تھی، ماہوار ذلیفہ ملتا تھا، اور میرزا ہنڈی رام پور میں نہ لکھا ہو سکتا تھا۔
- (۷) قطعہ فارسی اسے آں کہ خود بہ مہر می پروری مرا از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد" ۱۵ نومبر ۱۲۸۷ء کو لارڈ کیلنگ نے دربار میں نواب کو ایک لاکھ چار ہزار چار سو روپے سالانہ کی جاگیر کی سند عطا کی تھی۔ یہ قطعہ اسی کی مہارک باد میں لکھا گیا اور جناب عرشی کی رائے کے مطابق اواخر نومبر یا اوائل دسمبر میں نواب کی خدمت میں ارسال ہوا۔ حواشی ۱۲۸۷ء مکاتیب میں کلیات مطبوعہ
- نہ لیکن میرزا کے خطوط بنام شیو ترائن وقفہ سے معلوم ہوتا ہے دستنبو کے مطبوعہ ۱۲ نومبر سے قبل میرزا نے اس کے خطوط غالباً ۱۲۸۷ء

نقل ہوا ہے۔ یہ ظاہر رام پور میں موجود نہیں۔ (۸) کلیات فارسی: یہ نسخہ نواب فخر الدین خاں کے ہاتھ لکھا ہوا ہے۔ رام پور
۲ مارچ ۱۸۵۷ء کو پہنچا اور دہاں اتناک موجود ہے صفحہ ۲۔ غالباً یہ نسخہ نواب فخر الدین محمد خاں خلف الصدق نواب شریف تیار
محمد خاں ہیں، جن کا ذکر شیخہ نے نقل میں کیا ہے۔ شیخہ کے "مسودات" کی تیسویں صفحہ پر درج ہے۔
(۹) نوایک منجیلے صاحب زادہ حیدر علی خاں کی شادی ۲ جولائی ۱۸۵۷ء کو ہوئی۔ میرزا نے اس موقع پر دو فارسی قطعے بھیجے
جو دارالانشاء میں نہیں، لیکن کلیات مطبوعہ میں موجود ہیں اور وہیں سے مکاتیب میں نقل ہوئے ہیں ۱۸۵۷ء (۱۰) اس موقع پر
ایک تہنیت نامہ بھی بھیجا تھا جو غالباً منظوم تھا۔ یہ نسخہ کلیات میں ہے اور نہ دارالانشاء میں اس کا پتا ہے حاشیہ صفحہ ۱۳۱
(۱۱) نواب کو ملکہ وکٹوریا کی طرف سے خطاب ملا تھا، میرزا نے "نوبت سبیل شہزیں میں حصول غلیہ سلطانی کی جری و عیوی تہنیت"
(خط ۲۵) مئی ۱۱ نومبر ۱۸۵۷ء کو روانہ کی تھی اس شہزیں کی تعریف نوایک لکھی تھی (حاشیہ صفحہ ۱۳۱) لیکن جناب عرش نے یہ نہیں بتایا کہ یہ شہزیں
کیا ہوئی۔ بظاہر ضابطہ ہوگئی (۱۲) چیف سکریٹری نے جو خط میرزا کو لکھا تھا اس کے سزاخہ اور خط کی نقل خط ۲۵ (۱۳ اگست ۱۸۵۷ء)
کے ساتھ مکاتیب میں موجود ہے صفحہ ۱۳۱ نواب کے غسل صحت پر فارسی قطعہ جو ۲ نومبر ۱۸۵۷ء کو میرزا نے بھیجا تھا اس کے
چھ شعر مکاتیب میں انتخاب یادگار سے نقل ہوئے ہیں (حاشیہ صفحہ ۱۳۱) لیکن میرزا نے، شعروں کا ذکر کیا ہے۔ قطعہ
یہ ظاہر دارالانشاء میں نہیں کلیات میں بھی یہ موجود نہیں۔ (۱۴) اردو قصیدہ مرحبا سال فرمی آئیں
عید شوال دامہ فردر دین "یہ قصیدہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱ میں دیوان غالب مع شرح نظامی ۱۸۵۷ء سے نقل کیا گیا ہے۔
مرتب دیوان کے خال میں یہ قصیدہ نواب کلب علی خاں کے غسل صحت کی تہنیت میں لکھا گیا تھا، لیکن جناب عرش کی
راے میں نواب یوسف علی خاں کے غسل صحت کے موقع پر نظم ہوا تھا اور یہ قرین قیاس۔ رام پور میں یہ قصیدہ نہیں۔
میرزا کو نواب یوسف علی خاں کے عہد میں مکاتیب کی تصریحات کے بموجب رقوم ذیل ملیں: (۱) ۵ فردری ۱۸۵۷ء: دو سو
پچاس روپے تقریب شیرینی (۲) اسی سال ۲۵۰ روپے اور اس کا ذکر خط ۶ (۵ ذی الحجہ ۱۲۷۵ھ) میں ہے خط ۱۳ (۲۵ نومبر
۱۸۵۷ء) میرزا نے، ۱۱ نومبر ۱۸۵۷ء کے خط میں لکھا تھا، جو آپ بن مانگے دیں اس کے لینے سے مجھے انکار نہیں، اور جب مجھ کو حاجت
آپ نے تو آپ کے مانگنے میں عار نہیں۔ جلد میری خبر لیجے اور کچھ بھیجا دیجئے۔" نوایک فوراً ۲۵۰ روپے بھیجے (۱۴ جولائی ۱۸۵۷ء)
سے سو روپے ماہوار مقرر ہوئے اور پانچ سو روپے تک کی تنخواہ نواب یوسف علی خاں کے زمانے میں ملے۔ اس حساب سے
۶۹۰۰ روپے میرزا کو ملے، لیکن زمانہ قیام رام پور میں تنخواہ دہنی ہوگئی تھی اس لیے اس پر دوسو روپے کا اخاذ کرنا چاہیے۔
(۱۵) میرزا نے ۸ دسمبر ۵۹ء کے خط میں ۲۰۰ روپے تنخواہ کے علاوہ مانگے، نوایک فوراً بھیج دیا اور لکھا: "مخلص کچھ آپ کی ذات مستور صفا
سے محبت اور توانست قلبی ہے۔ ہنڈی مبلغ دوسو روپے کی سواے شاہرہ معینہ۔" مرسلہ ۲۰۰ حاشیہ صفحہ ۱۳۱ (۶) خط ۲۳ (۶ محرم
۱۲۷۵ھ) حیدر علی خاں کی شادی موقع پر ۱۲۵ روپے تبرہ اور خلعت کے نام سے میرزا کو بھیجے گئے۔ میرزا نے خط ۲۳ میں لکھا: گستاخی نہ
کر دو کہ بہ طریق انبساط عرض کرتا ہوں کہ میں کال کا مارا اگر میرے سب سے بڑے کھا جاؤں گا اور اس میں لباس بناؤں گا تو میرا خلعت
باقی رہ گیا یا نہیں؟" ۲۹ جناب عرش نے یہ نہیں بتایا کہ نوایک اس کا کیا جواب دیا (۲۹) ۱۸۵۷ء میں گورنر ہل انبانہ میں دربار کرنے والے تھے۔
اس میں غالب بھی شریک ہونا چاہتے تھے، نوایک اس عرض کے لیے دوسو روپے منگا گئے، نوایک ۱۱ مارچ کو بھیج دیے۔ میرزا نے ایک
خط کشر دہلی کا بھی نوایک پاس روانہ کیا تھا، اور اسے ملی تھی کہ انبالہ جاؤں یا نہ جاؤں۔ نواب نے خط واپس کرتے ہوئے یہ کہتے
دی کہ خط... کشر ہمارے عدم حصول مشرف ملازمت۔ گورنر جنرل... مستند ہے اس واسطے تشریف لے جانا... بلا استیجاب
ضرور نہیں معلوم ہوتا۔" ۱۳۔ میرزا صاحب اس دربار میں شریک نہ ہوئے اس کی وجہ انھوں نے ایک خط پر نام میرزا حسین میں
حرابی صحت بتائی ہے کل رقم آٹھ ہزار تین سو پچھتر ہوئی ہے۔ اگر زمانہ قیام رام پور میں تین مہینوں کی تنخواہ دہنی ملی تو ایک سو اور
پندرہ چارے گا۔ یاد آتا ہے کہ میرزا نے کہیں لکھا ہے کہ ان کی کسی کتابچہ چھپوانے کے لیے بھی نواب نے روپے دیے تھے۔ اگر طبع
قافی میں ریاست کے کاغذات کو دیکھ کر مالی اعانت کے متعلق زیادہ مفصل اطلاعات دی جاسکیں تو بہتر ہوگا۔



مکاتیب غالب میں ۶۵ خط (۲۳ تا ۱۰۰)، نواب کلب علی خاں (ولادت ۱۲۵۰ھ وفات ۱۲۸۰ھ) کے نام ہیں۔ خط ۲۳ کی تاریخ کتابت ۶ مئی ۱۸۶۵ء ہے، لیکن نواب کے ایک خط سے جبکہ اقتباس ص ۴۹ پر مندرج ہے یہ بتا چلتا ہے کہ میرزا غالب نے نواب کو ایک خط ۲۰ اپریل کو بھی بھیجا تھا۔ یہ خط نواب یوسف علی خاں کی مسند نشینی کے بعد تعزیت و تہنیت میں لکھا گیا تھا، لیکن، اور بہت سے خطوں کی طرح ضائع ہو گیا۔ نواب نے اس کے جواب میں میرزا کو اطلاع دی تھی کہ وظیفہ حسب دستور ملا کرے گا۔ اس کے بعد میرزا نے تہنیت جلوس میں ایک قصیدہ ارسال کیا۔ اس زمانے میں نواب کو میرزا داغ سے پہلے معلوم ہوا تھا کہ میرزا کا ارادہ رام پور آنے کا ہے، نواب نے قصیدے کی تعریف میں جو خط لکھا اس میں تنکائے ملاقات بھی ظاہر کی :

راوند بنز ہمنی ملاقات شریف ست۔ اور تعالیٰ شب یلدا سے فراق را بہ زودی۔۔ بہ ایام وصال سیدل گردانہ (حاشیہ ۵۱) میرزا نے جواب میں تحریر کیا کہ گرمی اور برسات کا سفر مجھ سے بھڑھے اور بخورادگی کے لیے مستحضر ہے، سنگم آتش و آب دیکھ رہا اور میں نے احرام بیت المعمور رام پور باندھا، میرزا نے اس خط (۴۶ مؤرخہ جون) میں یہ تحریک بھی کی تھی کہ نواب بعض خطابات اپنے لیے ملکہ و کٹوریات سے حاصل کریں۔ نواب نے اس کا یہ جواب دیا کہ ”استحصا اللفاظ خطاب“ اس ریاست کا دستور نہیں۔ خط ۵۲ میں میرزا نے داستان امیر حمزہ کا زمانہ تصنیف شاہ عباس ثانی کا عہد بتایا جو غائباً ہی نہیں۔ میرزا نے کلب کی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی تھی، لیکن اس علم کی چند فارسی کتابیں یہ ظاہر ان کی نظر سے گزری تھیں، مختلف قسم کی بیماریوں کا طویل تجربہ مزید برآں۔ میرزا آخر عمر میں اپنے کو کسی طبیب سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ نواب کی ناسازی مزاج کی خبر کسی نے انہیں دہلی میں دی تھی، میرزا نے وہیں بیٹھے بیٹھے مرض کی تشخیص کر کے نسخہ تجویز کر دیا اور غذا وغیرہ کے متعلق ہدایات لکھ بھیجیں۔ میرزا نے جو خط اس موقع پر روانہ کیا تھا اس کے الفاظ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی طبی معلومات کے متعلق میرزا کو کس قدر حسن ظن تھا :

”میرزا طبیب نہیں، مگر تجربہ کار ہوں، ستر برس کا آدمی ہوشیار ہوں۔۔ خدا جانے اور طبیب کیا سمجھے ہوں۔۔۔ میرے نزدیک بہ اشتراک معدہ و قلب یہ مرض طاری ہوا تھا“ خط ۵۴

نواب نے اسے میرزا کی محبت معنوی پر محمول کیا، لیکن یہ نہیں بتایا کہ میرزا کی مجوزہ حج کے استعمال کرنے اور ان کی ہدایات پر کاربند ہونے کا ارادہ ہے یا نہیں۔

برسات ختم ہوتے ہی میرزا حسب وعدہ عازم رام پور ہوئے۔ وہ دہلی سے، اکتوبر کو چلے گئے اور ۱۲ اکتوبر کو رام پور پہنچے۔ جناب عرشی لکھتے ہیں کہ ”فلذائیاں (یعنی نواب کلب علی خاں) نے... بے حد تواضع

۱۷ نمبر ۶۳ خط نہیں، چھاپا ہوا فارسی قطع ہے ۱۱۶ خط ۱۱۶ بہ نام فقہ ۱۱۶ میرزا نے لکھا ہے کہ نواب کے اجداد نے سلاطین مغلیہ کا خطاب قبول نہیں کیا غائباً یہ صحیح نہیں (سے متعلق خطاب آئندہ صفحہ پر)

اور مدارات کی، قیام کے لیے جرنیلی کو بھی عطا ہوئی (دیباچہ مثلاً) میرزا کے خطوط سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نواب کے برتاؤ سے بہت خوش تھے۔ گیارہ مہینے قیام کے بعد ۲۸ دسمبر کو رام پور سے رخصت ہوئے۔ راہ میں سیلاب کی وجہ سے بڑی مصیبت اٹھائی۔ مراد آباد میں بیمار ہو گئے، ناچار رگ جانا پڑا۔ نواب کو شیفہ سے اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے فوراً ہرکارے کی معرفت ایک خط میرزا کے نام مراد آباد بھیجا اور میرزا کو بشرط ضرورت علاج کے لیے رام پور بلایا، لیکن جیسا کہ میرزا نے خط ۵ (مورخہ ۱۰ جنوری ۱۸۵۷ء) میں لکھا ہے وہ مراد آباد اسی دن روانہ ہو گئے، جس دن کہ شیفہ وہاں سے چلے گئے۔ جناب عرشی کا بیان ہے کہ نواب کا خط میرزا کو نہیں ملا، ہرکارہ اسے رام پور واپس لے گیا۔ (حاشیہ مثلاً)

اگست ۱۸۵۷ء میں نواب نے اپنی ایک فارسی نشر تقریباً شرح تصانیف بدر چاچی (میرزا کے پاس اصلاح کے لیے بھیجی) لیکن اول راغر دور دی کا مضمون ہوا اصلاح کے سلسلے میں کچھ باتیں جو میرزا کے قلم سے نکلیں نواب کے تکرر خاطر کا باعث ہوئیں اور تلخیص کی ابتدا کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میرزا نے شروع کر کے اس کی تعریف تو بہت کی، لیکن بعض الفاظ اور محاورات کے عمل استعمال کی نسبت اعتراض بھی کیا۔ نواب نے ان اعتراضوں کے بارے میں میرزا کو لکھا: "تفسیر ہمہ الفاظ کہ شاید عجالتاً بہ اسحاق نظر ملاحظہ نہ شد مرسل دہشتہ ام۔ چشم کہ اگر اقوال میں ہمہ اساتذہ قابل اعتبار یا نہیا" والا بہ مشاہدہ از پیکرنگی آن مطلع سازند"

جناب عرشی کا بیان ہے کہ فرنگ جہاں گیری ورشیہ وغیرہ سے نظیریں روانہ کی گئی تھیں حاشیہ انھوں نے یہ نظیریں مکاتیب غالب میں درج نہیں کیں، ضرورت ہے کہ اشاعت ثانی میں یہ بھی پوری کر دی جائے۔ میرزا نے جواب میں ایک خط ۱۹ ستمبر کو لکھا تھا، لیکن اب اس خط کا پتا نہیں ملتا۔ (مثلاً) نواب کے خط مورخہ ۲ اکتوبر سے جس کا اقتباس مثلاً پر درج ہے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا فرنگ اور ارنگ کو مختلف المعنی سمجھتے تھے اور اشیاء چیدن اور اشیاء بستن کو ہم معنی قرار دینے میں انھیں تامل تھا۔ نواب لکھتے ہیں: اکثر مالک تابان علم

مثلاً دیباچہ مثلاً، لیکن حاشیہ مثلاً پر ۲۲ یہ ہو نظم ہے ۵۵ جناب عرشی کا خیال ہے (دیباچہ مثلاً) کہ یہ خط جو رملی واپس ہونے کے بعد میرزا نے لکھا ہے نواب کے اس خط کا جواب ہے جو انھوں نے مراد آباد بھیجا تھا۔ اس کی تردید خود ان کے اس بیان سے ہوتی ہے۔ جو حاشیہ مثلاً پر ۵۵ صید ہیں (شائع کردہ جامعہ ملیہ مثلاً) میں دس بیتوں کا ایک قطع ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطاب کے بارے میں میرزا کی تحریک نواب کو سخت ناگوار ہوئی تھی، میرزا نے معافی چاہی ہے۔ مکاتیب غالب میں یہ قطع ہے اور نہ اس کا کوئی ذکر ہے۔ آخر کے شعر ملاحظہ ہوں:

خلاف طبع مبارک نمادہ آن تقریر ہے خطا و دوزندگان دلت خواہ۔ تو بار شاہ شہنشاہ تاج دار ننگ و خطاب می طلبید باد شہنشاہ چو آمن نہ پذیری ز ہرم من بگرد و بحق اشہدان لا الہ الا اللہ۔

۵۵ خیاب عرشی کا خیال ہے کہ اس نشر سے پہلے یا اس کے بعد نواب نے میرزا کو کوئی چیز اصلاح کے لیے نہیں بھیجی دیباچہ مثلاً ۵۵ "تا تدبیر کے نزدیک یہ نگارش ظاہر وحید اور جلالی عبارت سے بہتر ہے" خط ۶۶۔ میرزا کی بصیرت میں کلام نہیں لیکن یہ رائے میرزا کی نہیں، دربار رام پور کے ذبیحہ خوار کی ہے۔ ۵۵ جس خط میں اعتراض تھے وہ مناج ہو گیا ہے۔

نعت ارتنگ و ارتنگ کا بمعنی واحد پنداشتہ اند و عامۃ مفسران کلام شیرازی مشارع اشیاں چیدن را مراد اشیاں بستن، نگاشتہ چنانچہ تفسیر ہر یکے .. بہ مطالعہ خواہد رسید۔ مع انہذا اگر طبع ک استاد زمان برقیم الفاظ بالانی الجملہ نفوس دہشتہ باشد ہم چنان حوالہ قلم نمایند کہ بموجب عنہ ما از تقریظ اصناف شدہ .. محو سازم زیرا کہ مرا از آن مشتق واسطہ تلمذ بودہ است نہ از عربی و دیگران۔ لہذا نظیرے کہ بہ نظرم گذشتہ است صرف برائے الملاح بہ نسبتہ اندامندرج گردیدہ میرزا کا خط ۱۷ نواب کے اس خط کے جواب میں ہے۔ اس کے اقتباسات ذیل ملاحظہ فرمائیے: "اس عنایت نامے میں ایک فقرہ نظر پڑا کہ جس سے میں کانپ اٹھا۔" مرا از آن مشتق واسطہ تلمذ بودہ است بہ ذیل کو عزت دینی .. ہے۔ میں تو حضرت کو اپنا استاد اور اپنا مرشد اور اپنا آقا جانتا ہوں۔ فارسی سے اپنے فطری لگاؤ اور عبدالقصد سے استفادے کے ذکر کے بعد اب مجھے اس امر خاص میں نفس مطمئنہ حاصل ہے مگر دعویٰ اجتہاد نہیں ہے، بحث کا طریق یاد نہیں، میان انجو، جامع فرنگ جہاں گیری، شیخ رشید، راقم فرنگ رشیدی عظماء عجم میں سے نہیں۔ ہندوان کا مولد، ماخذ ان کا اشعار قدما، ہادی ان کا قیاس۔ ٹیک چند اور یال کوئی مل ان کے پیرو سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی نور علی نور!"

میرزا نے ہندوستانی فرنگ نگاروں کی نسبت یہ رائے ظاہر کرنے کے بعد کہ انھوں نے شعرے ایران کے کلام میں جو الفاظ آئے ہیں، ان کے معانی قیاس سے نکالنے میں اکثر غلطیاں کی ہیں، خط کا خاتمہ اس طرح کیا ہے: "اب جو پیرو مرشد نے لکھا کہ ارتنگ و ارتنگ بمعنی اور اشیاں سامتن و بستن و چیدن گھونٹلا بنانے کے معنی پر جو تو میں نے بے تکلف مان لیا۔ لیکن، زان صاحبوں کے قیاس کے بہ موجب بلکہ اپنے خداوند نعمت (کے) حکم گھٹائی" نواب سمجھے کہ میرزا نے مجھے استاد طنز لکھا ہے۔ اور میرے اقوال کو بحث سے تعبیر کیا ہے۔ میرزا کی یہ ادائیگی کہ وہ ان لوگوں کو جن کے اقوال نواب بہ طور سند پیش کرتے ہیں، مطلق نظر میں نہیں لگاتے اور نواب کے آگے

سر تسلیم خم کیے دیتے ہیں، پسند نہ آئی۔ نواب جو مغلوب الغضب واقع ہوئے تھے اس قدر برہم ہوئے کہ انقطاع تعلقات کی دھمکی دی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: "امثال ایں کنایہ ہاے تو .. و لفظ بحث .. خلاف واقع و موثر رنج و عناست ... پس اگر ہم چنین منظور باشد، اشارتے سازند کہ واسطہ ترسل رسال از فی مابین برداشتہ شود، ورنہ بنان خامہ را بہ امور خارج المبحث تکلیف نہ دادہ باشند" (حاشیہ صفحہ ۴۲)۔ نواب کے خط کا میرزا پر جو اثر ہوا اس کا اندازہ خط ۲ کے ابتدائی الفاظ سے ہو سکتا ہے: "توقیح دتیج آیا، پڑھتے ہی کانپ اٹھا اور عالم نظر میں تیرہ تار ہو گیا" اس کے بعد میرزا نے خدا اور رسول کی قسم کھا کر اس سے

میرزا کے نزدیک ارتنگ مرتع اور ارتنگ نقاش کا نام ہے۔ کلیات شرمک نواب نے اسے مانا نہیں، ان کا یہ شعر انتخاب یادگار ہے: "یہ پیش نقوش تو رنگ نہ دارد + چہ ارتنگ لوشا چہ رنگ مانی۔" اللہ یہ ایرانی تھے اللہ بہ زیادتی ہے محقق ہونے یا نہ ہونے کا مدار مذہب پر نہیں۔ "ارتنگ .. پر ہے" یہ الفاظ مکاتیب میں وادین کے اندر ہیں، لیکن نواب کے صرف معانی ہیں الفاظ میرزا کے ہیں "اشیاں سامتن کا ذکر اس سے پہلے نہیں آیا۔

نواب کے خط کا اقتباس مکاتیب میں ملاحظہ ہو۔ نواب کے الفاظ سے اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا لہذا لفظ استاد کی طرف اشارہ ہے۔

انکار کیا ہے کہ بحث سے نواب کے ارشادات کی طرف اشارہ تھا اور ہندوستانی فرنگی نگاروں کے متعلق اپنی رائے کی تشریح کی ہے۔ میرزا نے نواب کو جو اپنا استاد لکھا تھا اور جن پر نواب نے اعتراض کیا تھا اس کی نسبت اس خط میں میرزا نے کچھ نہیں تحریر کیا۔ خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے: آخر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ ”ان دونوں باتوں کو میں نے مانا، لیکن نہ فرنگی لکھنے والوں کی رائے کے بہ موجب، بلکہ اپنے خداوند کے حکم کے مطابق“ یہ کلمہ موجب عتاب نہیں ہو سکتا، اور اگر اس کو گناہ سمجھا جائے ”آخر گناہ گار ہوں گا فرہیں ہوں“ گناہ نہایت تہیے اور نوید عفو سے تھوڑے وقت بعد دیکھے۔ نواب نے جواب میں لکھا: حالاکہ آں مہرماں بہ تاویلش پر دہشتہ از آں دنج شکوک لاحقہ گردید خاطر۔ مقروں جمعیت باشد ”عاشیہ مشہ“ لیکن یہ قول جناب عرشی ”اس کے بعد نواب نے پھر کوئی نثر اصلاح کے لیے نہیں بھیجی جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی طبیعت کا تکرار کلیہً دور نہیں ہوا۔“ (عاشیہ مشہ)۔ میرزا اپنے عہد کے سب سے بڑے شاعر اور انشا پرداز نواب کے والد کے استاد اور ان کے زرگوں کے دوست تھے، پھر یہ کہ ان کی عمر اتنی آگئی تھی اور ان کی صحت اقل خراب تھی کہ اس دنیا میں ان کے زیادہ رہنے کی امید بھی نہ تھی۔ نواب اگر یہ چاہتے تھے کہ میرزا آئندہ اپنے خط میں خارج از بحث باتیں نہ لکھا کریں، تو میرزا ادب یا کسی اور شخص کے ذریعے انھیں یہ آسانی تمہیہ کیا جاسکتا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نواب کے الفاظ ضرورت سے زیادہ سخت اور دل آزار تھے۔ میرزا سے بھی کلب علی خاں کو پہچاننے میں غلطی ہوئی۔ لفظ ”بحث“ اور ”استاد“ کے استعمال سے قطع نظر، میرزا کا اعتراف شکست دراصل اعلان فتح تھا، اور کلب علی خاں اتنے ناگہم نہ تھے کہ اس کا اصلی مطلب سمجھ سکتے۔ میرزا نے جو معذرت کا خط لکھا تھا وہ بھی اس شاعر کے شایان شان نہیں جس کے قلم سے یہ شعر نکلا ہے:

”تشراب بر سائل دریا ز غیرت جاں ہم + گر بہ موج افتد گمان چینی بیشانی مرا“

لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ میرزا اگر ترکی بہ ترکی جواب دیتے اور رام پور سے وظیفہ بند ہو جاتا، تو خود میرزا کو جو تکلیف ہوتی اس سے قطع نظر انھیں اپنے گھر والوں کو یہ یقین دلانا مشکل ہوتا کہ وہ مضبوط الحواس نہیں ہو گئے۔ خط ۳۷ نہاد سمیر مشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب کا ارادہ دہلی یا غازی آباد جانے کا تھا اور میرزا دہلی ان کے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ میرزا کو اس کا موقع ملا یا نہیں۔ اس خط میں میرزا نے نواب کو اطلاع دی ہے کہ ۱۷ دسمبر کے دربار میں لفٹنٹ گورنر پنجاب نے مجھے خلعت دیا، حالانکہ غدر کے بعد خلعت موقوف ہو گیا تھا اور کمشنر دہلی تاک کو علم نہ تھا کہ خلعت ملنے والا ہے۔ جناب عرشی لکھتے ہیں کہ یہ زمانہ سر ڈائل میکلوڈ کی لفٹنٹ گورنری کا تھا (عاشیہ مشہ) اور یہ میرزا کا ”آخری دربار اور خلعت تھا“ (دیباچہ مشہ)۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ خط ۳۷ میں خلعت کا ۱۷ دسمبر مشہ تک بند رہا لکھا، لیکن خط ۲۹ میں جو ۱۹ مارچ ۱۸۵۳ء کا ہے میرزا کا بیان کہ ”۳ مارچ کو لفٹنٹ گورنر نے خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ گورنر جنرل نے اپنے دفتر میں تمہارے دربار اور خلعت کے بہ دستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا“ یہ امر عجیب قابل توجہ ہے کہ شیخ محمد اکرام صاحب نے غالب نامہ (مشہ ۱۹۰۹ء) میں میرزا کا ایک اور دو قصیدہ نقل کیا ہے جس میں

”ان دونوں۔۔ مطابق“ واہن کے اندر ہیں، لیکن خط ۱۷ میں بجائے یہ الفاظ نہیں۔

میکلوڈ بہادرؒ کا خطاب ہے۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ میرزا تیرھویں جنوری کو دست نامعلوم، غالباً درمیان کے ایک دربار میں شریک ہوئے تھے، جہاں انھیں قاعدہ مقررہ کے خلاف حکم دیا گیا۔ میرزا نے قصیدے میں اس کی شکایت کی ہے۔ مصنف غالب نامہ اس قصیدے کے زمانہ تصنیف کی تعیین ضروری نہیں سمجھے، لیکن یہ بدیہی ہے کہ ۱۷ دسمبر اور ۱۳ جنوری کے دربار ایک ہی لفٹ گورنر کے عہد میں ہوئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس کا انعقاد ہوا؟

میرزا نے خط ۷۷ (۸ جنوری ۱۸۷۷ء) میں نوابؒ سے استدعا کی کہ باقر علی خاں اور حسین علی خاں کا بچاؤ پے جینا جنوری ۱۸۷۷ء سے جاری ہو جائے۔ یہ پتا نہیں کہ نوابؒ نے اس کا کیا جواب دیا۔ خط ۷۸ (۱۵ ستمبر ۱۸۷۷ء) میں صرف حسین علی خاں کی تنخواہ مقرر کیے جانے کی درخواست ہے۔ غالباً اس وقت تک باقر علی خاں کو الوریٰ نوکری مل چکی تھی۔ نواب کے جواب کا جو اقتباس حاشیہ ۹۷ میں درج ہے اس میں تنخواہ کی طرف مطلقاً اشارہ نہیں۔ خط ۱۰۱ (۱۳ اگست ۱۸۷۷ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب نے حسین علی خاں کو ۲۵ روپے ماہوار تنخواہ دینی منظور کر لی تھی، لیکن جب ۱۶ نومبر ۱۸۷۷ء تک نواب نے ادھر توجہ نہ کی تو نواب کا عندیہ سمجھ کر میرزا اس سے ”قطع نظر کی“ (خط ۱۰۷)۔

اس سے پیشتر میرزا خط ۸۶ (۱۹ اگست ۱۸۷۷ء) میں حسین علی خاں کی شادی کے لیے نواب سے اعانت کی درخواست کر چکے تھے۔ اور نواب نے جواب دیا تھا کہ ”منشائے خاص .. یہ خوبی مشکف نہ ہوا .. آپ غلام مکنون خاطر سے .. سے مطلع کیجیے .. جو بات کہ ممکن ہوگی ظہور میں آئے گی“ (حاشیہ ۹۵)۔ میرزا نے پہلے بھی صاف لکھا تھا ”اب مزید صحت کے ساتھ لکھا کہ میں غفلت میں ہوں قرض بھی نہیں ملتا۔ آپ شادی کے لیے ۲۵ روپے عنایت فرمائیے“ (خط ۸۷)۔ نوابؒ اس پر یہ معلوم کرنا چاہا کہ شادی میں کیا صرت ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ ”راقم را خوشنودی آں مہربان در امور مناسب مد نظرست“ (حاشیہ ۹۷)۔ میرزا نے خط ۸۸ میں بتایا کہ باقر علی خاں کی شادی میں ڈھائی ہزار خرچ ہوئے تھے۔ لیکن یہ سمجھ کر کہ یہ بہت زیادہ ہے۔ ان الفاظ کا اضافہ کیا: ”مگر میرا حق خدمت اتنا نہیں کہ اس قدر مانگ سکوں۔ جو کچھ دے گئے اس میں شادی کر دوں گا۔“ (حاشیہ ۹۷) سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نواب کی طرف سے اس کا کوئی جواب نہیں گیا۔ شادی رجب میں قرار پائی تھی اس وقت تک نواب نے کچھ اعانت نہ کی تو میرزا نے رمضان میں لکھا: ”ماہ صیام میں سلاطین و امرا خیرات کرتے ہیں، اگر حسین علی خاں یتیم کی شادی اسی صیغے میں ہو جائے اور اس بڑے ابا بچ فقیر کو رپیال مل جائے تو سوال میں رسم نکاح عمل میں آئے“ (خط ۹۳)۔ اس خط کا جواب جو رام پور سے گیا اس میں بہ قول جناب عرشی ”میرزا صاحب کے اصل مدعا کا کوئی تذکرہ نہیں“ (حاشیہ ۱۰۱)۔ میرزا نے ذی قعدہ میں پھر نواب کو توجہ دلائی (خط ۹۷) لیکن یہ ظاہر نواب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خط ۱۰۱ (۱۳ اگست ۱۸۷۷ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ بالآخر نوابؒ نے بہ درخواست بھی منظور کرنی میرزا نے آخری خط جو اس سلسلے میں لکھا تھا (۱۰۲) مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۸۷۷ء اس میں بڑی لجاجت سے کام لیا تھا لیکن نوابؒ نے بھی ایسا وعدہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے، ناچار سے آپ کے غلام زر خرید .. کی ممکن ہو گئی۔ نواب احمد بخش خاں مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے .. اب میرے بڑھاپے .. اور مفلسی کی شرم آپ کے ہاتھ ہے“ (خط ۸۶)۔

۷۷ حسین علی خاں میرزا کی وفات کے بعد رام پور میں ملازم ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنی شادی کے لیے مدد بھی چاہی تھی، اس بنا پر کہ ایک زمانے کے بعد اس مضمون کی درخواست نہیں ملتی ہے، جناب عرشی کا قیاس ہے کہ نوابؒ نے شادی کے لئے روپے دیے ہوں گے۔ ریاست کے پرانے کاغذات سے حقیقت کا پتا چلے تو چلے۔

تنخواہ کی طرح میرزا نے اس سے بھی ہاتھ اٹھایا (خط ۱۰۰)

خط ۱۰۱ سے پتا ملتا ہے کہ میرزا نے نواب سے یہ درخواست بھی کی تھی کہ میرا قرض ادا کر دیجیے اور نواب نے تینوں درخواستوں کو بظاہر ایک ہی وقت منظور کیا تھا۔ خط ۱۰۵ (مورخہ ۱۶ نومبر ۱۸۷۳ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا بڑا آٹھ سو روپے قرض تھے میرزا لکھتے ہیں: ”آٹھ سو روپے ہوں تو میری عزت بچتی ہے۔“ ناچاند حسین علی خاں کی شادی اور اس کے نام کی تنخواہ سے قطع نظر کی۔ اب اس باب میں کہوں کیا مجال! میری جان۔ اور آبرو آچکے ہاتھ ہے مگر حضور جو عطا فرماتا ہے جلد ارشاد ہو ”اس کے بعد میرزا نے کبھی شادی کے لیے روپے مانگے اور نہ کبھی حسین علی خاں کی تنخواہ کے لیے کہا۔ قرض ادا کرنے کے متعلق جو وعدہ تھا اسے البتہ یاد دلاتے رہے لیکن اپنی زندگی میں قرض خواہوں سے چٹکا مان ان کی قسمت میں نہ تھا، اور قبل اس کے کہ نواب اپنا وعدہ وفا کریں، میرزا کو پیام اہل پہنچ گیا۔

میرزا کے ساتھ یوسف علی خاں اور کلب علی خاں کے بڑاؤ میں بڑا فرق تھا۔ یوسف علی خاں اس طرح دیتے تھے کہ قبول کرنے میں میرزا کو ذلت کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ کلب علی خاں اس طرح دیتے تھے کہ یہ ہے ۱۲۳ نظریں خود ذلیل ہو جاتے تھے۔ میرزا نے یوسف علی خاں کے عہد میں رام پور کے ذلیفے کو کبھی ”خیرات“ سے تعبیر نہیں کیا، کلب علی خاں کے نام کے خطوں میں بار بار یہ لفظ آتا ہے۔ اور وہ کبھی اس کے استعمال کو منع نہیں کرتے۔ اصلاح شر کے سلسلے میں جو بد مزگی پیدا ہوئی تھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ میرزا کا اس کے باوجود بھی تھوڑے تھوڑے وقفے سے تین مختلف شکلوں میں طالب زر ہونا ایک ایسا وقت ہے جو توجہ چاہتا ہے۔ رام پور کے شاہرے کے لیے لکھنا امراد بیگم کی تحریک سے ہوگا، گو میرزا بھی یہ چاہتے ہوں کہ ریاست سے ان کی زندگی ہی میں تعلق پیدا ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حسین علی خاں کی شادی کے لیے اعانت کی درخواست اس صورت میں کہ اس سے کچھ قبل ہی شاہرہ مقرر کیے جانے کی استدعا کر چکے تھے، بے محل تھی، اور میرا قیاس ہے کہ یہ محض امراد بیگم کی ضد کا نتیجہ تھی۔ میرزا نے اس کے متعلق جو خطوط لکھے وہ بے اثر رہے۔ اور اسی سبب سے ان میں ایسی گدایاں لیا جت اور آرام سے کام لیا جو ان کی وضع کے بے محل غلاف تھا۔ یہ گویا ایک سزا تھی جو انھوں نے اپنے آپ کو دی۔ ادا سے قرض کی استدعا محض مجبوری اور بے چارگی کے عالم میں کی گئی۔ میرزا کے قرض خواہ چانتے تھے کہ پنشن اور رام پور کا ذلیفہ میرزا کے درمیان تھے۔ اور میرزا چراغ سحری ہو رہے ہیں، اور ان کی زندگی میں ریپا وصول نہیں ہوا تو پھر اس سے ممتد دھونا پڑے گا۔ ان کے تعاضوں سے میرزا کی زندگی عذاب میں ہوگی۔ نواب کی بے اعتنائیوں کے باوجود رام پور بھی ایک جگہ تھی جہاں سے کچھ امید ہو سکتی تھی۔ میرزا غالب اور نوابان رام پور کے تعلقات کی تاریخ کا یہ سب سے ناخوش گوارہ واقعہ ہے کہ نواب نے درخواستوں کے منظور کر لینے پر بھی ”میرزا کی زندگی میں نہ تو حسین علی کا ذلیفہ ضرور کیا، نہ ان کی شادی کے لیے روپے دیے۔ اور نہ میرزا کا قرض ادا کیا۔“ جناب عرشی کا بیان ہے کہ میرزا کی وفات کے بعد حسین علی خاں رام پور چلے گئے تھے۔ اور ان کی ریاست سے تنخواہ مقرر ہو گئی تھی اور ان کا قیاس ہے کہ شادی کے لیے بھی انھیں کچھ روپے دیے گئے تھے۔ امراد بیگم نے میرزا کی وفات کے بعد نواب کو لکھا کہ انگریز اس شرط پر کہ میں کچھری میں حاضر ہوں مجھے دس روپے ماہوار دینا قبول کرتے ہیں، لیکن میں کچھری میں نہیں جا سکتی۔ آپ میری

”حسین علی خاں کی سسرال والوں کا بڑا تعاضا ہے۔۔۔ بطریق شیئاً شد جو۔۔۔ مزاج میں آئے وہ عطا کیجئے“

خبریں۔ اور میرزا صاحب ۸۰۰ روپے قرض چھوڑ گئے ہیں۔ یہ حق العباد ہے، اس کے ادا کیے جانے کی بھی صورت نکالیں۔ مکاتیب غالب سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ امراؤ بیگم نے اس مضمون کی کئی درخواستیں بھیجیں، لیکن یہ تباہی بننا کہ آخر کیا حکم ہوا، ابھی حال میں جناب عرشی نے مجھے اطلاع دی کہ کاغذات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نواب نے حکیم غلام نجف خاں کی معرفت امراؤ بیگم کو ۶۰۰ روپے بھیجے تھے۔

مکاتیب غالب کی تصریح کے مطابق کلب علی خاں کے عہد میں رقوم ذیل میرزا کو ملیں :

۱۱۔ ماہوار وظیفہ از اپریل ۱۲۵۹ تا جنوری ۱۲۶۰ ۴۶۰۰ روپے (۱۲) میرزا نے پہلا مدعیہ قصیدہ تجلیے کرموسی الخ بجا، تو نواب نے خط میں اس کی تعریف لکھی میرزا نے خط ۲۵ میں یاد دلایا کہ فردوس مکان قصیدے کا صلہ ۲۵۰ روپے عطا کیا کرتے تھے، یہ رسم بری نہیں، اگر جاری رہے تو بہتر ہے، نواب بہ ظاہر اس پر بھی خاموش رہے تو میرزا نے ۱۱ اگست ۱۲۵۹ کو ایک قطعہ خط ۵۰ کے ساتھ بھیجا، اور خط میں لکھا: بہ نظر اصلاح نظم و اصلاح حال ملاحظہ ہو، نواب نے ۱۶ اگست کو اس کا جواب دیا اور اس کے ساتھ ۲۰۰ روپے کی ہنڈی بھیجی۔ یہاں قصیدے کا صلہ نہ تھا، نواب کی صحت یابی کے بعد جس طرح ادرستحقین کو سرکار سے بہ طریق عنایات ۲۰۰ روپے گئے تھے، میرزا کو بھی ملے تھے۔ (حاشیہ خط ۵) اس ہنڈی کے وصول کرنے سے قبل میرزا ایک اور قصیدہ ”زب و چشم الخ“ بھیج چکے تھے، ہنڈی ملنے انھوں نے مزید اعانت کی درخواست کی (خط ۵۳) لیکن بہ ظاہر نواب اور کچھ اعتنائ کی عدم زمانہ قیام رام پور میں یہ قول جناب عرشی (دیباچہ صفحہ ۱۰۷) ، نمبر کو ہزار روپے اور رخصت کے وقت دوسو روپے ملے۔ عجیب بات یہ ہے کہ میرزا نے ۲۸ نومبر کو رام پور سے جو خط تفتہ کو لکھا، اس میں ہزار روپے کا ذکر نہیں، میں شرکی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہیں آیا ہوں، روٹی.. سرکار سے ملتی ہو وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت۔ (خط ۱۲۸) بہ ظاہر میرزا کسی مصحت سے اس کا اعلان عام پسند نہیں کرتے تھے۔ (۱۳) خط ۴۲ میں اس کا ذکر ہے کہ چار سو ساڑھے چار سو قرض ہو گیا ہے، خط ۷۰ میں (۶ اکتوبر ۱۲۵۹) صراحت یہ استدعا کی گئی ہے کہ قرض ادا کر دیا جائے۔ خط ۷۵ (۸ جنوری ۱۲۶۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ ”ادھا قرض عطیہ سابق میں اور ادھا قرض عطیہ حال میں ادا ہو گیا“ کسی خط میں یہ صراحت نہیں کہ کتنی رقم ملی، غالباً عرشہ سابق اور عطیہ حال دونوں ملا کر چار سو ساڑھے چار سو روپے ہو گئے۔ کل رقم ۶۴۰۰ یا ۶۴۵۰ ہوتی ہے۔

خط ۱۰۸ تا ۱۱۰ اصحاب ذیل کے نام ہیں: نواب زین العابدین خاں خلف صغر علی خاں (خط ۲۲) منشی سیل چند، میر غنشی ریاست (۶) خلیفہ احمد علی احمد رام پوری (۱) محمد حسن خاں مالک مطبع (۱) خط ۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ مارچ ۱۲۶۰ سے قبل میرزا کا دیوان اردو رام پور پہنچ چکا تھا۔ خط ۱۱۶ نے پتا چلتا ہے کہ مرزا نے سنہ ۱۲۶۰ فارسی کے متعلق ایک دو ورقہ لکھ کر احمد کو بھیجا تھا جو غالباً ضائع ہو گیا۔ اس خط میں میرزا نے عرفی کے دو شعروں احمد کے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ شعر خط میں نہیں، جناب عرشی نے کسی لیے ماخذ سے جس کا انھوں نے پتا نہیں بتایا، نقل کیے ہیں:

سے جناب عرشی نے مکاتیب میں یہ نہیں لکھا کہ ان کا بیان کہاں سے ماخوذ ہے۔ میرے استفسار پر انھوں نے مطلع کیا کہ ریاست کے کسی محلے سے اس کا پتا چلا ہے۔ اس خط کی قیمت ریاست نے پچیس روپے ادا کی۔

ساکتم این نغمہ تا در نیم شب
ہم رہ مرغ سحر خواں می زخم
شاہ کے کوکہ یک نفس گھوٹے
بہ دل درد بدور انداز د

اس اعتراض کا کہ مرغ سحر خواں کو نیم شب سے نغمہ زن کہنا صحیح نہیں، میرزا نے یہ جواب دیا ہے کہ سحر اور صبح میں فرق ہے۔ صبح کے برخلاف سحر بہ طریق مجاز نصف شب سے صبح تک مستعمل ہے طعام آتش کو سحر اور سحر گہی کہتے ہیں۔ دوسرا اعتراض گوش بر انداختن پر ہے۔ میرزا اساتذہ ایران کے کلام سے کہی سنہ نہ پیش کر سکے۔ اس کے علاوہ کوئی اور جواب نہ بن پڑا کہ جو عربی زبان سے نکل جائے وہی صحیح ہے۔ گوش انداختن غلط ہوتا تو حکیم ابو الفتح فیضی اور ابو الفضل اس کی دھجیاں اڑا دیتے۔ اس جواب کی وقعت ظاہر اہل زبان سے بھی محاورات کے استعمال میں غلطی ہوتی ہے خود میرزا نے صائب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اُس نے ایک جگہ ہندوستانی روزمرے کا فارسی ترجمہ کیا ہے۔ گوش انداختن پر عربی کے مصروف نے اعتراض کیا یا نہیں اس کے بارے میں بھی میرزا نے جو قطعی فیصلہ کر دیا ہے اُس کا انھیں کوئی حق نہیں۔ احمد سے گفتگو رام پوری ہوئی تھی اور یہ خط میرزا نے رام پوری میں لکھا تھا۔ لیکن یہ پتا نہ چل سکا کہ یہ یوسف علی خاں کے عہد کی بات ہے یا کلب علی خاں کے زمانے کی۔ آخری خط محمد حسن خاں کے نام ہے جنھوں نے کلب علی خاں کے حلیہ اخبار بدیع سکندری جاری کیا تھا اور انھیں کے ایما سے ایک مطبع قائم کیا تھا۔ میرزا اس اخبار کے خریدار تھے لیکن انھیں شکایت تھی کہ اس میں دوسرے رُسا اور امر کی جس قدر تعریف ہوتی ہے کلب علی خاں کی نہیں ہوتی اسی بنا پر انھوں نے اخبار کی خریداری بند کر دی۔ اس خط میں ضرورت سے زیادہ دُنداری اور خیر خواہی کا اظہار کیا ہے۔

میرزا کے رام پوری مکاتیب میرزا کے بہترین خطوط میں شمار نہیں ہو سکتے۔ ان خطوں کے مکتوب ایہوں سے میرزا بے تکلف نہ تھے۔ اور میرزا کے وہی خطوط سبک اچھے ہیں جو انھوں نے ایسے دوستوں عزیزوں اور شاگردوں کو لکھے ہیں جن کو وہ بالکل بے تکلف تھے تاہم یہ خط میرزا کے ہیں۔ بہ استثناء بعض کل خطوط خود میرزا کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس لیے صحیح متن پیش کرنے میں چنداں دشواری نہ تھی، اور مکاتیب کا متن بہت بڑی حد تک متقابل اور متوازن ملا بہ ظاہر اسی طرح ہے جس طرح کہ خود میرزا نے لکھا ہے، لیکن کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کا اطلاق ہے، یا میرزا کے تباے ہوئے قاعدوں کے خلاف ہے۔ بعض الفاظ کا اطلاق غلط بھی ہے اور غلطی ایسی جو میرزا سے مستبعد ہے۔ میرا خیال ہے کہ املا میں جدید قواعد کی پیروی کرنی چاہیے اور املا سے متعلق جو اصول میرزا کی تحریروں سے مستنبط ہوتے ہیں انھیں دیباچے میں درج کر دینا چاہیے۔ اگر یہ نہیں تو تلفظ لفظ میرزا کی تحریر کے مطابق ہو آدھا تیر آدھا بیس کسی طرح مناسب نہیں۔ کتاب میں جو الفاظ میرزا سے نزدیک صحیح نہیں یا جن کی صحت مشتبہ ہے میں انھیں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اس میں طباعت کی غلطیاں بھی آگئی ہیں: نفس ہائے گیر اسے خود غار کے تباے ہوئے قاعدے کے مطابق ہمزہ نہیں چاہیے۔ خون نابہ سٹ: خطوط غارب میں بھی ایک جگہ اسی طرح لکھا ہے، مگر یہ خونابہ خون + آب + ہ۔ مولینا سٹ مولنا چاہیے۔

سفتیہ سٹ یا سفتیہ ہ۔ روانہ سٹ اور روانا سٹ ان دونوں میں کون سا املا غارب کا ہے؟ رفعت رجت سٹ؟ محلہ بلی مار سٹ یا بلی ماراں؟ اپنے فہم دستداد سٹ اپنی چاہیے آرش سٹ و سٹ آرایش چاہیے۔ میری پسین

صفحہ ۱۱: میرے چن چاہیے، غالب کی زباں پر یہ لفظ مذکر تھا، گو خطوط میں ایک آدمہ مگر مونت بھی ملتا ہے۔
دست بستہ و تیغ ۲۲، خستہ و رنجور ۶۶، اے محقق پر ہمزہ نہیں چاہیے۔ آپ کی اولاد و اخوان و انصار ۲۲
آپ کے چاہیے برشکال ۲۲ برشکال صحیح ہے۔ دونوں دونوں ۲۲ ایک ہی سطر میں دونوں طرح ہو کونسا اطلاق کا ہے۔

تو تیغ دورے ۲۲ غالباً تو تیغ دوری۔ تو نگر ۲۲ فارسی عبارت میں۔ اردو میں تو اس طرح بھی لکھتے ہیں، لیکن
فارسی میں تو اس گڑ صحیح ہے۔ جب میں قصیدہ بھیجتا اُس کی رسید میں خط تحسین و آفریں کا ۲۵ یہ جملہ نامکمل ہے
اپنے بخت قسمت ۲۵ اپنی بخت قسمت شمس ۲۵ شمس چاہیے۔ الزام ۲۵ التزام کا محل ہے۔ بقاست قرض
۲۵ یا لقاست قرض؟ نغز ۲۵ نغز۔ ٹہرا ۲۵ کیا غارت نے اسی طرح لکھا ہے؟ تحریر کی برابر منہ ۲۵ چاہیے۔
عرف غزلیں اور رباعیوں کا انتخاب ۲۵ غزلوں اور رباعیوں چاہیے۔ جو لغات۔۔ ہیں اُس کے معنی ۲۵ اُن کے
چاہیے۔ ۲۵ بحث تعبیر کیا ہو ۲۵ یا بحث سے؟۔ باہم جو اُن کے عقول میں اختلاف ہیں ۲۵ عقول یا اقوال؟
۲۵ کے سسرال ۲۵ سسرال مونت ہے۔ اب کی تنخواہ ۲۵ اب کے چاہیے۔ سو سو ماہ ۲۵ = سو سو ماہ۔

دربار ۲۵ = دربار۔ کبھی صفحہ پر کبھی حاشیہ پر ۲۵۔ یہ ظاہر صفحہ کے قبل یا بعد کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے۔ خورم ۲۵
یا خرم؟ ۲۵ کے حاشیے میں اکبر شاہ کا سال جلوس ۲۵ لکھا ہے، یہ صریحاً طباعت کی غلطی ہے۔

کتاب کے حاشی بہت خوب ہیں۔ فاضل مرتب نے نہ صرف مکتوب الیہوں کے حالات لکھے ہیں، بلکہ اُن
تمام اشخاص اور واقعات وغیرہ کے متعلق جن کا ذکر خطوں میں آیا ہے نوٹ دیے ہیں۔ طبع ثانی میں اگر شاہ
جہاں عرفی، ابوالفضل وغیرہ سے مشہور اشخاص کے متعلق جو نوٹ ہیں وہ حذف کر دیے جائیں تو نامناسب نہ ہوگا۔
امور ذیل کے متعلق نوٹ دینے کی ضرورت ہے:

(۱) ۲۵ بھائی حسن علی خاں ۲۵ حکیم سیر علی خاں ۲۵ فاضل۔ شطرنج باز ملا شاہ کبیر الدین ۲۵ ۱۲ ڈی جی سنگھ
(فائبریس بلرم پور) اگر ممکن ہو تو یہ بتایا جائے کہ یہ لوگ کون تھے۔ (۲) ۲۵ اکبر علی خاں کے متعلق زیادہ تفصیل
چاہیے (۳) ۲۵ مغلوب غلبہ غم دل غالب حزیں الخ اس قطعے میں غالب نے جو تغیر کیا ہے اس کے بتانے کی
ضرورت ہے (۴) ۲۵ جو تم پھر آؤ تو حضرت پھر میں ہمارے دن" یہ مصرع جس میں غالب نے بعض الفاظ بدل
دیے ہیں، جرات کا ہے پورا شعر دینا چاہیے (۵) ۲۵ وہ چشم تو در معرض سیہ کاری" اس قصیدے کی تلمیحات
کی توجہ ضروری ہے۔



دیباچے میں پہلے میرزا کے حالات زندگی ہیں۔ واقعات کے انتخاب میں جو اصول جناب عرشی بڑی حد تک پیش نظر رکھا ہے یہ ہے کہ ”وہی واقعات بیان کیے جائیں جو خود میرزا صاحب نے ان مکاتیب میں بار بار رام پور یا وابستگان دربار کو تحریر کیے تھے اور رام حالات سے قطعاً بحث نہ کی جائے۔ البتہ تعلقات رام پور کی بنا میرزا صاحب کی تمام اردو فارسی تحریروں پر رکھی جائے۔ دیباچے کے اس حصے میں کچھ باتیں محل نظر ہیں۔ جناب عرشی کی توجہ ان کی طرف منہایت کرائی جاتی ہے:

(۱) جناب عرشی کا خیال ہے کہ عادت میرزا اور امرا و بیگم کے قبضے تھے دیباچہ ۲۲ و حاشیہ ۲۱) یہ غالباً اس بنا پر ہے کہ میرزا نے کسی جگہ عادت کو اپنا فرزند لکھا ہے، لیکن اس میں ان کی خصوصیت میرزا مجرد کے برادر بزرگ کی نسبت جن سے زیادہ ربط بھی نہ تھا مجرد کو تحریر کرتے ہیں: ”فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو“ (خطوط غالب ۲۲) اسی طرح شیونرائن کو لکھا ہے: ”تم میرے فرزند دل بند ہو“ (خطوط غالب ۲۳)

(۲) جناب عرشی بہ ظاہر یہ سمجھتے ہیں کہ میرزا کے گھر میں باقر علی خاں اور حسین علی خاں کی حیثیت مختلف تھیں (دیباچہ ۲۴) لیکن ایسا سمجھنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

(۳) دیباچے کے ٹکڑے پر مرقوم ہے کہ ”میرزا صاحب نے عربی و فارسی کی صورت ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی“ خبر نہیں فارسی کے متعلق ان کا دعویٰ کس شہادت پر مبنی ہے۔

(۴) میرزا کی نسبت لکھا ہے کہ ”ان کی خواہش تھی کہ بعد مرگ رام پور میں دفن کیا جاؤں“ دیباچہ ۲۵ جس مانے میں کمیشن ملنے کا کوئی قرینہ نہ تھا (۶۱۸۵۹) میرزا نے حسین مرزا کو تحریر کیا تھا کہ ”رام پور زندگی میں میرا مسکن اور بعد مرگ میرا دفن ہو گیا“ (اردو سے نقلی ۱۸۳) اس کا مطلب محض اتنا ہے کہ اب رام کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں۔ دیوان اردو کے دیباچے میں جو میرزا نے لکھا ہے کہ ”فرجام کار خفی مدفن نیز باد“ یہ بھی محض رسمی فقرہ ہے۔ میرزا کی دل چسپی حال سے ماضی و مستقبل کی نسبت کہیں زیادہ تھی۔ وہ کہاں دفن ہونگے اس کے متعلق شاید ہی کبھی انھوں نے غور کیا ہو۔

(۵) ٹکڑے دیباچہ ۱ پر جو کچھ ماہ نیم ماہ کے آغاز کے متعلق لکھا ہے وہ تناقض سے خالی نہیں۔ سطر ۸ و ۹ سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کی ترتیب شروع نہیں ہوئی۔ سطر ۱۵ اسے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ خود میرزا نے کہیں یہ لکھا ہے کہ میں نے اس کی ترتیب کا آغاز کر دیا تھا، لیکن انجام تک نہیں پہنچا۔ صحیح یہ ہے کہ اس کی ترتیب شروع ہی نہیں ہوئی تھی، میرزا کا کوئی قول جو اس کے خلاف ہو میری نظر سے نہیں گزرا۔ سطر ۱۲ و ۱۳ کا مفہوم بھی صاف نہیں۔ (۶) ٹکڑے ”میرزا صاحب کی جدید طرز انشا۔۔ بادشاہ تو بادشاہ اس عہد کے کسی ادیب کو پسندیدہ نہ تھی“ اس

دعویٰ کا کہ بادشاہ غائب کی طرز انشا کو ناپسند کرتے تھے کوئی ثبوت موجود نہیں۔ میرزا نے مہر نیم روز جس طرز میں لکھی ہے وہ ان کے لیے نئی نہ تھی۔ پہلے سے بھی وہ اسی طرز میں لکھتے آتے تھے۔ اگر بادشاہ کو یہ طرز ناپسند تھی تو وہ میرزا کو تاریخ لکھنے کا حکم نہ دیتے۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ میرزا کی طرز انشا ان کے معاصر ادیبوں میں کسی کو پسند نہ تھی۔

(۹) دیباچہ 'نواب' نے ارشاد فرمایا تھا کہ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب کے کلام کا انتخاب لفظ بھائی 'نواب' بنے نہیں لکھا۔

(۱۰) دیباچہ 'شہ' ایک ہندو سا ہوگا۔ میرزا کی پیشکش کے رہے برآمد کیا کرتا تھا۔ اُسے میرزا نے مختار کار لکھا ہے جناب عرشی کا اسے نوازم امارت میں شمار کرنا صحیح نہیں۔

(۱۱) دیباچے کے 'شہ' پر علی اصغر خاں کا نام آیا ہے، یہ بتانا تھا کہ یہ کون ہیں۔

(۱۲) حالی کا قول ہے کہ میرزا ۱۵۰۱ء تک ہمیشہ فارسی میں خط و کتابت کرتے تھے۔ اس سال وہ ہمہ تن مہر نیم روز کے لکھنے میں مشغول ہو گئے، اُس وقت بہ ضرورت انہیں اردو میں خط و کتابت کرنی پڑی جناب مہر نیم روز نے اپنے اس سے اختلاف کیا ہے۔ ان کی دلائل یہ ہیں: مہر نیم روز ۱۸ صفحات کی مختصر سی کتاب ہے اور اس کی عبارت تکلفات سے آزاد۔ میرزا نے اسے کم و بیش ۵ برس میں لکھا ہے حساب سے فی سال زیادہ سے زیادہ ۲۵ صفحے پڑتے ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف میں مہر نیم روز فارسی چھوڑ کر اردو میں خط و کتابت شروع کرنے کا سبب نہیں ہو سکتی۔ غائب شہ سے قبل ہی اردو میں خط لکھنے کی ابتدا کر چکے تھے، اُسی زمانے میں اردو شری چند ان قدر نہ تھی، خطوط محفوظ نہ رہ سکے۔ اردو سے ملتی میں ایک خط جس پر کوئی تاریخ نہیں،

جو ہر شگہ جو ہر کے نام ہے، اس کا سلسلہ ایک فارسی خط سے ملتا ہے جو میرزا نے جوہر کو لکھا تھا اور پنج انگ میں موجود ہے۔ اس خط کی تاریخ 'یکم دسمبر ۱۲۵۴ء مطابق چہارم محرم ۱۲۵۵ء' درج ہے، لیکن، یہ تاریخیں میل نہیں لکھائیں۔ سنہ ہجری ۱۲۶۱ء ہے اور سنہ عیسوی ۱۸۴۵ء۔ جناب عرشی نے عالی کی تائید میں پورا زور طبیعت صرف کیا ہے۔ مجھے اُن کی اس رائے سے کامل اتفاق ہے کہ میرزا کی فارسی شری تکلفات سے خالی نہیں، میں اُن کا یہ قول بھی کہ مہر نیم روز ۱۱ جون ۱۲۵۴ء سے قبل تمام ہو چکی تھی اور میرزا کوئی سال ۲۵ سے کہیں زیادہ صفحات لکھنے پڑے تھے تسلیم کرتا ہوں، ان کا یہ خیال بھی کہ جوہر کے نام کا فارسی خط یکم دسمبر ۱۲۵۴ء

۱۲۵۴ء جناب عرشی کے اس دعویٰ کی بنیاد میرزا کی یہ عبارت ہے: "مسودہ روزنامہ روداد ادبک نشان بختا"۔ رواں داشت ایم" (کلیات شری فارسی خط بہ نام جوہر مرقومہ ۱۱ جون ۱۲۵۴ء) لیکن اس سے ایک تو یہ بتا نہیں جلتا کہ کتاب اس وقت تک مکمل ہو چکی تھی یا نامکمل کتاب کا مسودہ بھیج دیا تھا، دوسرے یہ کہ قطعی طور پر یہ لکھا نہیں جاسکتا کہ کس کتاب کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن، میرزا کا ایک خط کلیات شری فارسی میں (۱۱ جون ۱۲۵۴ء) رجب علی خاں کے نام ہے، اور اس کا زمانہ کتابت مارچ ۱۲۵۴ء ہے۔ اس ملاحظہ معلوم ہوتا ہے کہ مہر نیم روز خط کے لکھنے سے قبل تمام ہو چکی تھی، فرماں رفتہ است کہ جزوے از تاریخ تاج داران تہرانیہ۔ بفرستم۔ آل سوہو جزوے چند بیش نیست۔ از کشور کشایان زندا آتا۔ ہایوں سخن راندہ ام۔ اگر مرگ امان دہ بندہ۔ پر زود فرستادن آن اجزا از بندگی۔ نشان دہ کتاب میں ہایوں تک کے حالات ہیں۔

۱۲۶۵ء کلیات شری فارسی (طبع اول)، میں تاریخ تحریر صبح آدینہ یکم دسمبر ۱۲۵۴ء عیسوی چہارم محرم ۱۲۵۵ء ہجری درج ہے۔ ۱۲۶۵ء کی جگہ ۱۲۱۵ء کتابت کی غلطی ہے۔

لکھا ہوا ہے میرے نزدیک صحیح ہے، لیکن میں یہ مانتے کے لیے تیار نہیں کہ شہداء سے قبل میرزا نے کبھی کوئی خط اردو میں نہیں لکھا۔ جو ہر کے نام کا اردو خط بھی میری رائے میں شہداء سے قبل کا لکھا ہوا ہے۔ خطوط غالب میں (۱۸۵۷ء) تفتہ کے نام کا ایک خط موجود ہے جس کا زمانہ کتابت ہمیشہ پرشاد صاحب کے نزدیک اگست ۱۸۵۷ء ہے، اور میری رائے میں اس سے بھی قبل ہے (ملاحظہ ہو تبصرہ خطوط غالب) مجھے یقین ہے کہ میرزا نے اس سے پہلے بھی بہت سے خطوط اردو میں لکھے ہوں گے، گو وہ محفوظ نہیں ہے (ملاحظہ ہو تبصرہ نادری خطوط غالب) جو ہر کے نام کے فارسی خط میں میرزا نے ایک تنگی کی فرمائش کی ہے: کلمے از پوست برہ دہشتم، حالیا آن را کرم خورد و نرم بے کلاہ ماند، اگرچہ کلمہ نہ می جویم، اما رنگ ابریشمی چنان کہ در پشاور و ملتان سازند بہم رسانند و در ذاک رداں دارند۔ اردو کے خط میں لکھا ہے: ”وہ ہماری تنگی اب تک کیوں نہیں آئی؟ بہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتے بھیجوں گا“ جناب عرشی فرماتے ہیں کہ بہت دن ہوئے، ایک یا دو ٹھہ سال کے وقفہ کے متعلق یہ ہولت استعمال کیا جاسکتا ہے (۱۸۵۷ء)۔ یہ صحیح ہے، لیکن اس موقع پر قیاس چاہتا ہے کہ بہت دن سے زیادہ سے زیادہ چند ہفتے مراد ہوں۔ ۱۲ پر جناب عرشی نے لکھا ہے: ”شہداء“۔ تک۔ میرزا صاحب تقریباً اسی زبان (یعنی فارسی) میں خامہ فرسائی کرتے ہے۔ ”تقریباً“ قابل توجہ ہے۔ اس سے یہ ظاہر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب عرشی کو اس پر اصرار نہیں کہ ۱۸۵۰ء سے قبل میرزا نے فارسی کے علاوہ کسی زبان میں خط و کتابت کی ہی نہیں۔ اگر میں ان کا مطلب صحیح سمجھا ہوں تو پھر یہ مان لینے میں کہ خط زیر بحث خط فارسی کے کچھ ہی بعد تحریر ہوا کون سا امر مانع ہے؟

(۱۱) میرزا امراؤ بیگم سے دہلی میں کوئی بات کہی تھی، رام پور سے انھیں یہ پیام بھیجا کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں، جناب عرشی لکھتے ہیں کہ وہ بات ان کے تعلقات ریاست کے لیے خطرناک تھی۔ یہ قیاس ہے یا روایت؟

دیا چے کے آخری حصے میں میرزا کی ”انشائے اردو کے انداز اس کے اجزا کی خصوصیات علیہ علیہ تفصیلی بحث بڑی خوبی کے ساتھ کی گئی ہے۔ اس میں بھی کچھ باتیں محل نظر ہیں:

(۱) فارسی کے تمام محاسن اردو جیسی کم عمر و تہی مایہ زبان کے دامن میں بھر دیے۔ ”زبان فارسی کی دولت بے پایاں تھی جو مرزا صاحب کی انشا کو میسر آگئی ہے۔ اس کے سہارے میرزا صاحب کی حیات ادبی کی بقا جو اس وقت تک مدت سے متبدل نہیں ہو سکتی جب تک اردو زبان بھی فارسی کے برابر قدیم اور ترقی یافتہ نہ ہو جائے۔“ میرزا کی اردو نثر میں فارسی تراکیب اور کہیں کہیں فارسی محاورات کے لیے ترجمے ہیں جو ایرانی انشا پردازوں کی تہج کا نتیجہ ہیں اور جو ان کے معاصرین کے یہاں نہیں ملیں گے، لیکن اس خیال سے کہ ان خطوں میں فارسی نثر کے مخصوص محاسن پائے جاتے ہیں شاید ہی عام طور پر اتفاق کیا جائے۔ میرزا کی حیات ادبی کی بقا کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا۔

(۲) ۱۲ اور ۱۳ پر دو اقتباس میرزا کے خطوط سے دیے گئے ہیں، ایک میں ایک دوست کی لڑکی سے خطاب ہے اور دوسرے میں میرزا کی بھینچی کے انتقال کا ذکر ہے۔ اردو سے معلیٰ یا عود منہ ہی میں یہ اقتباسات نہیں ملتے۔ جناب عرشی کو بتانا چاہیے تھا کہ ان کا ماخذ کیا ہے۔

(۳) ۱۵۱ پر ڈاکے کے غالب انعام ہونے کا ذکر ہے۔ میرزا کے خط میں ایک لفظ ایسا نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکے کہ ڈاکے نے انعام طلب کیا تھا۔

(۴) ۱۵۱ نواب انور الدولہ کو دایان ریاست میں شمار کیا ہے یہ صحیح نہیں۔

(۵) ۱۵۱ یہ لکھا ہے کہ میرزا نے اپنے خطوں کی نقلوں کے متعلق جو خطوط لکھے تھے، ان میں سے صرف علانی کے نام کا خط موجود ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ خود مہندی میں بھی بے خبر کے نام ایک خط اس مضمون کا ہے۔

(۶) میرزا نے خط نویسی کے متعلق جو قابل قدر ہدایات پنج آہنگ میں دی ہیں تعجب ہے کہ کہیں ان کا ذکر نہیں۔

دیباچے کی زبان عموماً صحیح اور عبارت مضبوط اور شگفتہ ہے۔ مثلاً پر بے رختی کا لفظ البتہ نکال جائے۔ طرز تحریر پر کہیں کہیں درباری اثر بھی نمایاں ہے۔ میرزا کا خط خط نہیں عرضی ہو، نواب کے خط کے لیے ہمیشہ نہیں توجہ فرمائی، لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سلطانین مغلیہ کے عہد میں یہ لفظ صرف بادشاہ کے خطوں کے لیے مخصوص تھا۔

مکاتیب غالب اردو کی ان چند کتابوں میں ہے جن کا حسن ترتیب داد طلب ہے۔ جناب عرشی مرتب کے فرائض اچھی طرح واقف ہیں، انھوں نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض کو ادا کیا ہے۔ ریاست امروہو نے مکاتیب غالب اور انتخاب غالب کی اشاعت اس بے اعتنائی کی جو کلب علی نماں نے غالب کے ساتھ بردار رکھی تھی با حسن الوجہ تلافی کر دی ہے۔

تصحیح و اضافہ (معاصر پارچہ ۱۲۳) : (۱) حاشیہ ۲۳ سطر ۱۱ : تصحیح نہیں (۲) حاشیہ ۳۵ سطر ۱۶ : نواب کے اس دیوان میں جو حاشیہ ۲۳ میں طبع ہوا ہے بعض منقطع ملتے ہیں جن میں تخلص کی جگہ پورا نام ہے مثلاً : حشر کو کھینچوں ترادامن بھلا دیجھوں کہ نو : داں بھی جھنجھلا کر کہے یوسف علی خاں بیگ : حاشیہ ۲۳ (۳) حاشیہ ۲۳ سطر ۲۳ : اشارہ نہیں کیا کے بعد یہ الفاظ بڑھائے جائیں بلکہ خلافت توتیہ نیشن مل جانے کو نشان قدرت باری قرار دیا ہے :

(۴) ۱۵۱ سطر ۱۰ - اعتراف کمالات سے متعلق حاشیہ : نواب نے دیوان مطبوعہ ۱۲۴ کے متعدد مقطعوں میں میرزا کو یاد کیا ہے۔ تین منقطع ملاحظہ ہوں :

کیوں نہ غالب کے ہوں اشراق کا قائل ناظم دور سے جس نے سکھایا مجھے ایسا کہنا : حاشیہ ۱۵
ناظم اگرچہ میر بھی تھا خوش سخن و سے ہے ہم کو شیوہ اسد اللہ خاں پسند : حاشیہ ۱۵
ناظم جہیں توتیہ غالب پہ ناز ہے ہو گا کسی کو بیرومی سیر پر گھمست : حاشیہ ۱۵

(۵) حاشیہ ۲۹ سطر ۹ و ۱۰ : امیر مینائی کے خطوط کا جو مجموعہ شاقب نے شائع کیا ہے اس کے دیباچے میں غالباً عالی کی زبانی مرقوم ہے کہ مطلع ذیل میرزا نے ناظم کو دے دیا تھا :

خوشی جینے کی کیا مرے کا غم کیا ہم ساری زندگی کیا اور ہم کیا

نواب کے دیوان (مطبوعہ ۱۲۴) میں نہ یہ مطلع ہے نہ اس زمین میں کوئی غزل۔ نواب کا دیوان دوسری بار بھی چھپا تھا اور اس میں اشاعت ادل سے زیادہ کلام تھا۔ خبر نہیں کہ یہ مطلع اس دیوان میں یا نہیں اس کا کوئی نسخہ اس وقت پیش نظر نہیں۔ دیوان ۱۲۴ میں ایک منقطع ہے :

ناظم یہ تار بجلی کی بجلی ہے راہ خوب ۔ باتیں کریں گے یار ہو کتنا ہی ہم سے دور منہ
یہ ممکن ہے کہ میرزا کا عطیہ ہو ۔ میرزا قدر کو کہتے ہیں : تار بجلی اور دھانی جہاز کے مضامین میں نے اپنے یاروں
کو دیے ہیں (خطوط ۱۷۵)

(۶) حاشیہ ۲۹ سطر : میرزا کے ایک فارسی قصیدے میں جو سب چین میں شائع ہوا تھا نواب کی شاعری
کے متعلق یہ شعر ہے :

ناظم کہ شور نظم نظامی نظام او ۔ رہ بستہ برتر از سوراو در دیر کنڈا
(۷) حاشیہ ۳۰ سطر : جناب عرشی کی مراد مرد جبہ نسجوں سے ہو ورنہ دیواں اردو ۱۲۷۳ سے قبل
دوبارہ چھپ چکا تھا ۔

(۸) حاشیہ ۳۱ سطر : قرینہ یہ ہے کہ یہ قصیدہ جس زمانہ میں لکھا گیا تھا نواب کے پاس نہ پہنچ سکا رہا کہ
اس کا خیال کیے بغیر کہ اس کے شکایت آمیز اشعار اُس زمانے کے لیے بھی جب وہ وظیفہ خواہ تھے، موزوں
ہیں یا نہیں، تھوڑی ترمیم کے بعد پیش کر دیے ۔

(۹) حاشیہ ۳۲ سطر تا ۴۱ : میرزا نے ، بیتوں کے جس قطعے کا ذکر کیا ہے وہ غالباً نظم نہیں ۔ اس نظم کے ۲۵ شعر
سید حسین میں موجود ہیں ۔ پہلا مصرع یہ ہے : تعظیم غزل صحت نواب کم گیر ۱۵ سب چین میں یہ نظم قصائد کے ذیل میں
یہ واضح ہے کہ طبع ثانی کے مرتبے سابق ترتیب نہیں رکھتی اور اس کے ۶ شعر جو انتخاب یادگار میں ہیں
وہ بھی دو شعر قصائد کے منتخب اشعار کے ساتھ قصائد فارسی کے عنوان کے تحت درج ہیں ۔ جناب عرشی کا یہ
بیان کہ انتخاب یادگار میں اس نظم کو قطعات میں شمار کیا ہے (حاشیہ ۳۳) صحیح نہیں ، اس کی آخری بیت
میں مادے سے تاریخ ہیں ۔ قطعہ غالباً صانع ہو گیا ۔

(۱۰) میرزا نے سیاح کو جولائی ۱۸۶۵ء میں قاطع برہان کے بارے میں لکھا تھا : پہلے بھی نواب مخفونہ نے
دوسو روپے بھیج دیے تھے ، تب پہلا مسودہ صاف ہو کر چھپوایا گیا تھا ، اب بھی وعدہ کیا تھا کہ اپریل
کی وجہ مقرری کے ساتھ دوسو بھیجیں گے ۔ وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ء میں مر گئے ۔ اپریل کا یہاں میں حال سے
میں نے پایا ، معصن کتاب کار بیان آیا ، یاد دلاؤں گا ، مگر اس مرحوم کا وعدہ سرشتہ دفتر سے نہ تھا جو ازاد
دفتر اس کی تصدیق ہو سکے " (اردو معلیٰ ۱۸۶۵ء) اس کی یاد دہانی نہیں ۔ یہ امر بھی قابل ذکر
ہے کہ قاطع برہان میں مطلقاً نواب یوسف علی خاں کے عطیے کا ذکر نہیں بلکہ اس کے خاتمے کی عبارت سے معلوم
ہوتا ہے کہ نول کشور اس کے چھاپنے پر راضی نہ ہوتے تو اس کی اشاعت کی کوئی صورت نہ تھی ۔ جناب عرشی نے
یہ نہیں بتایا کہ دفتر اس کے متعلق کیا کہتا ہے ۔

معاصر اپریل ۱۸۶۵ء : (۱) صفحہ ۳۶ سطر ۲۶ ہو گیا ہے کے بعد اضافہ : اشاعت ثانی میں تقریب کی وہ عبارتیں
جن پر میرزا نے اعتراض کیے تھے ممکن ہو تو نقل کی جائیں ۔

(۲) صفحہ ۳۶ سطر ۲۴ کے بعد اضافہ : نشر فارسی دو اس سے قبل بھی لکھتے تھے اور تقریب سے قبل بھی اگر میرزا
کو کوئی چیز دکھائی ہو تو عجب نہیں ۔ میرزا ۲۱ دسمبر ۱۸۶۵ء کو رام پور سے علانی کو لکھتے ہیں : نظم کی لڑت توجہ
نہیں نشر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں ۔ بلال سے طباطبائی کی طرز کو برتتے ہیں ۔ خطوط ۱۸۶۵ء

(۳) صفحہ ۲۹ سطر ۲۴ کے بعد اضافہ : نواب میرزا کی وفات کے بعد ایک خط میرزا محمد تقی خان سپہر کو ایران پہنچا تھا اس میں نواب اپنے عہد کے ہندوستانی فارسی گوہوں کی بد مذاقی کی شکایت کی ہے : دیرین جزدماں مذاق سخن گوئی و سخن شناسی اقلیم ہندوستان را الوداع گفتہ .. ہر یکے را بہ استخوان فروشی ابو الفضل و عرفی مشغول می بینم و از مداحی صبا و صباچی ملول .. مؤلفہ :

جز فیضی و فیضی ایں قدر ناساں گر جبرئیل باشد اور البید خوانند انتخاب یادگار ۱۳۴۲
(۴) حاشیہ صفحہ ۴۰ سطر ۱ : نواب کی مغلوب الغضب کا ذکر امیر مینائی مصنفہ آہ ایٹھوی رفتا میں ہے
(۵) صفحہ ۴۱ سطر ۲۴ کے بعد اضافہ : میرزا تو نواب کے وظیفہ خوار تھے ، نول کشور صاحب مطبع کا مال سنیے ۔ میرزا آفتہ کو رام پور سے لکھتے ہیں : منشی .. صاحب کی عرضی پیش ہوئی .. واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیہ بہ تقریب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے (خطوط ملتا)

(۶) صفحہ ۴۳ سطر ۱۲ کے بعد اضافہ : میرزا نے کلب علی خاں کے عہد میں برجیہ نظمیں اپنی تصانیف کے نسخے وغیرہ جو رام پور بھیجے یا وہ نظم و نثر جو خود رام پور میں لکھی گئی : ۱۔ رباعی فارسی تہنیت عید ذی الحجہ ۱۲۸۱ھ ۲۔ قصیدہ فارسی تہنیت جلوس میں تجلیے کہ زمونسی ربود ہوش بہ طور یکم محرم ۱۲۸۲ھ سے قبل رام پور بھیجا گیا ۔ میرزا نے استدعا کی تھی کہ میر سے اس دیوان میں کتب خانہ ریاست میں ہے درج کیا جائے ، لیکن یہ قولی جناب عرشی یہ خواہش تشنہ تکمیل رہی (حاشیہ ۵) ۔ یہ قصیدہ مکاتیب میں عود مندی سے نقل ہوا ہے ۔ ۳۔ رباعی فارسی ۔ غلے کا محصول معاف کرنے کا تاریخ ۱۹ محرم ۱۲۸۲ھ ۴۔ سات ابیات کا اردو قطعہ علاقہ نواب میں بارش ہونے کے شکر میں قوافی ہزارا بار وغیرہ ردیف برس ۔ ۱۱ اگست ۱۲۸۵ھ ۔

۵۔ تیرہویں اگست ۱۲۸۵ھ کے خط میں یہ الفاظ ہیں : ایک عبارت کا ایک جزد بہ طریق خط ایک نصفان دشمن کو کھڑ کر چھپو ا دیا .. نواب مرزا .. پانچ رسالے وہ میری طرف سے نذر گزرائیں گے ۔ جناب عرشی کا یہ قیاس کہ نامہ غالب کی طرف اشارہ ہے صحیح معلوم ہوتا ہے ، لیکن انھوں نے یہ نہیں بتایا کہ ان نسخوں میں سے کوئی نسخہ رام پور میں موجود ہے یا نہیں ۔ نامہ غالب عود مندی میں شامل ہے ۔

۶۔ قصیدہ مدحیہ فارسی زبے دو چشم تو در معرض سیر کاری ۲۱ اگست ۱۲۸۵ھ ۔ اس میں کل تلمیحات شان امیر حمزہ سے لی گئی ہیں ۔

۷۔ قطعہ تاریخ رحلت زوجہ نواب فارسی ستمبر ۱۲۸۵ھ ۔ ۸۔ اقبسیوں مارچ ۱۲۸۵ھ کے خط کے ساتھ ایک فارسی مطلع جس کے لفظ و معنی کی حدت و جدت کی داد چاہی ہے :

ہم در قیام زندہ نیم گز براے خویش ۔ آں وقت لائے نافیہ ام از دو پاک خواہش
۹۔ اسی خط کے ساتھ ایک غزل فارسی اے خداوند خرد مند و جہاں داد و دانا اس کی نسبت میرزا نے لکھا ہے : ایک غزل کی طرز کی نئی بحر میں عرض کرتا ہوں یہ جشن حال کی نذر ہے .. بحر ہزج مشمن سالم فعلاتن فعلاتن فعلاتن اس غزل کی طرز کی ہو یا پرانی اس کی بحر ہزج نہیں ۔ شعرائے ایران کے بیان اس بحر میں بہت غزلیں ملتی ہیں ۔ میرزا کا اسے ہزج مشمن سالم کہنا تعجب انگیز ہے ۔ اس بحر میں ۸ مفاعیلین ہوتے ہیں ۸ فعلاتن : الی بحر کا نام رمل مشمن مجنون ہے ۔ ۱۰۔ قطعہ فارسی در بحر

احمد علی احمد مصنف مزید برآں۔ قوانین انشاء و غیرہ ردیف کردہ است۔ میرزا نے اسے "اکمل المصابیح" میں یکبارہ طبع کرا کے اپنے احباب کو تحفہ بھیجا تھا (حاشیہ ۵۵)۔ ۳۱ جولائی ۱۲۶۷ء کو رام پنچا۔

۱۱۔ انتخاب دیوان اردو مرسلہ ۱۸ ستمبر ۱۲۶۷ء۔ یہ ردی نمائے میں تھا، خوش قسمتی سے جناب عرشی کی اس پر نظر پڑ گئی۔ ابھی حال میں بشمول انتخاب دیوان فارسی انتخاب غالب کے نام سے ریاست رام پور نے طبع کرایا ہے ۱۲۔ انتخاب دیوان فارسی مرسلہ ۲۳ ستمبر ۱۲۶۷ء۔ ۱۳۔ انتخاب اشعار نیر مرسلہ ۲۴ ستمبر ۱۲۶۷ء۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ نواب اساتذہ فارسی دارود کے منتخب کلام کی بیاض مرتب کرنا چاہتے تھے، یہ تینوں انتخاب اسی کے لیے نواب کی فرمائش سے میرزا نے بھیجے تھے۔ خبر نہیں کہ نواب اس ارادے کو عملی جامہ پہنا سکے یا نہیں۔ ۱۴۔ قطعہ تاریخ فارسی نواب کی شرکت کونسل کے موقع پر ۱۸ نومبر ۱۲۶۷ء میرزا خواہش کے مطابق دبدبہ سکندری میں چھپوایا گیا۔ ۱۵۔ فارسی رباعی ۲۰ مارچ ۱۲۶۷ء۔ "خورد و دو عید از دو جانب سال" میرزا نے اسے قطعہ کہا ہے اور سبب میں بھی اس کی تقلید کی گئی ہے، لیکن "وراصل رباعی ہے"۔ ۱۶۔ رباعی فارسی بحیہ مرسلہ ۶ اپریل ۱۲۶۷ء میرزا کی خواہش تھی کہ "دبدبہ سکندری کے آغاز میں اس کا چھاپنے کا التزام رہے لیکن غالباً یہ خواہش بھی "تشنہ تکمیل" ہی رہی۔ ۱۷۔ قطعہ تاریخ نمائش گاہ رام پور، فارسی ۱۳ اپریل ۱۲۶۷ء۔ اس کے بارے میں بھی میرزا نے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ دبدبہ سکندری میں طبع کرا دیا جائے۔ جناب عرشی نے یہ نہیں بتایا کہ اس کے مطابق عمل ہوا یا نہیں۔ ۱۸۔ قطعہ اردو ۱۵ آیات "مہد میں اہل نسن کی ہیں دو سلفیتیں"۔ ۱۹۔ قطعہ عرشی امیر مینائی کے حوالے کیا گیا تھا (حاشیہ ۹۹) ان کے یہاں کی ردی جو حال میں ایک شخص نے خریدا تو یہ قطعہ ملا۔ ۲۰۔ شعر فارسی رمضان ۱۲۶۷ء۔ ۲۱۔ رباعی فارسی ۲۸ رمضان ۱۲۶۷ء "داؤد و شہنشاہ تو روز افزوں باد"۔ سبب میں قطعہ کے ذیل میں درج ہوئی ہے ۲۱۔ تصویر میرزا مرسلہ ۲ ستمبر ۱۲۶۷ء۔ چنانچہ کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ ۲۲۔ فارسی قصیدہ "تا پیر نیرنگ ست این کا نہ رجہاں آرد اند" اس کے اشعار انتخاب یارکا میں ہیں اور اس کا عنوان یہ ہے: "تہنیت خلعت مرسلہ ملکہ معظمہ بنابر حضور پر نور خلد اللہ ملکہم و آقبائہم"۔ مکمل قصیدہ سبب میں ہے، غالباً رام پور میں لکھا گیا۔ ۲۳۔ نشر فارسی رکلیات شرطیہ اول ۱۲۶۷ء، یہ بھی غالباً اسی موقع پر رام پور میں لکھی گئی۔ ۲۲ اور ۲۳ کا ذکر مکاتیب میں نہیں۔ ۲۴۔ ایچ دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب۔ آج ہم حضرت نواب بھی مل آئے۔

یہ غزل بہ قول جناب عرشی (دیباچہ ۱۲۶۷ء) رام پور میں کتب علی نماں کے عہد میں کہی گئی۔ مکاتیب میں صرف مقطع پر غزل دیوان فارسی کے نظامی ایڈیشن میں موجود ہے۔ فارسی کے کل اشعار بے استثنا سبب چین کی دوسری اشاعت میں ہیں۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہی کیفیت اشاعت اول کی بھی تھی۔ قرینہ ہے کہ بہت سے اشعار دوسری اشاعت میں مکاتیب سے لیے گئے ہیں۔ کلیات نظم فارسی میں ان میں کا ایک شعر بھی نہیں۔ اردو کلام بھی دیوان اردو کے ان نسخوں میں نہیں جو رام پور کے قلمی نسخے کی نقل یا نقل در نقل ہیں۔

(۱) صفحہ ۲۴ سطر ۴ کی جگہ مطبع حسنی (۸) صفحہ ۲۵ سطر ۴ انھیں کی جگہ یوسف علی خاں (۱۹) صفحہ ۲۵ سطر ۲۲ کے بعد اضافہ: دلی نعمت یا دلی نعمت ۹ (۱۰) صفحہ ۱۲۱ سطر ۲: دلی جی شگہ صیح نہیں، اصلی نام دلیجہ شگہ ہے۔ (یہ اردو کے شاعر بھی تھے اور راجا تخلص تھا۔ (خم خانہ جاوید جلد ۳ صفحہ ۳۷ و تبصرہ التواریخ)

ذکر غالب (اشاعت دوم)

مصنف جناب الگ رام صفحات ۲۳۲، تقطیع مسکون

قیمت بی. شائع کردہ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی

ذکر غالب کی باری میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، لیکن بہت طویل تبصرہ کی بنیاد میں گنجائش نہیں

آچار بہت سی باتیں جو کہنہ کو قابل ہیں قلم انداز کی جاتی ہیں مگر جو کچھ قسط تحریر میں آ رہا ہے یہ بھی

مصنف کے معلومات، طریق سیرت نگاری، طرز فکر اور پہنچ تحقیق کی نسبت رائے قائم کر دے گی

نامانی ہمیں:

(۱) مصنف ذکر غالب کے خاندانی حالات لکھنے کے بعد ان کی ولادت کا ذکر یوں کیا ہے: "میرزا غالب

۸ رجب ۱۰ کو پیدا ہوئے۔" ۸ رجب کو مرزا غالب تھیں، ایک بچہ عزت النساء بیگم کے بطن سے پیدا

ہوا تھا جو تخلص ساتھ ذکر دنیا میں تھیں آیا تھا۔ حالات زندگی کا اس طرح شروع کرنا عہد حاضر

کی روش نہیں۔

(۲) سیرت نگار کو واقعات لازماً تاریخی ترتیب کے ساتھ بیان کر دے چاہئیں۔ ذکر غالب میں

اس سلسلہ قاعدہ کی خلاف ورزیاں ہوئی ہیں، مثلاً صفحہ ۶۲ میں ۱۸۴۷ء کو واقعات مندرج

ہیں اور صفحہ ۶۵ میں ۱۸۳۵ء کا ایک واقعہ ملتا ہے۔

(۳) عادات و اخلاق کا ایک خاص باب قائم کیا ہے، یہ بھی عہد حاضر کی روش کی خلاف ورزی، واقعات

زندگی اس طرح بیان کر دے چاہئیں کہ عادات و اخلاق کا الگ ذکر کر دے کی ضرورت نہ رہے

(۴) محققین کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی ایسی بات لکھتی ہیں جو عام طور پر معلوم نہیں تو اگر خرد ان کی

تحقیق پر توجہ دے تو یہ باتیں اور کسی ہم عصر کی تحقیق پر تو اس کا حوالہ دیتی ہیں، مصنف ان امور کی یہی جو

اب محقق ہو گئی ہیں، بیش تر حوالہ دیتی ہیں، لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے، تو غلطی غیر ضروری تصور کر دے

ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر ان کی تحقیق پر اور ماخذ کا ذکر نہیں تو اس کی صحیح یا غلط ہونی کا فیصلہ کس

۱۔ لٹن اسٹری کی سیرت و کتوریا میں یہ دیکھی کہ وہ وکٹوریا کی پیدائش کا ذکر کس طرح کرتا ہے۔ ۱

عہد حاضر میں سیرت نگاری کی پسندیدہ روش گویا ہے، اس کی باری میں اندر کی صورت اور ہیرہ کلن

دھیرہ کی تحریریں دیکھی۔

طرح کیا جاسکتا ہے: اور کسی ہم عصر کی لیاہی اور اس کا حوالہ نہیں دیا: تو ان پر ستر کا الزام غائد ہو سکتا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(الف) ص ۴۱ غالب لکھنؤ میں تھی کہ ایک مشاعرہ بڑی پیمانی پر ہوا جس میں غالب ڈ ایک غزل پڑھی جس کا مطلع یہ ہے "داں منج کر جو غش آتا پی ہم جو ہم کو اچھ"۔

(ب) ص ۴۱ کی حاشیوں میں ایک شعر غالب کی طرف منسوب کیا ہے جس کی بنا پر ان کو بھوپال جاذب کا دعویٰ کیا جاتا ہے: شعر دیوان غالب میں نہیں اور مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ انھیں کہاں ملا۔
(ج) ص ۲۹ دھند میں اگرہ کران فارسی دونوں کے نام لپی میں ہیں کہ وجود کی وجہ سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ غالب کی کتب نشینی کرنا میں اگرہ "گویا۔ فارسی زبان کا مرکز تھا"۔

(د) ص ۲۲۲ غالب "میاں کاڈی" صاحب کے مرید تھے۔

(ه) ص ۱۰۸ یہ اطلاع کہ غالب نے ظفر کا سکہ کہا تھا: انگریزوں کو گوری شنکر جاسوس کی بی بی تھی۔
دو اہل اندر کے دونوں میں غالب کو پاس دساتیر کا قلمی نسخہ تھا۔ دساتیر اس کو بہت پہلے چھپ چکی تھی: غالب کی تحریروں میں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کو پاس قلمی نسخہ تھا یا مطبوعہ۔

(و) ص ۱۴۱ "معلوم ہوتا ہے کہ... شتری اور... زہرہ... نے بھی اس معرکہ میں حصہ لیا تھا... بعض... کا خیال ہے کہ شمس نے خود اعتراف لکھ کر ان دونوں کے نام کے شائع کیے تھے۔"

(ح) ص ۱۲۵ عبدالحمید قبول اسلام کی پہلو زرہ شتی مذہب کے موبد تھے۔ موبد ہونا مصنف کو سوا کسی نے نہیں لکھا۔

(ط) ص ۲۱ احمد بخش خاں کی بی بی مرزا غالب کو والد کے وفات کی پہلی ہی مرحلی تھیں۔

(ی) ص ۱۱ غالب کو والد اپنی سسرال میں مرزا دولہا کے نام کو مشہور تھے "یعنی یہ کہ یہ نام سسرال والوں نے دیا تھا۔"

(ک) ص ۶۲ غالب کا مقدمہ قمار بازی انور وزیر علی خاں کی عدالت میں پیش ہوا تھا۔

(ل) ص ۹۲ یہ تجویز کہ غالب وایسر کی کہ درباری شاعر مقرر کی جائیں۔

(م) ص ۱۱ اہل تشیع کی اس تحریک کے بآد وجود کہ غالب کی تجہیز و تکفین ان کے مذہب کے مطابق ہو تو اب ضیاء الدین احمد خاں... اور حکیم محمود خاں نے مافیہ واقعہ حالی کے حکم کے مگر ان کے بیان میں کہیں حکیم محمود خاں کا نام نہیں آیا۔ حکیم محمود خاں کے متعلق جو کچھ ذکر غالب میں ملتا ہے وہ مصنف کی تحقیق معلوم ہوتی ہے۔

(۵) ذمہ دار مصنف کسی ایسی امر کی نسبت جیسی۔۔۔ اچھی طرح نہیں جانتی کچھ کہنی سگریز کرتی ہیں اور اظہارِ رائے ناگزیر ہو تو اپنے صددِ علم کر دیتی ہیں۔ مصنف اس دستور پر کار بند نہیں۔ غالب خود معترف ہیں (مصنف شاید اس کی انکسار سمجھتی ہوں) کہ میں تاریخ کی الجھن محض ہوں (نامور لٹ غلاب ص ۱۹) اور خود مصنف کی بھی تاریخِ ایران کی محض دور کی صاحبِ سلامت ہے، لیکن اس کا باوجود انھیں غالب کی متعلق یہ لکھتی ہیں تاہی کہ وہ تھا کہ وہ تاریخِ ایران پر بہت حد تک حاوی تھی (ص ۲۶)۔ تاریخِ ایران کی متعلق مصنف کی معلومات کا اندازہ بیان ذیل کی طرح ہو گا:

مصنف کا قول ہے کہ "مورخوں نے یہاں (ایران) کی شاہی خاندان کو ابتدائی عالم سے زبرد گرد بیگ پانچ سلسلوں میں تقسیم کیا ہے: آبادی، چپلی، شالی، یاسانی اور گلستانی۔ ان میں سے پہلی چار کے متعلق ہمارا علم بہت محدود ہے اور جو کچھ ہم وہ بھی تاریخی اعتبار سے کچھ ایسا قابلِ اعتماد نہیں۔ البتہ جب ہم.. گلستانیوں تک پہنچتے ہیں تو.. کچھ کچھ اجالا نظر آتی لگتا ہے" شاہ نامہ فردوسی میں کیورٹ پہلا بادشاہ ہے (گل شاہ اسی کو کہتے ہیں) اور اس کی پیشتر کسی بادشاہ کے نہ یونانی واقف ہیں نہ عرب نہ خود ایرانی۔ تیرھویں صدی ہجری کی بعض ایرانی مورخ (مثلاً صاحبِ تاریخ التواریخ) جو آبادی وغیرہ خاندانوں کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ وہ دساتیر کو زردشتیوں کی کتاب مقدس سمجھتی ہیں اور دساتیر پہلی کتاب ہے جس میں ان خاندانوں کا نام اور کسی قدر حالات ملتے ہیں۔ دساتیر ایک جعلی کتاب ہے جو عہدِ اکبری میں تصنیف ہوئی ہے (تفصیل کسی دوسری موقع پر) اور کیورٹ کی قبل کی جتنی شاہی خاندانوں کا اس میں ذکر ہے وہ سب مصنف دساتیر کی مخلوقات دہنی ہیں۔ نہ صرف یہ کہ جو دو خارجی نہیں لکھتے، اساطیر ایران کی بھی ان کا کچھ سروکار نہیں۔ تاریخِ ایران میں ان کا ذکر میرت حمزہ (داستان امیر حمزہ نہیں) میں نہ ہو رہنِ سفدان، زمرہ شاہ باختری اور افراسیاب، با جادو کے ذکر کے برابر ہے۔ دساتیر کی پہلی کچھ لوگ دھوکا کھاتی، لیکن اب شرعاً و مغرب کی اہل نظر میں ایک بھی نہیں جو اس کی معجوبیت کا قائل نہ ہو۔

مصنف نے گلستانیوں کو ۴ گروہوں میں منقسم کیا ہے: پیشدادی، کیانی، اشکانی اور ساسانی لیکن وہ مادی اور ہخامنشی شاہانِ ایران کا ذکر نہیں کرتے، حالانکہ ان کی تاریخی حیثیت مسلم ہے اور ان کے چار گروہوں میں سے پہلو دو اساطیری ہیں تاریخ جن کو واقف ہیں۔

یہ خبر نہیں مصنف کیورٹ کو کس زردہ میں داخل کیا ہے، ان چاروں میں کو وہ کسی، ہوتے ہیں سکتا اس لیے کہ پہلو کی ابتدا ہونے سے ہوتی ہے جس کی نسل کو تھا۔

مصنف ذی تاریخ ایران کے متعلق اپنی تحریر اصل تا ۱۲۰۰ء میں صرف ایک جگہ کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اور یہ شاہ نامہ فردوسی کی اگر اگھوں کی ایسی باتیں بھی لکھی ہیں جو فردوسی کی یہاں بالکل نہیں یا مختلف طور پر ہیں۔

مصنف کیو مرث کی نسبت رقم طراز ہیں کہ ایرانی اس کی مانتی ہیں جشن سده کی ابتدا اسی کی اور شہرستان کی رسم بھی اسی کی ڈالی۔ "مورخوں کا یہ قول بھی اگھوں کی نقل کیا ہے کہ وہ دنیا میں آئین جہاں یانی کا بانی تھا۔ کیو مرث کی نبوت کا ذکر دساتیر میں ہے زردشتیوں کے عقیدے میں پہلا انسان تھا جو عمر بھر تنہا رہا اور جس کی نسل کا آغاز ایک خاص طور سے اس کی مرنے کے بعد ہوا۔ اس کی بیماری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ شاہ نامہ وغیرہ میں اس کی پہلا بادشاہ مانا گیا ہے لیکن یہ بھی زردشتی عقیدے کے خلاف ہے۔ اور باتیں جو مصنف ذی لکھی ہیں فردوسی کی یہاں نہیں۔

مصنف کی بیان کے مطابق (اور فردوسی بھی یہی کہتا ہے) ہوشنگ کیو مرث کا پوتا تھا لیکن زردشتی روایات کے یہ موجب وہ اس کی پوتی کا پوتا تھا۔ مصنف کا قول ہے کہ ایرانی اس کی بھی مانتی ہیں اور اس کو ایک صحیفہ جادو ان خرد کا مائون کے زمانہ میں ترجمہ ہوا تھا۔ اس کی بیماری کا ذکر صاحب دساتیر اور دساتیر کو مائون کے سوا کسی ذی نہیں کیا۔ جادو ان خرد دساتیر کی طرح ایک جہول کتاب ہے۔

مصنف ذی تاریخ جہاں جمشید کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی زردشتی نا آشنا ہیں اور فردوسی کی یہاں جہاں جہاں میں کا ذکر کچھ غلط بیان میں آتا ہے ضحاک کے متعلق لکھا ہے کہ "یوگون ذی اس کے علاوہ کر دیا" اور اس کی جگہ "فریدون کو اپنا حکم ران تسلیم کر لیا" اس کی معزولی سے شاہ نامہ میں ہے اور نہ زردشتی روایات کے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ فریدون ذی اس کے جنگ میں شکست دی تھی۔

مصنف لکھتی ہیں کہ فریدون کا ایک بیٹا ایرج ظہورث کی نوای اور دیوٹی تو رسولم دختر ضحاک کے بطن سے نکلا۔ شاہ نامہ میں صراحتہ مذکور ہے کہ جمشید پسر ظہورث کی دو بہنیں تھیں: شہر نواز اور نواز ایرج ایک کے اور تو رسولم دوسری کے بطن سے تھا۔ جمشید کی ولایت کی باری میں روایات اور شاہ نامہ میں جو اختلاف اس کا ذکر یہاں ضروری نہیں۔

● عہد ہوشنگ میں آگ کی دریافت کا بیان ہے دساتیر میں

آبادیوں کا جو زمانہ بتایا ہے وہ کیو مرث کے ان گفت میں قبل کے حساب سے زیادہ عجیب ہے یہاں ہوشنگ کی بھی کچھ زیادہ ہے اس صورت میں یہ طبع ممکن ہے کہ کیو مرث کی پہلی شہر آبادی ہوں اور وہ آئین جہاں یانی کا بانی ہو۔

سلجوقی ترک ہیں جن کی قومی روایات میں کہیں افراسیاب کا نام نہیں آیا (افراسیاب
اساطیر ایران سے تعلق رکھتا ہے تاریخ سے نہیں) اور ابتدا میں انھوں نے کبھی افراسیابی ہونے کا
دعوئی نہیں کیا، لیکن جب ایک سلجوقی بادشاہ کی مصلحت اس کی مقتضی ہوئی تو اس کی شہرت
دی گئی کہ سلجوقی افراسیاب کی نسل سے ہیں۔ غالب اساطیر و تاریخ میں فرق نہ کر سکتے تھے اور
تاریخ کو بہ قول خود نابلدہ محض تھے، وہ بہ یک وقت سلجوقی اور افراسیابی ہونے پر فخر کرتے رہے مصنف
نے سلجوقیوں کو افراسیابی النسل ہونے کو قبول کر لیا ہے ص ۱۳۔

مصنف نے غالب کو صرف تاریخ دان ہی نہیں "خالص پارسی زبان اور اس کی صرف و نحو
خصوصاً پارسی تہذیب اور اس کے متعلقات پر بھی بہت حد تک حادی" (ص ۲۶) ہونے کا مستند گواہ

اور دستینوں کے متعلق لکھا ہے کہ "خالص پارسی" میں ہی اور اس میں ناموں کے سوا عربی یا کسی اور زبان
کا لفظ استعمال نہیں کیا ص ۱۲۱ مصنف کے لہجہ میں کہ وہ الفاظ ذیل کا جو دستینو (اشاعت ۱۸)
میں ملے ہیں "خالص پارسی" ہونا ثابت کریں: جلوہ ۱۰، ماتم ۱۱، بسمل ۱۲، تمغاس ۱۳، یام ۱۶، اردو ۱۸،
میگزین ۱۹، ہزیرہ ۲۶، فرماش ۲۹، یورش ۳۰، نوکری ۳۰، ترانج ۴۹۔

۵) مصنف کا رویہ غیر حیات دانا نہ نہیں، مثلاً قاطع برہان کی بارہی میں ان کا قول ہے کہ اس
میں غالب نے "شوخی طبعی اور بے رحمی کو جبراً دکھائی ہے" اور وہ اس پر پست نہیں کرتے تو اس پر کہ
۹ "علمی مسئلوں کی تحقیق میں شوخی اور طرافت نہیں بلکہ کہ مسانت اور سنجیدگی درکار ہے" یہ غالب
کو مخالف تو ان کے متعلق ان کا فیصلہ ہے کہ ان کے ہاتھوں "شرم و حیا اور تہذیب و شرافت کی سچی
پلید ہوئی" ہے "وہ طرافت کرتے ہیں نہیں تھے، پھلکا بازی پر اتر آئے" ص ۲۱۱ و ۲۱۲ میں
اپنی طرف سے کچھ کہہ بغیر غالب کی تحریروں کے کچھ اقتباسات پیش کروں گا: "لوصیان ایران میں
میرسم ہے کہ چند بد معاشی جمع ہو کر ایک امر کو کچھ دکر باغ میں یا کسی مکان میں ڈھاتی ہیں اور
توبت بہ توبت اس کو افلام کرتے ہیں اسی جماعت میں سے ایک شخص اس امر کا سرکپڑ رہتا ہے
سو اس کو پانچویں صفحہ میں مولوی جی (یعنی آغا احمد علی) لوگوں کا منتیں کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ
آؤ اور دکنی کا سرکپڑو "تبع تیز شد" (دکنی کو مراد مصنف برہان قاطع)۔

برہان قاطع میں آذر برون ماد لکھا ہے "غالب نے قاطع برہان کی دونوں اشاعتوں میں اس
پر یوں رائے زنی کی ہے "چادر ساگندہ شستن و مادر ما آوردن" جیسا کہ "ص ۱۲" اسی طرح ایک جگہ

مولف برہان قاطع کو اس بنا پر کہ اس کو بہ زعم غالب ایک قسم کی مین غلطیاں ہوئی ہیں، اور
یہ سب گہا ہے۔ (درفش ص ۱۲۳) و غالب نے علی گڑھ میگزین ص ۲۱۲۔

(۶) مصنف کی مختلف قسم کی غلطیاں اور غلطیاں :
(الف) ص ۱۵۱ پدر غالب کی باری میں لکھا ہے کہ انھیں اپنی باپ کی وفات سے پہلے "نہ دنیا کی فکر
تھی نہ اپنی"۔ یہ مان بھی بیا جاتا ہے کہ انھیں باپ کی مرئی کے بعد نوکری کا خیال ہوا، جب بھی یہ ثابت نہیں
کہ وہ ایک لابی طبیعت کے آدمی تھے۔

(ب) ص ۲۰۰ علی بخش زبان کا تخلص رنجور لکھا ہے۔ یہ شاعر تھی نہ تخلص تھی، معاصر افشا
(ج) ص ۲۰۱ "شرح مآء عامل جامی" یہ کتاب جامی کی نہیں۔

(د) ص ۲۰۲ "شراب نوشی کی عادت مرتد دم تک نہ چھٹی" جھجھکی یاد آتا ہے کہ سید وزیر الحسن عابدی
عناوب ذی غالب کی ایک رباعی شائع کی تھی جس کے ترک شراب کا ثبوت ملتا ہے۔

(۵) ص ۲۰۳ "ان میں نہ ہیبت کا عنصر پیدا ہو گیا۔ اس سے پہلے ان کی ہر یہ کتہہ تھا، اسلئے
خان عرف میرزا نوشہ، مگر اب جوئی ہر انھوں نے ۱۲۳۸ھ میں تیار کر دانی اس پر کتہہ ہے محمد اسد
خان، یہ دونوں ہر احسن عظیم الشان ذہنی انقلاب کی شاہد ہیں، اس کی تشریح الفاظ میں نہیں
کی جا سکتی" ۱۲۳۸ھ کے بعد کہ کثرت خطوط میں جن پر ان دونوں کے مختلف ہر اور جو یقین ہے
کہ ان کے بدعتی ہیں، اور ان میں لفظ "تجدد" نہیں، اگر اس کا اعتقاد ذہنی انقلاب کا شاہد ہے تو اس کا
خلف بھی بے معنی نہیں ہو سکتا، مگر مصنف نے ایک لفظ بھی اس کے متعلق نہیں لکھا۔

(۶) ص ۲۰۴ غالب جب کلکتہ گئے تو وہاں ان کے غرازی میں ایک خاص مشاعرہ ہوا "ذہ حوالہ مکتوب
غالب بہ نام محمد علی خان" مگر جس عبارت پر اس بیان کی بنا ہے کہ کلکتہ میں ہر انگریزی جیل کی پہلی
انوار کو مشاعرہ ہوا کرتا تھا، اور انھیں مشاعروں میں سے ایک یہ غالب ذہ اپنی شرکت کا حال
محمد علی خان کو لکھا ہے:

"سخنوران ۰۰۰ میں بقیہ پس از ورود این خاکسار بزم سخن آراستہ بودند، در ہر ہر شمس
انگریزی روز یک شبہ نخستین سخن گویند در مدرسہ فراہم شدہ تھی۔"

(۷) ص ۲۰۵ غالب کی گرفتاری کی باری میں کلام عاصی کا حوالہ دیا ہے، لیکن وہ تھا صیل جو عاصی
ذہی میں، قلم انداز کر دے ہیں، حال آن کہ ان کا تعلق غالب سے تھا، لیکن نصف صدی میں شمس الدین

احمد خان کی باب میں ایک فقیر کی بدعا کا ذکر کیا جس کا غالب کو کچھ سہرا کار نہیں۔

(ج، ص ۶۹) ولی عہد دہلی نے غالب کا ۴۰۰ روپیہ سالانہ مقرر کر دیا۔ یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا (ملاحظہ ۱۶۵)
(ط، ص ۷۳) مصنف نے ۱۸۵۷ء میں غالب کا کرئیں براؤن کو سامنے جانا اور ان کے سوال پر
اپنے کو آدھا مسلمان کہنا لکھا ہے، لیکن انتخاب غالب جو ایک مطبوعہ کتاب خود غالب کی لکھتی تھی
ہو اور جس کا مطالعہ ان کے لیے واجبات کی تھا، دیکھی ہوتی تو انہیں معلوم ہوتا کہ خود غالب کی تصریح
کہ مطابق یہ جواب انھوں نے کرئیں کو سامنے پہنچنے کی بجائے راستی میں سار جیٹا کو دیا تھا۔ عذر کی کوئی
کوئی مفصل انگریزی تاریخ ان کی نظر سے گزری ہوتی تو انہیں اس کا پتہ بھی چلتا کہ کرئیں کا صحیح نام
برٹن ہے (ملاحظہ ہو MALLESON کی تاریخ جلد ۲ ص ۸۲)

(د، ص ۷۵) دیوان فارسی کا نام جو خانہ آرزو ہے۔ یہ صحیح نہیں، تعہید پنج آہنگ نوشتہ
علی بخش خاں کو جس پر یہ دعویٰ مبنی ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نام جو خانہ آرزو سر انجام تھا۔
(ک، ص ۷۷) غالب کو دادا کا عہد محمد شاہ میں ہندوستان آنا لکھا ہے، مگر یہ ثابت نہیں
معلیق الملک کی ملازمت سے اس زمانہ میں ہندوستان آنا لازم نہیں آتا، ان کی وفات عہد احمد شاہ
میں ہوئی ہے۔

(ل، ص ۱۴۸) قاطع القاطع کی بارے میں بغیر حراۃ لکھا ہے کہ کسی نے غالب کو پوچھا کہ حضرت آپ نے
اس کا جواب نہیں لکھا، تو کہا کہ اگر کوئی گدھا تمھاری کلات مارے تو کیا تم بھی اس کلات مارو گے؟ یہی
بات غالب نے محرق قاطع برہان سے متعلق بھی کہی تھی (حواشی ماثر غالب)۔ یہ بعید از قیاس ہے کہ دونوں
کی نسبت ایک ہی بات کہی ہو۔

(م، ص ۱۵۲) ”محمود زرخاں میر کی سببی سبائی کا نواسہ ہے اس نے ایک اخبار نکالا ہے۔ اشرق
الاخبار۔ اس کو چرچہ کر معلوم کر لو کہ تمھارا ایک اعتراض قیاس کو کیسے مہر چھپا گیا ہے۔“ (غالب
یہ نام سیاح ۲، فروری ۱۸۹۷ء، مصنف غالب کی عبارت بالا کو نقل کر کے لکھتی ہیں :

”لطیفہ یہ ہو کہ کسی مولوی صاحب نے اس اعتراض کا جواب دیا تو میرزا کو اکل اخبار میں
جواب الجواب چھپوانا پڑا سیاح کو لکھتی ہیں :

”واقعی اعتراض کا جواب ایک مولوی نے لکھی ہیں، اس مفتی نے اکل الاخبار میں دیکھ کر جو تم کو کلام
کرے اسی انداز سے تم بھی کلام کرو۔“ (۱۹ اپریل ۱۸۹۷ء) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جواب الجواب
سیاح کے نام سے نہیں چھپا تھا۔“

یہ مسلم کہ اشرف الابرار میں سیاح کی طرف سے ایک غرضی قتل پر چھپا تھا، مگر مولوی ذکی کسی کا مختصر
کا جواب دیا تھا یہ قطعی نہیں؛ اگر قیاساً یہ کہا جاوے کہ سیاح کو اعتراض کا جواب تھا، تو جواب کا جواب
کا خواہ وہ کسی کو نام سے ہو کہاں ذکر کرے جو بعضہ ذیہ لکھ دیا کہ اس کی معلوم ہوتا ہے کہ جواب کا جواب
سیاح کو نام سے نہیں چھپا تھا؟

رن، ص ۱۵۱ عادات و اخلاق کو باب کی ابتدا غالب کی حلی کی ہے، حلی کی عادات و اخلاق
کی کچھ تعلق نہیں۔

(س)، ص ۱۶۸ "مرزا ہمیشہ ولایتی فریخ شراب پی پتی تھی اور وہ بھی خاص طور پر اولڈ ٹام اور
کاس مین"۔ اولڈ ٹام کو نام ہی کی ظاہر ہے کہ یہ فریسی نہیں، دوسری شراب بھی غالباً فریسی نہیں۔
ع، ص ۲۰۴ "ہندوستان کی فارسی لکھنؤ والوں میں بعض نام نہایت مشہور ہیں۔ خسرو

فیضی... بیدل... ناصر علی... احسان اللہ ممتاز، قاضی محمد صادق خاں اختران میں کو صف
اولیٰ کو لوگوں میں ہیں، غیاث الدین، غوث رامپوری، قتیل، عبدالواسع، السنوی، غنیمت
... واقف ... وغیرہم اگرچہ ان کو پائی کی نہیں، لیکن پھر بھی ہندوستانی فارسی نویسوں میں
بہت مشہور ہیں۔ ممتاز اور اختر کا نام خسرو وغیرہ کے ساتھ لینا بڑا ادبی گناہ ہے، ان
دونوں کی تو قتیل و غنیمت و واقف کا بھی مرتبہ بلند تر ہے۔ غیاث الدین اور عبدالواسع کی
مشہرت فارسی لکھنؤ والوں کی حیثیت سے نہیں، اور نہ غیاث الدین کا تخلص غوث ہے۔

(ب)، ص ۳۶ نفس بلرزہ زیاد تبیب کلکتہ "نکاح خیرہ زہنگامہ الہ آباد
غالب کی اس شعری بنا پر لکھا ہے کہ "سفر کلکتہ میں غالب کی خلاف ایک ہنگامہ کلکتہ میں بھی
ہو تھا" مجھے شبہ ہے کہ اس کا تعلق کسی نہ کسی طرح غلام امام شہید کی تھا۔ "میں اس وقت یہ
کہتے تھے قاصر ہوں کہ "ہنگامہ الہ آباد" کی غالب کی کیا مراد ہے، لیکن "یہ شعریات فارسی طبع اولیٰ
میں موجود ہے اور اس کو بہت بعد ایک خط میں غالب کی خبر کو شہید کے متعلق لکھتے ہیں: "مولوی صاحب

کو میری ملاقات جب وہ دلی آئی تھی۔ ہوتی تھی، شرفا میں تعارف بنا کر محبت ... ہے۔ چہ جائے آنا کہ
معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ ہوا ہو اور ملاقات سے اس دن تک کہ حضرت دکن کو روانہ ہوں کوئی امر
ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو دریا۔ نہیں آیا، اور میری اس قوت کو اس ماہ سے کہ مولوی صاحب آپ
کی ہم نشین و ہمدم تھی۔ آپ بھی گواہ ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ مجھ میں ان میں رنج پیدا ہوتا تو
آپ بہت جلد اصلاح بین الذاتین کی طرف متوجہ ہوتے۔" (اردو معنی ص ۲۰۲)۔ اس کو صاف
ظاہر ہے کہ غالب دشہید میں کبھی کوئی نزاع نہیں ہوئی۔

احوال غالب

مرتبہ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو ص ۲۹ قیمت

۹ روپے شائع کردہ انجمن ترقی اردو ہند۔

”احوال غالب“ غالب اور ان کے بعض تلامذہ واقربا سے متعلق چند مضامین کا مجموعہ ہے جن میں کچھ نئے ہیں اور کچھ کسی نہ کسی شکل میں پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ ترتیب میں جو مضمون نگاروں کے نام دیے گئے ہیں، اس کا طریقہ نامناسب ہے، امید ہے کہ آئندہ کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جائے گی کہ اعتراض کا موقع ملے۔ تہذیب نوشتہ مرتب میں پاکستان کے لیے لفظ سند کا استعمال غلط ہے۔ ان کا ذکر ہے کہ آج تک کسی مشرقی شاعر یا ادیب کی تصاویر کو جمع کرنے کا اس قدر اہتمام نہیں کیا گیا جس قدر اس مجموعے میں ہے۔ دوسرے مشرقی شاعروں اور ادیبوں کی تصویروں سے متعلق میرا علم اس قدر کم ہے کہ مجھے اس مسئلے میں سکوت کے سوا چارہ نہیں داتا البتہ کہہ سکتا ہوں کہ غالب کی اتنی تصویریں کہیں اور نہ ملیں گی۔ اس مجموعے میں غالب کے دو شاگردوں کی تصویریں بھی ہیں، ان کا شمول ہے سوال پیدا کرتا ہے کہ دوسرے تلامذہ نے کیا تصویر کیا تھا کہ وہ اس سے محروم رہے۔ سخن کی تصویر کے بارے میں مرتب کو یہ بتانا تھا کہ کہاں سے ملی ہے۔ فرضی تصویریں بے تکلف اصلی تصویریں دیکھنے کی طرح پیش کی جا رہی ہیں، ہر تصویر کے ساتھ یہ اطلاق ضرور ہونی چاہیے کہ کہاں سے دستیاب ہوئی ہے۔

جناب رشید احمد صدیقی اپنے مضمون ”غالب اور ٹی اگڈ“ میں فرماتے ہیں: ”اباب علم و فن کو بہ حیثیت شاعر، بہ حیثیت شخص، بہ حیثیت علامت ادب، بہ حیثیت ادارہ متعارف کرانے کا مشکل و مختصر کام سب سے پہلے سید احمد خاں۔ اور ان کے برگزیدہ رفیق کارب خاں نے انجام دیا۔ ان کے بعد کالج کے دو۔ فرزندوں

ڈاکٹر سید محمود... اور ڈاکٹر عبدالرحمن بھٹو نے غالب کی اہمیت و عظمت کو نقد و نظر کے جدید طریقوں سے اپنا تعریف اور تحریف میں جتا دیا۔ سید احمد خاں و حالی سے قبل ذکا و سرور و کریم الدین و غیرہ غالب کے تراجم اپنی کتابوں میں درج کر چکے تھے۔ حالی نے غالب سے متعلق ایک مستقل کتاب البتہ سب سے پہلے لکھی ہے۔ "کالج" کے دو فرزندوں میں سے ایک کی تحریر کا تو کسی سنجیدہ علمی بحث میں ذکر ہی نہیں ہے، دوسرے کی نسبت جناب کلیم الدین احمد جو اسے ظاہر کی ہے اس سے مجھے کامل اتفاق ہے۔ اس مضمون میں یہ بھی مرقوم ہے کہ غالب نے آثار الفنا دیکھ کے "کچھ نسخے" خرید کر دوستوں کو بھیجے تھے؛ اور ثبوت صرف ایک کا دیا ہے۔

غالب کے حالات میں پہلا مقالہ "جناب سید مسعود حسن رضوی کا تحریر کیا ہوا ہے۔ اس کی علت خطی اس مضمون کا پیش کرنا ہے جو غالب کی وفات کے بعد ہی "ذخیرۃ بالگو بند" میں جو ایک ماہنامہ تھا شائع ہوا تھا۔ اس میں دو باتیں ہیں: غالب کا نثری مہین چوہانا جو مستند مقرر ہے لیکن ناممکن نہیں اور غالب کا غالب کے علاوہ نوشتہ نخلص ہونا جو غلط محض ہے۔ ماہنامہ مذکور کے آخر میں آزاد کا لکھا ہوا قلم تار کے وفات ہے، جس میں غالب کی فادری کی بڑی تعریف ہے؛ لیکن ان کی اُردو نظم و نثر قطعا نظر انداز ہوئی ہے۔

غالب نے اپنا ترجمہ خود تذکرہ مظہر الحق کے لیے لکھا تھا یہ اور اس تذکرے کا اشتہار جو ایک پرانے اخبار میں لکھا تھا، رسالہ اُردو میں ایک تمہید کے ساتھ چھپا تھا۔ جناب اظہار طبع نے غالب کی تحریر غالب کے خود نوشت حالات کے عنوان سے پیش کی ہے۔ مرتب کو کیا پتہ تھا کہ اردو میں جو کچھ شائع ہوا تھا، اسے بجنسہ حوالہ غالب میں شامل کر لیتے، اور ضروری سمجھتے تو آخر میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کر دیتے۔ احوال غالب کے مضمون میں بعض امور جو اشتہار سے معلوم ہو سکتے تھے قیوٹ گئے ہیں، اور بعض غلط باتیں درج ہو گئی ہیں۔ مظہر الحق کے والد کا نام مظہر علی نہیں، ظہور علی تھا۔ نام مظہر الحق تھا یا مظہر حق، مضمون میں کسی یہ ہے کبھی وہ۔ باوجود اس کے کہ اشتہار میں

غالب کی تقریظ کا ذکر ہے 'اور یہ پنج آہنگ میں موجود بھی ہے' مضمون میں یہ مطلقاً
 قلم انداز ہوئی ہے۔ اشتہار میں صریحاً "تذکرۃ الشعراء فارسی ہے مضمون سے یہ
 مستفاد ہوتا ہے کہ شعراء ہند کا تذکرہ ہے 'اور اس میں فارسی کے علاوہ "ہندی"
 اشعار بھی۔ حقہ حقیقت کیا ہے 'جبے اس کا علم نہیں' اشتہار میں جو کچھ نقاش نے نظر انداز
 نہ کرنا تھا۔ صاحب مضمون نے لکھا ہے کہ تذکرہ مذکور کے کوئی قلمی یا مطبوعہ نسخہ کا
 اب تک پنا نہیں چلا۔ "نخاۃ جاوید جلد اول کے دیپے میں مصنف نے اپنے مآخذ کے
 جو فہرست دی ہے اس میں تذکرہ منظر الحق بھی ہے۔ قریب بہ لفظ ہے کہ یہ تذکرہ
 زیر بحث ہی ہے

"مرزا غالب کا نسب نامہ" خواجہ قمر الدین، یا قلم دہلوی خلیف خواجہ لاد، مترجم
 بوستان خیال کا لکھا ہوا ہے 'اور راقم نے حقیقت و افسانہ کا امتیاز اٹھادیا ہے۔
 تاریخ سے ان کی واقفیت کا یہ عالم ہے کہ ان کے خیال میں اگر بیہوشوں اور سندھیا
 کی جنگ نجف خاں کے زمانے میں ہوئی ہے۔ غالب کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کے یہاں
 بیک لڑکا ہوا، مگر زندہ نہ رہا۔ خود غالب نے ۷۰ اولادوں کا ذکر کیا ہے۔

"مرزا غالب در حدیث دیگیاں" نوشتہ مرتب میں غوث علی شاہ 'ریاض الدین
 امجد' خواجہ عزیز الدین اور صفیر بگرامی کی غالب سے ملاقاتوں کا حال لکھا ہے۔ اور
 باتیں پہلے بھی منظر علم پر آچکی تھیں 'نکچہ ریاض الدین امجد کی ملاقات کا ذکر ہے۔
 غوث علی شاہ کے حوالے سے جو کچہ قلم ہے اس میں دو باتیں قابل توجہ ہیں 'ایک
 یہ کہ غالب ان کی ہر میسرے روز دعوت کیا کرتے تھے 'اور اپنی نوشی کی وجہ سے
 ان کے ساتھ کھاتے نہ تھے۔ دوسری یہ کہ سرور کے سوال پر کہ اگر دو کس کتاب کی "عمدہ"
 ہے 'غالب نے چہار رویش کا نام لیا تھا 'اور فسانہ عجائب سے متعلق استفسار پر
 اس کی سخت مذمت کی تھی۔ اس وقت یہ پتا نہ تھا کہ سائل کون ہے 'حقیقت معلوم
 ہوئی تو اس کی تلافی کے لیے شاہ صاحب کو لے کر سرور کی قیام گاہ پر گئے اور عبارت
 آرائی "کا ذکر پھر کر فسانہ عجائب کی تعریف میں یہ کہا کہ ایسی عمدہ شرنہ پہلے ہوئی
 نہ آگے ہوگی "آرزو صاحب نے لکھا ہے کہ جس انداز میں شاہ صاحب نے اپنے

تاثرات کا اظہار کیا ہے اور غالب کے اخلاق و عادات کی تصویر جس طرح کھینچی ہے، اس سے غالب ہی نہیں، خود شاہ صاحب کے اخلاق پر روشنی پڑتی ہے۔ اگر فسانہ عجائب کے بارے میں متناقض رائے کا اظہار بھی اس کے نزدیک "اعلیٰ اخلاق کا نمونہ" ہے تو بگے سخت حیرت ہے۔ شاہ صاحب کے حوالے سے ایک قلم بھی غالب کی طرف منسوب کیا ہے اس کا مصداق آخر ہے: "اگر زیادہ و کم باشد آن نمناہ من است" ڈاکٹر محمد اسحق نے شاعرات فارسی پر انگریزی میں جو کتاب لکھی ہے، اس میں کسی کتاب کے حوالے سے، یہ قلم ماہ لقا جیل آبادی کے نام سے مندرج ہے۔ میں اس وقت یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں کہ دراصل کس کا ہے۔

"غالب کی خانگی زندگی کی ایک جھلک" ایک دلچسپ مضمون ہے جو جناب حمید احمد خاں کے رسالے "شعاع" میں ہے۔ اس میں بعض امور محل نظر ہیں: (۱) عارف غالب کے منہ بولے بیٹے تھے۔ یہ امر افسوس کے پہلو ہے کہ انگریزوں نے مضمون میں "ہیں" لکھیں سے ثابت نہیں۔ انھیں نمر نہ کہنا چاہیے کہنا نہیں، یہ لفظ انھوں نے نعت کے لیے بھی استعمال کیا تھا (۲) "نواب محظوم زبانی بیگم" لفظ نواب شاہی خاندان کی گلیاں اور عہدِ اعظم کی براہنہابی کے لیے مخصوص ہے (۳) غالب نے کٹھ پتلی کے تماشے کے لیے حمید علی خاں کو ۲۰ روپے دیے۔ دوزیادہ حقیرن قیاس ہے۔

جناب مالک رام نے ایک قمری شخص کی طرف سے "میرزا غالب کے حالات" کا حکایت اور خصائص لکھے ہیں اور آخر میں ناظرین سے یہ سوال کیا ہے: "ذہان سے کہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے کیا آپ کے خیال میں یہ اتنا ہی مستقیم ہے کہ آپ اسے ماننے سے انکار کر دیں؟" اگر اس سے ان کی مراد ہے کہ اس میں کوئی بات ایسی نہیں جس کی موجودہ مواد کی مدد سے تردید کی جاسکتی ہو تو یہ صحیح نہیں: (۱) وہ کہتے ہیں کہ مولوی کی وفات کا ذکر شاہ کالے صاحب کے سامنے ہوا۔ شاہ صاحب کی وفات کا قلم تلخ دیوانِ مولوی میں موجود ہے (۲) فارسی کی ۴۴ رباعیوں کی شاعرانہ یہ بتائی ہے کہ شاہ کالے میں ہمارے شاہ نے ایک خواب دیکھا تھا جس کا ذکر غالب اور وہ ہر شخص کے سامنے کیا تھا۔ غالب نے یہ رباعیاں اسی خواب کے بارے

میں لکھی ہیں۔ رابعیاں خواب سے ضرور تعلق رکھتی ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ یہ
 غازی الدین حیدر شاہ اودھ کا خواب ہے۔ غالب نے رابعیاں حمام الدین حمید
 کے لیے لکھی تھیں اور یہ پنج آہنگ کی اشاعت اول میں موجود ہیں جس کا زمانہ
 ۱۲۳۵ھ سے قبل ہے (۳) آئندہ نے خود آکر غالب کو شرکت مشاعروہ کی
 دعوت دی تھی اور میر نے وعدہ کیا تھا کہ میں انہیں ساتھ لیتا آؤں گا۔ طرح ۷ تھی؛
 عمریہ یا نم نے آید، دلائم بخاطر۔ غالب میر کی محبت میں مشاعرے میں شریک ہوگا،
 طرح غزل پڑھی اور آئندہ سے دلو حاصل کی پنج آہنگ اشاعت اول سے ثابت ہے
 کہ مشاعرہ غالباً میر کا تھا اور آئندہ علالت کی وجہ سے اس میں شریک بھی نہ ہو سکتے تھے۔
 ظاہر ہے کہ اس کا زمانہ ۱۲۳۵ھ سے جو جناب مالک نے لکھا ہے قبل تھا (۴)
 شعاع مہر کا زمانہ اوائل ۱۲۳۵ھ بتایا ہے، لیکن یہ اس کے بعد چھپا ہے اور اس وقت
 غالب یا عزیز کی نظر سے نہیں گزری تھی (تفصیل تبصرہ خطوط غالب) اس تحریر کی
 دلچسپی میں کلام نہیں، مگر تحقیقی مضامین کے مجموعے میں اسلئے کا شمول مؤذروں نہیں۔
 ”غالب کی خاندانی پشتون پنجاب مہر کا مضمون ہے اور اس میں مرزا فرحت اللہ
 بیگ مرحوم نے غالب کے خاندان کے متعلق جو کچھ لکھا تھا، اس کی موثر تردید کی گئی ہے۔
 میرزا صاحب کے بیانات کلاماً بہت بڑی حد تک فرائد الدین اقام کی تحریر پر مبنی تھے،
 اس مضمون میں اس کا ذکر نہیں۔ خواجہ حاجی اودھ مرزا افضل بیگ سے متعلق غالب کے
 بعض اقوال بھی صحیح معلوم نہیں ہوتے۔ جناب بہمن نے معاملے کے اس پہلو کی طرف
 کافی توجہ نہیں کی: (۱) غالب کہتے ہیں کہ خواجہ حاجی نور اللہ بیگ خاں علم غالب کے
 سائیس تھے۔ یہ درست ہے تو ان کی شادی غالب کی بہن کی حقیقت خند سے کس طرح
 ہوئی؟ جناب مہر کا خیال ہے کہ خواجہ غلاب کا سسرالی خاندان پندرہ وال آگیا تھا اور
 یہ وجہ امن رشتہ کی ہوئی۔ ایسا زوال کہ اس خاندان کی بڑی ایک سائیس سے یہاں
 جائے، کہیں سے ثابت نہیں (میں غالب نے لکھا ہے: ”آں کا فر غدار (خواجہ حاجی)
 پس از مردن علم می بماندہ چند را کہ فلاں بیگ (افضل بیگ) لذاتان بود با خود
 گرو در دہ“ نقد و تنسی و اسب و قیل و خیل و خور و غم مرا پاک خود دہ افضل بیگ

کے متعلق غالب یہ بھی بیان ہے کہ وہ نہال شریک کے نوکر تھے، یعنی ایک جگہ
ان کے لیے لفظ ہمزاد استعمال کر چکے ہیں جو ایسے لوگوں کے لیے آفات جو ہم عمر
ہوں۔ ————— گزیریں دو برس غالب ستر میں

بڑے بھی تھے (اور غالب اس وقت دس برس کے تھے) تو کسی ذمہ دارانہ
خدمت کے قابل نہ تھے، خود مکتاہوں تو اور بات ہے۔ مزید یہ کہ اس عمر کا
آدمی اس سادش میں کس طرح شریک ہو سکتا ہے جو نفات نھال شریک خاں کے
بعد خواجہ حاجی نے کی تھی، افضل بیگ اگر بہت ہی ادنیٰ درجے کے آدمی تھے تو
پھر ان کے بھائی مرزا اکبر بیگ کی شادی غالب کی بہن سے کس طرح ہوئی؟

غالب نے امین پر جو مقدمہ ازالہ حبثیت عرفی کا عائد کیا تھا اس کی شش ڈاکٹر
عبدا لہی کو مل گئی تھی اور انہوں نے اسے ایک تہید کے ساتھ رسالہ اردو میں
شائع کیا تھا۔ مقدمہ کی رد واداع تہید اسماعیل غالب میں شامل کر لی گئی ہے،
مگر تعجب ہے کہ اس کے ساتھ کی ایک چیز (انگریزی اخبار کا مضمون جو اردو میں
دستخط ہوا تھا) کیوں اس مقابل نہ بھیجی گئی۔ ڈاکٹر عبدالحق کی تہید تہید بھی اغلاط سے
خالی نہیں۔ قاطع برہان کی اشاعت ثانی کا سال انطباعت بھی یہی اور قاطع القاطع
اور تھرق قاطع برہان کے نام غلط درج ہیں

”دہلی سوسائٹی“ اور مرزا غالب ڈاکٹر عبدالحق کا تھرق کہہ رہے ہیں۔
قیسقی مملووات کا حال ہے اور بڑی احتیاط سے کھا گیا ہے۔

ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی کا خیال ہے کہ ”ادبیات میں ملکی اور غیر ملکی سوال کی
تہید اور ایرانی تہید کے نزاع کا آغاز تقریباً اسی (عبدعلا والدین خلیجی) زمانے سے
ہو گیا ہے اور معتقدین تہید بلکہ غالب میں جو معارضہ ہوا تھا، اسی نزاع کی ایک ”گڑب“
ہے۔ مضمون نے اپنے مضمون ”معز“ غالب و حامیان قیس“ میں لکھا ہے کہ عبید
معز خسرو نے جو یہ کہا ہے کہ

خلط افشا خسرو راز خسامی کہ سبیا بخت درد و یک نظامی

ایرانی، ”عقوب“ کی ایک مثال ہے مگر عبید کا ایرانی ہونا ثابت ہے یا نہیں اس پر

انہوں نے مطلق غور نہیں کیا۔ خسر و کوکل ایرانیوں نے بالاتفاق مانا ہے، بلکہ ایرانی شاعروں نے ایک دوسرے پر خسر و کا الزام لگایا ہے، عہد کے شاعر گوہندی و ایرانی نزاع سے کچھ سروکار نہیں۔ خسر و خستہ جو خستہ نظامی کا جواب لکھا تھا ایک مختصر نفاہ اس پر اپنی خستگی کا اظہار کیا ہے اور بس۔ مطلب یہ کہ خستہ یا خستہ نہیں کہ نظامی کا مقابلہ کرے۔ خسر و کے وطن سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

ڈاکٹر منور سہیلے، انور نے رجماں شیطانی کے وجود سے انکار کیا ہے، مگر ڈاکٹر فاروقی اس کے باوجود اسے حزیں کی تصنیف قرار دیتے ہیں، حالانکہ نہ یہ کتاب موجود ہے اور نہ آراء کے علاوہ کسی اور نے اسے حزیں کی طرف منسوب کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ آرزو نے جو اعتراض کیے تھے، حزیں نے انہیں قابل اعتنا ہی نہ سمجھا۔ کتاب مذکور غالباً صحیح گلشن میں درستہ کی تصنیف بتائی گئی ہے، یہ بھی قابل قبول نہیں کہ درستہ نے آرزو کی کتاب کا جواب لکھا اور اس کا نام رجماں شیطانی رکھا۔ وہ

اپنے تصانیف میں آرزو پر اعتراض کرتا ہے، مگر ہمیشہ ان کا احترام ملحوظ رکھتا ہے۔ موصوف نے ابوالفضل و فیضی، بیدل و نام علی اور سودا سے متعلق حزیں کے اقوال نقل کیے ہیں، مگر ان کا مستند کتابوں میں ذکر نہیں۔ مضمون میں بادمخالف کے جو اشعار پیش کیے گئے ہیں وہ روایت آرزو کے ہیں، حالانکہ معارف کلمتہ کے زمانے میں اس روایت کا وجود تک نہ تھا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حامیان قتل نے جو کچھ کہا ہو خود قتل نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میر اکھلام مستند ہے، بلکہ ثمرات البدائع میں اس نے صاف صاف لکھا ہے کہ سند صرف ایرانیوں کی مقبول ہے۔ اس مضمون میں یہ قول بالکل قلم انداز کیا گیا ہے۔ نزاع کلمتہ کے سلسلے میں یہ بات بھی قابل توجہ

ہے کہ غالب پر اعتراض ہوا تو انہوں نے خود ایک ہندوستانی شاعر، بیدل کا شعر سند میں پیش کیا تھا۔ مگر کہ غالب و حامیان قتل، ہندی و ایرانی نزاع کے سلسلے کی ایک کڑی ہے بھی یا نہیں مجھ اس میں خسر ہے۔

مرزا غالب کی تصویریں ”مرتب کا مقالہ ہے۔ اس میں کچھ اضافہ کیا جاسکتا ہے اور بعض امور سے اختلاف بھی ممکن ہے، لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ محنت سے

لکھا گیا ہے۔ انہوں نے ایک تصویر کا ذکر کیا ہے جو کسی زمانے میں ڈھاکہ کے نسخہ
کلیات غالب میں شامل تھی اور اب پٹنہ میں ہے۔ نسخہ مذکور خود ان کی نظر سے
گزر رہا ہے تو تعجب ہے کہ انہوں نے اس کا زمانہ کتابت نہیں لکھا۔ حقیقت اس کے
برعکس ہے تو انہیں اپنا ماخذ بتانا چاہیے۔

”شہزادہ محمد عبدالصمد“ میرا مضمون ہے جو علی گڑھ میگزین کے غالب نمبر میں
”غالب کا ایک فرحتی استاد“ کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اسی میں طباعت کی بیک
فائنٹ غلطی رہ گئی ہے، ص ۲۶۲ میں ”فاریالی“ کی جگہ ”فارابی“ ہونا چاہیے۔
”امراؤ بیگم“ نوشتہ جناب محمد اجمیر احمد خاں، غیر جانبدار افسانہ ازم میں
لکھا گیا ہے اور اس میں زن و شوہر کی کشمکش اچھی طرح دکھائی گئی ہے، مگر ان کا یہ
بیان کہ الہی بخش خاں کی ”شہزادوں کا معاشرہ و آرام میسر تھا“ قابل قبول نہیں۔
اور یہ بات کہ وہ ”شہزادہ“ مکلفام کے عرف سے مشہور تھے، اس صورت میں مانی
جا سکتی ہے، جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اندر سبھا کی اشاعت کے وقت ان کا عالم
”جوانی“ تھا۔ یہ مسلمات سے ہے کہ وہ ۱۲۳۲ھ میں فوت ہوئے ہیں، اور
اندر سبھا اس کے بہت بعد لکھی گئی ہے۔ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ الہی بخش خاں کا
لقب اس قدر مشہور تھا کہ برسوں گزر جانے کے بعد بھی لوگ لکھنؤ میں اس سے واقف
تھے اور ناسات نے جو اندر سبھا کے ہیر و کانام مکلفام رکھا تھا تو وہ اس سے بے خبر
نہ تھے۔ مجھے اقرار ہے کہ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

”میرزا قریب علی خاں، کابل“ جناب حمیدہ سلطان کا مضمون ہے اور سرسری
طور پر لکھا گیا ہے۔

”من کیستم“ میں راقم نے اپنا حال لکھا ہے اور خواجہ قمر الدین راقم ”اسی
موضوع پر میرزا رفیق بیگ کا لکھا ہوا مضمون ہے۔ یہ دو مضمون اور راقم کا ”نسیب
غالب“ غالباً اصل ایک ہی کے مضمون کے مختلف ٹکڑے تھے۔ ان کو الگ الگ درج
کرنے سے کچھ فائدہ نہ ہوا، یہ صواب کیا جاسکتا ہے کہ کل تلامذہ غالب میں سے صرف

راقم اس قابل کیوں سمجھے گئے کہ ان کے متعلق مستقل مضامین شامل کتاب ہیں۔ کاظم
 سے متعلق بھی جو مضمون ہے اس کا شمول بحث اعراض ہو سکتا ہے۔ ان کا ذکر ہے تو
 غالب کے ادراقر با کس جرم پر نظر انداز ہوئے۔ آخر میں جناب ناظم سلیم نے دین کا
 مضمون غالب کے چناوئے ہے جس نے کتاب کا صرف ایک نسخہ لیا ہے۔ کتاب
 میں اغلاط طباعت بکثرت ہیں۔ انجمن ترقی اُردو و ہند علمی نہیں، تجارتی اور سیاسی
 ادارہ ہے اس سے شکایت نا حاصل ہے۔

(معاصر حصہ ۹)

تبصرہ خطوط غالب

خطوط غالب جلد کا تبصرہ اپریل ۱۹۴۲ء کے معاصر میں چھپ چکا ہے۔ اس سلسلے میں کچھ باتیں اور عرض کرنی چاہتا ہوں۔

(۱) میرزا خاتم علی مہر کے نام کا ایک خط تفتہ کے خطوط میں شامل ہو گیا ہے۔ یہ غلطی غالباً ابتدائی سے چلی آتی ہے۔ خطوط غالب میں اس کی تصحیح نہ ہو سکی۔ اس خط کا شمار ۵۸ ہے اور صفحہ ۵ پر مندرج ہے اس کے ضروری اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"بھائی صاحب! ہم سہ کتابیں بھیجی ہوئی برخوردار منشی شیو زائن کی یہ ۱۲ نومبر کو نہیں۔ کاذ اور سیاسی اور خط کا حسن دیکھ کر میں نے اذروے یقین جانا کہ ملانی کام پر یہ کتابیں طاؤس بہشت بن جائیں گی مگر دیکھتے ہیں کہ ان کا دیکھا تک پہنچ رہا ہے۔ آپ پر حمال تساہل کا گزرے یہ تو کیونکر؟ ہاں اتفاق... یہ مناسب سے زیادہ دیر نہ لگائے... یا الٹی یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیری حفظ و اماں میں مجھے تک پہنچ جائے۔ ... سرکہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۹۵۷ء عیسوی"

فتت کے نام کا خط ۴۰ بھی اسی تاریخ کا لکھا ہوا ہے۔ جیسا کہ خود اس خط سے واضح ہوتا ہے غالب نے اسے سکندرا بابا دیجا تھا۔ اس کی عبارات زیریں توجہ طلب ہیں:-

”کل“ ۱۲ تاریخ نومبر کو نیشیں جلا رہیں کھجی ہوئی برخور دار شیونہرائیں کی پھنپیں کا غلہ خطا تقطیع، سیاہی چھاپا سب خوب۔۔ سات کتابیں جو میرزا عاتق علی صاحب کی تحویل میں ہیں وہ بھی یقیناً ہے آجکل پہنچ جائیں۔“

انطباق و تسبیح کے سلسلے میں جو خطوط غالب نے 'تفتہ' شیو ترانہ' مہر و غیرہ کو لکھے تھے ان کے پڑھنے والوں سے یہ بات چہی نہیں ہے کہ سات جلدوں کی "ترتین" کا کام مہر کی نگہ رانی میں اکبر آباد میں ہو رہا تھا۔ تفتہ کو اس کچھ سرور کا نہ تھا۔ خط ۵۵ کا مکتوب الیہ مہر کے سوا کوئی اور نہیں جو سکتا۔

(۲) خط ۶۵ (بہ نام تفتہ) کی نسبت عاشرے میں یہ اعتراف موجود ہے کہ اردو سے پہلی کے ان نسخوں میں جو اکل المطابع دہلی نے چھاپے تھے یہ ایک علیحدہ خط نہیں بلکہ خط ۶۴ کا خاتمہ ہے۔ دوسرے مطابع کے شایع کردہ نسخوں میں اگر یہ ایک الگ رقم ہے تو ہوا کرے؟ یہ نسخے اکل المطابع کے نسخوں کی نقل یا در نقل در نقل ہیں۔ خط ۶۸ کے خاتمے کو ایک الگ خط قرار دینے میں البتہ ان مطابع نے اجتہاد سے کام لیا ہے، اس کی تقلید دوسرے کیوں کریں؟

(۳) میرزا مہر کے نام کے خطوط کو ایک خاص وجہ سے بہ غور پڑھنے کا اتفاق ہوا تو یہ احساس ہوا کہ متعدد خطوط کے زمانہ کتابت کی نسبت جو المذاہبات دی گئی ہیں وہ غیر صحیح یا ناقص ہیں :

خط ۱: اس کا زمانہ تحریر درج نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ ہمیشہ پرشاد و اجب کی رائے میں یہ ۵ مارچ ۱۹۵۷ء سے قبل لکھا گیا ہے اس لئے کہ خط ۲ کی تاریخ تحریر ۵ مارچ ۱۹۵۷ء بتائی گئی ہے۔ خط ۲ سے قبل کو بحث ہوگی خط ۱ کے زمانہ کتابت کی تعیین کے لیے عبارات ذیل کی طرف رجوع کیا جائے۔

(الف) میرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے بڑھ دینا۔

”شرف اسلام بود در زین ایماں بالنبیؐ یہ اے نو غالب ز نظر مہر تو ایمان من است“

(خط ۳۴ بہ نام تفتہ ۳۹ جمعیوں میں جون شہ ۱۰۷۰ اور خط ۱۴۱ اٹھارہویں جولائی ۱۰۷۰ء کا لکھا ہوا ہے خط ۴۰ کی تاریخ تحریر مندرج نہیں۔)

ب ”سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے۔ خدا کرے خط جس میں میں نے آپ کو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہو۔ احیائاً اگر نہ دیکھا ہو تو اب میرزا تفتہ سے لے کر پڑھ لیجئے گا۔۔۔ جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے تھے کہ خط لکھا ہو تو کیوں کر جواب کی تمنا نہ ہو؟“ (خط ۱۰۷۰ بہ نام مہر)

ج ”میرزا حاتم علی صاحب کا شفقت نامہ آیا۔ یہاں سے اس کا جواب بھیجا گیا۔ وہاں سے اس کا جواب آگیا۔“ (خط ۱۴۱ بہ نام تفتہ مورخہ ۱۰۷۰ جولائی ۱۰۷۰ء غالب کا پہلا سلام خط ۴۰ میں ہے اس سے قبل کے کسی خط میں مہر کا نام تک نہیں آیا۔ مہر نے اس کے جواب میں خط لکھا غالب کا خط ۱۰۷۰ اسی کے جواب میں ہے۔ خط ۱۴۱ میں غالب نے تفتہ کو اطلاع دی ہے کہ مہر سے خط و کتابت کا آغاز ہو گیا ہے۔ خط ۱۴۱ میں صرف خطوں کے آنے اور جواب دینے کا ذکر ہے ان کے مطالب کی طرف مطلق اشارہ نہیں۔ خط ۱ کی تاریخ تحریر کہیں نہیں ہو سکتی لیکن اس بنا پر کہ ۱۰۷۰ جولائی ۱۰۷۰ء تک مہر کے دو خط غالب کو مل چکے تھے اور ایک خط غالب بھی مہر کو لکھ چکے تھے۔ اس میں شبہ کی مطلق گنجائش نہیں کہ خط ۱۰۷۰ اوائل جولائی ۱۰۷۰ء کا لکھا ہوا ہے۔

خط ۲: یہ ظاہر اس خط کی تاریخ تحریر خط ۳۱ (بہ نام تفتہ مورخہ ۱۰۷۰ مارچ ۱۰۷۰ء کی ۷۰ سے معین کی گئی ہے۔ لیکن خط ۲ میں خط ۱۴۱ کی طرف اشارہ نہیں۔ تفتہ اور مہر کے نام کے چند خطوں کی عبارات ذیل ملاحظہ ہوں: ”میرزا تفتہ سے آپ فقط ان کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگراں ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں۔ مہج تو کلفت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں۔“ دیکھوں کیا دیکھتا ہوں (خط ۱۰۷۰ بہ نام مہر۔ اس کی تحریر کے وقت تفتہ اکبر آباد میں نہ تھے لیکن غالب کو یقینی طور پر اس کا علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔)

ب ”تم نے لکھا تھا کہ میں جلد آگرہ جاؤں گا، تمہارے اس خط کا جواب نہ لکھ سکا بعد چند روز کے۔ تم کو آگرہ میں سمجھ کر سکندر آباد خط نہ بھیج سکا۔ مولوی قمر الدین خاں کے خط میں تم کو سلام لکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ میرزا تفتہ ابھی تک یہاں نہیں آئے“ (خط ۱۴۱ بہ نام تفتہ مورخہ ۱۰۷۰ مارچ ۱۰۷۰ء) اس تاریخ کو تفتہ اکبر آباد میں تھے لیکن غالب کو یہ علم تھا کہ سکندر آباد میں ہیں اور وہیں کے پتے سے یہ خط بھیجا گیا تھا ج ”کل میں نے تم کو سکندر آباد میں سمجھ کر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا معلوم ہوا کہ تم اکبر آباد پہنچے۔ خیر۔ آج یہ خط تم کو اکبر آباد بھیجتا ہوں“ (خط ۳۲ بہ نام تفتہ ۱۰۷۰ مارچ ۱۰۷۰ء)

د ”یہ بھی تو مجھ کو نہیں معلوم کہ تم کہاں ہو۔ ابھی ایک خطا۔ کہنے لگے کہ کول میں ہیں اب میں تیرا ہوں کہ خط کول بھیجوں یا سکندر آباد۔ اگر کول بھیجوں تو مسکن کا پتا کیا نکھوں؟ بہر حال سکندر آباد بھیجتا ہوں۔ خدا کرے پہنچ جائے۔“ (خط ۷۰ بہ نام تفتہ ۱۰۷۰ مارچ ۱۰۷۰ء) وہ تاریخ ہے جب غالب کو یہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہ تھا کہ تفتہ کہاں ہیں۔ اور انھوں نے تو کلفت علی اللہ سکندر آباد بھیجا تھا۔

غالب کی عبارات کے آخر میں توضیحات میں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ خط ۲ میں جس خط کی طرف اشارہ ہے وہ خط ۷۰ ہی اس لیے خط ۲ کی تاریخ تحریر بھی وہی ہے جو خط ۷۰ کی یعنی ۱۰۷۰ مارچ ۱۰۷۰ء

دیوان کے حصے در حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر نے سات انگریزوں کی جان خدر میں بچائی تھی اور اس پر خلعت اور جاگیر ۱۸۵۹ء میں ملی تھی "مبارک خلعت و جاگیر اے مہر" مصرع تاریخ ہے۔
 عارف ظاہر ہے کہ غالب نے اسی کی مبارک باد دی ہے۔ مہریش پرشاد صاحب کا خط ۴ کو خط ۴ سے جس کا زمانہ تحریر انہوں نے ستمبر ۱۸۵۹ء لکھا ہے قبل رکھنا کسی طرح ٹھیک نہیں۔ خط ۴۔ ۱۸۵۹ء کا ہوا ہے۔

خط ۵: خط ۵ اس زمانے میں لکھا گیا ہے جب تفتہ ہاترس تھے اور دستنبو کے لے جو قطعہ تاریخ مہر نے لکھا تھا وہ غالب کی نظر سے گزر چکا تھا تفتہ کے نام کے خطوط اور شیو زائن کے نام کے خطوط کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خط ۵ اوائل ستمبر ۱۸۵۹ء کا لکھا ہوا ہے۔

خط ۹ و ۱۰ و ۱۱: ان پر کوئی تاریخ درج نہیں لیکن آٹھواں خط ۲۹ ستمبر ۵۹ء اور بارہواں خط ۲۰ نومبر ۵۹ء کا ہے۔ تعجب ہے کہ خط ۹ کا ماہ کتابت نہیں بتایا گیا خود اس خط سے پتا چلتا ہے کہ اکتوبر کا لکھا ہوا ہے۔ اور چونکہ جس زمانے میں یہ لکھا گیا ہے تفتہ اگرہ میں تھے اور ۳۳ اکتوبر ۱۸۵۹ء سے قبل ہاترس چلے گئے تھے (خط ۵ بہ نام شیو زائن) خط ۹ یقین ہے کہ ۲۳ اکتوبر سے پیشتر تحریر ہوا ہو۔ خط ۱۱ میں تفتہ کے ہاترس میں ہونے کا ذکر ہے۔ یہ اواخر اکتوبر یا اوائل نومبر کا ہے خط ۱۱ بے شبہ ہے نومبر کا ہے اور ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ء سے قبل کا ہے اس لیے کہ ۱۲ نومبر کو شیو زائن کی مرسلہ کتاب میں غالب کو بل گئی تھیں اور خط ۱۱ میں مرقوم ہے کہ "مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آج کل بھیجی جائیں۔"

خط ۱۳: خط ۱۳ کی تاریخ زیر نہیں بنائی گئی لیکن اس لکھا ہے کہ شیو زائن نے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا۔ یہ دو خط ۲۰ نومبر اور ۲۰ نومبر کے ہیں۔ (۱۱ و ۱۲) خط ۱۳ دسمبر ۵۹ء کے پہلے ہفتے میں لکھا گیا ہو گا۔

خط ۱۴: خط ۱۴ کا صرف سنہ دیا ہے لیکن خود خط میں تاریخ ۲ دسمبر موجود ہے۔
 خط ۱۵: اس کا صرف سنہ درج ہے لیکن اس میں غالب کی ایک غزل کا مطلع جو شیو زائن کو بھیجی گئی تھی پر خط ۱۵ مورخہ ۱۹ اپریل ۵۹ء بہ نام شیو زائن سے معلوم ہوتا ہے کہ خط ۱۵ کا زمانہ تحریر ۱۹ اپریل ۱۸۵۹ء کے کچھ ہی قبل ہو گا۔
 خط ۱۶: خط ۱۶ کا زمانہ کتابت ۱۸۵۹ء بتایا گیا ہے لیکن میں بہ ظاہر شعاع مہر کی طرف اشارہ ہے جس کے کچھ اشعار غالب تک پہنچے تھے۔ اگر یہ خیال صحیح ہے تو خط ۱۶ خط ۲ سے پہلے کا ہے۔ اور اس بنا پر کہ خط ۱۳ میں غالب نے مہر کے قصیدے کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور اس خط میں قصیدے کی تعریف ہے۔
 خط ۱۳ سے نو ترے۔ خط ۴ میں بھی مہر کے ایک قصیدے کی ستائش کی ہے۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ تینوں خطوں میں ایک ہی قصیدے یا مختلف قصیدوں کی طرف اشارہ ہے۔

ملتان اس گنتی کو سلجھانے سے قاصر ہے۔
 خط ۱۸: خط ۱۸ کا زمانہ تحریر مرقوم نہیں لیکن خط ۱۸ کا سال کتابت ۱۸۵۹ء لکھا ہے خط ۱۸ مہر کی محبوبہ کی تعزیت میں ہے جو ۱۹ مئی ۱۸۵۹ء کو ہوئی تھی۔ (ص) خط ۱۸ اس کے کچھ بعد لکھا گیا ہو گا۔ اور خط ۱۸ میں اسی کے لگ بھگ تحریر ہوا ہو گا۔

(۱۲) جو مہر کے نام کے پہلے خط کا زمانہ کتابت معین کیا گیا لیکن پنج آنگ کے ایک خط سے اس کے

زمانہ تحریر پر روشنی پڑتی ہے۔ (ملاحظہ ہو تبصرہ مکاتیب غالب)۔
 (۵) مہر کے خطوط اس بنا پر کہ ان کے نام کا پہلا خط اوائل جولائی شہسہ کا ہے۔
 (۶) اور علاقے کے نام کا پہلا خط [بہ موجب بیان مرتب در نہ ایک خط جس کا ذکر تبصرے میں
 آچکا ہے اس سے بھی پہلے کا ہے ۲۷ رمضان ۱۲۷۲ھ
 نام کے خطوط کے بعد ہونے چاہیں۔ اس قسم کی غلطیاں اور بھی ہیں۔ کل خطوں کی تاریخ تحریر پر
 دوبارہ غور کیا جائے تو نامناسب نہ ہوگا۔

(۶) تبصرہ ۱۷۱: رارابقا کے متعلق اطلاعات واقعات دارالحکومت دہلی مصنف بشیر احمد مرحوم
 میں طبعی اور عجیب نہیں کہ آثار الضادید میں بھی اس کا حال ہو
 (۷) خطوط غالب میں ایک جگہ ہے: "بہ موجب فرمائش.. جاکوب بہادر کے" تبصرے میں (۱۷۲) فرمائش
 کے کسرے پر اعتراض کیا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے الفاظ کی صحیح ترتیب اس طرح رکھی تھی:
 "جاکوب بہادر کے بہ موجب فرمائش" لیکن فرمائش.. جاکوب بہادر کے بہ موجب بھی ممکن ہے اور اس
 صورت میں کسرہ قابل اعتراض نہیں۔ یہی کیفیت اس کسرے کی ہے جو بہ موجب تعلیم میر قاسم علی کے میں ہے
 (تبصرہ ۱۷۳)

وہ اور ان کے متعلق "متعلقین کی جگہ متعلق" کی صحت میں شبہ ظاہر کیا گیا تھا، لیکن اسعد الاخبار میں بھی ایک
 متعلقین کی جگہ متعلق ملا ہے اور یہ خوبی ممکن ہے کہ غالب نے اسی طرح لکھا ہو (تبصرہ ۱۷۴)
 ۱۷۵ طبیعت امکان اور مصنفوں کے یہاں بھی آیا ہے ص ۱۷۴ "نصف میں مفلسوں کا مدار الخ" اس عبارت میں
 غلطی ضرور ہے، لیکن پہلا جملہ "مدار حیات" پر ختم ہوتا ہے ص ۱۷۴ "قوہ غلط نہیں لیکن اردو میں بالقوہ سے
 قطع نظر قوت متحمل ہے۔ کیا اس کا تشفی بخش ثبوت موجود ہے کہ غالب نے قوہ لکھا تھا؟

(معاصر، اکتوبر ۱۹۴۲ء)

مطالعہ غالب

از جناب میرزا جعفر علی خاں، اثر، صفحات ۱۱۲، قیمت نصف
 طے کرتا دانش محل امین الدولہ پارک لکھنؤ۔ مطالعہ غالب میں جناب اثر نے غالب
 و میر کا موازنہ کیا ہے، غالب کے کچھ اشعار کے مطالعہ پیش کیے ہیں اور ان کے
 اردو اشعار کا انتخاب دیا ہے۔

(۱) ”میر کے یہاں زبان و بیان کی گھلاوٹ قائم رہتی ہے، غالب کے یہاں
 بعض اوقات فوٹ ہو جاتی ہے۔ یہ سبب نہیں کہ غالب کے خیالات فلسفیانہ ہونے
 کے سبب سے۔۔ عام جام سے ہٹ کر نظم ہوتے ہیں لہذا فارسی کی کد مہب
 ثقیل یا نامانوس تراکیب کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے۔۔ میر۔۔ نے غالب سے کہیں
 زیادہ فلسفیانہ خیالات شعر کے قالب میں ڈال دیے ہیں۔۔ دونوں میں یہ فرق بھی
 ہے کہ میر رومانوی شاعر تھا غالب کلاسیک سسٹم میر کی شاعری شخصیت کی آئینہ دار
 ہے، غالب کی شاعری وہ ہے جس کو ڈراما ”ابھی میو پوٹری اور رائٹنگ“ سے
 تعبیر کرتا ہے جس میں جذبات کا تناؤ نہیں ہوتا بلکہ غور و فکر سے وجود میں آتی ہے۔۔
 میر کی شاعری وجد و لہجہ کی سرگردگی میں جذبات و واردات کی مہوری ہے۔ غالب
 کو یہ کاوش رہتی تھی کہ اسلوب ادا میں جدت و ندرت پیدا کرے تاکہ۔۔ ہر شعر میں
 ممتاز ہی نہ رہیں بلکہ ان پر سبقت لے جائیں۔۔ بے ساختگی اور احساس ”انا“ میں
 بر ہے۔۔ کلام میر میں ترکیب و معانی خیر و شر میں اور کلام غالب میں تراکیب معانی پر
 چھائی ہوئی ہیں۔۔ اس سے مجھے کامل اتفاق نہیں، مگر اس وقت اس سلسلے میں
 اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۲) یادگار غالب کے علاوہ دیگر تذکرہ دہ میں درج ہے کہ مومن اور غالب دونوں نے ناسخی رنگ اختیار کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ یادگار غالب میں غالب و مومن کی تقلید ناسخ کا مطلقاً ذکر نہیں۔

(۳) غالب کے خطِ طاہرِ ہیمیر کے اشعار قلم برداشتہ لکھتے جلتے ہیں، اس کے کلام کا انتخاب کیا تھا اور یہ کام گہرے اور مسلسل مطالعے کے بغیر سرانجام نہیں ہو سکتا۔ غالب کے یہاں میر کا صرف ایک شعر آیا ہے اور وہ نہ کلیات میں ہے اور نہ کسی تذکرے میں، خدا جلنے کس کا ہے۔ اسی طرح ایک مصرع بھی ہے، جو کلیات میر میں نہیں۔ جناب اثر کا یہ قول بھی محتاج ثبوت ہے کہ غالب نے میر کے کلام کا انتخاب کیا تھا۔

(۴) جناب اثر نے یہ دکھانے کے لیے کہ غالب کس حد تک میر سے متاثر تھے دونوں کے نو نو شعر دیے ہیں، مگر غالب کے بیشتر اشعار ایسے ہیں، جن کے متعلق یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ان میں میر کے اشعار کا عکس نظر آتا ہے۔ غالب و میر کے چار چار شعر ملاحظہ ہوں:

دے وہ جس قدر ذلت ہم ہنسی میں ٹالیں گے	بارے آشنا نکلا ان کا پاس ہاں اپنا
انتھاکم تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا	ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
لطافت ہے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی	چمن رنگار ہے آئینہ باد ہزاری کا
پازچکے اطفال ہے دیامرے آگے	ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
ہوتا ہے یاں جہاں میں ہر روز و شب تماشا	دیکھا تو خوب تو ہے دنیا عجب تماشا
ذیل اس کی گلی میں تو نہیں آندگی کسی	کہ رنجش تو وہاں ہووے جہاں ہو اعتبار اپنا
مری نمود نے مجھ کو کیا برابر خاک	میں نقش پا کی طرح پایمال اپنا ہوں
عالم خاکی سے آدم کو جلا ہے ورنہ	آئینہ تھا تو مگر قابل دیدار نہ تھا

(۵) جناب اثر نے میر کے چند اشعار دیے ہیں، جن کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ کلام غالب سے ”مماثل“ ہیں، ان میں سے کچھ ضرور غالب کے رنگ کے ہیں، لیکن، ان کا یہ قول کہ ”فارسی تراکیب کا وادہ و پرکار“ مستطرب

دیگر جن کے غالب مخترع سمجھے جاتے ہیں، سب میر کے یہاں موجود ہیں، لیکن ان کے موجود غالب میں نہ میر، نہ شمس الدین کے یہاں ملتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض تو کثیر الاستعمال ہیں۔

(۶) جناب اثر مدعی ہیں کہ میں نے اشعار غالب کے ایسے مطالب پیش کیے ہیں جو دوسرے شاعروں کی نظر سے اوجھل رہے ہیں میں نے کلام غالب کی کم تر دیکھی ہیں اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں مجھ سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ میں اس دھوئے کی تصدیق یا تکذیب کروں، لیکن چونکہ خود جناب اثر نے کل شعروں کا مطالعہ کر کے اجدیہ پہلے سورن کی کوئی وجہ نہیں۔ ان مطالب میں سے بعض قطعاً قابل قبول نہیں، بعض غالب کے اشعار سے نکلتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اور مطالب کی بھی گنجائش رہ جاتی ہے، اور بعض ایسے ہیں کہ انہیں دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ غالب کے ذہن میں خود ہی مطالب ہوں گے۔ جناب اثر کی سخن فہمی میں کچھ شبہ نہیں۔

(۷) جناب اثر نے اشعار غالب کا جو انتخاب ۳۸ صفحوں کا پیش کیا ہے،

اچھا ہے، لیکن یہ بالکل ظاہر ہے کہ ان کا انتخاب ہوا کسی اور کا، یہ ممکن ہی نہیں کہ ہر شخص اس سے مطمئن ہو سکے۔ غالب کی غزل ”آہ کو چاہیے اک عمر اترے ہوتے تک“ الخ میں ہر جگہ ”ہوتے“ کی جگہ ”ہوئے“ ہے۔ دیوان غالب کے کل نسخے جو خود ان کی زندگی میں شائع ہوئے تھے، اس کے شاہد ہیں کہ غالب نے ”ہوتے“ لکھا تھا۔

سرگزشت غالب

۶۴

مصنفہ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زوراً ایم ایس پی۔ ایچ ریڈی صفحات
تقطیع ۸۶۸ ایچ۔ شائع کردہ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد دکن۔ قیمت ۸ روپے۔ یہ کتاب
طلبہ کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ مصنف کا مقصد خود مصنف کے لفظوں میں ذاتی علم و
فضل یا تحقیق و تفتیش کے ادعا یا اظہار کے بغیر "ایک ایسی کتاب پیش کرنا جس سے پڑھنے والے
لکھنے والے سے زیادہ جس کی نسبت لکھا جا رہا ہے اس کے متعلق معلومات حاصل کریں" ذاتی تحقیق کا
ادعائی الواقع کسی جگہ مصنف نے نہیں کیا، لیکن یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ کسی کتاب کے
مطالعے سے پڑھنے والوں کو لکھنے والے سے زیادہ معلومات کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں۔ جس بے پروائی کو
مصنف نے یہ جملہ لکھا ہے ساری کتاب میں یہی بے پروائی نمایاں ہے۔ کہیں اقعات کو غلط بیان کیا ہے،
کہیں نتائج غلط نکالے ہیں، کہیں ذاتی قیاس کو روایت کی طرح پیش کیا ہے۔ ہماری یہ رائے
کس حد تک انصاف پر مبنی ہے اس کا اندازہ ذیل کی مثالوں سے ہو گا:

(۱) مصنف کا بیان ہے کہ غالب پر یہ الزام تھا کہ انھوں نے شکار مارے کے موقع پر بہادر شاہ
کے نام کا سکہ لکھ کر پیش کیا تھا اسکی توضیح کرتی تھی میراج غالب کا یہ جواب کہ سکہ ذوق کا لکھا ہوا تھا جو
غدر سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے مہل ٹھہرتا ہے۔ (۲) مصنف کا یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ کلامتہ میں غالب نے
صرف اس بات کا مقدمہ دائر کیا تھا کہ ان کا وظیفہ وقت پر نہیں ملتا۔ ممکن ہے کہ یہ شکایت بھی ہو
لیکن اصل دعویٰ اس کا تھا کہ جو رقم ماہانہ نواب احمد بخش خاں دیتے تھے وہ اُس رقم سے کم تھی
جو انگریزوں نے مقرر کی تھی (۳) غالب کے مذہب کے بارے میں جو کچھ اس کتاب میں لکھا ہے
اس سے اصل حقیقت کا اظہار نہیں ہوتا۔ غالب نے ایک جگہ نہیں کسی جگہ اس کا اقرار کیا ہے کہ
وہ امامیہ مذہب رکھتے ہیں۔ اگر ان کے اعزہ نے انھیں سنیوں کی طرح دفن کیا تو اس کی جوابدہی
غالب کے سر نہیں جاتی (۴) علی بخش خاں خلف معروف شاعر نہ تھے۔ غالب یا ان کے کسی اور معاصر نے
ان کی شعر گوئی کا ذکر نہیں کیا۔ مصنف کا یہ قول کہ ان کا تخلص رنجور تھا صحیح نہیں۔ غلط فہمی کا
باعث غالباً یہ ہے کہ تیج آہنگ میں ان کے نام کے بعد ایک جگہ "رنجور" بمعنی بیمار لکھا ہے مصنف کو
اس پر غور کرنا تھا کہ اگر علی بخش خاں شاعر ہوتے اور ان کا تخلص "رنجور" ہوتا تو تیج آہنگ کے دیباچے
جہاں خاص طور پر ان کا نام آیا ہے، نام کے ساتھ تخلص ضرور ہوتا (۵) نواب امین الدین احمد برادر
بزرگ نواب ضیاء الدین خاں کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ گویا وہ غالب اور ان کی بی بی سے ہمراہ

بڑے تھے۔ غالب کے اس فقرے سے جس کے مخاطب علاء الدین خاں 'خلف امین الدین' ہیں، کچھ اور ہی مترشح ہوتا ہے: "تم شرفورس ہو اُس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشوونما پائی ہے" (۶) امرامیلم اہلیہ غالب کے متعلق لکھا ہے: انھوں نے خود بھی تمام عمر اپنے شوہر کی طرح افلاس میں گزاری اُس بیان میں بڑا مبالغہ ہے۔ غالب کسی زمانے میں بھی غفلت نہ رہے، غدر کے زمانے میں تھوٹے دنوں کے البتہ کوئی ذریعہ آمدنی کا نہ رہا تھا، غدر کے قتل انگریزوں کے ساتھ رُپے ماہانہ سے کچھ زیادہ اور بہادر شاہ سے پچاس روپے ماہانہ ملتے رہے۔ غدر کے بعد ۱۳۰۰ء کچھ زیادہ ان کی مستقل ماہانہ آمدن رہی جسے آج کل کے ۴۰۰ کے برابر سمجھنا چاہیے۔ اسے افلاس کہنا اس لفظ کے معنی سے بے خبری کا اظہار کرنا ہے (۷) "اسراف اور قرض لینے کی عادت سی ہو گئی تھی جس کی بنا پر وہ اپنے گھر کا پورا اثاثہ، یہاں تک کہ بیوی (بی بی) کے قیمتی کپڑے اور زیور بھی بیچ کر کھانے پر مجبور ہو گئے تھے" ایک جگہ تو یہ لکھا ہے، لیکن دوسری جگہ زمانہ غدر کے متعلق یہ عبارت ملتی ہے: "بیوی کے زیورات، قیمتی کپڑے لٹ گئے" اس دعوے کا کہ غالب بی بی کے قیمتی کپڑے اور زیور اسراف کی وجہ سے بیچ کر کھا گئے تھے، مصنف کے پاس کیا ثبوت ہے؟ غدر کے زمانے میں غالب نے کچھ اثاثہ ضرور بیچا تھا، لیکن، اُس وقت ایسا نہ کرتے تو فائدہ کرنا پڑتا (۸) غالب کی شخصیت کی نشوونما اور اس کے اسباب کے متعلق مصنف کے اکثر بیانات غیر صحیح ہیں۔ مثلاً، ایک جگہ یہ لکھا ہے کہ آخر عمر میں غالب کی شوخی اور نظرافت بڑھ گئی تھی اس دعوے کے ثبوت میں صرف ایسے اشخاص کی شہادت معتبر ہوگی جو غالب کے بچپن جوانی اور بڑھاپے سب کو دیکھ چکے ہوں۔ اس لیے کہ وہی اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ غالب کی شوخی اور نظرافت عمر کے ساتھ بڑھتی گئی تھی یا واقعہ اس کے خلاف تھا۔ ایسے کسی شخص کی شہادت موجود نہیں ہے (۹) مصنف کا یہ کہنا کہ غالب کی چچانی (چچی) نے غالب کی شادی اپنے گھرانے میں ٹھہرائی تھی، گو قرین قیاس ہے، لیکن جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی روایت اس کی مؤید نہیں (۱۰) اسی طرح مصنف کا یہ بیان بھی کہ غالب کو تصوف سے جو کچھ واقفیت نہیں تھی محض معرفت کی بدولت قیاسی ہے اور ثبوت کا محتاج۔

(معاصر، اکتوبر ۱۹۴۱ء)

۷۔ مصنف کے علاوہ اور اصحاب بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ علی بخش خاں کا تخلص رنجور تھا۔

ضمیمہ

قاسمی عبدالودود کے معیار (۱۹۳۶ء) رخشا بخش ایڈیشن) میں غالبی



- پنج آہنگ ص ۲۷۶، ۳۲۱ جولائی
- غالب کے دو لطیفے ص ۳۲۳ جولائی
- سراپا سخن اور غالب ص ۳۲۲ جولائی
- تذکرہ سرور اور غالب ص ۳۲۵ جولائی
- استفسارات (بلسلسہ غالب) ص ۳۸۴ جولائی
- مرقہ غالب ص ۱۸۲ مئی
- اشعار غیر مطبوعہ (۱۲ اشعار) ص ۱۳۹، ۱۴۳ اپریل
- غزل مرزا غالب (ماخوذ از دیوان معرود)، کہوں یا نہ کہوں، ست شعر ص ۹۵
- مرزا غالب کے متعلق ایک قدیم اخبار کا اقتباس (حسن الاخبار بمبئی) مارچ
- مرزا غالب کے غیر مطبوعہ خطوط ص ۱۵ مارچ

بیج آہنگ

بیج آہنگ کے جس نسخے کا نسخہ تعارف کرایا ہوا ہے، ہمارے خیال میں پہلا ادیشن تھا، لیکن مضمون کی کثرت کے بعد ہمیں ہمیشہ پر شاہ صاحب کے معلوم ہوا کہ اس کے قبل کا بھی ایک ادیشن ہے، یہ اس قدر کیا ہے کہ خود ہمیشہ پر شاہ صاحب کی نظر سے بھی نہیں گزرا ہے، اگر کسی صاحب کے علم میں اس کا کوئی نسخہ کہیں ہو تو براہ مہربانی ہمیں اطلاع دیں۔

بیج آہنگ، ۲۴ ایچ x ۱۵ ۱/۲ ایچ قطع کے ۴۴ نمونوں کی کتبچہ پہلے نسخے پر عبارت ذیل درج ہے :-

بحسن توفیق ایزد متعال کتاب در علم قواعد فارسی و استعقاق و تصحیح الفاظ و النشائے رشیدہ ہر قسم مصنف قبل از باب حمد و مکرم منظر فیض اتم شہنشاہ ممالک علوم عربی و فارسی ملک الشعر اے دوران جناب فرخندہ خطاب نجم الدولہ ویر الملک | بیج آہنگ |
نور الدین خان بہادر نظام جنگ و دام افجاہم در سطح دار السلام دہلی خاص مینبہ اقل العباد و عنایت حسین بتقیج حضرت مصنف
دام برکاتہم باہتمام نور الدین احمد کھنوی در ماہ اپریل سنہ ۱۲۵۵ھ اعلیٰ اختتام پر کشید فقط

دوسرے نسخے میں ۱۵ سطریں ہیں تیسرے سے ۲۰۵ تک ہر صفحے میں ۲۵ سطریں اس کے بعد سے آخر تک ہر صفحے میں ۱۵ سطریں پہلے صفحے کی یہی سطر یہ ہے :- "بعد تقدیم خیالیں و ادار جہاں آفرین و تہذیب تائیں حضرت سید المرسلین"

دیباچہ علی بخش خان خلعت الہی بخش خان معروف کا لکھا ہوا ہے، اس کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے، کہیں کہیں اصل فارسی عبارت بھی تو سین کے اندر نقل کر دی گئی ہے :-

علی بخش خان، دہلی میں کم رہتے تھے، ان کا زیادہ وقت فیروز پور میں ان کے چچا فخر الدولہ دلاور الملک نواب احمد بخش خان بہادر و سکیم جنگ کے ساتھ گزارتا تھا، (ڈرسایہ رافت آں والا پیر پرورش می یافتہم) فیروز پور میں ہر قسم کا عیش و آرام میا تھا، اور ایموں کے لڑکوں کی طرح بہو و لب میں وقت صرف کرتے تھے، شباب کی ابتدا تھی، اور ہر قسم کی فکر سے آزاد تھے، میرزا غالب کا علی بخش خان سے دہرا رشتہ تھا، انہیں اس کا خیال رہتا تھا کہ یہ کچھ لکھ پڑھ لیں (میر سے بہ آموز گاری من دانست) علی بخش خان نے میرزا سے درخواست کی کہ چند اوراق میں ایک ایسا رسالہ لکھ دیجیے جس سے ہر قسم کے لوگوں کو خط لکھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے، (صاحب التماس من در تہجد از آداب و انقباب و شکر مرید خطوط و شکوہ عدم رسی مکاتبات بہ من عطا نمود) میرزا نے ان کی خواہش کے مطابق رسالہ لکھ کر ان کے حوالہ کر دیا، کچھ دنوں کے بعد میرزا کا کلکتہ جانا ہوا اور اس کے بعد ہی احمد بخش خان کا انتقال ہو گیا، "معلم تبارک کہ شفقت پوری، بیکہ رحمت ایزدی از ذات بابر کائنات لکھ ظہور داشت" ان کے بڑے بیٹے شمس الدین خان جانشین ہوئے، یہ بالکل نا تجربہ لکارتھے، ادیبانوں کی صحبت میں انہوں نے بڑے ڈھنگ اختیار کیے، ریاست کا انتظام بالکل

بہتر ہو گیا۔ علی بخش خان کو ترک وطن کرنا پڑا۔ لکھنؤ اور جے پور گئے، لیکن وہاں کامیابی کی صورت نہ مل سکی ۱۲۵۱ کی ابتدا میں شمس الدین خان کا عاوضہ ہوا۔ اس کے بعد علی بخش خان جے پور سے دہلی پہنچے اور میرزا غالب کے یہاں مقیم ہوئے۔ اس زمانہ میں میرزا کا دیران (اسکی رہنماؤں کے آؤدوسر انجام است تازہ فراہم آمدہ) مرتب ہوا تھا، علی بخش خان اور میرزا محمد حسین نے میرزا اس کی تشریف آوری کی، ان کے دل میں خیال گزرا کہ دیوان سے اگر نثر نکال لی جائے اور اس میں وہ رسالہ جو میرزا نے ان کے لیے لکھا تھا، اور متفرق عبارتیں شامل کر دی جائیں تو ایک کتاب مرتب ہو جائے، حکیم رضی الدین حسن خان بہادر اور میرزا محمد حسین خان کا اہم ارادہ یہ خیال کہ یہ کتاب غلام نضر الدین خان کے کام آئیگی، ان کے اہادے کو پختہ کرنے کا باعث ہوا اور پہلے آہنگ تیار ہو گئی۔ کتاب کے باب ہیں۔ پہلے میں یہ ہدایت ہے کہ خط کس طرح لکھا جائے، کون کس طرح مخاطب کیا جائے اور اسی قبیل کی دوسری باتیں، دوسرے میں مصادر و مصطلحات و لغات فارسی و راج ہیں، تیسرے میں میرزا کے اشعار ہیں جو خط لکھنے والوں کے لیے کارآمد ہیں، چوتھے میں میرزا لکھے ہوئے خطبے اور تقریریں اور متفرق عبارتیں ہیں، پانچویں میں میرزا کے خط طاریں۔

آہنگ اول، میرزا کی تہذیب کا خلاصہ اردو میں یہ ہے کہ ۱۲۳۱ھ میں انگریزوں نے بھرت پر پرشکر کشی کی تھی اور قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا، میرزا اور علی بخش خان اس یورش میں احمد بخش خان کے ساتھ تھے۔ میرزا نے ڈنم عالی مقداد (جسے علی بخش خان نے فرمائش کی کہ ایک رسالہ ایسا لکھ دیجئے جس سے خط لکھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ میرزا نے ان کی فرمائش کو رد کیا اور مختصر سا رسالہ لکھ دیا، باز جو اس کے کہ میرزا کی روش کے یہ بات خلاف تھی کہ دوسروں کے متور کیجے ہرے قاعدے کے مطابق القاب و آداب لکھیں اور غیرت گوئی اور عافیت جوئی کو وہ بالکل نفی جانتے تھے، میرزا کے الفاظ یہ ہیں :-

”بیگانگی اس روش از شیوہ غالب مستمندہ چہاں است کہ بغض نیاز داشتہ باشد واداشناس دانہ کہ ہنجامن در بکھوش اس است کہ چون ملک و ورق بگرم مکتوب الیہ را بہ لفظی کہ ز آخر حالت ادست دسرا آغاز صفحہ آواز دہم و دسریہ سنجہ عالم القاب و آداب و غیرت گوئی و عافیت جوئی حشور اہ است ... و نیز دانا شاسد کہ دریں شیعہ گنجائیں سخن آگستری تا کجاست“ اس کے بعد میرزا نے یہ بتایا ہے کہ خط کی عبارت کس طرح کی جونی چاہیے، میرزا کی ہدایتوں کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) لکھنے میں گفتگو کا رنگ ہونا چاہیے۔ (۲) عبارت ایسی نہ ہو جس کا بھنا دشوار ہو (۳) اگر خط میں کئی باتیں لکھنی ہیں تو اس پر غور کرنا چاہیے کہ کسے مقدم رکھا جائے اور کسے مؤخر (۴) بات کو پیچ دے کر نہیں کہنا چاہیے (۵) دقیق استعاروں، شکل و زانوں لفظوں سے بچنا چاہیے (۶) مکتوب الیہ کے رتبہ کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے (۷) طوالت اور تکرار الفاظ سے احتراز چاہیے (۸) قواعد مقررہ کی پابندی ضروری ہے اور لوگوں کے مذاق کا خیال ضرور کرنا چاہیے، لیکن قدسی می بند وستانی فارسی نویسوں کے تصرفات کو قبول نہیں کرنا چاہیے، عربی الفاظ ضرورت سے زیادہ نہ استعمال کیے جائیں۔ (۹) معاملات کے خطوط میں خاص طور پر ان خطوط میں جو حکام کے پاس بھیجے جائیں، مبالغے اور اغراق سے بچنا ضروری ہے

شمس الدین خان کچھلشی کی سزا علی بخش خان کے میوے

اشاروں اور استعاروں سے کام نہ لیا جائے۔ لہجہ سنجیدہ، زبان نرم اور آسان ہونی چاہیے۔
اس کے بعد ہر درجے کے لوگوں کے اغائب ہیں، گورنر جنرل کے لیے یہ القاب :-

جناب مستطاب، سلی القاب، جہانیاں، آب، جم جاہ، انجم سپاہ، سپہر بارگاہ، نواب گورنر جنرل بہادر دامت اقبال
و زاد افضال۔

القاب میں ایک آدھ جگہ تبدیلی بھی آئی ہے، بظاہر ہندوستانی فارسی داتوں کا یہ تصرف میرزا کی نظر میں نامقبول نہ
تھا، دوسرے اور تیسرے ابواب میں کوئی بات قابل ذکر نہیں، ان کے متعلق اوپر جو کچھ لکھا جا چکا ہے کافی ہے، چوتھے
باب کے مندرجات کی فہرست یہ ہے :-

- (۱) دیباچہ دیوان فارسی (۲) دیباچہ گل رخا (۳) دیباچہ دیوان ریختہ (۴) خاتمہ گل رخا (۵) خاتمہ دیوان فارسی
- (۶) تقریظ تذکرہ اردو تالیف نواب مصطفیٰ خان بہادر (۷) نثر جو قصیدہ مرحیہ کے عنوان کے طور پر لکھی گئی تھی (۸) نثر جو
دیوان ریختہ کی پشت پر لکھ کر امام بخش شامی کو بھیجی گئی (۹) نموداری صبح (۱۰) طلعت شب (۱۱) تقریظ دیوان حافظ
- (۱۲) دیباچہ دیوان مرزا رحیم الدین بہادر (۱۳) عبارت در صفت مقطع الحروف (۱۴) عبارت تقریظ رسالہ مراد الکلمہ
- صفت قطب (۱۵) دیباچہ دیوان ہرگوپال تفتہ (۱۶) تقریظ آثار الصادق (۱۷) دیباچہ دیوان ریختہ نواب حسام الدین
میدر خان بہادر نامی (۱۸) دیباچہ تذکرہ طلسم راز مولفہ میر مہدی۔

غالب کے دو لطیفے

(۱) پرانے زمانے میں راجا بہت پور کے یہاں ایک منشی تھا، جسے انتہا پر داری کا سلیقہ تو نہ تھا۔ لیکن باتیں خوب بناتا تھا
راجا کسی بات پر اس سے خفا ہو گیا، اور ایک نیا منشی بحال ہوا۔ پرانے منشی کو بہت خار گزرا اور اس فکر میں رہنے لگا کہ کسی
طرح سے منشی کو ذلیل کرے۔ ایک دن نیا منشی راجا کی طرف سے ایک سردار کو جو راجا کے دوستوں میں تھا اور جس کی خاطر
راجا کو بہت عزیز تھی، خط لکھ رہا تھا۔ پرانا منشی سرنامے کو دیکھ کر مسکرانے اور منہ بنانے لگا، راجا اس وقت تو کچھ نہ بولا،
لیکن جب غلوت ہوئی تو پرانے منشی کو بلا کر راجا نے اس حرکت کا سبب پوچھا۔ اس نے پہلے تو راجا کی مدح میں زبان کھولی
اس کے بعد بولا کہ حضور! ہم لوگ پرانے نمک خوار ہیں۔ سرکار کا ہمیشہ بھنا چاہتے ہیں۔ نئے ملازموں کو اس کی کیا پروا ہے۔
دہلی والے تو خاص طور پر نمک کا پاس نہیں کرتے ہیں سردار صاحب کو برابر ازراہ تعظیم مہربان بڑی رح سے لکھا کرتا تھا، نئے
منشی نے انہیں مہربان چھوٹی ہ سے لکھا ہے۔ اب جو وہ یہ فرق دیکھیں گے تو حضور کی طرف سے ان کے دل میں جھڑک بھلا
یا نہیں؟ یہ بات راجا کے دل کو لگ گئی، نئے منشی کو بلا کر بہت خفا ہوا اور کہنے لگا کہ جب ہماری طرف سے
برابر بڑی رح سے مہربان لکھا جاتا ہے تو تم نے سردار صاحب کو چھوٹی ہ سے مہربان کیوں لکھا، نئے منشی صاحب برطان
جوے اور پرانے اپنی جگہ پر آگے (ماخوذ از بیچ آہنگ ص ۲۰ و ۲۱)۔

(۲) میرزا کے ایک شناسا یا دوست الف بیگ نامی تھے۔ ان کے یہاں بڑھاپے میں لڑکا ہوا۔ میرزا سے درخواست کی کہ نام رکھ دیجیے۔ میرزا نے ہمزہ بیگ نام رکھا اور خط تہنیت کے ساتھ یہ رباعی لکھ بھیجی۔

چوں الف بیگ در کہن سالی پس یہ یادت سر بسر غمزہ
نام او ہمزہ بیگ کر دیے الف تہنیتی بود ہمسرہ

(پنج آہنگ ص ۲۳۵)

سرپاخن اور غالب

سرپاخن کا سال تکمیل ۱۲۶۹ھ ہے اس تذکرے میں میرزا کا حال اور ان کی ایک غزل درج ہے۔
”میرزا اسد اللہ خان عرف مرزا نوشہ ولد عبد اللہ بیگ خان قوم ترک اولاد میں گشتا سپ کے، مولد اکبر آباد، مسکن بڑے دیوان فارسی اور ریختہ اور پنج آہنگ ان کی طبع زاد ہے، مشاہیر شعرا سے دہلی میں تہذیب کو یہ غزل اپنے خط میں شیخ ذوالحسین قدالی قصبہ دیوانی سے بھیجی تھی۔

”دی سادگی سے جان پڑے کو بکن کے پاؤں یہاں کیوں نہ ٹوٹ گئے پرزن کے پاؤں“
کل و شعر میں۔ شعر ذیل دیوان مطبوعہ میں نہیں۔

بیچارہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی کہے میں کیوں دبائیں نہ ہم رہن کے پاؤں
جن صاحب کا تخلص قدالی لکھا ہے ان کے بارے میں ۱۴ پر لکھا ہے شیخ ذوالحسین قدالی غلط شیخ کریم اللہ باشندہ قصبہ دیوانی ضلع بند شہر صاحب دیوان ”ارشاد تلامذہ ذاب مصطفیٰ خاں شیفہ“

میرزا نے اس تذکرے کے لیے ایک قطعہ تاریخ بھی لکھا تھا جو کتاب کے ص ۳۹۲ اور ۳۹۳ پر درج ہے:-

اس کتاب طرب لعلاب نے جب	اور پھر بندہ تھا بارہ کا	سات اور سات ہوتے ہیں چودہ
آب دتاب انطباع کی پانی	باہر اداں ہزار زیبائی	برامید سادات افزائی
فکر تاریخ سال میں مجھ کو	سال ہجری تو ہو گیا معلوم	غرض اس سے میں چارہ معلوم
ایک صورت نئی نظر آئی	بے شمول عبارت آرائی	جس سے ہے چشم جاں کو بینائی
ہند سے پہلے سات سات کے دو	مگر اب ذوق بدل سبھی کو	اور بارہ امام ہیں بارہ
دیے مانگا مجھ کو کھلائی	سے جدا لگانے کا رفسرانی	جس سے ایمان کو سے توانائی

ان کو غالب رسالہ اچھا ہے جو ایسے کے ہیں توانائی۔

غالب ادب تاریخ نکالنے سے گھبراتے تھے، طلسم دار سلف میر جہدی کی تاریخ بھی انہوں نے اسی طرح نکالی ہے

تذکرہ سرور اور غالب

تذکرہ سرور میں غالب کا ایک شعر ہے جو مطبوعہ نسخوں میں نہیں، لیکن یہ شعر یا غلط نقل ہوا ہے یا اصل نسخے ہی میں صحیح درج نہیں (مئی کے معیار میں غالب کے اشعار اس تذکرے سے لے کر درج کیے جا چکے ہیں)۔

مگر سے ڈٹے ہوے موکی سناں پیدا
دہان زخم میں آخر ہوئی زباں پیدا

میرزا کے متعلق سرور نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، لیکن ہے کہ بعض الفاظ چھوٹ گئے ہوں :-
"اسد اللہ خان است، عرف مرزا نوشہ، شخص از سر قد، مولد شاکر آباد، جوان قابل، یار باش، در دند، ہمیشہ خوش معاشی بسر بردہ، اذوق ریختہ گوئی، در خاطر مشکین، عنہائے عشق مجاز، تربیت یافتہ، علم گہ، نیاز، مدفن سخن، نئی تیغ محاورات، میرزا بیدل در نختہ در محاورات فارسی موزوں ہی کند، الجہد موجد طرز خود است، اوبار اقم رابطہ یک جہتی مستحکم دارد، اکثر اشعارش در زمین سنگ لایح مضامین موزوں کردہ، رؤیہ اخیال بندی پیش از پیش تباد خاطر دارد، (عمدة المتنبہ نسخہ قلمی دست بند لندن)

اعظم الدولہ سرور عمائدہ دہلی سے تھے، ان کا سال ولادت معلوم نہیں، لیکن قرآن سے الہی بخش خان معروف کے ہم عمر معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا تذکرہ عمدة المتنبہ ۱۲۱۶ھ یا ۱۲۱۷ھ میں شروع ہوا اور نو دس برس میں اس نے کتابی شکل اختیار کرنی چلو اس کے بہت بعد بھی اس میں اضافے ہوتے رہے۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو غالب کا حال اس میں نہ ملتا کیونکہ غالب کی پیدائش ۱۲۱۲ھ کی ہے۔ سرور اور معروف کے مساویانہ تعلقات ہوں گے، معروف نے اپنے دیوان دوم میں یاد کیا ہے :-

"لکھ غزل اک اور بھی معروف سرور کے لیے
آج اس پر نکتہ فہمی نکتہ دانی ختم ہے"

غالب کے بھی باوجود تفاوت عمر و ستانہ تعلقات تھے، سرور غالب سے ملنے آیا کرتے تھے، اور غالب نے انہیں حدیگ طپاں ابن ہادی بیگ خاں مقیم کلکتہ کا حال اور کلام بھی دیا تھا کہ اپنے تذکرے میں داخل کریں، جیسا کہ بیچ آہنگ میں ۱۲۲۲ اور ۲۲۲ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے۔ طپاں کا حال کسی وجہ سے تذکرہ سرور میں داخل نہ ہو سکا۔

استفسارات

(۱) میرزا غالب کے متعلق تحقیقات کے سلسلے میں کتب ذیل کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر سی صاحب کے علم میں یہ کتابیں کہیں موجود ہوں تو براہ کرم براہ راست یا معیار کے ذریعے مجھے مطلع فرمائیں۔ جن کتابوں کے سال طباعت دیے ہوئے ہیں وہ کتابیں نظر سے گزر چکی ہیں، ان کے خاص نسخے مطلوب ہیں :-

- ۱۔ دستنبو، مطبوعہ مفید غلامانی اگرہ ۱۲۵۵ھ
- ۲۔ ۲-۲ دیوان اردو مطبوعہ مطبع امواجان دہلی ۱۲۶۱ھ (۱۲۶۰ھ)
- ۳۔ سبہ سہیل مطبوعہ دہلی (۱۲۶۳ھ ؟)
- ۴۔ معارفہ انتشار از یہ مقدمہ عالم بھانوی نو لکھنؤ پریس لکھنؤ ۱۲۶۲ھ
- ۵۔ دیوان اردو مطبوعہ مفید غلامانی اگرہ ۱۲۶۲ھ

۱۔ مثنوی دمعہ الباطل

۲۔ پنج آہنگ مطبوعہ ۱۲۳۹ھ

۳۔ مثنوی خطاب فاضل
ہیش پرستار، ڈاکخانہ لنکار، بخاری

گلچیں نگاہ تو ز داماں گل دارد

نظارہ ز جنبیدن ترگاں گل دارد

(۲) داماں کو تنگ گل حسن تو بسیار

در بزم وصال تو بہ ہنگام تماشا

یہ اشعار غالب نے قدسی کی طرف منسوب کیے ہیں۔ کلیات قدسی کے دو قلمی نسخے دیکھے، انہیں اشارت ملتی ہیں۔
اس زمین کوئی غزل فارسی اشعار کے ایک مطبوعہ مجموعے میں یہ اشعار عسرتی کے نام نظر آئے، مقطع کا ایک
مصرع یاد ہے۔ اے عسرتی از وضع تو جاناں گل دارد

اگر کسی صاحب کو اس کا تحقیقی علم ہو کر یہ غزل کس کی ہے، تو مجھے مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

عبدالودود

(۱) 'مرقد غالب'، خواجہ حسن نظامی صاحب اپریل کے ہمایوں میں تحریر فرماتے ہیں۔

"غالب کا مزار میری درگاہ کے قریب لب سڑک (کذا) واقع ہے، مزار کے پائیں یعنی جنوب میں اکبر کے
کو کا۔۔ مرزا غفریہ... کا مقبرہ ہے۔۔۔ مزار کے عرب میں قبر سے لی ہوئی بیگم صاحبہ حکیم، اصل خاں مرحوم کے
مکان کی دیوار ہے، اور شرق میں نواب لوہار کے خاندان کی کچھ قبریں ہیں۔ پھر ایک دیوار ہے، پھر تین سو گز کا ایک قطعہ زمین ہے
جس کو حکیم بھدر صاحب نے غالب ہال بنانے کے لیے خریدا ہے۔ اور شمال میں ایک دیوار ہے، اور اس کے بائیں شکستہ قبرستان ہے،
جس کے وارث اب موجود نہیں۔ غالب سوسائٹی کا ارادہ ہے کہ شمالی دیوار کو ہٹا کر شکستہ قبرستان درست کر دیا جائے،
اور شمال کی طرف سڑک کے پاس ایک شاندار دروازہ بنا دیا جائے، اور جتنی زمین مرحومہ بیگم صاحبہ... نے مزار کے غرب
میں عطا فرمائی تھی اس کو شامل کر کے غالب کا مزار اتنا اونچا بنا دیا جائے جو سڑک سے نظر آنے لگے، اور شرق میں غالب ہال
بنایا جائے تاکہ آئندہ جلسے اور مشاعرے مزار کے قریب ہی ہو سکیں۔ غالب کا مزار نواب صاحب لوہار کے قبرستان میں ہے۔
اس لیے قبرستان کے دارث غالب کا مزار بنانے میں مزاحمت کرتے ہیں۔ لہذا تجویز کی گئی ہے کہ... صرف غالب کی قبر کو بنا دیا جائے
لوہار والوں کو اگر اپنے بزرگوں کی قبروں کا خیال ہو گا تو خود بخود ہوا لیں گے...

اشعار غیر مطبوعہ

میرزا غالب کے اشعار تذکرہ اعظم الدولہ سرور سے ماخوذ ہیں۔ اس کا قلمی نسخہ ہندوستان میں بھی ہے لیکن جو نسخہ ہماری نظر سے لڑا ہے
وہ دقہر ہند لندن میں ہے۔ اس تذکرے میں میرزا کے اور اشعار بھی ہیں لیکن ہم نے وہی نقل کیے ہیں جو اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔

آج بیداری میں ہے خواب ز لیخا مجھ کو

وہ خط سبز ہے کہ بر رخسار سادہ ہو

یہ رنگ زرد ہے چمن ز عفسراں مجھے

دیکھتا ہوں اُسے تھی جس کی تنہا مجھ کو

شمشیر صاف یا رجز ہر اب دادہ ہو

سنستے ہیں دیکھ دیکھ کے سب ناتواں مجھے

دیکھو وہ برق تجسم بس کہ دل بیتاب ہے
کھول کر دروازہ میخانہ بولائے فروش
محفل شمع عنداراں میں جو آجاتا ہوں
ہوئے ہے جادو رہ رشتہ گوہر ہر کام
سرگراں مجھ سے سبک دے نہ بنے سے رہو
اک گرم آہ کی تو ہزاروں کے گھر بچے
پردائے کا نہ غم ہو تو پھر کس لیے اسد
نیاز عشق خرمن سوز اسباب ہو س بہتر
یاد آیا جو یہ کہنا کہ نہیں راہ غلط
ماہ نو ہوں کہ فلک عجز سکھاتا ہے مجھے

دیدہ گریاں مرا نوارہ سیما ہے
اب شکست تو بہ میخواروں کو فتح الہا ہے
شمع ساں میں تہ دامان صبا جاتا ہوں
جس گزر گاہ میں میں آبلہ پاجاتا ہوں
کہ ہر یک جنبش لب مثل صدا جاتا ہوں
رکتے ہیں عشق میں یہ اثر ہم جگر بچے
بردات شمع شام سے لے تا سحر بچے
جو ہو جائے نثار برق شست خاوش بہتر
کی تصور نے برصحرائے ہوس راہ غلط
عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلاتا ہے مجھے

غزل مرزا غالب

اپنا احوال دل زار کہوں یا نہ کہوں
نہیں کرنے کا میں تقریر ادب سے باہر
شکر سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھو
اپنے دل ہی سے میں احوال گرفتار ہوں
دل کے ماتحتوں سے کہ ہے دشمن جانی میرا
میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے غماز
آپ سے وہ مرا احوال پوچھے تو اسے

بے حیا سامع اظہار کہوں یا نہ کہوں
میں بھی ہوں محرم اسرار کہوں یا نہ کہوں
اپنی ہستی سے ہوں بنزار کہوں یا نہ کہوں
جب نہ پاؤں کوئی غمخوار کہوں یا نہ کہوں
ہوں اک آفت میں گرفتار کہوں یا نہ کہوں
گوش ہے درپس دیوار کہوں یا نہ کہوں
حسب حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں

میرزا غالب کے متعلق ایک قدیم اخبار کا اقتباس

حسن الاخبار بمبئی سے ۹ نومبر ۱۸۵۴ء کو نکلا۔ یہ فارسی کا اخبار تھا۔ اس زمانے میں رسل و رسائل کے ذریعہ محدود ہونے کے باوجود بیشتر دہلی و قلعہ معلیٰ کی خبریں صحت کے ساتھ شائع کرتا تھا، دہلی میں اس کے نامہ نگار موجود تھے۔ ناظرین کی دلچسپی کے لیے اس اخبار سے اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

جلد ۲ نمبر ۲۶ تاریخ ۲۵ جون ۱۸۵۴ء میرزا اسد اللہ خاں بہادر کو دشمنوں کی غلط اطلاعات کے باعث قمار بازی کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ معظم الدولہ بہادر کے نام سفارشی چٹھی لکھی گئی کہ ان کو رہا کر دیا جائے کہ یہ معززین شہر میں سے ہیں۔ یہ کچھ ہوا تو

محض حاسدوں کی فتنہ پردازی کا نتیجہ ہے، عدالت فوجداری سے نواب صاحب کلاں بہادر نے جواب دیا کہ مقدمہ عدالت میں سپرد ہے، ایسی حالت میں قانون سفارش قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

جلد ۲ نمبر ۲ مطابق ۲ ماہ جولائی ۱۹۴۷ء۔ میرزا اسد اللہ خاں غالب پر عدالت فوجداری میں جو مقدمہ دائر ہوا اس کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ مرزا صاحب کو چھ مہینے کی قید با مشقت اور دوسروں پر جرمانہ کی سزا ہوئی۔ اگر دوسروں پر یہ جرمانہ ادا نہ کریں تو چھ مہینے قید میں اور اضافہ ہو جائے گا اور مقررہ جرمانہ کے علاوہ اگر پچاس روپے زیادہ ادا کیے جائیں تو مشقت معاف ہو سکتی ہے۔ جب اس بات پر خیال کیا جاتا ہے کہ میرزا صاحب عرصے سے علیل رہتے ہیں، سو پر ہیزی غذا اقلیہ چھپاتی کے اور کوئی چیز نہیں کھاتے تو کھنا پڑتا ہے کہ اس قید مصیبت و مشقت کا برداشت کرنا میرزا صاحب کی طاقت سے باہر ہے بلکہ ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اگر شش جج بہادر کی عدالت میں اپیل کی جائے اور اس مقدمے پر نظر ثانی ہو تو نہ صرف یہ سزا موقوف ہو جائے بلکہ عدالت فوجداری سے مقدمہ اٹھایا جائے۔ یہ بات عدل و انصاف کے بالکل خلاف ہے کہ ایسے باکمال ریسک جس کی عزت و شہمت کا دبدبہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے، ایسے معمولی سے جرم میں اتنی سخت سزا دی جائے جس سے جان جانے کا قوی احتمال ہے،

غالب

میرزا غالب کے غیر مطبوعہ خطوط

(۱)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز از جان نشی سیل چند کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ کیوں صاحب ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھیں اور تمہارا یہ حال کہ مراسم فرزند ہی بجا نہیں لاتے۔ خط لکھنا تم نے یک قلم موقوف کر دیا اور بھائی بے تکلف لکھتا ہوں کہ مجھ میں اب دم نہیں ہے۔ نہ طاقت باقی ہے نہ حواس درست ہیں۔ آج کے نواب صاحب کے خط میں دو جگہ غلطیاں ہوئیں مجھ سے لکھا کچھ چاہتا ہوں لکھ کچھ جاتا ہوں۔ بیجا اب تو یہ نوبت پہنچی ہے کہ آج بچا کل مرا۔ کل بچا پرسوں مرا۔

اس خط کا جواب مجھ کو جلد لکھو اور اس میں یہ لکھو کہ احسان حسین خاں اور ان کے بھائی مظفر حسین خاں جو لکھنؤ سے آئے ہیں نوبل صاحب کی سرکار سے ان کا کیا درماہ مقرر ہوا ہے اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ ہے۔ دربار میں جو آئے ہیں تو بیٹھے کہاں ہیں۔ اس خط کے جواب کا طالب غالب

۱۱ جون

۲

برخوردار نور چشم منشی سیل چند میر منشی کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ اگلے مہینے میں اگست ۱۹۴۸ء کی خواہ کی ہنڈوی جو تم نے بھیجی تھی اس کا وہ پیرا جتناک نہیں پٹا۔ میں تو جس دن ہنڈوی آتی ہے اسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے مات کہ وہ بھی مہاجن ہے بیچ ڈالتا ہوں۔ مگر اس مختار کار کو جس کے ہاں ہنڈوی آتی ہے اس نے

روپیہ اب تک نہیں دیا۔ ستمبر کو دو ہندو بی بیچ کر روپیہ میں نے لے لیا تھا اور آج اٹھارہ ہے۔ مختار کار کو روپیہ اُس نے اب تک نہیں دیا۔ جس سے تم نے ہندو لکھوائی ہے اُس کو تم تاکید کرو کہ یہاں کے مہاجن کو روپیہ دینے کی تاکید لکھے تاکہ مختار کار کا روپیہ پٹ جاوے۔ غالب

۳

منشی صاحب سعادت اقبال نشان منشی یل چند صاحب میر منشی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد دعائے دوام حیات و ترقی درجات معلوم فرمائیں۔ اگرچہ آرزوئے خطوط حضور صحت و عافیت حضور معلوم ہوئی ہے لیکن یہ کہیں سے نہیں سُننا کہ غسل صحت کیا یا کس نہ کریں گے۔ آپ سے فقیر کا سوال ہے کہ مجھ کو لکھیے کہ حضرت غسل کس دن فرمائیں گے۔ اور اگر موافق میری آرزو کے نہا چکیں ہوں تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجیے۔ خیر و عافیت کا طالب غالب۔

۲۵ دسمبر ۱۹۶۴ء

●● ۶۱۹۳۶ ”معیار“

ایک شمر کی شرح غالب کے قلم سے (کلیا، ورق ۱، الف ۵۹۳ H.L.)
(بعد از سنہ ۱۲۵۲، ہجری)

کتاب الفوائد

سب کز کو مال و مری حسن عرکت
که بهر حال که است سی کرسی
که نظر آید بی نفس اور مال نظر آید
نمان ده مال حور ای نفس امارا
یکبار او سر کند سجا می گردانند

کلیات کے ایک نسخہ پر غالب کا حاشیہ (درق ۷ ب، H.L. ۵۹۳)
(بعد از سنہ ۱۲۵۴ ہجری)

میرزا علی محمد صاحب قاسم حسن صاحب
کتب خانہ خدا بخش، پٹنہ

عطیہ خاں صاحب قاسم حسن صاحب
کتب خانہ خدا بخش، پٹنہ

شیخ نیز جواب مورد سزاں کا زمانہ تصنیف بموجب قطعہ بحالب رک (۱۶۶۲) ۱۶۶۲ء
 ہی اور قیاس ہی کہ سال انطباع بمبئی یہی ہوگا۔ مٹ کا فلسفہ مٹ ۲۶ اور مٹ کا
 ص ۱۰۵۔ ص ۱۰۴ ۱۰۳ ۱۰۲ ۱۰۱ ۱۰۰ ۹۹ ۹۸ ۹۷ ۹۶ ۹۵ ۹۴ ۹۳ ۹۲ ۹۱ ۹۰ ۸۹ ۸۸ ۸۷ ۸۶ ۸۵ ۸۴ ۸۳ ۸۲ ۸۱ ۸۰ ۷۹ ۷۸ ۷۷ ۷۶ ۷۵ ۷۴ ۷۳ ۷۲ ۷۱ ۷۰ ۶۹ ۶۸ ۶۷ ۶۶ ۶۵ ۶۴ ۶۳ ۶۲ ۶۱ ۶۰ ۵۹ ۵۸ ۵۷ ۵۶ ۵۵ ۵۴ ۵۳ ۵۲ ۵۱ ۵۰ ۴۹ ۴۸ ۴۷ ۴۶ ۴۵ ۴۴ ۴۳ ۴۲ ۴۱ ۴۰ ۳۹ ۳۸ ۳۷ ۳۶ ۳۵ ۳۴ ۳۳ ۳۲ ۳۱ ۳۰ ۲۹ ۲۸ ۲۷ ۲۶ ۲۵ ۲۴ ۲۳ ۲۲ ۲۱ ۲۰ ۱۹ ۱۸ ۱۷ ۱۶ ۱۵ ۱۴ ۱۳ ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۰
 ”ابن کبر“ ۱۰۰ تا ۱۰۳۔ مٹ کی کسٹر آخر ۱۰۰۰ الحمد للہ کہ این کمالہ نافعہ مسمی بہ شیخ نیز در
 منبج اکل المطالع با تمام فخر الدین مطبوع گردید ~~مٹ ۱۰۰۰~~ بدون ہندسہ پہلی مٹ ۱۰۰۰
 شیخ نیز جس میں ۲۳ الفارسی نسخہ کیا گیا ہے۔ بعض تصحیحات توجہ طلب ہیں :

(پہلا ایڈیشن)

کچھ غالب کے بارے میں

حصہ اول

فہرست

پیشگفتار

کتب خانہ خدیجی بخش اور غالب

(اردو کے معنی ج ۲، ش ۲-۳: فروری ۱۹۶۱ء) ۱۰

مقالہ افتتاحیہ

(بین الاقوامی غالب سیمینار: ڈاکٹر یوسف حسین خاں ۱۹۶۹ء) ۳

غالب کی عظمت

(غالب کی عظمت: مرتبہ عابد رضا بیدار ۱۹۶۹ء) ۵۸

غالب کے اشعار فارسی کا ایک مجموعہ

(فکر و نظر: اپریل ۱۹۶۰ء) ۵۹

غالب کے کلیات نظم فارسی کا ایک قدیم نسخہ

(اردو کے معنی: غالب نمبر: ۱۹۶۰ء) ۶۶

غالب کے کلیات نظم فارسی کا قدیم ترین موجودہ نسخہ

(مجلد علوم اسلامیہ: دسمبر ۱۹۶۰ء) ۷۳

غالب کو ایک فارسی قصیدہ

(ہمارے زبان ۲۳: جنوری ۱۹۶۰ء) ۹۹

غالب کے ایک قصیدے کا اولین مضمون (صبح: پہلا حصہ: ۱۹۶۲ء) ۱۰۱

سبب چین

(مصنف: ستمبر ۱۹۳۸ء) ۱۰۱

غالب اور خان آرزو

(صبح: ۱۵: ۱۹۶۱ء) ۱۰۹

غالب کی غزل گوئی کے پانچ دور

(مطالعہ پٹنہ: جنوری فروری ۱۹۶۹ء) ۱۱۵

دیوان غالب کے دو نسخے

(معاصر: حصہ ۱۲-۱۳/۱۹۵۲ء) ۱۱۸

مکتوبات غالب

(مکتوبات غالب، تحقیق: ۱۹۶۱ء) ۱۶۰

غالب کے فارسی خطوط

(ماہ نو: کراچی: جنوری فروری ۱۹۶۹ء) ۱۴۵

غالب کے اردو خطوط کتابت کتب شرعی کی

(مصنف: ستمبر ۱۹۳۳ء) ۱۴۹

میر صفیر بلگرامی اور زیر زغال غالب

(سہ ماہی اردو: جنوری ۱۹۳۸ء) ۱۹۵

غالب کے خطوط میر صفیر بلگرامی کے نام

(آجکل: سالنامہ: اگست ۱۹۵۲ء) ۲۰۷

غالب اور بہار

(مطالعہ پٹنہ: جنوری فروری ۱۹۶۹ء) ۲۱۲

مجموعہ دہلی اور غالب

(سہ ماہی اردو: ۱۹۶۹ء) ۲۱۶

عہد شاہجہانی کا ایک ادبی مذاکرہ اور غالب

(معاصر: حصہ ۵): ۲۵۹

بزم معاصر (عہد شاہجہانی سے متعلق) (۷: حصہ ۷): ۲۷۹

But I happen to be one of those who try to see things as they are, and not as I would like them to be. I agree with Johnson that exaggerated praise defeats its own purpose, and I hold with Voltaire that the only debt the living owe to the dead, is that they should tell the truth about them.

I regard Ghalib as one of the greatest Urdu poets, and the greatest letter writer in Urdu. As an ironist and humorist, he is unsurpassed by any other Urdu writer. As a poet, he has a wider range than that of his contemporaries or predecessors, and there is a happy blend of thought and emotions in his poetry. He alleviates our sorrow, enhances the enjoyment of our life, and teaches us to sympathise with the misfortunes of others. He was by no means a systematic thinker himself, but he stimulates our thoughts to a greater degree than any of his contemporaries or predecessors. His poetry, in addition to all this, provides rich feasts for the eyes and ears.

If a poet is all this, I am ready to pay my homage to him. It is immaterial to me, if he was not always actuated by the best of motives, and if he was not the great Persian scholar he claimed to be.

His position, as a Persian poet, is yet to be determined, and no European or American critic of any importance has expressed any opinion about him. Outside India he is only known to those who are interested in India. (The rest of my paper will be in Urdu.)

INAUGURAL ADDRESS

International Ghalib Seminar

"Others abide our question, thou alone art free". This is how Mathew Arnold's sonnet on Shakespeare begins, and it is in the spirit of these words that the worshippers of Ghalib approach him, and insist on others doing the same. Ghalib's statements are to be accepted without question, and if they conflict with one another, the one which is to the advantage of Ghalib should be accepted; and others regarded as jokes played by the poet upon his detractors, contemporaneous and otherwise. He was an embodiment of all human virtues. He was a great thinker, and there is hardly any philosophical or scientific theory which you would not find in his works at least in its broad outline.

He was a patriot ever ready to lay down his life for the sake of his nation; he stood for social justice and he was a socialist, if not a communist. As for his religious views, it depends on the worshipper himself. He may be antediluvian or ultra-modern in his religious ideas. He is one of the greatest poets of modern times; to compare him with Wordsworth, Shelley or Keats is to commit a literary crime. The only modern poet who can be compared with him is Goethe. His Urdu Divan is one of the two divine books which owe their origin to India, the other being the Vedas.

As for his Persian Divan, they accept Ghalib's verdict that if poetry were a religion, it would have been its divine book, and as for his Persian scholarship, they agree with him that nothing greater can be imagined.

¹ Writer and Critic Patna.

On
Ghalib

Vol. II

by
Qazi Abdul Wadood
(d. 1984)

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna